إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران ۱۹)

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا (الجن ۱۸)

أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ

عَقَائدِ اہلِ السنّت والجماعت

توحید وصفاتِ باری تعالیٰ

مؤلف

حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی غفرلہٗ

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

دارُ النّعیم

عمر ٹاور حق سٹریٹ چیمبرجی روڈ اُردو بازار لاہور

فون: ۰۳۱۰-۴۴۴۱۸۰۵

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران ۱۹)

وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ أَحَدًا (الجن ۱۸)

أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِي تَوْضِيحِ الْعَقَائِدِ

عَقائدِ اہل السنّت والجماعت

توحید و صفاتِ باریِ تعالیٰ

مؤلف

حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی غفرلہٗ

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

دارُالنّعیم

عمر ٹاور حق سٹریٹ چیمبر روڈ اردو بازار لاہور - فون ۰۳۰۱-۴۳۴۸۰۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب	أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيحِ الْعَقَائِدِ
	عقائد اہل السنت والجماعت (1)
	توحید وصفاتِ باری تعالیٰ
مصنف	مولانا ابو حفص اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ
صفحات	640
طبع اول	رمضان المبارک 1441ھ / مئی 2020ء
باہتمام	اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، امامِ اہل سنت، مُحیِ السُّنَّۃِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

حضرت مولانا مفتی واجد حسین حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و کفیٰ، والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الأنبیاء، وعلی آلہ وأصحابہ نجوم الھدیٰ۔ أما بعد!

دنیا کے اندر پائے جانے والے ہر مذہب اور دین میں کچھ ایسے عقائد ونظریات ہوتے ہیں، جن پر اس مذہب اور دین کی بنیاد ہوتی ہے۔ ان کو تسلیم کرنے اور ماننے سے انسان اس دین کو ماننے والا فرد سمجھا جاتا ہے، اور ان کے انکار کرنے سے وہ اس دین سے خارج اور لاتعلق سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے عقائد ونظریات کے باب کو اعمال وعبادات، معاشرت ومعاملات کے باب سے زیادہ اہم سمجھا جاتا ہے۔

ہر مذہب کی طرح دینِ اسلام کی بنیاد بھی عقائد ونظریات پر ہے، اور ان میں سے بعض عقائد ونظریات ایسے ہیں جن کو تسلیم کرنا اور ان پر ایمان لانا انسان کے مسلمان اور مؤمن ہونے کے لیے ضروری ہے، اور ان کا انکار کرنے سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، اور بعض عقائد ایسے ہیں جن کا انکار کرنے سے انسان اگرچہ کافر نہیں ہوتا، لیکن ضلالت وگمراہی کا لیبل اس پر چسپاں ہو جاتا ہے۔

دورِ حاضر میں جب کہ ہر طرف بے دینی اور فتنوں کا ایک سیلاب ہے جس سے اپنے ایمان کو بچانا اور عقائد ونظریات کو صحیح رکھنا ایک عام آدمی کے لیے انتہائی مشکل ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اس بے دینی اور فتنوں کے سیلاب سے پوری اُمتِ مسلمہ کے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

زیرِ نظر کتاب: "عقائدِ اہل السنت والجماعت" کے مصنف حضرت مولانا اعجاز احمد اشرفی مدظلہ (فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور) کو اللہ رب العزت پوری اُمت کی طرف سے اجرِ عظیم عطا فرمائے جنھوں نے عقائدِ حقہ کو اس کتاب میں مع الدلائل جمع کر کے اُمت کو حفاظتِ ایمان کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ کاوش قبول فرمائے۔ اس کا نفع عام فرمائے۔ امت کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنائے۔ دنیا و آخرت میں کامیابی اور نجات کا سبب بنائے۔ آمین! یارب العالمین

واجد حسین عفی عنہ

دار الافتاء، جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

۹، ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ، بہ مطابق ۷۔ نومبر ۲۰۱۹ء

فہرست

تقریظ: حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی حفظہ اللہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً و مصلیاً و مسلّماً۔ أمّا بعد!

قارئین کرام! عقیدہ کی مثال کسی عمارت کی بنیاد کی سی ہے۔ اگر بنیاد مضبوط ہو تو عمارت مضبوط ہوگی، اور اگر بنیاد کمزور ہو تو عمارت بھی کمزور ہوگی۔ اسلامی عقائد انتہائی مضبوط ہیں، جس کی بنا پر اسلام تمام مذاہب سے مضبوط ہے۔ اسلامی عقائد پر سب سے پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''الفقہ الاکبر'' لکھی۔ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''العقیدۃ الطحاویہ'' لکھا۔ اس کے بعد سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں، مگر اردو میں کوئی ایسی عقائد کی کتاب جو دلائل سے مدلّل ہو، اس کی کمی محسوس ہوتی تھی۔ مولانا اعجاز احمد اشرفی مدظلہ نے (أَزْھَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ) ''عقائدِ اہل سنت والجماعت'' نامی کتاب لکھ کر الحمد للہ اس کمی کو پورا کر دیا ہے۔ علماء، طلباء اور عوام کے لیے بہت مفید کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو دارین میں اس کی جزاء عطا فرمائے اور تمام اہل سنت کو اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کتبہ

(حضرت مولانا) محمد انور اوکاڑوی (حفظہ اللہ)

رئیس تخصص فی الدعوۃ والارشاد

جامعہ خیر المدارس،

اورنگزیب روڈ، بیرون دہلی گیٹ،

ملتان

۱۱۔شعبان ۱۴۳۹ھ، ۲۸۔اپریل ۲۰۱۸ء

حضرت مولانا ابوعمار زاہد الراشدی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ تبارك وتعالٰی ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم وعلی آله وأصحابه وأتباعه أجمعین. أما بعد:

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے بعد جب اُمتِ مسلمہ میں عقائد کے حوالہ سے عقلی بحث ومباحثہ کا بازار گرم ہوا، اور یونانی، ہندی اور ایرانی فلسفہ نے عقائد کی وضاحت اور تعبیر وتشریح میں شکوک وشبہات اور زیغ وانحراف کے خطرات کھڑے کر دیئے، تو ائمہ اہل سنت نے اسلامی عقائد کے تحفظ اور اُمتِ مسلمہ کی راہ نمائی کے لیے وقت کے چیلنج کو قبول کیا، اور مختلف پہلوؤں سے ان اعتراضات وشکوک کا مقابلہ کر کے ان کے بطلان کو واضح کیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی آزمائش وابتلاء، حضرت امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے عقلی وفکری مباحث اسی جدوجہد کے مختلف رُخ ہیں، جو ہماری علمی تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔ تب سے یہ سلسلہ جاری ہے اور ہر دور کے فکری مسائل اور باہر سے آنے والے ہر فلسفہ کے پیدا کردہ شکوک وشبہات کے ازالہ کے لیے علمائے کرام کی علمی وفکری محنت وکاوش کا تسلسل قائم ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بات میں اکثر عرض کیا کرتا ہوں کہ ہمیں اس وقت مغربی فلسفہ کی فکری وتہذیبی یلغار کا سامنا ہے۔ اس لیے اسلامی عقائد وقوانین کو پھر سے آج کی زبان واسلوب میں پیش کرنے کی اسی طرح ضرورت ہے جیسی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں ضرورت تھی۔ اس کا

ایک پہلو یہ ہے کہ اہل سنت کے عقائد کو قرآن وسنّت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے اسلوب اور تعبیرات وتشریحات کے مطابق ازسرنو واضح کیا جائے۔ اور دوسرا رُخ یہ ہے کہ مغربی فلسفہ کی فتنہ سامانیوں کا پوری طرح ادراک کرتے ہوئے اس کے پیدا کردہ شکوک واعتراضات کا اسی کی زبان میں جواب دے کر اسلامی عقائد کی حقانیت کو پیش کیا جائے۔ ہمارے فاضل دوست مولانا اعجاز احمد اشرفی صاحب نے اسی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے عقائدِ اہل سنت کی وضاحت میں قلم اُٹھایا ہے اور اس حوالہ سے اچھا خاصا علمی ومعلوماتی ذخیرہ جمع کردیا ہے، بالخصوص صفاتِ باری تعالیٰ کے نازک وحساس مسئلہ پر اکابر اُمت رحمہم اللہ کے ارشادات وفرمودات کو اپنے ذوق کے مطابق پیش کرکے اہل سنت کے مؤقف سے نئی نسل کو متعارف کرنے کی اچھی کوشش کی ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت مولانا اعجاز احمد اشرفی مدظلہ کی اس کاوش کو قبول فرمائیں، اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اس سے نفع اور راہ نمائی حاصل کرنے کی توفیق سے نوازیں۔

آمین! یارب العالمین!

حضرت مولانا ابوعمار زاہد الراشدی (رحمہ اللہ)

خادم الحدیث النبوی الشریف

جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

منگل۔20 جمادیٰ الثانی 1440ھ مطابق/26 فروری 2019ء

خلاصہ

حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی

رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۱ھ) کا بیان کردہ عقیدۂ توحید

ہمارا ایمان ہے کہ سارے جہان کی پیدا کرنے والی ایک پاک ہستی ہے، جس کا مبارک نام "اللہ" ہے، اس کے متعلق ہمارے عقیدے یہ ہیں:

1 وہ ایک ہے، نہ ذات میں کوئی اس کا مثل و مانند ہے، نہ صفات میں۔ پوجنے کے لائق وہی ایک اکیلا ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو پوجنا بڑی بغاوت ہے، جس کو شریعت مقدسہ "شرک" کہتی ہے۔

پوجنا: عربی کے لفظ: "عبادت" کا ترجمہ ہے۔ عبادت کے معنی لغتِ عرب میں کسی کے سامنے اپنی عاجزی اور ذلت کا اظہار کرنا ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ عاجزی و ذلت کا اظہار فقط ایک اللہ کے سامنے کرنا چاہیے، کسی اور کے سامنے کرنا جائز نہیں۔

2. وہ اللہ "حَیٌّ" ہے، یعنی اس کو صفتِ حیات حاصل ہے۔

قَدِیْرٌ ہے، یعنی جو کچھ وہ چاہے، اس پر اس کو قدرت حاصل ہے۔

مُرِیْدٌ ہے، یعنی ارادہ کی صفت اس کو حاصل ہے۔

عَلِیْمٌ ہے، یعنی صفتِ علم اس کے لیے ثابت ہے، کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز، کوئی ظاہر سے ظاہر اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز، اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے۔

سَمِیْعٌ ہے، یعنی سننے کا وصف اس کو حاصل ہے، ہر آواز اور ہر پکار کو سنتا ہے، مچھر سے بھی چھوٹے جانور کے پَر کی آواز سنتا ہے۔

بَصِیْرٌ ہے، یعنی دیکھنے کی صفت اس کے لیے ثابت ہے، ہر چیز کو ہر حالت اور ہر

وقت میں دیکھتا ہے۔ کوئی چیز اس کے دیکھنے سے چھپ نہیں سکتی۔

مُتَکَلِّمٌ ہے، یعنی کلام کرنے کا وصف اس کو حاصل ہے، جس سے چاہتا ہے، بات کرتا ہے۔ جس کام کا چاہتا ہے حکم دیتا ہے، جس کام سے چاہتا ہے، منع کرتا ہے۔

خَالِقٌ ہے، یعنی چیزوں کو نیست سے ہست کرنے کی صفت اس کے لیے ثابت ہے۔

ان صفات کے علاوہ اور تمام صفاتِ کمال کی قدرت اس کو حاصل ہے، جس کی گنتی نہیں ہوسکتی۔

2 اللہ تعالیٰ کی صفتیں اس کی ذات کی طرح قدیم ہیں، اس کی ذات ازلی وابدی ہے، اور اس کی ذات کے لیے صفاتِ کامل بھی ہمیشہ سے حاصل ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔

قرآن مجید چوں کہ اللہ کا کلام ہے اور کلام اللہ کی صفت ہے۔ اس لیے اہل حق یعنی ''اہلِ سنت والجماعت'' کا مذہب ہے کہ وہ قدیم ہے، غیر مخلوق ہے۔ ہم قرآن مجید کے نقوش کو جو لکھنے والے لکھتے ہیں، نیز ان الفاظ کو جو ہماری زبان سے ادا ہوتے ہیں، قدیم نہیں کہتے، بلکہ اللہ کا کلام وہ ہے جس پر ہمارے الفاظ دلالت کرتے ہیں، اس کو ہم قدیم کہتے ہیں۔

4 اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے علاوہ جو کچھ ہے، سب اللہ تعالیٰ کا مملوک ومخلوق ہے، اچھی یا بُری ہر قسم کی چیزیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ زہر اور تریاق، شر اور خیر، سب کا خالق وہی ہے۔ ہمارے نیک وبد اعمال سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ان اعمال کے کسب کرنے والے البتہ ہم ہیں۔

5 اُس کے ملک میں، جو سارے جہانوں کو شامل ہے، اس کی مشیت کے کچھ نہیں ہوتا اور نہ ہوسکتا ہے۔ ایک پتی بھی اس کی مشیت کے بغیر نہیں ہل سکتی۔

نظامِ عالَم جو تم دیکھ رہے ہو، اس کی یہ مثال نہیں ہے کہ جیسے کسی گھڑی میں چابی بھر دی گئی کہ جب تک وہ چابی بھری ہے، گھڑی کی سوئیاں چل رہی ہیں۔ چابی بھرنے والے کے ارادہ کو اب کچھ دخل نہیں، بلکہ نظامِ عالَم کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص گھڑی کی سوئیوں کو اپنی اُنگلی سے چلائے، جب تک اُنگلی سوئی کو حرکت دے رہی ہے، سوئی

چل رہی ہے۔ اُنگلی ہٹ جائے تو سوئی کی حرکت موقوف۔ اللہ کی مشیت نظامِ عالَم کو اسی طرح چلا رہی ہے۔

''اہلِ سنت والجماعت'' کا مذہب ہے کہ بندے اپنے افعال میں نہ پورے طور پر بااختیار ہیں کہ اللہ کی مشیت کی تنقیص ہو، اور نہ مجبورِ محض ہیں کہ جزا و سزا کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے، بلکہ اختیار و جبر کے درمیان کوئی حالت ہے جس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی۔

6 اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے، اُن کو رزق دیتا ہے، اولاد دیتا ہے، اُن کی دعائیں قبول کرتا ہے، اُن کی مدد کرتا ہے، اپنے فرماں بردار بندوں سے محبت کرتا ہے، اُن کو اپنی نزدیکی بخشتا ہے۔

7 اللہ تعالیٰ کسی اَمر میں کسی کا محتاج نہیں۔ جسم اور جسمانی چیزوں سے پاک اور بَری ہے۔ اس کے لیے کوئی مکان نہیں۔ کھانے پینے، صحت و مرض، خوشی اور غم، بڑھاپے اور جوانی سے بَری ہے، نہ کسی چیز سے اس کو اتصال ہے، نہ وہ کسی چیز میں حلول کرتا ہے، نہ اس میں کوئی چیز حلول کرتی ہے۔ نہ اُس کی کوئی اولاد ہے، نہ بیوی ہے، نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ کوئی چیز اس پر واجب نہیں، جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے۔ غرضیکہ ہر قسم کے عیب اور نقص سے اس کی ذات پاک ہے، اور سب کمالات اس کو حاصل ہیں۔

8 اللہ تعالیٰ نے اپنے خدائی اختیارات کسی کو نہیں دیئے، جیسے دنیا کے بادشاہ اپنے بڑے بڑے عہدہ داروں کو اختیارات دے کر کاموں پر مقرر کر دیتے ہیں اور وہ عہدہ دار اپنے ان عطائی اختیارات سے اپنا کام کرتے ہیں۔ بادشاہ کے ارادے اور مشیت کو ان کاموں میں کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بَری ہے۔ اُس نے اپنے بندوں کو کاموں پر مقرر کیا، مثلاً ملک الموت کو رُوح قبض کرنے پر، مگر وہ بغیر حکم اور مشیت کے رُوح قبض نہیں کر سکتے، اور نہ رُوح قبض ہو سکتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو ہدایت کے کام پر مقرر کیا، مگر یہ بھی فرما دیا:

آیت 1:۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ

بِالْمُهْتَدِیْنَ○(القصص:۵۶)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم جسے چاہو اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ہر کام اللہ کے اختیار میں ہے، وہی فائدہ پہنچانے والا ہے اور وہی نقصان دینے والا ہے۔

علمائے ربانی فرماتے ہیں کہ توحید کا بڑا شعبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو "فاعلِ با اختیار" نہ سمجھے اور کسی سے نفع پہنچنے کی اُمید نہ رکھے اور کسی سے نقصان پہنچنے کا خوف نہ کرے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

؎	موحد چہ بر پائے ریزی زرش اُمید و ہراسش نباشد ز کس		چہ فولادِ ہندی نہی بر سرش ہمیں است بنیادِ توحید بس

ترجمہ موحد آدمی کے قدموں کے نیچے اگر چہ سونا ڈال دو، یا اس کے سر پر ہندی فولادی تلوار رکھ دو، وہ کسی سے نہ اُمید رکھتا ہے، نہ کسی سے ڈرتا ہے۔ یہی توحید کی بنیاد ہے اور بس۔

9 اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی حقیقت کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتی۔

؎	نہ ادراک در کنہ، ذاتش رسد		نہ فکرت بغور، صفاتش رسد

ترجمہ نہ آدمی کی سمجھ اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت تک پہنچ سکتی ہے، اور نہ تمہاری سوچ غور کرنے سے اس کی صفات تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔

اور ہونا بھی یہی چاہیے، کیوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت کا ادراک ہو جائے، تو گویا عقل نے اس کو گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز گھیر نہیں سکتی۔ ہاں! آخرت میں نیک بندوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ کیوں کر ہوگا؟ کس طرح ہوگا؟ اس کے سمجھنے اور بیان کرنے سے بھی عقل انسانی عاجز ہے۔

10 اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں، یعنی جو نام شارع (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے بتلا دیئے ہیں، انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا چاہیے۔ اُن کے علاوہ کسی اور نام (جیسے

نارائن، یا پرمیشر وغیرہ) سے اُس کو پکارنا درست نہیں۔ نیز اردو زبان میں یا کسی اور زبان میں اُس کے ان ناموں کا ترجمہ کرنا جن کا پورا مفہوم اس زبان میں نہیں ادا ہو سکتا، بلکہ نقص کا پہلو نکلتا ہے، درست نہیں، جیسے "قَدِیْمٌ" کا ترجمہ "پرانا" یا فارسی میں "کہنہ"۔ ہاں! جن ناموں کا ترجمہ دوسری زبانوں میں بلانقص ہو سکتا ہے، اس میں مضائقہ نہیں۔ مثلاً "مَالِكٌ" کا ترجمہ فارسی میں "خدا" یا "خداوند"۔

اٰمَنْتُ بِاللهِ كَمَا هُوَ بِأَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ

ترجمہ میں اللہ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے۔

(بنیادی اسلامی عقائد، ص ۱۵ تا ۱۹۔ المؤلف: حضرت مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۸۱ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، اردو بازار، کراچی، ۲۰۱۳ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشِ لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْأَوَّلِ الْآخِرِ، الْبَاطِنِ الظَّاهِرِ، الَّذِي هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ، الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَهُ شَيْءٌ، الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَهُ شَيْءٌ، الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَهُ شَيْءٌ، الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَهُ شَيْءٌ، الْأَزَلِيُّ الْقَدِيمُ الَّذِي لَمْ يَزَلْ مَوْجُودًا مَوْصُوفًا بِصِفَاتِ الْكَمَالِ، وَلَا يَزَالُ دَائِمًا مُسْتَمِرًّا بَاقِيًا سَرْمَدِيًّا بِلَا انْقِضَاءٍ وَلَا انْفِصَالٍ وَلَا زَوَالٍ، يَعْلَمُ دَبِيبَ النَّمْلَةِ السَّوْدَاءِ عَلَى الصَّخْرَةِ الصَّمَّاءِ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَاءِ، وَعَدَدَ الرِّمَالِ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ، الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ الَّذِي خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا، وَرَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ، وَزَيَّنَهَا بِالْكَوَاكِبِ الزَّاهِرَاتِ، وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا، وَسَوَّى فَوْقَهُنَّ سَرِيرًا شَرْجَعًا عَالِيًا مُنِيفًا مُتَّسِعًا مُقَبَّبًا مُسْتَدِيرًا، هُوَ الْعَرْشُ الْعَظِيمُ لَهُ قَوَائِمُ عِظَامٌ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ الْكِرَامُ، وَتَحُفُّهُ الْكَرُوبِيُّونَ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَلَهُمْ زَجَلٌ بِالتَّقْدِيسِ وَالتَّعْظِيمِ وَكَذَا أَرْجَاءُ السَّمَاوَاتِ مَشْحُونَةٌ بِالْمَلَائِكَةِ، وَيَفِدُ مِنْهُمْ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفًا إِلَى الْبَيْتِ الْمَعْمُورِ بِالسَّمَاءِ السَّابِعَةِ، لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ آخِرَ مَا عَلَيْهِمْ فِي تَهْلِيلٍ وَتَحْمِيدٍ وَتَكْبِيرٍ وَصَلَاةٍ وَتَسْلِيمٍ. وَوَضَعَ الْأَرْضَ لِلْأَنَامِ عَلَى تَيَّارِ الْمَاءِ، وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ قَبْلَ خَلْقِ السَّمَاءِ، وَأَنْبَتَ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ دَلَالَةً لِلْأَلِبَّاءِ مِنْ جَمِيعِ مَا يَحْتَاجُ الْعِبَادُ إِلَيْهِ فِي شِتَائِهِمْ وَصَيْفِهِمْ وَلِكُلِّ مَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ وَيَمْلِكُونَهُ مِنْ حَيَوَانٍ بَهِيمٍ.

وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ، وَجَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ، فَجَعَلَهُ سَمِيعًا بَصِيرًا بَعْدَ أَنْ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا، وَشَرَّفَهُ بِالْعِلْمِ وَالتَّعْلِيمِ. خَلَقَ بِيَدِهِ الْكَرِيمَةِ آدَمَ أَبَا الْبَشَرِ وَصَوَّرَ جُثَّتَهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُوحِهِ. وَأَسْجَدَ لَهُ مَلَائِكَتَهُ وَخَلَقَ مِنْهُ زَوْجَهُ حَوَّاءَ أُمَّ الْبَشَرِ، فَآنَسَ بِهَا وَحْدَتَهُ وَأَسْكَنَهُمَا جَنَّتَهُ وَأَسْبَغَ عَلَيْهِمَا نِعْمَتَهُ، ثُمَّ أَهْبَطَهُمَا إِلَى الْأَرْضِ، لِمَا سَبَقَ فِي ذٰلِكَ مِنْ حِكْمَةِ الْحَكِيمِ، وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَقَسَّمَهُمْ بِقَدَرِهِ الْعَظِيمِ: مُلُوكًا وَرُعَاةً، وَفُقَرَاءَ وَأَغْنِيَاءَ، وَأَحْرَارًا وَعَبِيدًا، وَحَرَائِرَ وَإِمَاءً، وَأَسْكَنَهُمْ أَرْجَاءَ الْأَرْضِ طُولَهَا وَالْعَرْضَ، وَجَعَلَهُمْ خَلَائِفَ فِيهَا يَخْلُفُ الْبَعْضُ مِنْهُمُ الْبَعْضَ إِلَى يَوْمِ الْحِسَابِ وَالْعَرْضِ عَلَى الْعَلِيمِ الْحَكِيمِ، وَسَخَّرَ الصَّمِيمِ، خَاتَمُ الْأَنْبِيَاءِ، وَصَاحِبُ الْحَوْضِ الْأَكْبَرِ الرَّوَاءِ صَاحِبُ الشَّفَاعَةِ الْعُظْمٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَحَامِلُ اللِّوَاءِ الَّذِي يَبْعَثُهُ اللّٰهُ الْمَقَامَ الْمَحْمُودَ الَّذِي يَرْغَبُ إِلَيْهِ فِيهِ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتَّى الْخَلِيلُ إِبْرَاهِيمُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى سَائِرِ إِخْوَانِهِ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَسَلَّمَ وَشَرَّفَ وَكَرَّمَ أَزْكٰى صَلَاةٍ وَتَسْلِيمٍ وَأَعْلٰى تَشْرِيفٍ وَتَكْرِيمٍ وَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْ جَمِيعِ أَصْحَابِهِ الْغُرِّ الْكِرَامِ السَّادَةِ النُّجَبَاءِ الْأَعْلَامِ خُلَاصَةِ الْعَالَمِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ مَا اخْتَلَطَ الظَّلَامُ بِالضِّيَاءِ وَأَعْلَنَ الدَّاعِي بِالنِّدَاءِ وَمَا نَسَخَ النَّهَارُ ظَلَامَ اللَّيْلِ الْبَهِيمِ. أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران:١٩)۔ وَوَصّٰى بِهَا إِبْرٰهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يٰبَنِيَّ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ. (البقرة:١٣٢)۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دین حق دے کر بھیجا۔ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا آخری دین اور قیامت تک کے لیے پسندیدہ دین ہے۔ حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

آیت 1: ۔ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران:١٩)۔

ترجمہ اللہ کے نزدیک دین صرف الاسلام ہے۔

اسلام کے سوا اب کسی دین میں نجات نہیں۔کوئی بھی اہلِ کتاب چاہے وہ یہودی ہو یا عیسائی، ان کو بھی نجات تب ملے گی، جب وہ دینِ اسلام کو تسلیم کریں گے۔اس کے بغیر کسی بھی مذہب پر چلنے والے کے لیے نجات نہیں ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 2:۔وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ (آل عمران:۸۵)

ترجمہ جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا، تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا۔اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اُٹھانے والے ہیں۔

اسلام مکمل اور جامع دین ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کا اعلان اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعہ فرمایا:

آیت 3:۔اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۔ (المائدہ:۳)

ترجمہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا۔

دینِ اسلام کی تعلیمات اپنی جامعیت کے اعتبار سے دین کے تمام شعبوں عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق پر مشتمل ہیں اور یہی اس کی خوبی ہے۔وہ انسان کی پوری زندگی کے لیے راہنمائی کرتا ہے۔زندگی کا کوئی موڑ اور کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں اس کی ہدایات موجود نہ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے دین کے تمام شعبوں کے لیے بڑی جامع اور سنہری ہدایات عطا فرمائی ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر ایک انسان صحیح معنی میں کامل انسان بن سکتا ہے۔دنیا اور آخرت کی فوز و فلاح اور حقیقی کامیابی اسی میں ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو پورے طور پر اپنایا جائے۔

اسلام کے تمام شعبوں میں زیادہ اہم شعبہ ایمانیات اور عقائد و نظریات کا شعبہ ہے کیونکہ عقائد تمام اعمال کی بنیاد ہے۔اگر عقائد صحیح نہ ہوں تو اعمال بے کار ہیں۔اس

لیے عقائد کا صحیح ہونا انتہائی ضروری ہے۔

عقیدہ ونظریہ کسی بھی مذہب کی وہ بنیاد اور اساس ہے جس پر وہ مذہب قائم ہے۔اگر عقیدہ متزلزل ومشکوک ہوجائے، تومذہب کی بنیادیں استوار نہیں رہتیں۔

اسلامی تعلیمات میں بھی عقائد کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔قرآن وسنت میں عقائد کی اصلاح ودرستگی پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اکثر آیات قرآنیہ عقائد کی درستگی کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔عقائد کی بظاہر معمولی غلطی اکثر اوقات دائرۂ اسلام سے خروج کا باعث بن سکتی ہے۔اعمال میں کمی وکوتاہی کا وہ نقصان نہیں ہوتا، جو فسادِ عقیدہ کا ہوتا ہے۔عقائد کا ماخذ قرآن پاک ہے، پھر حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے۔

اسلامی عقائد دو طرح کے ہیں:

1 پہلی قسم کے عقائد دلائل قطعیہ سے ثابت ہوتے ہیں جنھیں قطعی عقائد کہا جاتا ہے۔ ان عقائد کو دل وجان سے تسلیم کرنا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔قطعی عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ کے انکار سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔

2. دوسری قسم کے عقائد دلائل ظنیہ سے ثابت ہوتے ہیں۔ایسے عقائد کو تسلیم کرنا اور ان پر ایمان رکھنا ہر اس شخص کے لیے لازمی اور ضروری ہے جو اہل السنت والجماعت میں سے ہونے کا دعوے دار ہو۔ایسے عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ کے انکار سے آدمی اہل السنت والجماعت سے خارج ہوجاتا ہے۔

اہل السنت والجماعت درحقیقت ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے اعتقادات اور اعمال ومسائل کا محور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحیحہ ہو، جو قرآن کا عملی نمونہ ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثارِ مبارکہ ہوں اور وہ اپنے عقائد اور اصولِ حیات اور اخلاق وعبادات میں اسی راہ پر چلتے ہوں جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام عمر چلتے رہے۔اس راہ کے برخلاف راستے کو بدعت اور اس پر چلنے والوں کو مبتدعین کہا جاتا ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب: ''مُعِیْدُ النِّعَمِ وَمُبِیْدُ النِّقَمِ'' میں فقہ

کے چاروں ائمہ کے عقائد میں متفق ہونے کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

1 وهذه المذاهب الأربعة. ولله الحمد. في العقائد واحدة، إلّا من لحق منها بأهل الاعتزال والتجسيم. وإلّا فجمهورها على الحق، يقرون عقيدة أبي جعفر الطحاوي التي تلقّاها العلماء سلفًا وخلفًا بالقبول، ويدينون الله برأي شيخ السنّة أبي الحسن الأشعري الذي لم يعارضه إلّا مبتدع.

2 وهؤلاء الحنفيّة والشافعيّة والمالكية وفضلاء الحنابلة -ولله الحمد- في العقائد يدٌ واحدة كلهم على رأي أهل السنّة والجماعة، يدينون الله تعالى بطريق شيخ السنّة أبي الحسن الأشعري رحمه الله. لا يحيد عنها إلّا رَعَاع من الحنفية والشافعية، لحقوا بأهل الإعتزال، ورَعاع من الحنابلة لحقوا بأهل التجسيم. وبرّأ الله المالكية فلم نرَ مالكيًا إلّا أشعريًا عقيدة. وبالجملة عقيدة الأشعري هي ما تضمنته عقيدة أبي جعفر الطحاوي التي تلقّاها علماء المذاهب بالقبول، ورضوها عقيدة.

(معيد النعم ومبيد النقم، ص٢٥، ٦٢۔ المؤلف: تاج الدين عبد الوهاب بن تقي الدين السبكي (المتوفى: ٧٧١ھ)۔ الناشر: مؤسسة الكتب الثقافية، بيروت - لبنان۔ الطبعة: الأولى ١٤٠٧ھ)

ترجمہ چاروں مذاہب اربعہ عقائد میں متفق ہیں، سوائے ان چند لوگوں کے جو معتزلہ اور مجسمہ کے ساتھ مل گئے تھے، ورنہ جمہور علماءِ حق پر قائم ہی رہے۔ حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو عقائد بیان کیے ہیں، انہی پر قائم رہے۔ انہی عقائد کو سلف وخلف کے علماء کے ہاں تلقی بالقبول ہے۔ انہی عقائد کی توضیح امام اہل السنت حضرت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ ان کی مخالفت سوائے اہل بدعت کے کسی نے نہیں کی ہے۔

ایمان کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

نے جائز وناجائز اور حلال وحرام کا جو نظام مقرر فرمایا ہے، آدمی دِل وجان سے اس نظام کو تسلیم کرتا ہو، اور زبان سے اس کا اقرار کرتا ہو۔ اگر کوئی شخص شریعت کے قطعی حلال کو حرام جانے یا شریعت کے قطعی حرام کو حلال جانے، شریعت نے جس چیز کو قطعی طور پر گناہ قرار دیا ہے، اس کو جائز سمجھے، تو ایسا شخص اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتا ہے۔ اس لیے اس کا ایمان صحیح نہیں، بلکہ وہ قیامت کے دن بے ایمانوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بہت سے حضرات ایسے ہیں جو زبان سے کلمہ تو پڑھتے ہیں لیکن ان کو یا تو بنیادی عقائد کا علم نہیں ہوتا یا وہ غلط عقائد ونظریات کے حامل ہیں اور اس کی اصل وجہ دین سے ناواقفیت ہے۔ اس لیے اس امر کی بڑی ضرورت ہے کہ قرآن وسنّت کے مطابق حق تعالیٰ اور حضرات انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اولیاء کرام رحمہم اللہ، قیامت، حشر، جنت، جہنم، اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتب، ملائکہ وغیرہ کے متعلق جو صحیح عقائد ونظریات ہیں، ان کی عام اشاعت کی جائے تاکہ عوام وخواص ان پر مطلع ہو کر صحیح عقائد کو اختیار فرمالیں۔

کوئی نیک کام بغیر درستی عقائد کے مفید نہیں ہوسکتا، بلکہ درحقیقت اس کو نیک کام کہنا محض ظاہری صورت کے اعتبار سے ہے اور بس۔ عقائد اگر درست ہوں، تو تھوڑی نیکی بھی بہت ہے، اور خطا وقصور ہو جائے، تو اس کی مغفرت کی بھی امید ہے، لیکن اگر عقائد ٹھیک نہ ہوں، تو اچھے سے اچھا کام بھی رائگاں ہے، نیکی برباد، گناہ لازم۔

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ سے یہ مضمون اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے:

آیت 4:۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ○ (محمد: ۱ تا ۳)

ترجمہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کے راستے سے روکا، اللہ نے ان کے اعمال کو رائیگاں کر

دیا۔اور جولوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اُس چیز کو مان لیا جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔اور ہے وہ سراسر حق، اُن کے رب کی طرف سے۔اللہ نے اُن کی برائیاں اُن سے دور کردیں اوران کا حال درست کردیا۔یہ اس لیے کہ کفر کرنے والوں نے باطل کی پیروی کی اور ایمان لانے والوں نے اُس حق کی پیروی کی جوان کے رب کی طرف سے آیا ہے۔اس طرح اللہ لوگوں کواُن کی ٹھیک ٹھیک حیثیت بتائے دیتا ہے۔

جو قانونِ الٰہی اس آیت میں بیان ہوا ہے، وہ ایسا صاف ہے کہ عقلِ انسانی بھی وہی حکم لگاتی ہے۔عقائد مثل جڑ کے ہیں، اور اعمال مثل شاخوں کے۔جس طرح شاخیں جڑ سے پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح اعمال کا منشا ومنبع عقائد ہیں۔

لہٰذا انسان کی سب سے بڑی سعادت اور سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اپنے عقائد درست کرے۔صحیح اعتقادات اپنے دل میں قائم کرے اور غلط اعتقادات سے اپنے باطن کو پاک صاف رکھے۔اس کے بعد اعمالِ خیر سے اپنے کو آراستہ کرکے اپنے مالک کی رضامندی کو حاصل کرے، جو اس دنیا میں آنے کا اصل مقصود ہے۔

تمام دینوں میں دینِ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسند کیا ہوا دین ہے۔دینِ اسلام کا نام لینے والوں میں ''اہل السنّت والجماعت'' ہی دینِ اسلام کے حقیقی وارث ہیں۔یہ دونوں باتیں عقلی اور نقلی دونوں قسم کے دلائل سے اس درجہ پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہیں کہ ہر باخبر مخالف کا ضمیر بھی بخوبی اعتراف کررہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل وکرم سے یہ دونوں نعمتیں ہم کو دیں، اسلام بھی ہم کو دیا اور اسلام میں طریقہ ''اہل السنت والجماعت'' سے سرفراز فرمایا۔

اہل السنت والجماعت کے عقائد وہی ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمائے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ساری جماعت بلا اختلاف ان عقائد پر قائم رہی۔حضور اکرم ﷺ نے نجات پانے والی جماعت کے متعلق خود ارشاد فرمایا: مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي۔ الحدیث (جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں)۔بعد کے زمانہ میں نئی نئی باتیں نکال کر لوگوں میں الگ الگ فرقے

بن گئے۔ کوئی معتزلی ہو گیا، کوئی مرجی، کوئی جہمی، کوئی قدری، کوئی جبری، کوئی رافضی، کوئی خارجی وغیرہ وغیرہ۔ لیکن "اہل السنت والجماعت" اسی راستے پر قائم رہتے ہوئے انھیں عقائد پر مضبوطی سے قائم رہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے انھوں نے پائے۔ یہ وہی عقائد ہیں جو آج اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب "قرآن مجید" میں موجود ہیں۔ جو عقائد اَصْلُ الْاُصُوْل ہیں، وہ تو صراحۃً قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں اور جو اس سے کم درجہ کے ہیں، وہ بالاجمال قرآن مجید میں ہیں، اور تفصیل کے ساتھ متواتر حدیثوں میں ہیں۔ بعض فروعی اعتقادات ایسے بھی ہیں جن کی تفصیل متواتر حدیثوں میں وارد ہوئی ہے، مگر ان پر شریعتِ مقدسہ کو کچھ زیادہ اہتمام نہیں ہے۔

واضح ہو کہ اسلام کے اَصْلُ الْاُصُوْل عقیدے تین ہیں:

۱ توحید

۲ نبوت

۳ قیامت

علمائے کرام ان تینوں عقیدوں کو اُمُّ الْعَقَائِد کہتے ہیں، ان تینوں عقیدوں میں توحید و نبوت پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ عقیدۂ قیامت بھی عقیدۂ نبوت کے نتائج میں سے ہے۔ اسی لیے وہ کلمہ طیبہ جو ایک کافر کو مسلمان بنا دینے کے لیے کافی ہے، اس میں انہی دو عقیدوں کا ذکر ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

موجودہ دور کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ آسان اور جدید انداز میں مدلل کتاب پیش کی جائے جس میں بنیادی اور اہم عقائد شامل ہوں۔ اس کتاب کا نام: "أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِيْ تَوْضِيْحِ الْعَقَائِدِ (عقائد اہلِ السنت والجماعت)" تجویز کیا گیا ہے۔

دین کے بنیادی اصول تین ہیں، جن کو لے کر تمام پیغمبر آئے، اور جن پر انسان کی سعادت کا مدار ہے، یعنی توحید و رسالت اور قیامت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے

پہلے تمام عالم گمراہی میں مبتلا تھا۔قرآن مجید آپ ﷺ پر نازل ہوا،اور من جانب اللہ ہدایات اور اصلاحات کو لے کر اُترا۔اصول اور فروع کی تمام گمراہیوں کی اصلاح کی،اور سب سے پہلے دین کے ان تین بنیادی اصولوں میں جو گمراہیاں پھیل گئی تھیں،ان کی اصلاح کی۔اس کتاب کو پانچ (5) حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:
پہلے حصہ میں توحید وصفاتِ باری تعالیٰ،دوسرے میں رسالت،تیسرے میں علاماتِ قیامت،چوتھے میں برزخ(قبر) اور پانچویں میں قیامت اور چھٹے حصہ میں مسئلۂ تقدیر کا بیان ہے۔
پہلے حصہ میں نو(9) ابواب ہیں۔

باب1 میں شرحِ حدیثِ افتراقِ اُمت اور فرقۂ ناجیہ: اہل السنت والجماعت کو بیان کیا گیا ہے۔

باب2 میں مسلکِ علماءِ دیوبند مسلکِ اہل السنت والجماعت ہے،کو بیان کیا گیا ہے۔

باب3 میں عقیدہ کی اہمیت وضرورت،عقیدہ کے ماخذ اور اسلام کے چھ بنیادی عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔

باب4 میں توحیدِ باری تعالیٰ کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب5 میں شرک کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔

باب6 میں شرک کی انواع اور اُن کے استیصال کو بیان کیا گیا ہے۔

باب7 میں صفاتِ باری تعالیٰ کے عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب8 میں صفاتِ متشابہات کے بارے میں عقیدہ کو بیان کیا گیا ہے۔

باب9 میں ''اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں'' کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ذریعۂ نجات اُخروی بنائے۔آمین ثم آمین!

اعجاز احمد اشرفی

اتوار،۱۴۔رجب المرجب ۱۴۳۹ھ بمطابق یکم۔اپریل ۲۰۱۸ء

باب 1

حدیثِ افتراقِ اُمّت اور فرقۂ ناجیہ:

اہل السنت والجماعت

''دِینِ حق'' وہ پیغامِ الٰہی ہے جو ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء نے عمل کیا اور جس کی قیامت تک حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ دِینِ حق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل اور ائمۂ مجتہدین رحمہم اللہ کی تشریحات کی صورت میں محفوظ کر دیا۔ الحمد للہ! اس اُمت کے پاس آج بھی یہ ساری چیزیں بالکل صحیح، سالم اس طرح محفوظ ہیں کہ گویا آج کے لیے ہی یہ دِین نازل کیا گیا تھا۔

اُمت میں جو اختلافات ہوئے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اختلافات سے مطلع بھی کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں اُمت کو ہدایات بھی عطا فرمائیں۔

1.1: شرحِ حدیثِ افتراقِ اُمّت

حدیث 1: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ الأَفْرِيقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ

عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذَلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً". قَالُوا: "وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ!؟". قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي". هٰذَا حَدِيثٌ مُفَسَّرٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. (ترمذی رقم 2641، مشکوۃ رقم 171)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے مستثنیٰ ہوں گے)''۔

حدیث 2:۔ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَعْنِي الْمَاجِشُونَ، عَنْ صَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ، عَنِ النُّمَيْرِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ افْتَرَقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَأَنْتُمْ تَفْتَرِقُونَ عَلَى مِثْلِهَا، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا فِرْقَةً". (صحیح: مسند احمد رقم 12208)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ تم بھی اسی کے مثل فرقوں میں تقسیم ہو جاؤ

گے۔ سوائے ایک فرقہ کے سب کے سب دوزخ میں جاؤ گے۔

حدیث 3: ۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَفَرَّقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى، أَوِ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَتَفَرَّقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً".

(حسن: مسند أحمد رقم 8396؛ ابن ماجه رقم 3991، ابن أبي عاصم في "السنة" رقم 66، 67؛ أبو داود رقم 4596، الترمذي رقم 2640، أبو يعلى رقم 5910، 5978، 6117؛ ابن حبان رقم 6247، 6731، الحاكم 1/128؛ البيهقي 10/208)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے۔ میری اُمت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی"۔

حدیث 4: ۔حَدَّثَنَا أَبُو الْمُغِيرَةِ، قَالَ: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَزْهَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْهَوْزَنِيُّ - قَالَ أَبُو الْمُغِيرَةِ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ: الْحَرَازِيُّ - عَنْ أَبِي عَامِرٍ عَبْدِ اللهِ بْنِ لُحَيٍّ، قَالَ: حَجَجْنَا مَعَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا مَكَّةَ قَامَ حِينَ صَلَّى صَلَاةَ الظُّهْرِ، فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابَيْنِ افْتَرَقُوا فِي دِينِهِمْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً - يَعْنِي: الْأَهْوَاءَ - كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ، وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ، لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ". وَاللهِ! يَا مَعْشَرَ الْعَرَبِ! لَئِنْ لَمْ تَقُومُوا بِمَا جَاءَ بِهِ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَغَيْرُكُمْ مِنَ النَّاسِ أَحْرَى أَنْ لَا يَقُومَ بِهِ.

(حسن: مسند أحمد رقم 16937؛ أبو داود رقم 4597؛ الدارمي رقم 2518؛ محمد بن نصر المروزي في "السنة" رقم 51؛ الطبراني في "الكبير" 19/ (884)، الآجري في "الشريعة" ص 18؛ البيهقي في دلائل النبوة 6/542؛ مشكوة رقم 172)

ترجمہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اہل کتاب کے دونوں گروہ (یہود و نصاریٰ) بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے، یہ اُمت بھی (خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے) تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سوائے ایک فرقہ کے سب کے سب دوزخ میں جائیں گے (یعنی بہتر (۷۲) گروہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا) اور وہ جنتی گروہ ''الجماعت'' ہے۔ میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی جن میں خواہشات (یعنی عقائد و اعمال کی بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے (پاگل) کتے کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری اس کاٹے ہوئے شخص میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے محفوظ نہیں رہتا''۔ الحدیث

تشریح معلوم ہوا کہ فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو سنّت نبوی اور جماعتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متبع اور پیرو ہوں اور یہ امر سوائے اہل السنت والجماعت کے کسی گروہ میں نہیں پایا جاتا۔ اس لیے کہ اتباعِ سنّت سے حدیثِ نبوی کا اتباع مراد ہے اور جماعت سے جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی مراد ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس حدیث میں افتراق سے اصول اور عقائد کا اختلاف مراد ہے۔ اعمال اور عملیات کا اختلاف مراد نہیں۔

علامہ قُرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ الْعَارِفِينَ: هٰذِهِ الْفِرْقَةُ الَّتِي زَادَتْ فِي فِرَقِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ قَوْمٌ يُعَادُونَ الْعُلَمَاءَ وَيُبْغِضُونَ الْفُقَهَاءَ، وَلَمْ يَكُنْ ذٰلِكَ قَطُّ فِي الْأُمَمِ السَّالِفَةِ.

(الجامع لأحكام القرآن = تفسیر القرطبی، ج۷ ص۱۴۱)

ترجمہ بعض علمائے عارفین رحمہم اللہ فرماتے ہیں: ''یہ فرقہ جو اُمت محمدیہ میں پہلی اُمتوں سے زیادہ ہو گیا ہے، جو پہلی امتوں میں نہیں تھا، وہ لوگ ہیں جو علمائے کرام رحمہم اللہ سے عداوت رکھتے ہیں اور فقہائے کرام رحمہم اللہ سے بغض و عداوت رکھتے ہیں''۔

حدیث 5: حَدَّثَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ تَمِيمٍ الْأَصَمُّ، بِبَغْدَادَ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ شَاكِرٍ، ثنا خَالِدُ بْنُ يَزِيدَ الْقَرَنِيُّ، ثنا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ،

عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَجْمَعُ اللهُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ عَلَى الضَّلَالَةِ أَبَدًا". وَقَالَ: "يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ فَاتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ، فَإِنَّهُ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ".

(حسن: مستدرک حاکم رقم 391، 396؛؛؛؛ قال الألباني رحمه الله في مقدمة الصحيحة (4/ك-ل): رواه ابن أبي عاصم في السنّة، وإسناده ضعيف كما بينته في ظلال الجنة رقم 80 ولكنه حسن بمجموع طرقه كما شرحته في الصحيحة 1331 وغيرها، وانظر هداية الرواة: 171. أ.هـ الصحيحة: 1331)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہ اُمت کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو گی''۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا ہاتھ (مدد) جماعت پر ہے۔ پس سوادِ اعظم کے پیچھے چلو، اس لیے کہ جو جماعت سے الگ ہو گیا، وہ جہنم میں گر گیا''۔

حدیث 6:۔ حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ عُثْمَانَ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَانُ بْنُ رِفَاعَةَ السَّلَامِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو خَلَفٍ الْأَعْمَى، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ، يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "إِنَّ أُمَّتِي لَا تَجْتَمِعُ عَلَى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ". (ابن ماجہ رقم 3950؛ عبد بن حمید رقم 1220)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میری اُمت (کبھی بھی) گمراہی پر جمع نہیں ہو گی۔ پھر جب تم لوگوں میں اختلاف دیکھو، تو پھر سوادِ اعظم کو لازم پکڑ لینا''۔

حدیث 7:۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْمَوَيْهِ الْجَوْهَرِيُّ، ثَنَا مَعْمَرُ بْنُ سَهْلٍ، ثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحَنَفِيُّ، ثَنَا سَلْمُ بْنُ زَرِيرٍ، ثَنَا أَبُو غَالِبٍ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "تَفَرَّقَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَتَفَرَّقَتِ النَّصَارَى عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَأُمَّتِي تَزِيدُ عَلَيْهِمْ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ".

(حسن: معجم اوسط طبرانی رقم 7202؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 37892؛ ابن ابی عاصم رقم 68؛ محمد بن نصر المروزی رقم 55، 56؛ معجم کبیر الطبرانی 8/ رقم 8035، 8051۔8054؛ ، واللالکائی رقم 151، 152؛ سنن الکبریٰ بیہقی رقم 16783؛ بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث رقم 706؛ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْأَوْسَطِ وَالْكَبِيرِ بِنَحْوِهِ، وَفِيهِ أَبُو غَالِبٍ، وَثَّقَهُ ابْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ، وَبَقِيَّةُ رِجَالِ الْأَوْسَطِ ثِقَاتٌ، وَكَذَلِكَ أَحَدُ إِسْنَادَيِ الْكَبِيرِ: مجمع الزوائد رقم 12096؛ قُلْتُ: رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ، وَالتِّرْمِذِيُّ بِاخْتِصَارٍ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَرِجَالُهُ ثِقَاتٌ: مجمع الزوائد رقم 10435)

ترجمہ حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''بنی اسرائیل (یہود) اکہتر (71) فرقوں میں تقسیم ہوگئے تھے، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ میری امت اُن سے ایک فرقہ زیادہ ہوجائے گی (یعنی وہ تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی) اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ سوائے سوادِ اعظم کے (یعنی یہ فرقہ جنتی ہوگا)''۔

حدیث 8:۔حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ كَثِيرِ بْنِ دِينَارٍ الْحِمْصِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يُوسُفَ قَالَ: حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، فَإِحْدَى وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ". قِيلَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! مَنْ هُمْ؟". قَالَ: "الْجَمَاعَةُ".

(صحیح: ابن ماجه رقم 3992، ابن أبي عاصم رقم 63، الطبرانی فی "الکبیر" 18/ رقم (91)، (129)، مسند الشامیین رقم 988، اللالکائی رقم 149)

ترجمہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''یہود اکہتر (71) فرقوں میں تقسیم ہوگئے، ان میں ایک فرقہ جنتی تھا اور ستر (70) دوزخ

میں گئے۔ نصاریٰ (عیسائی) بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہوئے، اکہتر (71) فرقے دوزخ میں گئے، اور ایک فرقہ جنتی تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں حضرت محمد ﷺ کی جان ہے! میری اُمت تہتر (73) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی، ایک فرقہ جنت میں جائے گا، اور بہتر (72) فرقے دوزخ میں جائیں گے"۔ عرض کیا گیا: "یارسول اللہ! وہ کون ہوں گے؟"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ الجماعت ہوں گے"۔

حدیث 9:۔ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو، حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ افْتَرَقَتْ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَإِنَّ أُمَّتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ".

(صحیح: ابن ماجه رقم 3993، ابن أبي عاصم في "السنة" رقم 64، الضياء المقدسي في "المختارة" رقم 2499، 2500، مسند أحمد رقم 12208)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بنی اسرائیل اکہتر (71) فرقوں میں بٹ گئے۔ میری اُمت بھی بہتر (72) فرقوں میں تقسیم ہوجاوے گی۔ سوائے ایک فرقہ کے سب کے سب دوزخ میں جائیں گے۔ اور وہ جنتی فرقہ "الجماعت" ہوگا"۔

1 طرقِ حدیث

فِي الْحَدِيث: "افْتَرَقت الْيَهُود عَلَى إِحْدَى وَسبعين فرقة كلهَا فِي الهاوية إِلَّا وَاحِدَة وَهِيَ النَّاجِية، وافترقت النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسبعين فرقة كلهَا فِي الهاوية إِلَّا وَاحِدَة، وتفترق أمتِي عَلَى ثَلَاث وَسبعين كلهَا فِي الهاوية إِلَّا وَاحِدَة".

قلت: رُوِيَ من حَدِيث أبي هُرَيْرَة وَمن حَدِيث أنس وَمن حَدِيث سعد ابْن أبي

وَقاص وَمن حَدِيث مُعَاوِيَة وَمن حَدِيث عَمْرو بن عَوْف الْمُزنِي وَمن حَدِيث عَوْف بن مَالك وَمن حَدِيث أبي أُمَامَة وَمن حَدِيث جَابر بن عبد الله رَضِيَ اللهُ عَنْهم.

1 أما حَدِيث أبي هُرَيْرَة فَرَوَاهُ أَبُو دَاوُد فِي سنَنه فِي كتاب السّنة وَالتِّرْمِذِيّ وَابْن ماجة فِي كتاب الزّهْد من حَدِيث مُحَمَّد بن عَمْرو عَن أبي سَلمَة عَن أبي هُرَيْرَة قَالَ قَالَ رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "افْتَرَقت الْيَهُود على إِحْدَى وَسبعين فرقة وافترقت النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسبعين فرقة وَسَتَفْتَرِقُ أمتِي عَلَى ثَلَاث وَسبعين فرقة". انْتَهَى. قَالَ التِّرْمِذِيّ: حَدِيث حسن صَحِيح. زَاد أَبُو دَاوُد فِي رِوَايَة مِنْهَا: "ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّار وَوَاحِدَة فِي الْجنَّة" وَزَاد التِّرْمِذِيّ: "كلهم فِي النَّار إِلَّا مِلَّة وَاحِدَة" قَالُوا: "من هِيَ يَا رَسُول الله!". قَالَ: "مَا أَنا عَلَيْهِ وأصحابي". انْتَهَى.

وَرَوَاهُ ابْن حبَان فِي صَحِيحه فِي النَّوْع السَّادِس من الْقسم الثَّالِث وَالْحَاكِم فِي مُسْتَدْركه فِي كتاب الْعلم وَقَالَ: "صَحِيح عَلَى شَرط مُسلم وَلم يخرجَاهُ". وَقَالَ: "وَقد احْتج مُسلم بِمُحَمد بن عَمْرو". واستدرك عَلَيْهِ الذَّهَبِيّ فِي مُخْتَصره. فَقَالَ: لم يحْتَج بِهِ مُنْفَردا وَلَكِن مَقْرُونا بِغَيْرِهِ. انْتَهَى.

2 وَأما حَدِيث أنس فَرَوَاهُ أَبُو نعيم فِي الْحِلْية فِي تَرْجَمَة زيد بن أسلم فَقَالَ: حَدثنَا حبيب بن الْحسن، ثَنَا عمر بن حَفْص السدُوسِي، ثَنَا عَاصِم بن عَلّي، ثَنَا أَبُو معشر، عَن يَعْقُوب بن زيد بن طَلْحَة، عَن زيد بن أسلم، عَن أنس بن مَالك قَالَ: قَالَ رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "افْتَرَقت أمة مُوسَى عَلَى إِحْدَى وَسبعين فرقة مِنْهُم فِي النَّار سَبْعُونَ فرقة وَوَاحِدَة فِي الْجنَّة وَتَفَرَّقَتْ أمة عِيسَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسبعين فرقة مِنْهَا فِي الْجنَّة وَاحِدَة وَإِحْدَى وَسَبْعُونَ فِي النَّار وَتَعْلُو أمتِي عَلَى الْفِرْقَتَيْنِ جَمِيعًا بِملَّة وَاحِدَة فِي الْجنَّة وثنتان وَسَبْعُونَ فِي النَّار". قَالُوا: "من هم يَا رَسُول الله!". قَالَ: "الْجَمَاعَات". مُخْتَصر.

وَرَوَاهُ ابْن مرْدَوَيْه فِي تَفْسِيره حَدثنَا عبد الله بن جَعْفَر ثَنَا أَحْمد بن يُونُس الضَّبِّيّ ثَنَا عَاصِم بن عَليّ بِهِ سَوَاء.

3 وَأما حَدِيث سعد بن أبي وَقاص فَرَوَاهُ ابْن أبي شيبَة فِي مُسْنده ثَنَا أَحْمد ابْن عبد الله بن يُونُس، عَن أبي بكر، عَن مُوسَى بن عُبَيْدَة، عَن عبد الله بن عُبَيْدَة، عَن ابْنه سعد، عَن أَبِيهِمَا سعد، عَن النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحوه.

4 وَأما حَدِيث عبد الله بن عَمْرو بن الْعَاصِ فَرَوَاهُ الْحَاكِم فِي مُسْتَدْركه فِي كتاب الْعلم من حَدِيث عبد الرَّحْمَن بن زِيَاد الإفريقي بِهِ عَنهُ نَحوه. وَقَالَ: لَا تقوم بِهِ حجَّة وَإِنَّمَا ذكره شَاهدا.

وَرَوَاهُ الْبَزَّار فِي مُسْنده وَسكت عَنهُ.

وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ فِي كتاب الْمدْخل من حَدِيث عبد الرَّحْمَن بن زِيَاد بن أنعم عَن عبد الله بن يزِيد عَن عبد الله بن عَمْرو مَرْفُوعا إِن بني إِسْرَائِيل تفرقوا عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسبعين مِلَّة وَإِن أمتِي سَتَفْتَرِقُ عَلَى ثَلَاث وَسبعين فرقة كلهَا فِي النَّار إِلَّا وَاحِدَة". قيل: "وَمَا هِيَ يَا رَسُول الله!". قَالَ: "مَا أَنا عَلَيْهِ الْيَوْم وأصحابي". مُخْتَصر.

5 وَأما حَدِيث مُعَاوِيَة فَرَوَاهُ الْحَاكِم أَيْضا من حَدِيث عبد الله بن لحي الْهَوْزَنِي عَن مُعَاوِيَة بن أبي سُفْيَان عَن النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، نَحوه. وَقَالَ إِسْنَاده تقوم بِهِ الْحجَّة.

رَوَاهُ أَحْمد والدارمي فِي مسنديهما وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيّ فِي الْمدْخل وَقَالَ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُد فِي سنَنه.

6 وَأما حَدِيث عَمْرو بن عَوْف الْمُزنِيّ فَرَوَاهُ الْحَاكِم أَيْضا عَن كثير بن عبد الله ابْن عَمْرو بن عَوْف عَن أَبِيه عَن جده عَمْرو بن عَوْف عَن النَّبِي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِن بني إِسْرَائِيل افْتَرَقت عَلَى سبعين فرقة كلهَا ضَالَّة إِلَّا وَاحِدَة ثمَّ افْتَرَقت عَلَى عِيسَى بن مَرْيَم إِحْدَى وَسبعين فرقة كلهَا ضَالَّة إِلَّا وَاحِدَة وَإِنَّكُمْ تَفْتَرِقُونَ اثْنَتَيْنِ وَسبعين فرقة كلهَا ضَالَّة إِلَّا وَاحِدَة: الْإِسْلَام

وجماعته". وَفِيه قصّة.

وَرَوَاهُ الطَّبَرَانِيّ فِي مُعْجَمه قَالَ الْحَاكِم وَكثير بن عبد الله لَا تقوم بِهِ حجَّة.

7 وَأما حَدِيث عَوْف بن مَالك، فَرَوَاهُ الطَّبَرَانِيّ فِي مُعْجَمه من حَدِيث عباد ابْن يُوسُف عَن صَفْوَان بن عَمْرو عَن رَاشد بن سعد عَن عَوْف بن مَالك، قَالَ: قَالَ رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: افْتَرَقت الْيَهُود عَلى إِحْدَى وَسبعين فرقة وافترقت النَّصَارَى عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسبعين فرقة وَسَتَفْتَرِقُ أمتِي عَلى ثَلَاث وَسبعين فرقة وَأمتِي تزِيد عَلَيْهِم فرقة كلهَا فِي النَّار إِلَّا السوَاد الْأَعْظَم". انْتَهَى قَالَ وَلم يروه عَن سلم بن رزين إِلَّا أَبُو عَليّ الْحَنَفِيّ.

وَرَوَاهُ أَبُو نعيم فِي تَارِيخ أَصْبَهَان فِي تَرْجَمَة أبي غَالب ثَنَا أَحْمد بن جَعْفَر ابْن معبد ثَنَا يحيى بن مطرف ثَنَا عبد الرَّحْمَن بن الْمُبَارك ثَنَا قُرَيْش بن حبَان ثَنَا أَبُو غَالب بِهِ.

8 وَأما حَدِيث جَابر بن عبد الله، فَرَوَاهُ أسلم بن سهل الوَاسِطِيّ الْمَعْرُوف بِبَحْشَلٍ فِي كِتَابه تَارِيخ وَاسِط ثَنَا مُحَمَّد بن الْهَيْثَم ثَنَا شُجَاع بن الْوَلِيد عَن عَمْرو بن قيس عَمَّن حَدثهُ عَن جَابر بن عبد الله قَالَ قَالَ رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَفَرَّقت الْيَهُود عَلى إِحْدَى وَسبعين فرقة كلهَا فِي النَّار وَتَفَرَّقَتْ النَّصَارَى عَلَى اثْنَتَيْنِ وَسبعين فرقة كلهَا فِي النَّار وَإِن أمتِي سَتَفْتَرِقُ عَلى ثَلَاث وَسبعين فرقة كلهَا فِي النَّار إِلَّا وَاحِدَة". فَقَالَ عمر بن الْخطاب: "أخبرنَا يَا رَسُول الله! من هم؟". قَالَ: "السوَاد الْأَعْظَم". انْتَهَى

(تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في تفسير الكشاف للزمخشري، ج١ص٤٤٧ تا ٤٥٠ رقم455. المؤلف: جمال الدين أبو محمد عبد الله بن يوسف بن محمد الزيلعي رحمه الله (المتوفى: ٧٦٢ھ). المحقق: عبد الله بن عبد الرحمن السعد. الناشر: دار ابن خزيمة-الرياض. الطبعة: الأولى ١٤١٤ھ)

□ صَحَّ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تَفَرَّقَتِ الْيَهُودُ عَلى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فرقة، والنصارى مثل ذلك

وتتفرق أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً". وَخَرَّجَهُ التِّرْمِذِيُّ هٰكَذَا.
وَفِي رِوَايَةِ أَبِي دَاوُدَ قَالَ: "افْتَرَقَ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى أَوِ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وتفرقت النَّصَارَى عَلَى إِحْدَى أَوِ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً.
وَفِي الترمذي (2641) تفسير هذا، لكن بِإِسْنَادٍ غَرِيبٍ عَنْ غَيْرِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ الله عنه، فقال في حديثه: "وإن بني إسرائيل افترقت على ثنتين وسبعين ملة وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً". قَالُوا: "وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ!؟". قَالَ: "مَا أَنَا عليه وأصحابي".
وَفِي سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ (4597): "وَأَنَّ هٰذِهِ الْمِلَّةَ ستفترق على ثلاث وسبعين، ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهِيَ الْجَمَاعَةُ". وَهِيَ بِمَعْنَى الرِّوَايَةِ الَّتِي قَبْلَهَا، إِلَّا أَنَّ هُنَا زِيَادَةً فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ: "وإنه سيخرج في أمتي أقوام تجارى بهم تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ، لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ.
وفي رواية عن أَبِي غَالِبٍ مَوْقُوفًا عَلَيْهِ: "إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقُوا عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَإِنَّ هٰذِهِ الْأُمَّةَ تَزِيدُ عَلَيْهِمْ فِرْقَةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ".
وَفِي رِوَايَةٍ مَرْفُوعًا: "سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى بِضْعٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، أَعْظَمُهَا فِتْنَةً الَّذِينَ يَقِيسُونَ الْأُمُورَ بِرَأْيِهِمْ فَيُحِلُّونَ الْحَرَامَ وَيُحَرِّمُونَ الْحَلَالَ.
وَهٰذَا الْحَدِيثُ بِهٰذِهِ الرِّوَايَةِ الْأَخِيرَةِ قَدَحَ فيه ابن عبد البر (جامع بيان العلم (2 891: برقم :1673، طبعة الزهيري) لأن ابْنَ مَعِينٍ قَالَ: "إِنَّهُ حَدِيثٌ بَاطِلٌ لَا أَصْلَ لَهُ"، شُبِّهَ فِيهِ عَلَى نُعَيْمِ بْنِ حَمَّادٍ. قَالَ بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ: "إِنَّ الْحَدِيثَ قَدْ رُوِيَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الثِّقَاتِ، ثُمَّ تُكُلِّمَ فِي إِسْنَادِهِ بِمَا يَقْتَضِي أَنَّهُ لَيْسَ كَمَا قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ. ثُمَّ قَالَ: "وَفِي الْجُمْلَةِ فَإِسْنَادُهُ فِي الظَّاهِرِ جَيِّدٌ إِلَّا أَنْ يَكُونَ، يَعْنِي ابْنَ مَعِينٍ، قَدِ اطَّلَعَ مِنْهُ عَلَى عِلَّةٍ

خَفِيَّةٍ".

وَأَغْرَبُ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ رِوَايَةٌ رَأَيْتُهَا فِي جَامِعِ ابْنِ وَهْبٍ: "إِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ إِحْدَى وَثَمَانِينَ مِلَّةً وَسَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى اثْنَتَيْنِ وَثَمَانِينَ مِلَّةً، كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةً"، قَالُوا: "وَمَا هِيَ يَا رسول الله صلى الله عليه وسلم!؟"۔ قال: "الْجَمَاعَةُ".

(الاعْتِصَام، ج ۳ص ۱۲۲ تا ۱۲۴۔ المؤلف: إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الغرناطي الشهير بالشاطبي رحمه الله (المتوفى: ۷۹۰ھ)۔ تحقيق ودراسة: الجزء الأول: د۔ محمد بن عبد الرحمن الشقير۔ الجزء الثاني: د سعد بن عبد الله آل حميد۔ الجزء الثالث: د۔ هشام بن إسماعيل الصيني۔ الناشر: دار ابن الجوزي للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية۔ الطبعة: الأولى ۱۴۲۹ھ)

1.2: حدیث سے مستنبط ہونے والے امور

1 بنی اسرائیل کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا عملی اور فروعی اختلاف بہتر (۷۲) اور تہتر (۷۳) کے عدد میں منحصر نہیں۔ دنیا کی بداعمالیوں کی کوئی حد اور شمار نہیں۔ معلوم ہوا کہ افتراق سے عقائد اور اصول کا اختلاف مراد ہے اور دخولِ نار کا سبب وہی اعتقادِ فاسد ہوگا۔ اور اُمتی سے اُمت اجابت مراد ہے یعنی وہ لوگ جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں اُمتی کو اپنی طرف مضاف فرمایا یعنی میری اُمت۔ اکثر وبیشتر حدیث میں جہاں کہیں بھی اُمت کو اپنی طرف مضاف فرمایا، وہاں اہل قبلہ اور اُمت اِجابت مراد ہے، امت دعوت مراد نہیں۔ اس لیے کہ اُمت دعوت میں تمام دنیا کے کافر شامل ہیں اور ان کا عدد بے شمار ہے۔

2 ''إِلَّا وَاحِدَةً'' کا استثناء بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ اس لیے کہ ''إِلَّا وَاحِدَةً'' کے لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ منشاء نجات اس فرقہ ناجیہ کے تمام آحاد اور افراد میں مشترک ہوگا اور ظاہر ہے کہ ایک فرقہ کے تمام افراد اعتقادات ہی میں متحد اور مشترک

ہو سکتے ہیں، مگر ایک فرقہ کے تمام افراد کا اعمال اور افعال میں متحد ہونا ناممکن اور محال ہے۔

3 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرقۂ ناجیہ کی تعریف میں یہ فرمانا: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ" الحدیث (جس طریقہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ چیز تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مشترک ہوگی۔ اور یہ امر واضح ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایسا امر مشترک جس پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق ہوں، وہ سوائے عقائد کے اور کوئی چیز نہیں۔ عملیات اور فروعی مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اختلاف تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو اختلاف تھا وہ فقط فروعی اور عملی مسائل میں تھا کہ عبادت کا کون سا طریقہ بہتر ہے۔ مثلاً نماز میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ فقط طریقِ ادا میں اختلاف تھا۔ ہر ایک کتاب وسنت کا عاشق تھا۔ ہر ایک کو فکر یہ تھی کہ عبادت اس طریقہ سے کی جائے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سب سے بہتر ہو۔ یہ اختلاف فکر ونظر کا اختلاف تھا، جو شائبہ نفس اور ریا سے پاک تھا اور کینہ، حسد، اختصام اور جدال سے کوسوں دور تھا۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوجود ان اختلافات کے بلا تردد ایک دوسرے کی نماز میں اقتداء کرتے تھے اور باہمی محبت اور مودت پر ذرہ برابر اس اختلاف کا کوئی اثر نہ تھا۔ اور ایسا اختلاف بلا شبہ رحمت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلاف سے دین پر عمل کرنے کی مختلف صورتیں اور شکلیں سامنے آئیں۔ غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کے طریقے معلوم ہوئے۔ اُمت کے لیے سہولت ہوئی کہ ان نجومِ ہدایت میں سے جس کی بھی اقتداء کریں گے، ہدایت پائیں گے۔ غرض یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اختلاف فقط فروعی اور اجتہادی مسائل میں تھا۔ اصول اور عقائد میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

4 اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اصولِ دین اور عقائد میں متفق تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح فروعی اور اجتہادی مسائل میں مختلف تھے۔

5 جس طرح تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دین ایک ہے اور شریعتیں مختلف ہیں۔ اسی طرح فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کا فروعی مسائل میں اختلاف انبیائے کرام علیہم السلام کی مختلف شریعتوں کے اختلاف کا نمونہ ہے۔ حدیث میں ہے کہ میری اُمت کے علماء، انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔

6 جس طرح انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کا اختلاف عین رحمت ہے، جو بے شمار حکمتوں، مصلحتوں اور رحمتوں پر مبنی ہے۔ اسی طرح فقہاء کا فروعی مسائل میں اختلاف بھی رحمت ہے۔

7 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تسلیم و اطاعت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اس لیے عام مسائل اور خصوصاً اعتقاد کے باب میں وہ قرآن و حدیث کو بلا چون و چرا قبول کرتے تھے۔ اگر کوئی کسی طرح کا شک و شبہ اُٹھاتا تو سختی سے جھڑک دیتے اور اس کو بدعتی تصور کرتے تھے، لیکن تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے دور میں علم کی گرم بازاری ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کم ہوگئی۔ اسلامی فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوگیا اور بہت سے یہودی، نصرانی، مانوی، اور زرتشتی وغیرہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ لیکن قدیم مذاہب کا اثر اور بہت سے شکوک وشبہات ان کے ذہنوں میں باقی تھے۔ ضرورت تھی کہ ان کے شکوک وشبہات کو دور کر کے اسلام کی حقانیت ان کے قلوب میں بٹھائی جائے۔ اس کی خاطر علمی انداز میں گفتگو کی جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو محسوس کیا اور اپنے طرزِ عمل کو بدلا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے سامنے طرح طرح کے شکوک وشبہات پیش ہوتے اور آپ رضی اللہ عنہ اس کا نہایت تشفی بخش جواب دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قضاوقدر اور جبر واختیار کے مسئلہ میں بہت سے مناظرے کیے۔

تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے یہاں اس طرح کے واقعات کی تعداد بہت ملتی ہے، جن میں سرِ فہرست حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ، حضرت طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہیں۔ ان حضرات میں سے ہر ایک کا مقصد یہی تھا کہ اس طرح کے شکوک وشبہات کو دُور کر کے مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچایا جائے۔ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی

گراں قدر تصنیف ''الاسماء والصفات'' کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مناقشات، منطقی استدلات اور مجازی تاویلات ان حضرات کو اختیار کرنی پڑیں، جن سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ابتدائی دور میں گریز کرتے تھے۔

حدیث 10:۔ حدَّثنا أحمدُ بنُ يونس، حدَّثنا زُهيرٌ وأبو بكر بن عياش ومندَلٌ، عن مُطَرِّفٍ، عن أبي جَهمٍ، عن خالد بن وَهْبانَ، عن أبي ذرٍّ، قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: "مَنْ فارقَ الجماعةَ شِبراً، فقد خَلَعَ رِبْقَةَ الإسلام من عُنُقِه".

(صحيح لغيره:سنن أبي داود،ج٧ ص ١٣٦رقم4758؛ابن أبي عاصم في "السنة" رقم1553؛البزار في "مسنده" رقم4058،ابن أبي عاصم في "السنة" رقم892،الحاكم في "المستدرك" 117/1؛"مسند أحمد" رقم21560،21561)

ترجمہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا، تو اس نے اسلام کا جوا اپنی گردن سے نکال پھینکا''۔

تشریح علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال الشيخ: الربقة ما يجعل في عنق الدابة كالطوق يمسكها لئلا تشرد. يقول من خرج عن طاعة الجماعة وفارقهم في الأمر المجمع عليه فقد ضل وهلك وكان كالدابة إذا خلعت الربقة التي هي محفوظة بها فإنها لا يؤمن عليها عند ذلك الهلاك والضياع.

(معالم السنن، وهو شرح سنن أبي داود، ج٤ ص ٣٣٤. المؤلف: أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم بن الخطاب البستي المعروف بالخطابي رحمه الله (المتوفى ٣٨٨هـ) .الناشر: المطبعة العلمية، حلب. الطبعة: الأولى ١٣٥١هـ)

ترجمہ ''ربقہ'' وہ طوق وغیرہ ہے جو جانور کی گردن میں ڈالتے ہیں تاکہ وہ آوارہ نہ ہوجائے۔ جس طرح یہ طوق گردن سے نکال کر جانور آوارہ ہوجاتا ہے اور اس کی ہلاکت اور ضائع ہوجانے کا خوف ہوتا ہے۔اسی طرح جماعت کی اطاعت

ومرکزیّت اوران کے متفق علیہ طریقے سے ہٹ جانے والا شخص بھی آوارہ اور ہلاک ہوجاتا ہے۔

جماعت سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے۔ ان کا متفق علیہ اوراجماعی طریقہ ہی نجات کا باعث ہے، نہ یہ کہ ہر بدعتی ٹولہ جو اصل جماعت سے الگ ہوکر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے اور ''جماعت'' کہلانے لگے۔اس حدیث میں جماعت سے علیحدہ ہوجانے والوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

حدیث 11:۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سُلَيْمَانَ، حَدَّثَنَا كَثِيرٌ أَبُو النَّضْرِ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ: انْطَلَقْتُ إِلَى حُذَيْفَةَ بِالْمَدَائِنِ لَيَالِيَ سَارَ النَّاسُ إِلَى عُثْمَانَ، فَقَالَ: "يَا رِبْعِيُّ! مَا فَعَلَ قَوْمُكَ؟". قَالَ: قُلْتُ: "عَنْ أَيِّ بَالِهِمْ تَسْأَلُ؟". قَالَ: "مَنْ خَرَجَ مِنْهُمْ إِلَى هَذَا الرَّجُلِ". فَسَمَّيْتُ رِجَالًا فِيمَنْ خَرَجَ إِلَيْهِ. فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ وَاسْتَذَلَّ الْإِمَارَةَ لَقِيَ اللهَ وَلَا وَجْهَ لَهُ عِنْدَهُ".

(حسن:مسند الإمام أحمد بن حنبل،ج۳۸ص۳۱۹، ۳۲۰رقم23283؛الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار (مصنف ابن ابی شیبہ) ج۷ص۴۵۱، ۴۵۲رقم37144، 37154)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو جماعت سے ایک بالشت بھی جدا ہوا، تو وہ اسلام سے جدا ہوگیا''۔

1.3:۔حدیثِ افتراقِ اُمت اورفرقِ مبتدعہ کی نشاندہی

ترمذی، ابوداود، مسند امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور مستدرکِ حاکم میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث مروی ہے کہ یہود و بنی اسرائیل اوراسی طرح نصاریٰ بھی بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، جن میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، باقی سب فرقے ناری ہوں گے۔عرض کیا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون سا ہوگا۔تو فرمایا کہ ''جو میرے اور میرے اصحاب ؓ کے طریقہ پر چلے گا''، یا ''جو

جماعت کے ساتھ ہوگا"۔

شیخ ابومنصور عبدالقاہر تمیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں مستقل کتاب تالیف کی ہے، جس میں ثابت کیا ہے کہ ان فرقِ مذمومہ سے مراد فروعِ فقہیہ، ابوابِ حلال وحرام میں اختلاف کرنے والے مراد نہیں ہیں۔ بلکہ وہ فرقے مراد ہیں جنہوں نے اصولِ توحید، تقدیر خیر وشر، شروطِ نبوت ورسالت، موالاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور انہی جیسے دوسرے مسائل اصول وعقائد میں طریقِ اہلِ سنت والجماعت سے الگ راستہ اختیار کیا ہوگا۔ اوران مسائل کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر کی ہوگی۔ کیونکہ اس میں اول کے فروعی اختلاف میں کسی نے دوسرے کی تکفیر وتفسیق نہیں کی ہے۔ لہٰذا حدیثِ مذکور کا محمل صرف قسمِ دوم (عقائد) والا اختلاف ہوگا۔ اوراس قسم کا اختلاف آخر ایامِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہی قدریہ فرقہ کے بانی معبد جہنی اوراس کے اتباع کے ظہور سے پیدا ہوگیا تھا۔ پھراسی طرح اوز دوسرے فرقے پیدا ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ تھوڑی ہی مدت میں بہتر فرقے پورے ہوگئے۔ اورتہترواں فرقہ اہل السنت والجماعت والا رہا۔ اوروہی ایک فرقہ کامل ومکمل نجات وفلاح والا ہے۔

□ عبد القاهر: للحَدِيث الْوَارِد فِي افْتِرَاق الامة أَسَانِيد كَثِيرَة وَقد رَوَاهُ عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم جمَاعَة من الصَّحَابَة كأنس بن مَالك وَأبي هُرَيْرَة وَأبي الدَّرْدَاء وَجَابِر وَأبي سعيد الْخُدْرِيّ وَأبي بن كَعْب وَعبد الله بن عَمْرو بن الْعَاصِ وَأبي امامة ووائله بن الاسقع وَغَيرهم وَقد روى عَن الْخُلَفَاء الرَّاشِدين أَنهم ذكرُوا افْتِرَاق الامة بعدهمْ فرقا وَذكروا أَن الْفرْقَة النَّاجِية مِنْهَا فرقة وَاحِدَة وسائرها على الضلال فِي الدُّنْيَا والبوار فِي الْآخِرَة. وروى عَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ذمّ الْقَدَرِيَّة وَأَنَّهُمْ مجوس هَذِه الامة. وروى عَنهُ ذمّ المرجئة مَعَ الْقَدَرِيَّة وروى عَنهُ أَيْضا ذمّ المارقين وهم الْخَوَارِج وروى عَن أَعْلَام الصَّحَابَة ذمّ الْقَدَرِيَّة والمرجئة والخوارج المارقة وَقد ذكرهم على رضى الله عَنهُ فِي خطبَته الْمَعْرُوفَة بالزهراء وبرىء فِيهَا من اهل

الادہوات۔ وَقد علم كل ذِی عقل من أَصْحَاب المقالات المنسوبة الى أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم عَلَيْهِ السَّلَام لم يرد بِالْفرقِ المذمومة الَّتِي أهل النَّار فرق الْفُقَهَاء الَّذين اخْتلفُوا فِي فروع الْفِقْه مَعَ اتِّفَاقهم على اصول الدّين لَان الْمُسلمين فِيمَا اخْتلفُوا فِيهِ من فروع الْحَلَال وَالْحرَام على قَوْلَيْنِ: أَحدهمَا: قَول من يرى تصويب الْمُجْتَهدين كلهم فِي فروع الْفِقْه وفرق الْفِقْه كلهَا عِنْدهم مصيبون. وَالثَّانِي: قَول من يرى فِي كل فرع تصويب وَاحِد من المتخلفين فِيهِ وتخطئة البَاقِينَ من غير تضليل مِنْهُ للمخطىء فِيهِ. وَإِنَّمَا فصل النَّبِي عَلَيْهِ السَّلَام بِذكر الْفرق المذمومة فرق أَصْحَاب الْأَهْوَاء الضَّالة الَّذين خالفوا الْفرْقَة النَّاجِية فِي ابواب الْعدْل والتوحيد أَو فِي الْوَعْد والوعيد أَو فِي بَابي الْقدر والاستطاعة أَو فِي تَقْدِير الْخَيْر وَالشَّر أَو فِي بَاب الْهِدَايَة والضلالة أَو فِي بَاب الْإِرَادَة والمشيئة أَو فِي بَاب الروية والإدراك أَو فِي بَاب صِفَات لله عز وَجل وأسمائه وأوصافه أَو فِي بَاب من أَبْوَاب التَّعْدِيل والتجويز أَو فِي بَاب من أَبْوَاب النُّبُوَّة وشروطها وَنَحْوهَا من الابواب الَّتِي اتّفق عَلَيْهَا أهل السّنة وَالْجَمَاعَة من فريقي الرأى والْحَدِيث على أصل وَاحِد خالفهم فِيهَا أهل الْأَهْوَاء الضَّالة من الْقَدَرِيَّة والخوارج وَالرَّوَافِض والنجارية والجهمية والمجسمة والمشبهة وَمن جرى من فرق الضلال فان الْمُخْتَلِفين فِي الْعدْل والتوحيد والقبور والاسلاف متحدو الروية وَالصِّفَات وَالتَّعْدِيل والتجويز وفى شُرُوط النُّبُوَّة والإمامة يكفر بَعضهم بَعْضًا فصح تَأْوِيل الحَدِيث المروى فِي افْتِرَاق الْأمة ثَلَاثًا وَسبعين فرقة الى هَذَا النَّوْع من الِاخْتِلَاف دون الانواع الَّتِي اخْتلفت فِيهَا ائمة الْفِقْه من فروع الاحكام فِي أَبْوَاب الْحَلَال وَالْحرَام أَو لَيْسَ فِيمَا بَينهم تَكْفِير وَلَا تضليل فِيمَا اخْتلفُوا فِيهِ من احكام الْفُرُوع.

(الفرق بین الفرق وبیان الفرقۃ الناجیۃ ص ۲۴ تا ۷۔ المؤلف: عبد القاهر بن طاهر بن محمد بن عبد الله البغدادی التمیمی الأسفرایینی، أبو منصور رحمه الله (المتوفی ۴۲۹ھ)۔ الناشر: دار الآفاق الجدیدۃ بیروت۔ الطبعۃ: الثانیۃ، ۱۹۷۷ء)

□ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقاۃ میں تہتر فرقوں کی تفصیل نقل کی ہے۔

وَاعْلَمْ أَنَّ أُصُولَ الْبِدَعِ كَمَا نُقِلَ فِي الْمَوَاقِفِ ثَمَانِيَةٌ:

الْمُعْتَزِلَةُ: الْقَائِلُونَ بِأَنَّ الْعِبَادَ خَالِقُو أَعْمَالِهِمْ وَبِنَفْيِ الرُّؤْيَةِ وَبِوُجُوبِ الثَّوَابِ وَالْعِقَابِ وَهُمْ عِشْرُونَ فِرْقَةً.

وَالشِّيعَةُ: الْمُفْرِطُونَ فِي مَحَبَّةِ عَلِيٍّ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ، وَهُمُ اثْنَانِ وَعِشْرُونَ فِرْقَةً.

وَالْخَوَارِجُ: الْمُفْرِطَةُ الْمُكَفِّرَةُ لَهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَمَنْ أَذْنَبَ كَبِيرَةً وَهُمْ عِشْرُونَ فِرْقَةً.

وَالْمُرْجِئَةُ: الْقَائِلَةُ بِأَنَّهُ لَا يَضُرُّ مَعَ الْإِيمَانِ مَعْصِيَةٌ، كَمَا لَا يَنْفَعُ مَعَ الْكُفْرِ طَاعَةٌ، وَهِيَ خَمْسُ فِرَقٍ.

وَالنَّجَّارِيَّةُ: الْمُوَافِقَةُ لِأَهْلِ السُّنَّةِ فِي خَلْقِ الْأَفْعَالِ، وَالْمُعْتَزِلَةُ فِي نَفْيِ الصِّفَاتِ وَحُدُوثِ الْكَلَامِ، وَهُمْ ثَلَاثُ فِرَقٍ.

وَالْجَبْرِيَّةُ: الْقَائِلَةُ بِسَلْبِ الِاخْتِيَارِ عَنِ الْعِبَادِ فِرْقَةٌ وَاحِدَةٌ.

وَالْمُشَبِّهَةُ: الَّذِينَ يُشَبِّهُونَ الْحَقَّ بِالْخَلْقِ فِي الْجِسْمِيَّةِ وَالْحُلُولِ فِرْقَةٌ أَيْضًا.

فَتِلْكَ اثْنَانِ وَسَبْعُونَ فِرْقَةً كُلُّهُمْ فِي النَّارِ.

وَالْفِرْقَةُ النَّاجِيَةُ: هُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ الْبَيْضَاءِ الْمُحَمَّدِيَّةِ وَالطَّرِيقَةِ النَّقِيَّةِ الْأَحْمَدِيَّةِ، وَلَهَا ظَاهِرٌ سُمِّيَ بِالشَّرِيعَةِ شِرْعَةً لِلْعَامَّةِ، وَبَاطِنٌ سُمِّيَ بِالطَّرِيقَةِ مِنْهَاجًا لِلْخَاصَّةِ وَخُلَاصَةٌ خُصَّتْ بِاسْمِ الْحَقِيقَةِ مِعْرَاجًا لِأَخَصِّ الْخَاصَّةِ، فَالْأَوَّلُ نَصِيبُ الْأَبْدَانِ مِنَ الْخِدْمَةِ، وَالثَّانِي نَصِيبُ الْقُلُوبِ مِنَ الْعِلْمِ وَالْمَعْرِفَةِ: وَالثَّالِثُ نَصِيبُ الْأَرْوَاحِ مِنَ الْمُشَاهَدَةِ وَالرُّؤْيَةِ.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱ ص ۲۵۹۔ المؤلف: علی بن (سلطان)

محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري رحمه الله (المتوفی ۱۰۱۴ھ)۔ الناشر: دار الفکر، بیروت، لبنان۔ الطبعة: الأولى، ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ اصولِ بدع جیسا کہ مواقف میں نقل کیے گئے ہیں۔ آٹھ ہیں:

۱ معتزلہ، جو بندوں کو اپنے اعمال کا خالق کہتے ہیں اور رویتِ باری تعالیٰ کے منکر ہیں اور ثواب وعقاب کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اس فرقہ کی بیس شاخیں ہیں۔

۲ شیعہ، جو سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت میں افراط کرتے ہیں وغیرہ۔ ان کی بائیس شاخیں ہیں۔

۳ خوارج، جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفریط کی۔ اور ان کی تکفیر تک کی۔ اور گناہِ کبیرہ والے کو بھی کافر قرار دے دیا۔ وہ بیس شاخوں میں بٹ گئے۔

۴ اَلْمُرْجِئَةُ، جو اس امر کے قائل ہوئے کہ ایمان کے ساتھ کسی بھی معصیت سے ضرر نہ ہوگا، جس طرح کفر کے ساتھ کسی اطاعت سے نفع نہ ہوگا۔ ان کی پانچ شاخیں ہیں۔

۵ نجاریہ، جو خلقِ افعال کے مسئلہ میں اہل سنت کے ساتھ ہیں اور نفی صفات وحدوثِ کلام وغیرہ میں معتزلہ کے ہم نوا ہیں۔ ان کی تین شاخیں ہیں۔

۶ جبریہ، جو بندوں کو اپنے اعمال وافعال میں مسلوب الاختیار اور مجبورِ محض بتلاتے ہیں۔ اس فرقہ کی شاخیں نہیں ہیں۔

۷ اَلْمُشَبِّهَةُ، جو حق تعالیٰ کو جسمیت میں مخلوق جیسا مانتے ہیں۔

۸ حلولیہ، جو حلول کے قائل ہیں اور یہ بھی مشبہہ ہی جیسے ہیں۔ اس لیے ان کو ایک فرقہ بھی کہہ سکتے ہیں۔

اس طرح یہ سب بہتر فرقے ہو گئے جو سب ہی نار کے مستحق ہوئے۔ کیونکہ ایسے عقائد اختیار کیے جو دخولِ نار کا سبب ہیں۔ پھر یہ فرق رہے گا کہ ان فرقوں میں سے صریح کفر کا ارتکاب کرنے والے تو عذابِ ابدی کے مستوجب ہوں گے۔ اور مبتدعین کو باوجود استحقاق نار کے اللہ تعالیٰ چاہے تو بخش دے گا۔ اور "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" والا فرقہ وہ ہوگا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب

کرام رضی اللہ عنہم کے اعتقاد اور قول و فعل کے مطابق ہوگا۔ اور یہ اجماع سے معلوم ہوگا۔ لہٰذا جس امر پر علمائے اسلام نے اجماع و اتفاق کیا ہے وہ حق ہوگا اور اس کے سوا باطل ہوگا۔ اسی لیے فرقہ ناجیہ کو اہل السنت والجماعت بھی کہتے ہیں۔

1.4: فرقہ ناجیہ کی تعیین

مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي ـــــ الْجَمَاعَةُ ـــــ السوَادُ الأَعْظَم

درحقیقت یہی وہ مسطر (پیمانہ) ہے جس کو سرورِ کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے تیار کیا تھا کہ صفحاتِ عالم پر آئندہ عقائد و اعمال کی جب کوئی سطر کھینچی جائے، تو وہ اسی مسطر سے برابر کر لی جائے۔ وہ جماعت کون سی ہے جس کو معیارِ حق و باطل قرار دیا گیا ہے۔ یہ وہ راسخ العلم جماعت ہے جو نہ تو الفاظ کی جکڑ بندیوں میں اتنی مقید ہے کہ عقل کو بالائے طاق رکھ دے، نہ عقل کے گھوڑے پر ایسی سوار ہے کہ آنکھ بند کر کے علمِ سلف کو پامال کرتی چلی جائے بلکہ علمِ صحیح اور فہمِ صحیح کی دو روشنیوں میں اسی طریق کا پورا احترام رکھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق تھا۔ اس راہِ مستقیم پر نہ تو اختلاف کی کھائیاں ہیں، اور نہ بغض و عناد کی پہاڑیاں، بلکہ یہ وہ راہ ہے جس کے دن، رات دونوں برابر ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔ وہ صرف فروعی مسائل ہیں، جہاں ضروری سمجھتے، اجتہاد کر لیتے تھے۔ ان کے دور میں عمل ہی کا چرچا تھا۔ اس لیے ایک مکمل دین کے جو طے شدہ مسائل تھے، وہی مشغلہ ان کے لیے کافی تھا۔ فرضی مسائل، ذات و صفات کے مباحث سے انھیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ اگر دین کے عملی حصہ کو صرف عمل کے لیے دیکھا جائے، تو وہ آج بھی اتنا ہی مختصر اور صاف نظر آئے گا۔ مگر افسوس تو یہ ہے کہ دورِ فتن نے بدنصیبی سے ہمارے حصہ میں عمل کی بجائے اختلاف کا مشغلہ لگا دیا ہے۔

نبوت ختم ہوگئی اور دین مکمل ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمادی کہ میرے بعد میری امت میں اختلاف ہوگا اور مختلف فرقے پیدا ہوں گے۔ وہ سب ناری ہوں

گے۔صرف ایک فرقہ ناجی (نجات پانے والا) ہوگا اور یہ بھی بتلادیا کہ حق وصداقت اور نجات کا معیار کیا ہوگا: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي" الحدیث، یعنی جو فرقہ میرے طریقہ پر اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ اور ان کے نقشِ قدم پر چلے گا، وہ ناجی ہوگا۔ اس لیے کہ کتاب وسنّت کا مفہوم اور جو علوم کتاب وسنّت سے ماخوذ اور مستفاد ہوں گے، وہ وہی ہوں گے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھے ہیں۔ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے فاسد عقائد کو اپنے زعم اور خیال میں کتاب وسنت ہی سے ماخوذ ہونے کا مدعی ہے۔

لہٰذا کتاب وسنت کے وہی معانی اور مفاہیم معتبر ہوں گے جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھے ہیں۔ اس کے خلاف کسی مفہوم کا اعتبار نہ ہوگا۔ جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف کتاب وسنت کا کوئی مفہوم بیان کرے، بس یہی اس کے گمراہ اور بے عقل ہونے کی دلیل ہے۔

جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت حق تعالیٰ کی اطاعت کا نمونہ ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہیں۔ لہٰذا جس طرح سنّتِ نبوی اور اسوۂ پیغمبری کو طریقہ خداوندی سے جدا نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ خدا تعالیٰ کا دین اور اس کے احکام ہم تک انہیں دو واسطوں سے پہنچے ہیں۔ قرآن کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح سے بھرا پڑا ہے۔ بغیر ان دو واسطوں کے مانے ہوئے دین باقی نہیں رہ سکتا۔

لہٰذا فرقہ ناجیہ وہ فرقہ ہوگا جو ان دو واسطوں کو مانتا ہو، یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو مانتا ہو۔ وہ اہلِ سنّت والجماعت کا گروہ ہے۔ شیعوں نے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر اور گمراہ قرار دیا اور خارجیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نصف جماعت کو کافر قرار دیا۔ اہلِ سنّت والجماعت نے سنت نبوی کو بھی لیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کو اپنا اُسوہ اور قدوہ بنایا اور جن سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوا، ان سے یہ بھی راضی ہوئے اور ان کے طریقہ پر چلنے کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ سمجھا۔ اللہ تعالیٰ تو صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم سے راضی ہے۔ قرآن کریم ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوا عَنْہُ'' سے بھرا پڑا ہے۔ اگر کوئی بدنصیب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی نہیں تو بلا سے راضی نہ ہو۔ اللہ کی رضامندی کے بعد کسی کی رضامندی کی ضرورت نہیں، یہ شخص اپنے لیے سوچ کہ اللہ کو کس طرح راضی کرے گا؟

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، فَإِنَّ السُّنَّةَ تَتَضَمَّنُ النَّصَّ، وَالْجَمَاعَةَ تَتَضَمَّنُ الْإِجْمَاعَ. فَأَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ هُمُ الْمُتَّبِعُونَ لِلنَّصِّ وَالْإِجْمَاعِ.

(منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ القدریۃ، ج۶ ص۴۲۶)

ترجمہ اہل السنت کا لفظ نص کو متضمن ہے اور جماعت کا لفظ اجماع کو شامل ہے۔ لہٰذا اہل السنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو نص اور اجماع کے متبع ہوں۔

1 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکمل اعتماد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت کو یہاں مستقل حیثیت کیوں دی گئی ہے؟ تو اس کی وجہ بظاہر اس کامل اعتماد کا اظہار کرنا ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فہم پر حاصل تھا۔ صحیح احادیث میں موجود ہے کہ بعض مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محفل میں کسی مافوق العادت امر کا تذکرہ ہوتا، جیسے حیوانات کا تکلم۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی غیر حاضری میں یہ کلمات فرما دیے ہیں:

آمَنْتُ بِهِ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ". (بخاری رقم 2324؛ مسلم رقم 13۔2388)

ترجمہ میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس پر ایمان لائے۔

ان کی عدم موجودگی میں اُن کی طرف سے ان کی شہادت دینا یہ ان پر کمال وثوق کی طرف ہی اشارہ تھا۔

2 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض افعال کی صورت گو عہدِ نبوت میں نہ ملے، مگر وہ مقاصدِ شریعت کے ماتحت ہوتے ہیں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض اعمال کی صورت گو دورِ سنت میں ہمیں نظر نہ آئے، مگر مقاصدِ شریعت کے لحاظ کے لحاظ سے اس کا عین شریعت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ لیکن دورِ فتن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق یہ حسنِ ظن قائم رہنا مشکل ہے۔ اس لیے اس بحث کو ختم کرنے کے لیے ان کے طریق کو ایک مستقل حیثیت دے دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر تراویح کا مسئلہ ہے۔ کون نہیں جانتا کہ تراویح کی یہ اجتماعی صورت جو آج ہمارے دور میں رائج ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نہ تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس اجتماعی صورت کو شروع کیا۔ اس وقت طبائع میں کتنی سلامتی، کتنا اتحاد، کتنی یکسوئی، کتنا انقیاد تھا کہ سب نے اتباع کیا، اور کوئی اختلافی ہنگامہ برپا نہ ہوا۔ بات یہ تھی کہ درست تھا کہ تراویح کا یہ دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ تھا مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معلوم تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس التزامِ جماعت کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے سے جو بات مانع آئی تھی وہ صرف یہ تھی کہ ماہِ رمضان کا مبارک مہینہ، نزولِ وحی کا دور موجود، اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پُر خلوص اجتماع۔ اگر اسی طرح مسلسل ہوتا رہا، تو اس بات کا بہت امکان تھا کہ یہ اجتماعی ہیئت جو اَب تک اختیاری تھی، آئندہ لازم قرار نہ دے دی جائے۔ جب جان فروشوں کا دور ختم ہو، تو آئندہ یہ شوقیہ عبادت کہیں اُن کے لیے بار نہ ہو جائے۔ اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب دیگر مہماتِ اسلام سے فرصت ملی، تو فوراً تراویح کے باجماعت ادا کرنے کی ترغیب دی کہ اب وحی بند ہو چکی تھی، اور وجوب کا کوئی احتمال باقی نہ رہا تھا۔ اس کی ایک مثال نہیں، بہت سی مثالیں ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور کا کوئی عمل گو صرف اپنی صورت کے لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نظر نہ آئے، لیکن حقیقت کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کے اتنا مطابق ہوتا ہے کہ اگر

حضور اکرم ﷺ اس وقت تشریف فرما ہوتے تو یہی فرماتے۔ یہ ہمارا حسنِ ظن نہیں بلکہ حقیقت ہے۔

3 قرآن کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تصویب کرنا ان کے دینی مزاج شناسی کی دلیل تھی

خود وحیِ الٰہی کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بار بار تصویب کرنا اس بات کی کھلی ضمانت تھی کہ آئندہ بھی ان کی اصابتِ رائے اُمت کو تسلیم ہونا چاہیے۔ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ ہمارے زمانہ میں ہوتے تو موجودہ بے احتیاطیوں کو دیکھ کر عورتوں کا مسجدوں میں آنا بند کر دیتے۔ اس اختلافِ صورت اور اتحادِ مقصد کے پیشِ نظر مناسب ہوا کہ "مَا اَنَا عَلَیْہِ" کے ساتھ "وَاَصْحَابِیْ" کا لفظ اور اضافہ کر دیا جائے۔

4 اَلْجَمَاعَۃُ ___ السَّوَادُ الْاَعْظَم کا مصداق

جماعت اور سوادِ اعظم سے وہی جماعت اور وہی سوادِ اعظم مراد ہے جو "مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ" (یعنی کتاب وسنت کی متبع) ہے۔ اگر ان ہر سہ الفاظ کا خلاصہ نکالو، تو یہ ہو گا کہ اہل حق ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ جماعت حضور اکرم ﷺ کے طریقہ پر ہو، اور نہ صرف یہی بلکہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کا بھی احترام کرنے والی ہو۔ اگر کوئی جماعت صرف آپ ﷺ کے طریقہ کا احترام کرتی ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کا احترام نہیں کرتی، تو وہ ان الفاظ کے حدود سے باہر ہے۔ دورِ فتن میں حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین تفریق کا عقیدہ بھی ظاہر ہو چکا ہے۔

فرقۂ ناجیہ کی ایک بڑی علامت صحابیت کا وقار واحترام بھی قرار دیا گیا ہے۔ جو اس کا احترام نہیں کرتا ہے، وہ درحقیقت حضور اکرم ﷺ ہی کا احترام نہیں کرتا۔

1.5:۔طائفہ منصورہ

طائفہ منصورہ کی فضیلت اور منقبت جن احادیث وروایات سے ثابت ہے۔اگر ان کو صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث سے انتخاب کرکے ان کی پوری تخریج وتشریح کی جائے تو ایک کتاب تیار ہو سکتی ہے۔صرف چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

حدیث 12:۔حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، عَنْ يُونُسَ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ، خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللهُ يُعْطِي، وَلَنْ تَزَالَ هَذِهِ الأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَى أَمْرِ اللهِ، لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ"۔

(بخاری رقم 71؛ مسلم رقم 100۔1037؛ مسند احمد رقم 16834،16837)

ترجمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہے گی اور کوئی مخالف اس کو ضرر نہ پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت) نہ آجائے“۔

حدیث 13:۔أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِنْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا، يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ"۔

(صحیح: مسند الدارمی المعروف بہ (سنن الدارمی)، ج ۳ ص ۱۷۷۷ رقم 2748)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ (المتوفی ۶۸ھ) فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے“۔

حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس حدیث میں صاف طور پر علماء کی سب لوگوں پر اور تفقہ فی الدین کی سب علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے"۔ (فتح الباری شرح رقم الحدیث 71)

اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم اور آشکارا ہوا کہ جو گروہ اور طائفہ تا قیامت حق پر قائم اور دائم رہے گا۔ وہ فقاہت فی الدین کی دولتِ عظیمہ اور رضائے الٰہی کی نعمتِ جسیمہ سے وافر حصہ رکھتا ہوگا۔

حدیث 14:۔حَدَّثَنَا مَنْصُورُ بْنُ أَبِي مُزَاحِمٍ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْزَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ، أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ هَانِئٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ، عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللهِ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ، حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ"۔

☐ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ، أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ وَهُوَ ابْنُ بُرْقَانَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ الْأَصَمِّ، قَالَ: سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ، ذَكَرَ حَدِيثًا رَوَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمْ أَسْمَعْهُ رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِنْبَرِهِ حَدِيثًا غَيْرَهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ يُرِدِ اللهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَلَا تَزَالُ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ عَلَى مَنْ نَاوَأَهُمْ، إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ"۔ (مسلم رقم 174-1037؛ 175-1037)

ترجمہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ خیریت کا ارادہ فرماتا ہے۔ اس کو دین کی فقاہت عطا فرماتا ہے اور مسلمانوں میں ایک جماعت تا قیامت ایسی رہے گی جو حق کی خاطر لڑائی اور جہاد کرے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی"۔

حضرت امام نووی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں متعدد اقوال نقل کرنے کے بعد یوں فرماتے ہیں:

قُلْتُ: وَيَحْتَمِلُ أَنَّ هٰذِهِ الطَّائِفَةَ مُفَرَّقَةٌ بَيْنَ أَنْوَاعِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُمْ

شُجْعَانٌ مُقَاتِلُونَ وَمِنْهُمْ فُقَهَاءُ وَمِنْهُمْ مُحَدِّثُونَ وَمِنْهُمْ زُهَّادٌ وَآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَمِنْهُمْ أَهْلُ أَنْوَاعٍ أُخْرَى مِنَ الْخَيْرِ وَلَا يَلْزَمُ أَنْ يَكُونُوا مُجْتَمِعِينَ بَلْ قَدْ يَكُونُونَ مُتَفَرِّقِينَ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج المعروف نووی ﷫ شرح مسلم ج ۱۳ ص ۶۷۔ أبو زكريا محيي الدين يحيى بن شرف النووي ﷫ (المتوفى ۶۷۶ھ)، طبع: دار إحياء التراث العربي، بيروت۔ الطبعة الثانية، ۱۳۹۲ھ)

ترجمہ احتمال ہے کہ یہ طائفہ مسلمانوں کے مختلف طبقات میں بٹا ہوا ہو جو اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالاتا ہو مثلاً مجاہد، محدث، زاہد، آمر بالمعروف وغیرہ نیکی کے اُمور بجالانے والا اور اس طبقہ کا ایک جگہ میں ہونا بھی کوئی ضروری نہیں بلکہ جائز ہے کہ یہ طبقہ اور گروہ (دنیا میں) بکھرا ہوا ہو۔

اس صحیح حدیث کے صریح الفاظ میں غور کرنے سے طائفۂ منصورہ اور فرقۂ ناجیہ کی دو عمدہ اور اعلیٰ صفات واشگاف الفاظ میں ثابت ہوتی ہیں کہ وہ فرقہ قیامت تک اسلام پر قائم رہے گا اور مخالفین کے مقابلہ میں سدِ سکندری ثابت ہوگا۔ وہ فقاہت فی الدین اور قتال علی الحق کی بہترین خصلتوں کے ساتھ متصف ہوگا۔

1.6: ۔دین میں فقاہت

جب ہم اس طائفۂ منصورہ کو تاریخ کے سنہری اوراق میں تلاش کرتے ہیں، تو دیگر ائمۂ دین ﷭ اور ان کے مقلدین عموماً اور حضرت امام ابوحنیفہ ﷫ اور ان کے مقلدین خصوصاً ان صفات میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔ تفقہ فی الدین کا جو بلند مقام من جانب اللہ حضرت امام ابوحنیفہ ﷫ اور ان کے تلامذہ و متبعین کو حاصل رہا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

1 شیخ اسلام حافظ ابوعمر بن عبدالبر المالکی ﷫ (المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

نَا الحكم قَالَ نَا يُوسُفُ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصِ بْنِ عَمْرُوَيْهِ قَدِمَ عَلَيْنَا حَاجًّا عَلَى بَابِ التَّمَّارِينَ قَالَ سَمِعْتُ عَبَّاسَ بْنَ عُزَيْزٍ قَالَ سَمِعْتُ حَرْمَلَةَ يَقُولُ

سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ كَانَ أَبُو حَنِيفَةَ وَقَوْلُهُ فِي الْفِقْهِ مُسَلَّمًا لَهُ فِيهِ.
قَالَ وَسَمِعْتُ حَرْمَلَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ الشَّافِعِيَّ يَقُولُ مَنْ أَرَادَ أَنْ يُفْتَنَ فِي الْمَغَازِي فَهُوَ عِيَالٌ عَلَى مُحَمَّد بن اسحق وَمَنْ أَرَادَ الْفِقْهَ فَهُوَ عِيَالٌ عَلَى أَبِي حَنِيفَةَ. (الانتقاء فی فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء مالك والشافعي وأبي حنيفة، ص ۱۳۵، ۱۳۶)

ترجمہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول فقہ میں مسلّم ہے''۔

□ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے، تو وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خوشہ چین ہے''۔

2 علامہ ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ)، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۰۴ھ) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو نعيم الحافظ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّد بن إبراهيم بن علي، قال: سمعت حمزة بن علي البصري، يقول: سمعت الربيع، يقول: سمعت الشافعي، يقول: الناس عيال على أبي حنيفة في الفقه.

أَخْبَرَنَا علي بن القاسم، قَالَ: حَدَّثَنَا علي بن إسحاق المادرائي، قَالَ: حَدَّثَنَا زكريا بن عَبْد الرَّحْمَن، قَالَ: حَدَّثَنِي عبد الله بن أَحْمَد، قال: قال هارون بن سعيد: سمعت الشافعي، يقول: ما رأيت أحدا أفقه من أبي حنيفة. قلت: أراد بقوله: "ما رأيت": ما علمت.

أَخْبَرَنَا أَبُو طاهر مُحَمَّد بن علي بن مُحَمَّد بن يُوسُف الواعظ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عبيد الله بن عثمان بن يحيى الدقاق، قَالَ: حَدَّثَنَا إبراهيم بن مُحَمَّد بن أَحْمَد أَبُو إسحاق البخاري، قَالَ: حَدَّثَنَا عباس بن عزيز أَبُو الفضل القطان، قَالَ: حَدَّثَنَا حرملة بن يحيى، قال: سمعت مُحَمَّد بن إدريس الشافعي، يقول: ...من أراد أن يتبحر في الفقه فهو عيال على أبي حنيفة. (تاریخ بغداد، ج ۱۵ ص ۴۷۳ رقم 7249)

ترجمہ جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب سے استفادہ کا التزام کرے کیونکہ سبھی لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال اور خوشہ چین ہیں۔

3 مؤرخِ اسلام علامہ ابن خلدون المالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں:

فأمّا أهل العراق فإمامهم الّذي استقرّت عنده مذاهبهم أبو حنيفة النّعمان بن ثابت ومقامه في الفقه لا يلحق شهد له بذلك أهل جلدته وخصوصا مالك والشّافعيّ. (تاریخ ابن خلدون: ج۱ ص ۵۶۵)

ترجمہ اہل عراق کے حضرت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقام اتنا بلند ہے کہ کوئی دوسرا ان کی نظیر نہیں ہوسکتا اور اہل فقہ علماء نے اس کی شہادت دی ہے خصوصاً حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

4 علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

وَأَثْنٰی عَلَيْهِ جَمَاعَةٌ من الْأَئِمَّةِ الْكِبَار مثل عبد الله بن الْمُبَارك، ويعد من أَصْحَابه، وسُفْيَان بن عُيَيْنَة وسُفْيَان الثَّوْرِيّ وَحَمَّاد بن زيد وَعبد الرَّزَّاق ووكيع، وَكَانَ يُفْتِي بِرَأْيِهِ وَالْأَئِمَّة الثَّلَاثَة: مَالك وَالشَّافِعِيّ وَأحمد وَآخَرُونَ كَثِيرُونَ. (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج۶ ص ۱۲)

ترجمہ ”بڑے بڑے ائمہ رحمہم اللہ نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کی ہے جیسے عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ، اور ان کا شمار تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ہے۔ اور سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ، عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ، وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ۔ اور یہ تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ نیز ائمہ ثلاثہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت مدح وثنا کی ہے“

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں:

1 حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ”مقام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ“ تصنیف کی ہے جس میں ان پر کئے گئے اعتراضات

کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔

2 علامہ محمد زاہد بن الحسن الکوثری المصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۷۱ھ) نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کئے گئے اعتراضات کا جواب اپنی کتاب "**تانيب الخطيب على ماساقه فى ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب**" میں دیا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ بنام "**ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عادلہ دفاع**" حضرت مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ العالی نے کیا ہے۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

""تفقہ فی الدین کا دروازہ سب کے لیے کشادہ اور کھلا ہوا ہے مگر تاریخی اور ٹھوس حوالوں کے پیش نظر حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب تفقہ فی الدین کے میدان میں سب سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ اس لیے طائفہ منصورہ کی حدیث میں "يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ" کے واشگاف الفاظ کا مصداق بعد از حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بعض کبار تابعین رحمہم اللہ، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے والے حضرات ہیں"۔

(طائفہ منصورہ، ص ۱۹۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۰ھ)۔ الناشر: مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ۔ طبع ہشتم، فروری ۲۰۱۰ء)

1.7: خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے قول و عمل کی دین میں اہمیت

حدیث 15: حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَمْرٍو السُّلَمِيِّ، عَنْ عِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ، قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْفَجْرَ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا، فَوَعَظَنَا مَوْعِظَةً بَلِيغَةً، ذَرَفَتْ لَهَا الْأَعْيُنُ، وَوَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوبُ، قُلْنَا أَوْ قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللهِ! كَأَنَّ هٰذِهٖ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ، فَأَوْصِنَا". قَالَ: "أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَإِنْ كَانَ عَبْدًا حَبَشِيًّا، فَإِنَّهُ مَنْ يَعِشْ مِنْكُمْ يَرَى بَعْدِي اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ

الْمَهْدِيِّينَ، وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ، وَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ"۔

(صحیح: مسند احمد رقم 17144، 17145؛ مشکوٰۃ رقم 165؛ دارمی رقم 96؛ ترمذی رقم 2676؛ ابوداود رقم 4607؛ ابن ماجہ رقم 42 تا 44؛ مستدرک حاکم رقم 329، 332؛ الصحیحۃ رقم 2735)

ترجمہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مؤثر اور بلیغ تقریر ارشاد فرمائی۔ جس سے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں خشیت طاری ہو گئی۔ ایک شخص نے دریافت کیا: حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا کہ یہ تقریر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت ہونے والے کی (آخری) تقریر ہے۔ اس لیے ہمیں کچھ وصیت ارشاد فرما دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا، امیر کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کو بجا لانا، اگرچہ ایک حبشی غلام ہی تمہارا امیر ہو۔ کیونکہ میرے بعد تمہاری زندگی کے مراحل میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جائیں گے"۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: "میری سنت اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو، جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو۔ میری اور ان کی سنت کو اپنی داڑھوں سے مضبوط پکڑو۔ دین میں نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

1.8:۔ حدیث سے مستنبط ہونے والے امور

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صاف طور پر عربی قواعد کے لحاظ سے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کے لازم ہونے اور اس کی مخالفت سے بچنے کی جتنی بھی صورتیں ممکن ہو سکتی تھیں، ارشاد فرما دی ہیں۔ اس حدیث سے درجِ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں:

1 یہ صحیح روایت صراحت سے اس امر کو بیان کرتی ہے کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو مضبوطی سے

پکڑے۔اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

2 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو خلفاء کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ خلیفہ اور نائب کے حکم کی اتباع اتنی ہی لازم اور ضروری ہوتی ہے جتنی کہ اصل کی۔ورنہ خلیفہ ہونے کا کیا مطلب اور کیا معنیٰ؟

3 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عَلَیۡکُمۡ'' فرما کر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو بھی ویسا ہی لازم قرار دے دیا جیسا کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت لازم ہے، کیونکہ یہ لفظ لازم کے معنیٰ میں آتا ہے۔

4 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وصیت میں جہاں تقویٰ اختیار کرنے پر زور دیا ہے، وہاں امیر کی اطاعت کی تاکید فرمائی، اگرچہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

5 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی سنت کی پیروی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کو تاکیدِ بلیغ ارشاد فرمائی ہے، وہاں اپنے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو بھی مضبوط پکڑنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے۔اور ان کی سنت کو ایک حسی مثال سے واضح کیا ہے کہ جس طرح ڈاڑھوں میں مضبوط پکڑی ہوئی چیز نکل نہیں سکتی۔اسی طرح فرمایا: ''میری اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو مضبوط پکڑو۔اور بالکل جنبش بھی نہ آنے دو''۔

6 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی غیر معمولی توصیف کی ہے کہ وہ راشد (راہِ راست پر چلنے والے) اور مہدی (ہدایت یافتہ) ہیں۔اس لیے ان کی جو بھی سنت ہوگی وہ اسلام میں رشد اور ہدایت ہی ہوگی۔

7 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء رضی اللہ عنہم کو راشدین (درست راستہ پر ہونے والے) بھی فرمایا۔یہ بات واضح ہے کہ جب ان خلفاء رضی اللہ عنہم کا طریقہ درستگی والا ہے تو ان کے مقابلہ میں جو عمل ہوگا وہ درست اور سیدھا نہیں ہوگا۔

8 راشدین کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''مَھۡدِیِّیۡنَ'' کے لفظ کا اضافہ کرکے بتلا دیا کہ جب وہ ہدایت یافتہ ہیں تو ان کی پیروی اور اتباع لازمی ہے کیونکہ اگر ہدایت یافتہ کی پیروی اور اتباع نہ ہوگی تو پھر کس کی اتباع ہوگی؟ ہدایت یافتہ وہی ہوسکتا ہے جس کو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے اعلیٰ مقام کی سعادت عطا فرمائی گئی ہو۔ معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو ہدایت یافتہ ہونے کا خصوصی مقام اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور انعام مرحمت ہوا ہے۔

9 اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''تَمَسَّكُوْا بِهَا'' (مضبوطی سے تھامو) بھی بڑھا دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ تم اپنے ارادہ سے بتکلف کوشش کر کے ان کی سنت کو مضبوط تھامو اور اس بارے میں کسی قسم کی غفلت اور لا پرواہی کا مظاہرہ نہ کرو۔

(لِأَنَّ التَّكَلُّفَ يُوْجَدُ فِي بَابِ التَّفَعُّلِ وَالتَّمَسُّكُ مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ)

10 آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام تاکیدیں اور ہدایات ایک ہی صیغے اور جملے کے ساتھ اس طرح ارشاد فرمائیں کہ اپنی سُنّت اور اپنے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو جمع کر دیا ہے اور اپنی اور اپنے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت میں ذرا بھی فرق نہیں کیا۔ اس سے واضح ہوا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو بھی سنّت کہنا بالکل صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے اس کا نام خود سنّت رکھ دیا ہے۔

11 تمام اہل السنۃ والجماعت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم ہیں جن کا راشد اور مہدی ہونا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور جمہور اہلِ اسلام کے مشاہدہ اور شہادت سے ثابت ہو چکا ہے۔

12 اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ جس کو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) زندگی حاصل ہوگی اور زمانہ گزرنے سے دینی اور مذہبی ماحول تبدیل ہوتا جائے گا تو بہت سے اختلافات سامنے آئیں گے۔ ایسے موقع پر ہر مسلمان کا اسلامی فریضہ ہوگا کہ وہ میری اور میرے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے اور اسی کی اتباع کرے۔ گویا کہ اختلافات کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت حجت اور معیار ہوگی۔

13 ان حضرات خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کے خلاف اور بعد کو جو چیز بھی ظاہر اور پیدا ہوگی اس کو دین اور مذہب سمجھنا بدعت ہے۔ ہر بدعت ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے

مطابق گمراہی ہی ہوگی۔ان سے بچنا ضروری ہوگا۔معلوم ہوا کہ مذکورہ سنّت کے مقابلہ میں دین میں جو عمل ایجاد کیا جائے (گو وہ نیک نیتی سے ہی کیوں نہ ہو)، درجہ بدرجہ بدعت ہوگا۔

14 پھر آخر میں آپ ﷺ نے بدعت کہنے پر اکتفاء نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ بدعت ضلالت اور گمراہی ہے۔جو لوگ اس کو ہدایت سمجھیں گے، وہ غلطی پر ہوں گے۔اب بھی اگر کوئی شخص یا طبقہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت سے گریز کرے بلکہ (نعوذ باللہ تعالیٰ) اسی سنت کو خلاف سنّت قرار دے اور اس پر چلنے والوں کو آباء واجداد کی تقلید کا طعنہ دے تو اس کا کیا علاج ہے؟ خوب اچھی طرح اس کے دنیوی واُخروی نتائج پر غور کرلینا چاہیے۔

(اعلاء السنن: باب التراویح: ج ۷ ص ۸۰۔المؤلف: مولانا ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ) ناشر: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۲۷ھ)

(تحفۃ الاخیار مع نخبۃ الانظار، علامہ عبدالحی لکھنوی، مجموعہ رسائل لکھنوی ج ۴)

1.9:۔صراطِ مستقیم کی تشریح

حدیث 16:۔حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، وَحَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي النَّجُودِ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، قَالَ: خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ: "هٰذَا سَبِيلُ اللهِ"، ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا عَنْ يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: "هٰذِهِ سُبُلٌ - قَالَ يَزِيدُ: مُتَفَرِّقَةٌ - عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ"، ثُمَّ قَرَأَ: "وَأَنَّ هٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ"۔[الأنعام: 153]

(حسن: مسند أحمد رقم 4142، 4437؛ مسند ابی داؤد طیالسی رقم 241؛ دارمی رقم 208؛ صحیح ابن حبان رقم 6؛ مستدرک حاکم رقم 3241؛ ابن نصر المروزی فی "السنة" ص 5، والبغوی رقم 97)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچ کر فرمایا: ''یہ تو اللہ تعالیٰ کا راستہ ہے'' اور اس کے دائیں بائیں کچھ لکیریں کھینچ کر فرمایا: ''یہ وہ راستے ہیں جن میں ہر ایک پر شیطان بیٹھا لوگوں کو ورغلا رہا ہے کہ ادھر آؤ! یہ صحیح راستہ ہے''۔ یہ ارشاد فرما کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 1:۔ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۚ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (انعام: ۱۵۳)

ترجمہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ پس اس پر چلو! اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ پڑو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے۔ لوگو! یہ باتیں ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے تاکہ تم متقی بنو۔

ان ارشادِ مقدسہ سے واضح طور پر حسبِ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

1 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت میں نظریاتی اختلاف کے رونما ہونے کی پیش گوئی فرمائی۔

2 اس اختلاف کو ناپسند فرمایا۔ سوائے ایک جماعتِ حقہ کے باقی سب کو دوزخ کی وعید سنائی۔

3 اس اختلاف میں حق و باطل کو پہچاننے کا معیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معین فرمایا کہ جو شخص یا گروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے طریقے پر قائم ہے، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی عمل پیرا رہے، وہ حق پر ہے۔ اور جو اس کے خلاف چلے، وہ باطل پر ہے۔ گویا معیارِ حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا راستہ ہے۔ قرآن نے بھی بہت سی جگہ اسی کو ''معیارِ حق'' قرار دیا ہے۔ ایک جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 2:۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۗ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ۝ (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے، اور مؤمنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے۔ اس کو ہم

اسی راہ کے حوالے کردیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے۔ اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے۔ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اس آیتِ کریمہ میں جن "المؤمنین" کے راستے کی نشاندہی کی گئی ہے، اس سے جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہے۔

4 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام اُمور کو جو دین کے نام پر بعد میں ایجاد کیے گئے "بدعت" فرمایا۔

5 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعات اور گمراہیوں کے ایجاد کرنے کی علت بھی بیان فرمائی، یعنی غلط خواہشات کی پیروی۔ اور یہ ایسا مرض ہے کہ آدمی کے دِل و دِماغ ہی کو مسخ نہیں کرتا بلکہ جس طرح باؤلے کتے کے کاٹنے کا زہر آدمی کے سارے بدن میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور وہ اچھا بھلا آدمی ہونے کے باوجود غیر انسانی حرکات پر اُتر آتا ہے۔ اسی طرح جس شخص کو غلط نظریات کے باؤلے کتے نے کاٹ کھایا ہو، اس کے رَگ و ریشے میں بھی خود رائی کا زہر سرایت کر جاتا ہے اور اسے اپنے خود تراشیدہ نظریات کے سوا تمام دنیا افسانہ غلط نظر آنے لگتی ہے۔

6 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو ہدایت فرمائی کہ ان اختلافات کے ظہور کے وقت وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، جن کا ہدایت پر ہونا ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے، کے طریقے پر سختی سے قائم رہیں۔ اسے دانتوں کی کچلیوں سے مضبوط پکڑ لیں۔ بدعات وخواہشات کے ہزاروں جھکڑ چلیں اور نئے نئے خوش نما قسم کے نظریات کی لاکھوں بجلیاں کوندیں، مگر اُمت کے ہاتھ سے یہ مضبوط رشتہ ہرگز نہیں چھوٹنا چاہیے۔

7 آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی بتایا کہ "اللہ تعالیٰ کا راستہ" وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا اور جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے۔ یہ راستہ قیامت تک رہے گا، لیکن اس "خدائی راستے" کے بالمقابل کچھ شیطانی راستے بھی نکلیں گے اور ہر راستے پر ایک شیطان بیٹھا لوگوں کو خدائی راستے سے ہٹا کر اپنے راستے پر چلنے کی دعوت دے گا۔ اپنی اس دعوت میں لوگوں کے مزاج اور ان کی نفسیات کے مطابق دلائل بھی دے گا اور خدا

تعالیٰ کے راستے کو (نعوذ باللہ) فرسودہ اور رجعت پسندانہ بھی بتائے گا۔مگر اُمت کو آگاہ رہنا چاہیے کہ خدا تک پہنچنے کا ٹھیک راستہ وہی ہے جو حضور ﷺ نے بتایا، جس پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے، جس کی پیروی ہمیشہ سلف صالحین رحمہم اللہ اور اولیائے اُمت رحمہم اللہ کرتے آئے۔ اس ایک راستے کے سوا باقی سب شیطان کے ایجاد کیے ہوئے راستے ہیں اور جو لوگ ان میں سے کسی راستے کی دعوت دیتے ہیں وہ شیطان کے ایجنٹ، بلکہ مجسم شیطان ہیں۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر ان پگڈنڈیوں پر نکل پڑے گا۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کسی اندھیرے غار میں، کسی اژدھے کے منہ میں جائے گا، یا کسی لق ودق صحرا میں بھٹک کر کسی بھیڑیے کا تر نوالہ بن کر رہ جائے گا۔

1.10 :۔ ہلاکت اور گمراہی کی وجہ خود رائی ہے

حدیث 17 :۔ أَخْبَرَنَا أَبُو الْحُسَيْنِ عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عُمَرَ الْمُقْرِئُ ابْنُ الْحَمَامِيِّ بِبَغْدَادَ، نا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ الْخُطَبِيُّ، نا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ النَّضْرِ أَبُو بَكْرٍ، نا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ سُلَيْمٍ الصَّوَّافُ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ، وَثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ، فَأَمَّا الْمُنْجِيَاتُ: فَتَقْوَى اللهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، وَالْقَوْلُ بِالْحَقِّ فِي الرِّضَا وَالسُّخْطِ، وَالْقَصْدُ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ، وَأَمَّا الْمُهْلِكَاتُ: فَهَوًى مُتَّبَعٌ، وَشُحٌّ مُطَاعٌ، وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ، وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ"۔

(حسن: شعب الإيمان، ج۹ ص۳۹۶، ۳۹۷ رقم 6865؛ مشکوٰۃ رقم 5122؛ ترتيب الأمالي الخميسية للشجري، ج۲ ص ۳۰۲ رقم 2527؛ عن ابی الدرداء: الزهد لأبي داود السجستاني، ص۱۹۹ رقم 212؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة: رقم 1802)

ترجمہ جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”تین چیزیں نجات دینے والی اور تین چیزیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ نجات دینے والی تین چیزیں یہ ہیں: (1) ظاہر و باطن ہر حال

میں تقویٰ اختیار کرنا، (2) رضا اور غصہ میں قول حق ہی کہنا، (3) امیری اور غریبی میں میانہ روی کو اختیار کرنا۔ اور ہلاک کرنے والی چیزیں بھی تین ہیں: (1) خواہش نفس کی پیروی کرنا، (2) بخل وحرص کی فرماں برداری کرنا، (3) آدمی کا اپنے نفس کے ساتھ گھمنڈ کرنا۔ اور یہ خصلت عُجب سخت تر اور مذکورہ خصلتوں میں سے بدتر ہے۔

تشریح کیونکہ اس تیسری خصلت کا گناہ اور ضرر زیادہ ہے۔ اس لیے کہ توبہ کرنی متابعتِ نفس اور خرابی بخل سے متصور اور ممکن ہے، بخلاف عجب کے کہ عُجب والا مغرور ہوتا ہے اور اپنے ہی کو اچھا جانتا ہے اور وہ محجوب ہوتا ہے۔ اس کے توبہ کرنے کی امید نہیں ہوتی۔

(مظاہرِ حق ج ۴ ص ۱۸۴)

یادرکھنا چاہیے کہ خواہشات واہواء کا محرک چونکہ خود نفسِ انسانی ہے، اس لیے وہ جسمِ انسانی میں جان کی طرح رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں سرایت کی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان کا خلاف اتنا ہی مشکل ہوتا ہے جتنا کہ جسم کو جان کا۔ ان میں اسی طرح فطری جاذبیت ہوتی ہے جیسا کہ لوہے اور مقناطیس میں۔ جب کبھی ان پر قرآن وسنت کا ملمع چڑھ جاتا ہے تو اب وہی ہویٰ ٹھیک ہدیٰ کی صورت نظر آنے لگتی ہے۔ ہدیٰ اور ہویٰ کے اس توافق کے بعد جو اطمینان وانشراحِ قلب میسر آتا ہے، وہ گنگا و جمنا کا سا لطف سامنے کردیتا ہے۔ اس حد پر پہنچ کر انسان اپنے اندر اتنا سکون محسوس کرتا ہے کہ پھر تلاشِ حق کا لفظ سننا بھی اسے گوارا نہیں ہوتا۔ اسی لیے سورت الجاثیۃ میں حضور اکرم ﷺ سے بطریقِ امتنان ارشاد فرمایا گیا ہے:

آیت 3:۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (الجاثیۃ:۱۸)

ترجمہ اس کے بعد اب اے نبی ﷺ! ہم نے تم کو دِین کے معاملہ میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کیا ہے۔ لہٰذا تم اسی پر چلو اور اُن لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔

ہویٰ کے ان غیر معمولی اثرات اور برقی تاثیر وتعدیہ کا حال حدیثِ افتراق کے آخری جملوں میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے:

حدیث18:۔وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ.
(حسن: مسند احمد رقم 16937)

ترجمہ میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی جن میں خواہشات (یعنی عقائد و اعمال کی بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے (پاگل) کتے کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری اس کاٹے ہوئے شخص میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے محفوظ نہیں رہتا"۔

جب ہویٰ انسان کی رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہے تو پھر وہی انسان کو بشکل "ہدیٰ" نظر آنے لگتی ہے۔ اس لیے یہاں توبہ کی امید نہیں رہتی۔ توبہ کی توفیق اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ قلب کا کوئی گوشہ "ہویٰ" سے خالی ہو۔ مگر جب رگ رگ میں ہویٰ سرایت کر جائے، تو اب توبہ کی توفیق کہاں سے آئے؟ اسی لیے سورت الجاثیۃ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 4:۔أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَىٰهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَٰوَةً فَمَن يَهْدِيهِ مِنۢ بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ○
(الجاثیۃ: ۲۳)

ترجمہ پھر کیا تم نے کبھی اس شخص کے حال پر بھی غور کیا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا اور اللہ نے علم کے باوجود اُسے گمراہی میں پھینک دیا اور اُس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا؟ اللہ کے بعد اب اور کون ہے جو اُسے ہدایت دے؟ کیا تم لوگ کوئی سبق نہیں لیتے؟

اس آیت میں چند مہم فوائد بتلائے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ جس طرح بے علمی گمراہی کا سبب بنتی ہے، اسی طرح کبھی علم بھی گمراہی کا سبب ہو جاتا ہے، مگر جو گمراہی علم کی راہ سے آتی ہے، اس کا نتیجہ بھی انتہائی خطرناک ہوتا ہے۔ یہ گمراہی تاریکی کی گمراہی نہیں، بلکہ روشنی کی گمراہی ہے۔ جہل کی نہیں، علم کی گمراہی ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں اسباب ہدایت سب معطل ہو جاتے ہیں، نہ کان کچھ سنتے ہیں، اور نہ آنکھیں غور و فکر

کرنے کے لیے تیار ہوتی ہیں، اور قلب میں تو حکومت ہوی کی وجہ سے حق بینی اور حق فہمی کی کوئی صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی۔ اس لیے یہاں ہدایت وتوبہ کی کوئی توقع نہیں رہتی۔ اگر اللہ تعالیٰ ہی اسباب ظاہریہ سے بالاطریقہ پر ہدایت نصیب فرمادے، تو دوسری بات ہے۔ اسی کو دوسری آیت میں بلفظ ''طبع'' ارشاد فرمایا گیا ہے:

آیت 5:۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ○ (محمد:١٦)

ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور یہ اپنی خواہشات کے پیرو بنے ہوئے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ ہوی پرست کو اتباع ہوی میں وہ مزا آتا ہے جو خدا پرست کو عبادت میں، کیونکہ جب اس نے اپنی ہوا ہی کو اپنا خدا بنالیا ہے، تو پھر اسی کی فرمان برداری اس کو خدا کی فرمان برداری نظر آنی چاہیے۔ اس لیے جتنا ایک خدا پرست ہدیٰ کے اتباع کی سعی کرتا ہے، اس سے زیادہ ایک ہوی پرست اپنی ہوی کے اتباع کے پیچھے رہتا ہے۔ اور حیرت ہے کہ راستہ کے اس اختلاف کے باوجود دونوں کے خیال میں مقصد پھر ایک ہی ہوتا ہے، یعنی خدائے قدوس کی فرمان برداری۔ اس التباس کے بعد متبع ہوی سے توبہ کی توفیق ایسی ہے جیسی کہ ایک متبع ہدیٰ سے کفر کی توقع۔ نہ وہ اپنے اسلام کو چھوڑ سکتا ہے، نہ یہ اتباع ہوی کو گمراہی لازم ہے۔

تیسری بات یہ کہ اتباع ہوی اور ضلالت لازم وملزوم ہیں۔ اسی لیے ہم نے کہا تھا کہ اتباع ہوی اور اتباع ہدیٰ دو متضاد نقطے ہیں۔ اس کا حاصل یہی تھا کہ اتباع ہوی کا نتیجہ ضلالت وگمراہی ہے۔ اسی کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے:

آیت 6:۔ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ○ (ص:٢٦)

ترجمہ (ہم نے اُس سے کہا:) ''اے داؤد! ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ لہٰذا تو لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ حکومت کر اور خواہشِ نفس کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی۔ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹکتے ہیں یقیناً اُن کے لیے سخت

سزا ہے کہ وہ یوم الحساب کو بھول گئے"۔

اس آیت میں بھی اسی مضمون کو بتلایا جا رہا ہے کہ آپ خلیفہ ہیں۔ آپ کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر اللہ ہی کے احکام نافذ کریں۔ یہی خدائی خلافت کا حق ہے، لیکن اگر آپ نے ہویٰ اور اپنی خواہش کی پیروی کی، تو پھر اللہ تعالیٰ کی راہ آپ کو نظر نہیں آسکتی، اور کیسے نظر آسکتی ہے جب کہ اس کی خاصیت اسبابِ ہدیٰ کا تعطل ہو۔

دوم: اس آیت سے جہاں ہویٰ اور ضلالت کا ربط معلوم ہوتا ہے، وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اتباعِ ہویٰ شانِ خلافت کے بھی منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ دنیا میں اس لیے آتا ہے کہ دوسروں کو بھی اسی کے راستہ پر لگائے، نہ اس لیے کہ خود ہی گم کردہ راہ بن جائے۔

تیسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہویٰ جس طرح مسائل شریعت کی فہم میں مُخل ہوتی ہے، اسی طرح حکومت عدل و انصاف، معاملہ فہمی کے لیے بھی سدّ راہ ہے، چونکہ خلیفہ کا تعلق دونوں شعبوں سے ہوتا ہے۔ اس لیے اس مرکزی نقطہ پر متنبہ رہنے کی اس کو پوری ہدایت کی گئی ہے۔ اس کی مزید تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے:

آیت 7:۔وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (المؤمنون: ۷۱)

ترجمہ اور حق اگر کہیں ان کی خواہشات کے پیچھے چلتا تو زمین اور آسمان اور ان کی ساری آبادی کا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ نہیں، بلکہ ہم ان کا اپنا ہی ذکر ان کے پاس لائے ہیں اور وہ اپنے ذکر سے منہ موڑ رہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ اتباعِ ہویٰ جس طرح نظامِ مذہب میں مخل ہے، اسی طرح نظامِ عالم کو بھی درہم برہم کرنے والا ہے۔

ان آیات کو بغور پڑھیے تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ جہاں ہویٰ کا ذکر آیا ہے۔ مذمت ہی کے سلسلہ میں آیا ہے:

آیت 8:۔اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ

الْهُدٰى ○ (النجم: ۲۳)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ لوگ محض وہم وگمان کی پیروی کر رہے ہیں اور خواہشاتِ نفس کے مرید بنے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اُن کے ربّ کی طرف سے اُن کے پاس ہدایت آچکی ہے۔

آیت بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اتباعِ ہویٰ اور اتباعِ ظن وتخمین، یہ ایک ہی نوع کی باتیں ہیں، واقعات اور حقائق سے دونوں دور دور رہتے ہیں۔

آیت9:۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ○ (محمد: ۱۴)

ترجمہ بھلا کہیں ایسا ہوسکتا ہے کہ جو اپنے ربّ کی طرف سے ایک صاف وصریح ہدایت پر ہو، وہ اُن لوگوں کی طرح ہو جائے جن کے لیے اُن کا بُرا عمل خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ اپنی خواہشات کے پیرو بن گئے ہیں۔

آیت10:۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○ (النازعات: ۴۰،۴۱)

ترجمہ اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بُری خواہشات سے باز رکھا تھا۔ پھر یقیناً جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ احترازِ ہویٰ (مذموم خواہشات سے بچنا) مورثِ خوف ہے، اور اتباعِ ہویٰ موجبِ بے خوفی۔

آیت11:۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (النجم: ۳،۴)

ترجمہ وہ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

یہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نطق دو ہی صورتوں میں منحصر کر دیا گیا ہے: ہویٰ اور وحی۔ تیسرا اور کوئی احتمال نہیں۔ اسی لیے جب ہویٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام سے منفی ہے، تو صرف اس کا وحی ہونا متعین ہے۔ معلوم ہوا کہ ہویٰ اور وحی متضاد چیزیں ہیں۔ اگر ان چند آیات پر ہی غور کرو، تو معلوم ہوگا کہ ہویٰ صرف ظنون یعنی اٹکل اور تخمین کا نام ہے، کوئی سماوی روشنی اس کے ساتھ نہیں ہوتی بلکہ اپنے اعمال کی بدتری کو اچھی صورت

میں سمجھنا اور سمجھانا اور اللہ تعالیٰ سے بے خوفی، اس کا واحد منشا ہوتا ہے۔ وحی سماوی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ضلالت و گمراہی اس کو لازم ہے۔ غرض نظامِ معیشت اور نظامِ مذہب دونوں کے لیے تباہ کُن ہے، اور شخصی مضرت کے لحاظ سے اس کا اثر انسان کے لیے اس کے اسبابِ ہدایت کا کلی تعطل ہے۔ اسی لیے اس پر ایک طرح کا توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جاتا ہے اور اس کے شفایاب ہونے کی اسی طرح توقع نہیں رہتی جس طرح کتے کاٹے شخص کی۔

ہویٰ متعدی مرض ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے۔

حدیث 19:۔ نا أَسَدٌ قَالَ: نا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زِيَادٍ، عَنْ أَبِي غَسَّانَ مُحَمَّدِ بْنِ مُطَرِّفٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، قَالَ: قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: "مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُكْرِمَ دِينَهُ فَلْيَعْتَزِلْ مُخَالَطَةَ السُّلْطَانِ، وَمُجَالَسَةَ أَصْحَابِ الْأَهْوَاءِ، فَإِنَّ مُجَالَسَتَهُمْ أَلْصَقُ مِنَ الْجَرَبِ".

(البدع والنهي عنها، ج ۲ ص ۱۰۱ رقم 127۔ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن وضاح بن بزيع المرواني القرطبي رحمه الله (المتوفى: 286ھ). تحقيق ودراسة: عمرو عبد المنعم سليم۔ الناشر: مكتبة ابن تيمية، القاهرة-مصر، مكتبة العلم، جدة-السعودية۔ الطبعة: الأولى 1416ھ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جو شخص تم میں اپنے دین کی قدر کرنا چاہے، اسے بادشاہوں سے میل جول اور اصحابِ اہواء سے علیحدہ رہنا چاہیے، کیونکہ ان کے پاس بیٹھنے سے ان کی بیماری خارش سے زیادہ اُڑ کر لگتی ہے''۔

اثر 1:۔ نا أَسَدٌ قَالَ: نا مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، قَالَ: دَخَلَ عَلَى مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ يَوْمًا رَجُلٌ فَقَالَ: "يَا أَبَا بَكْرٍ! أَقْرَأُ عَلَيْكَ آيَةً مِنْ كِتَابِ اللهِ لَا أَزِيدُ عَلَى أَنْ أَقْرَأَهَا ثُمَّ أَخْرُجَ". فَوَضَعَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ. ثُمَّ قَالَ: "أُحَرِّجُ عَلَيْكَ إِنْ كُنْتَ مُسْلِمًا لَمَا خَرَجْتَ مِنْ بَيْتِي". قَالَ: فَقَالَ: "يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنِّي لَا أَزِيدُ عَلَى أَنْ أَقْرَأَ ثُمَّ أَخْرُجَ". قَالَ: فَقَامَ

بِإِزَارِهِ يَشُدُّهُ عَلَيْهِ، وَتَهَيَّأَ لِلْقِيَامِ. فَأَقْبَلْنَا عَلَى الرَّجُلِ فَقُلْنَا: "قَدْ حَرَّجَ عَلَيْكَ إِلَّا خَرَجْتَ، أَفَيَحِلُّ لَكَ أَنْ تُخْرِجَ رَجُلًا مِنْ بَيْتِهِ". قَالَ: فَخَرَجَ فَقُلْنَا: "يَا أَبَا بَكْرٍ! مَا عَلَيْكَ لَوْ قَرَأَ آيَةً ثُمَّ خَرَجَ؟". قَالَ: "إِنِّي وَاللهِ! لَوْ ظَنَنْتُ أَنَّ قَلْبِي يَثْبُتُ عَلَى مَا هُوَ عَلَيْهِ مَا بَالَيْتُ أَنْ يَقْرَأَ. وَلٰكِنِّي خِفْتُ أَنْ يُلْقِيَ فِي قَلْبِي شَيْئًا أَجْهَدُ أَنْ أُخْرِجَهُ مِنْ قَلْبِي فَلَا أَسْتَطِيعُ".

(البدع والنهي عنها، ج ۲ ص ۱۰۶، رقم 139)

ترجمہ: حضرت ایوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک دن ایک شخص حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا، اور وہ کہنے لگا: ''اے ابوبکر! (یہ اُن کی کنیت ہے) میں آپ کے سامنے قرآن کی صرف ایک آیت تلاوت کرنا چاہتا ہوں، اسے پڑھ کر فوراً چلا جاؤں گا''۔ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کانوں میں انگلیاں دے لیں اور فرمایا: ''اگر تُو مسلمان ہے تو میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں، ابھی میرے گھر سے چلا جا''۔ اس نے کہا: ''اے ابوبکر! میں آیت پڑھنے کے سوا اور کوئی تقریر نہیں کروں گا، پھر میں چلا جاؤں گا''۔ اس پر وہ اس شخص کو نکالنے کے لیے مستعد ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ہم اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور ہم نے اس شخص سے کہا: ''انھوں نے تجھے گھر سے نکل جانے کی قسم دی ہے۔ کیا اب یہ بات تیرے لیے جائز ہے کہ تو ان کے گھر سے نہ نکلے''۔ اس پر وہ شخص گھر سے نکل گیا۔ پھر ہم نے عرض کیا: ''اے ابوبکر! آپ کے لیے کیا نقصان تھا اگر وہ شخص ایک آیت پڑھ لیتا، پھر وہ گھر سے چلا ہی جاتا؟''۔ انھوں نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر مجھے یقین ہوتا کہ میرا دل ایسا ہی مطمئن رہے گا جیسا کہ اب ہے، تو میں اُسے پڑھنے کی اجازت دے دیتا، لیکن مجھے اندیشہ یہ تھا کہ کہیں وہ آیت پڑھ کر میرے دل میں کوئی ایسا شبہ پیدا نہ کر دے، جسے میں بعد میں نکالنا چاہوں، اور نہ نکال سکوں''۔

اثر 2:۔ نا أَسَدٌ قَالَ: نا أَبُو إِسْحَاقَ الْحَذَّاءُ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ، قَالَ: "لَا تُمَكِّنُوا صَاحِبَ بِدْعَةٍ مِنْ جَدَلٍ، فَيُورِثَ قُلُوبَكُمْ مِنْ فِتْنَتِهِ ارْتِيَابًا".

(البدع والنهي عنها، ج ۲ ص ۱۰۶، رقم 140)

ترجمہ حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''بدعتی شخص سے بات چیت مت کرو، اور نہ اس سے جھگڑا کرو، وہ تمہارے دل میں فتنہ کا بیج ڈال دے گا''۔

ان آثار سے معلوم ہوا کہ صاحبِ شریعت کی حدیث میں تشبیہ کتنی پُر مغز اور حقیقت سے کتنی قریب تر تھی۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ''ہویٰ'' معنوی طور پر اپنے اندر کچھ ایسی جاذبیت رکھتی ہے کہ اُس کے آثار بعض مرتبہ غیر اختیاری ہو جاتے ہیں۔ انسان سمجھتا ہے کہ یہ چیز ناحق ہے مگر اُس کے باطل اثرات گھن کی طرح اندر ہی اندر اس کے ایمان کو کھائے جاتے ہیں، جیسا کہ جبر وقدر اور مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسائل۔ ایک اچھا خاصہ ایمان دار شخص بھی جب اس وادی میں قدم رکھتا ہے، تو کچھ دور چل کر شبہات اور وساوس کی جھاڑیوں میں الجھ کر رہ جاتا ہے، اور ہزار کوشش کے باوجود اس کا ایمان زخمی ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اسی لیے صاحبِ شریعت نے اس پُر خار وادی میں قدم رکھنے کی ممانعت کر دی ہے، مگر مصیبت تو یہ ہے کہ جتنا ادھر سے ممانعت کی تاکید ہوئی، اتنا ہی یہاں اُس کی سیر وسیاحت کا شوق بڑھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یہ دلیری اور ایمان کی پختگی کی بات نہیں، بلکہ اپنے دین کے اکرام نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اگر ہویٰ میں اتنی جاذبیت نہ ہوتی، تو اس میں فرقہ بندی کی یہ طاقت بھی نہ ہوتی۔

حدیث 20:۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْعَتَكِيُّ، حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ، عَنْ عُتْبَةَ بْنِ أَبِي حَكِيمٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ جَارِيَةَ اللَّخْمِيُّ، حَدَّثَنِي أَبُو أُمَيَّةَ الشَّعْبَانِيُّ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِيَّ، فَقُلْتُ: "يَا أَبَا ثَعْلَبَةَ! كَيْفَ تَقُولُ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ: "عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ" [المائدة: 105]؟". قَالَ: "أَمَا وَاللّٰهِ! لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْهَا خَبِيرًا، سَأَلْتُ عَنْهَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "بَلِ ائْتَمِرُوا بِالْمَعْرُوفِ، وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا، وَهَوًى مُتَّبَعًا، وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِي رَأْيٍ بِرَأْيِهِ، فَعَلَيْكَ - يَعْنِي - بِنَفْسِكَ، وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ، فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ

أَيَّامَ الصَّبْرِ، الصَّبْرُ فِيهِ مِثْلُ قَبْضٍ عَلَى الْجَمْرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِهِ"، وَزَادَنِي غَيْرُهُ قَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْهُمْ؟". قَالَ: "أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ".

(حسن:سنن أبي داود، ج٦ص٣٩٦ رقم4341؛السنۃ للمروزی رقم31؛شرح مشکل الآثار رقم 1171؛ابن حبان رقم385؛معجم کبیر طبرانی 22/(587)؛مسند الشامیین رقم753؛مستدرک حاکم رقم 7912؛ترمذی رقم3058؛ابن ماجہ رقم4014؛مشکوۃ رقم5144)

ترجمہ حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے ارشاد باری تعالیٰ:

يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○ (المائدہ:١٠٥)

ترجمہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا، اگر تم خود راہِ راست پر ہو، اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

''تم لوگوں کو نیکی کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو۔ لیکن جب دیکھو کہ لوگ بخل کی تابع داری کرتے ہیں اور خواہش نفس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ اور ہر شخص دین میں اپنی ہی رائے پر عجب کرتا ہے۔ تو پھر اپنا بچاؤ کرو اور عوام کو چھوڑ دو۔ (ان کو تبلیغ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا)۔ پھر تمہارے بعد صبر و آزمائش کا زمانہ آئے گا۔ پھر جس نے اس زمانہ میں آزمائشوں میں صبر کیا، تو وہ ایسا مشکل ہوگا جیسا کہ آگ کے انگارہ کو مٹھی میں پکڑنا۔ اُس زمانہ میں نیکی پر عمل کرنے والے کا اجر تم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا''۔

☐ یعنی دین میں انسان ماہرین کی تقلید چھوڑ کر اپنی خود رائی پر ناز کرنے لگے تو اس کو نہ تبلیغ فائدہ دے گی، نہ توبہ کی توفیق نصیب ہوگی۔ کیونکہ وہ اپنی سوچ اور اپنی رائے کو عین خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوچ جانتا ہے۔ جو شخص اس کی خود رائی کو نہ مانے، اسے

اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر کہتا ہے۔

3 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث 21:۔"إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ"۔(بخاری رقم 59)

ترجمہ "جب دینی معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کیے جائیں تو قیامت (تباہی) کا انتظار کر"۔

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کتنا سچا نکلا۔ جب سے یہ خودرائی اور ترکِ تقلید کی ہوا چلی۔ کہیں نیچری فرقہ بن گیا۔ کہیں منکرینِ حدیث، کہیں قادیانی۔ دین پر بربادی کی آندھیاں چل گئیں۔ اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے اپنے دین کی حفاظت فرمائے! بعض نااہل غیر مقلدین ایسی جسارت کرتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کی غلطیاں نکالتے ہیں اور اس گناہ کا نام تحقیق رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ:

4 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیعت لیتے تو اس میں ایک یہ بھی شرط فرماتے، جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حدیث 22:۔"وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ"(بخاری رقم 7056)

"ہم جس فن کے نااہل ہوں، اہل فن سے جھگڑا نہیں کریں گے"۔

آج ترکِ تقلید نے لوگوں کو ایسا مادر پدر آزاد کر دیا ہے کہ کوئی منکرِ حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی غلطیاں نکال رہا ہے۔ کوئی منکرِ فقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر برس رہا ہے۔ کوئی منکرِ صحابہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر مشقِ ستم کر رہا ہے۔ سب کی ایک ہی آواز ہے کہ یہ کوئی معصوم تھے؟ ہم کہتے ہیں کہ معصوم تو نہیں تھے مگر اپنے اپنے فن کے ماہر ضرور تھے اور آپ اعتراض کرنے والے نہ معصوم ہیں نہ ماہر، بلکہ محض اناڑی۔

1.11:۔ ہلاکت اور گمراہی کی وجہ خیرون القرون کی مخالفت ہے

قرآنِ مجید اور حدیث شریف کے معانی و مطالب جس طرح حضرات سلف صالحین رحمہم اللہ نے سمجھے اور بیان کیے ہیں، وہی صحیح اور درست ہیں کیونکہ اُن میں علم اور علم کا عمق، خدا خوفی اور ورع جس طرح موجود تھا۔ وہ بعد کے آنے والوں کو نصیب نہیں ہو سکا۔

زمانۂ رسالت کے قُرب کی برکت اور خیر القرون کی سعادت سے جس انداز سے وہ بہرہ ور ہوئے، وہ انہی حضرات کا حصہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر منکرین تقدیر کو نصیحت کرتے ہوئے ایسی بہترین باتیں ارشاد فرمائی ہیں جو حرزِ جان بنانے کے لائق ہیں۔ انہوں نے طویل مضمون میں ان لوگوں کے شبہات کا ازالہ فرمایا اور پوری ہمدردی اور دلسوزی سے ان کی خیر خواہی کی۔ ان لوگوں کا شبہ یہ تھا کہ اگر تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ قرآن (وحدیث) سے ثابت ہے، تو قرآنِ مجید میں ایسی آیات کیوں موجود ہیں جن سے تقدیر کی نفی ہوتی ہے۔ ان کے اس شبہ کو رد کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اثر 3:۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ، ح وحَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْمُؤَذِّنُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ دُلَيْلٍ، قَالَ: سَمِعْتُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيَّ، يُحَدِّثُنَا عَنِ النَّضْرِ، ح وحَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ، عَنْ قَبِيصَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ، عَنْ أَبِي الصَّلْتِ، وَهٰذَا لَفْظُ حَدِيثِ ابْنِ كَثِيرٍ وَمَعْنَاهُمْ، قَالَ: كَتَبَ رَجُلٌ إِلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَسْأَلُهُ عَنِ الْقَدَرِ، فَكَتَبَ: "أَمَّا بَعْدُ! أُوصِيكَ بِتَقْوَى اللهِ، وَالِاقْتِصَادِ فِي أَمْرِهِ، وَاتِّبَاعِ سُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتَرْكِ مَا أَحْدَثَ الْمُحْدِثُونَ بَعْدَ مَا جَرَتْ بِهِ سُنَّتُهُ، وَكُفُوا مُؤْنَتَهُ، فَعَلَيْكَ بِلُزُومِ السُّنَّةِ فَإِنَّهَا لَكَ- بِإِذْنِ اللهِ- عِصْمَةٌ، ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّهُ لَمْ يَبْتَدِعِ النَّاسُ بِدْعَةً إِلَّا قَدْ مَضَى قَبْلَهَا مَا هُوَ دَلِيلٌ عَلَيْهَا أَوْ عِبْرَةٌ فِيهَا، فَإِنَّ السُّنَّةَ إِنَّمَا سَنَّهَا مَنْ قَدْ عَلِمَ مَا فِي خِلَافِهَا - وَلَمْ يَقُلِ ابْنُ كَثِيرٍ مَنْ قَدْ عَلِمَ مِنْ - الْخَطَإِ وَالزَّلَلِ وَالْحُمْقِ وَالتَّعَمُّقِ، فَارْضَ لِنَفْسِكَ مَا رَضِيَ بِهِ الْقَوْمُ لِأَنْفُسِهِمْ، فَإِنَّهُمْ عَلَى عِلْمٍ وَقَفُوا، وَبِبَصَرٍ نَافِذٍ كَفُّوا، وَهُمْ عَلَى كَشْفِ الْأُمُورِ كَانُوا أَقْوَى، وَبِفَضْلِ مَا كَانُوا فِيهِ أَوْلَى، فَإِنْ كَانَ الْهُدَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ لَقَدْ سَبَقْتُمُوهُمْ إِلَيْهِ وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّمَا حَدَثَ بَعْدَهُمْ مَا أَحْدَثَهُ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَ

غَيْرَ سَبِيلِهِمْ وَرَغِبَ بِنَفْسِهِ عَنْهُمْ، فَإِنَّهُمْ هُمُ السَّابِقُونَ، فَقَدْ تَكَلَّمُوا فِيهِ بِمَا يَكْفِي، وَوَصَفُوا مِنْهُ مَا يَشْفِي، فَمَا دُونَهُمْ مِنْ مَقْصَرٍ، وَمَا فَوْقَهُمْ مِنْ مَحْسَرٍ، وَقَدْ قَصَّرَ قَوْمٌ دُونَهُمْ فَجَفَوْا، وَطَمَحَ عَنْهُمْ أَقْوَامٌ فَغَلَوْا، وَإِنَّهُمْ بَيْنَ ذٰلِكَ لَعَلَى هُدًى مُسْتَقِيمٍ، كَتَبْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ فَعَلَى الْخَبِيرِ - بِإِذْنِ اللهِ - وَقَعْتَ، مَا أَعْلَمُ مَا أَحْدَثَ النَّاسُ مِنْ مُحْدَثَةٍ، وَلَا ابْتَدَعُوا مِنْ بِدْعَةٍ هِيَ أَبْيَنُ أَثَرًا وَلَا أَثْبَتُ أَمْرًا مِنَ الْإِقْرَارِ بِالْقَدَرِ، لَقَدْ كَانَ ذَكَرَهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ الْجُهَلَاءُ يَتَكَلَّمُونَ بِهِ فِي كَلَامِهِمْ وَفِي شِعْرِهِمْ، يُعَزُّونَ بِهِ أَنْفُسَهُمْ عَلَى مَا فَاتَهُمْ، ثُمَّ لَمْ يَزِدْهُ الْإِسْلَامُ بَعْدُ إِلَّا شِدَّةً، وَلَقَدْ ذَكَرَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَيْرِ حَدِيثٍ وَلَا حَدِيثَيْنِ، وَقَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ الْمُسْلِمُونَ فَتَكَلَّمُوا بِهِ فِي حَيَاتِهِ وَبَعْدَ وَفَاتِهِ، يَقِينًا وَتَسْلِيمًا لِرَبِّهِمْ، وَتَضْعِيفًا لِأَنْفُسِهِمْ، أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ لَمْ يُحِطْ بِهِ عِلْمُهُ، وَلَمْ يُحْصِهِ كِتَابُهُ، وَلَمْ يَمْضِ فِيهِ قَدَرُهُ، وَإِنَّهُ مَعَ ذٰلِكَ لَفِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ: مِنْهُ اقْتَبَسُوهُ، وَمِنْهُ تَعَلَّمُوهُ، وَلَئِنْ قُلْتُمْ لِمَ أَنْزَلَ اللهُ آيَةَ كَذَا لِمَ قَالَ كَذَا لَقَدْ قَرَءُوا مِنْهُ مَا قَرَأْتُمْ، وَعَلِمُوا مِنْ تَأْوِيلِهِ مَا جَهِلْتُمْ، وَقَالُوا بَعْدَ ذٰلِكَ: كُلُّهُ بِكِتَابٍ وَقَدَرٍ، وَكُتِبَتِ الشَّقَاوَةُ، وَمَا يُقَدَّرْ يَكُنْ، وَمَا شَاءَ اللهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، وَلَا نَمْلِكُ لِأَنْفُسِنَا ضَرًّا وَلَا نَفْعًا، ثُمَّ رَغِبُوا بَعْدَ ذٰلِكَ وَرَهِبُوا".

(صحیح مقطوع: سنن أبی داود، رقم 4612؛ أبو بکر الآجری فی "الشریعة" ص ۲۲۳)

ترجمہ کسی شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے لکھ کر پوچھا کہ مسئلہ قدر (تقدیر) کیا ہے؟ تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''حمد وصلوٰۃ کے بعد میں تجھے خوفِ خدا اور اس کے معاملے میں اعتدال کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے اتباع کا حکم دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے جاری ہونے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دین کی وضاحت ہو جانے کے بعد جو کچھ بدعت ایجاد کرنے والوں نے نئی چیزیں ایجاد کر لی ہیں، اسے ترک

کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ تجھ پر لازم ہے کہ سنت کو اختیار کرے کیونکہ وہ بحکمِ خداوندی تیرے بچاؤ کا سبب ہے۔ پھر تجھے معلوم ہو کہ لوگوں نے جو کچھ بدعت نکالی ،اس کے خلاف اس سے قبل دلیل موجود ہے، یا اس کے باطل ہونے پر عبرت موجود ہے، کیونکہ سنت جس نے جاری کی ہے اسے معلوم تھا کہ اس کے خلاف کیا کچھ ہے، یعنی بدعت میں خطا ہے، پھسلن ہے، حماقت ہے اور تکلف ہے۔ پس تو اپنے لیے وہی پسند کر جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے لیے پسند کیا تھا۔ کیونکہ وہ علم پر قائم ہوئے تھے اور گہری نظر سے ان کو بدعات سے محفوظ رکھا گیا تھا۔ وہ یقینا گہرے مسائل کو کھولنے پر زیادہ قوی تھے۔ علم و بصیرت ان میں وافر تھے۔ اور اگر ہدایت وہ ہے جس پر تم کاربند ہو تو پھر اس کی طرف سے ان لوگوں سے آگے گزر گئے ہو۔ اور اگر تم کہو کہ یہ چیز تو ان کے بعد پیدا ہوئی، سو جس نے بدعت نکالی وہ ان کی راہ کے علاوہ دوسری راہ پر چلا اور اپنے آپ کو ان سے الگ کر لیا، کیونکہ سبقت لے جانے والے وہی ہیں اور انھوں نے اس میں کافی گفتگو کی ہے اور اس کا وہ وصف بیان کیا ہے جو شافی ہے۔ ان سے ورے کوئی تفریط نہیں اور ان سے پرے کوئی افراط نہیں۔ کچھ لوگوں نے ان سے ورے تفریط کی تو اعتدال سے نکل گئے اور کچھ لوگ ان سے اوپر گئے تو حد کو پھلانگ گئے۔ وہ (صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمہم اللہ) افراط و تفریط کے درمیان ہدایت پر تھے۔

تو نے تقدیر کے اقرار کے متعلق سوال لکھا ہے۔ سو تو نے بحکمِ خداوندی ایک خبر رکھنے والے سے دریافت کیا ہے۔ لوگوں نے کوئی بدعت نہیں نکالی اور کوئی نئی بات ایجاد نہیں کی جس کا اثر اور جس کا معاملہ زیادہ ثابت ہو جتنا کہ تقدیر کا اقرار ضروری ہے۔ اس کا ذکر زمانہ جاہلیت میں تھا جسے وہ اپنے کلام اور اشعار میں بیان کرتے تھے۔ اور فوت شدہ چیزوں پر اس کے ذکر سے اپنے آپ کو تسلی دیتے تھے۔ پھر اسلام نے اس کی شدت کو اور بڑھایا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں اس کا ذکر کیا ہے۔ مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر سنا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس میں از راہ یقین اور اپنے رب کے لیے تسلیم اور

اپنے آپ کو اس کے آگے ضعیف ثابت کرنے کے نقطۂ نگاہ سے گفتگو کی، اور اپنے کو انھوں نے اس چیز سے کمزور جانا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا جانیں کہ کوئی چیز اس کے علم سے باہر ہے اور اس کی کتاب نے اس کا احاطہ نہیں کیا ہے اور اس کی تقدیر اس میں نہیں چلی ہے اور اس کے باوجود وہ اس کی محکم کتاب میں ہے۔ اسی سے انھوں نے اسی کو لیا اور اسی سے سیکھا۔

اور اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت کیوں نازل فرمائی ہے (جس سے تقدیر کا انکار ثابت ہوتا ہے)؟ اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیوں فرمایا ہے؟ (تو اس کا جواب یہ ہے) کہ بلاشبہ قرآنِ مجید کی یہ آیتیں اور مضمون حضراتِ سلفِ صالحین رحمہم اللہ نے بھی پڑھا ہے، جیسا کہ تم پڑھتے ہو، مگر وہ اس کا مطلب سمجھ گئے اور تم نہ سمجھ سکے اور باوجود اس کے انہوں نے (پہلے ہی سے اعمال کے) لکھنے کا اور تقدیر کا اقرار کیا۔ سو جو چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں سے مقدر ہوتی ہے اور جس کو وہ چاہتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے اور جس کو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔ ہم اپنے لیے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں۔ پھر وہ راغب الی اللہ (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) بھی ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی رہے۔

تشریح مراد واضح ہے کہ قرآنِ مجید کی ان آیات سے اگر تمہیں تقدیر کا انکار معلوم ہوتا ہے تو یہی قرآنِ مجید اور اس کی آیات حضراتِ سلفِ صالحین رحمہم اللہ کے سامنے بھی تھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کو ان آیات سے نفی معلوم نہ ہوئی اور تمہیں معلوم ہو گئی ہے۔ کیسے باور کیا جائے کہ تم ان آیات کی تہ تک رسائی حاصل کر گئے اور ان پر یہ راز منکشف نہ ہو سکا۔ اگرچہ تم قرآنِ مجید کی آیات پڑھتے ہو لیکن ان کا مطلب نہیں سمجھتے اور ٹھوکر کھا جاتے ہو۔ حضراتِ سلفِ صالحین رحمہم اللہ ان کی تہ تک پہنچ گئے تو انہی کے دامن سے وابستہ رہنا ضروری اور کامیابی کی چابی ہے۔ ان سے اعراض ہلاکت خیز ہے۔ اس لیے قرآنِ مجید کی ہر آیت اور ہر حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے حضراتِ سلفِ صالحین رحمہم اللہ کا دامن تھامنا ضروری ہے اور یہی ہے نجات کا راستہ۔

تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانے میں حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر

تابعین رحمہم اللہ کا تعامل کسی مسئلے میں حجت قاطعہ شمار ہوتا تھا۔ اور احادیث کی صحت وسقم کے لیے معیار کی حیثیت رکھتا تھا۔ جو احادیث اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے تعامل کے خلاف ہوتیں، انہیں شاذ، منسوخ یا مؤوّل سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مؤطا امام مالکؒ میں جگہ جگہ تعاملِ اہلِ مدینہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور جو احادیث اہلِ مدینہ کے تعامل کے خلاف ہوں، انہیں غیر معمول بہا قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری صدی میں احادیث کے جتنے مجموعے مرتب کیے گئے۔ ان میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کے ساتھ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا تعامل بھی ذکر کیا جاتا تھا۔ لیکن خیر القرون کے بعد چونکہ یہ معیاری تعامل آنکھوں کے سامنے نہیں رہا تھا۔ اس لیے احادیث کی صحت وسقم اور ان کے معمول بہا ہونے یا نہ ہونے کا مدار صرف سند کی صحت وضعف اور راویوں کی جرح و تعدیل پر رہ گیا۔ اور روایات کے مقابلے میں تعاملِ سلف کی اہمیت نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کو خیال ہونے لگا کہ ایک ایسی روایت جس کے راوی ثقہ ہوں، اس کے مقابلے میں حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا تعامل بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کسی روایت کے راویوں کی ثقاہت و عدالت اور فہم و دیانت کو حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے تعامل پر ترجیح دے ڈالنا، نہ صرف یہ کہ صحت مندانہ طرزِ فکر نہیں ہو سکتا، بلکہ اگر اسے شیعیت اور رفض کا خفی شعبہ کہا جائے، تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ شیعیت اور رفض کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ بعد کے راویوں کے بھروسے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو نصِ نبوی کی مخالفت سے مطعون کیا جائے۔

اولاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے (اپنی استعداد کے مطابق) جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال واعمال اور احوال کو اپنے اندر ایسا جذب کر لیا تھا کہ ان کی سیرت جمالِ نبوی کا آئینہ بن گئی تھی۔ پھر وہ سنت کے ایسے عاشق تھے کہ ان کے نزدیک جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سنت دنیا ومافیہا سے زیادہ قیمتی تھی۔

ثانیاً قرآنِ کریم میں ان کے راستے کو "سَبِيْلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" کہہ کر ان کی اقتداء کا حکم فرمایا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 12:۔وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا○(النساء ۱۱۵:)

ترجمہ اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے، اور مؤمنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے۔اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے۔اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے۔اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

ثالثاً جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ، خصوصاً حضراتِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اقتداء کے بارے میں جو وصیتیں اور تاکیدیں فرمائی ہیں۔جیسا کہ اوپر کچھ نصوص بیان کر دی گئی ہیں۔

ان وجوہ کے پیشِ نظر سنتِ ثابتہ وہی ہے جس پر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظام رحمہم اللہ کا تعامل رہا۔اور جو روایت ان کے تعامل کے خلاف ہو وہ یا تو منسوخ کہلائے گی یا اس میں تاویل کی ضرورت ہوگی۔ایسی روایات جو تعاملِ سلف کے خلاف ہوں، صدرِ اول میں "شاذ" شمار کی جاتی تھیں۔اور جس طرح متاخرین محدثین کی اصطلاحی "شاذ" روایت حجت نہیں۔اسی طرح متقدمین کے نزدیک ایسی شاذ روایات حجت نہیں تھیں۔

اگر بنظرِ تعمق دیکھا جائے تو تعامل ہی کی برکت سے ہمارے دین کا نصف حصہ عملاً متواتر ہے۔اور تعامل ہی تعلیم و تعلم کا قوی ترین ذریعہ ہے۔اگر تعامل کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو محض روایات کو سامنے رکھ کر کوئی شخص نماز کا مکمل نقشہ بھی مرتب نہیں کر سکتا، جو دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے۔چہ جائیکہ پورے دین کا نظام مرتب کر دیا جائے۔اس لیے صحیح طرزِ فکر یہ ہے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کے تعامل اور روایت کو بیک وقت پیشِ نظر رکھ کر دونوں کے درمیان تطبیق دی جائے۔

یہی وہ کارنامہ ہے جو ائمہ احناف رحمہم اللہ نے انجام دیا۔ انہوں نے کسی مسئلہ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے تعامل سے صرف نظر نہیں کیا۔ لیکن بعد کے فقہاء و محدثین رحمہم اللہ کو اس معیار کا قائم رکھنا مشکل تھا۔ اس لیے انہوں نے روایات کی صحت وضعف کو اصل معیار قرار دیا۔

12.①:۔ اہلِ حق اور فرقۂ ضالّہ

حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہلِ حدیث کسی ایک مکتبِ فکر کے لوگوں کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اہلِ حدیث ان حضرات کو کہا جاتا ہے جو حدیث کے حفظ وفہم اور اس کے اتباع و پیروی کے جذبہ سے سرشار ہوں خواہ وہ فقہی طور پر کسی بھی مسلک کے پیروکار ہوں۔ اسی لیے مختلف مذاہب کے محدثین کرام رحمہم اللہ میں چند حضرات کا تعارف پیش کیا گیا ہے حتّٰی کہ چند شیعہ محدثین کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ شیعہ کا جو مفہوم اور تصور آج ہے اور ان کے جو نظریات وعقائد آج کے دور میں ہیں، حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ کے دور میں ایسے قطعاً نہ تھے۔ اسی لیے ان کے ہاں شیعہ اور رافضی دو الگ الگ اصطلاحات تھیں۔ جو حضرات باقی تمام عقائد میں اہل السنت والجماعت سے متفق ہوں، صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہوں، تو ان کو متقدمین کی اصطلاح میں شیعہ کہا جاتا ہے۔ ایسے حضرات کی نشاندہی حضرات محدثین کرام رحمہم اللہ نے ضرور کی ہے اور ان سے روایات بھی لی ہیں اور جن کے عقائد باطل ہیں مثلاً جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اماموں پر وحی کے نزول، قرآنِ کریم کی تحریف، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکفیر اور مسئلہ بداء وغیرہ کے قائل ہیں، ان کو رافضی کہا جاتا ہے۔ آج کے دور میں اپنے آپ شیعہ کہلوانے والے تمام رافضی ہی ہیں۔ آج کے دور میں متقدمین کی اصطلاح والا شیعہ شاذ ونادر ہی کوئی پایا جاتا ہو۔ اور پھر تقیہ کی چادر میں لپٹی ہوئی رافضیت میں متقدمین کی اصطلاح والا شیعہ آج کے دور میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی ملنا مشکل ہے۔ اس لیے جن شیعہ محدثین

کا ذکر کیا گیا ہے، وہ متقدمین کی اصطلاح والے شیعہ تھے۔ موجودہ دور کے شیعہ کی طرح نظریات رکھنے والے نہ تھے۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری سمجھی گئی کہ بعض حضرات مغالطہ دیتے ہیں کہ آج کے شیعہ پر علمائے اُمت جو فتویٰ لگاتے ہیں۔ اگر واقعی ان پر فتویٰ لگتا ہے تو پھر شیعہ محدثین پر بھی لگایا جائے اور ان کی روایات کو حدیث کی کتابوں سے نکال دیا جائے۔ مگر یہ صرف مغالطہ دہی ہے۔ اس لیے کہ فتویٰ کا مدار لفظ شیعہ پر نہیں بلکہ عقائد ونظریات پر ہے جن کے نظریات باطل ہیں ان پر فتویٰ صادر ہوگا اور جن کے عقائد باطل نہیں، ان پر فتویٰ صادر نہ ہوگا"۔

(طائفہ منصورہ ص ۸۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۰ھ)۔ الناشر: مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر، گوجرانوالہ)

فرقہ اہلِ حدیث (غیر مقلدین) ایک اسلامی فرقہ ہے۔ اہلِ قبلہ میں شامل ہے، مگر اہلِ حق میں شامل نہیں ہے۔ اہل السنّت والجماعت سے خارج ہے۔ اہلِ حق باجماعِ اُمت: احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ میں منحصر ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مِائۃ دُرُوس کے سبق نمبر ۹۵ میں اس کی صراحت کی ہے۔ آپ کی عبارت بعینہٖ یہ ہے:

الدرسُ الخامسُ والتسعون فی المذاهب المُنْتَحِلَةِ الی الاسلام فی زماننا: أهل الحق: منهم أهل السنة والجماعة، المنحصرون باجماع مَنْ يُعْتَدُّ بهم فی الحنفيّةِ والشافعيّةِ والمالكيّةِ والحنابلةِ، وأهل الأهواء: منهم: غير المقلدين، الذين يَدَّعُوْنَ اتباعَ الحديث، وأنّٰى لهم ذٰلك، وجَهَلَةُ الصُّوفية وأشياعهم مِنَ الْمُبْتَدِعين، وان كانَ بعضُهم فی زِيِّ العِلْمِ، والروافضُ والنيچريّةُ الذين يُضَاهِئُون المعتزلة، فايّاك واياهم، فتدنس بهواهم.

(مِائۃ دُرُوس کے سبق نمبر ۹۵ ص ۱۳۹، ۱۴۰ بحوالہ مجموعہ مقالات ج ۲ ص ۱۸۰)

ترجمہ: سبق نمبر ۹۵:

ہمارے زمانہ کے ان مذاہب کے بارے میں جو اسلام کی طرف منسوب کیے جاتے

ہیں:

1 اہلِ حق: ان میں سے اہل السنت والجماعت ہیں، جو منحصر ہیں، باجماع ان حضرات کے جن کا (اجماع میں) اعتبار کیا جاتا ہے: حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ، اور حنابلہ میں۔

2 اہلِ ہویٰ: ان میں سے:

۱ غیر مقلدین ہیں، جو کہ اتباعِ حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ انہیں اس دعویٰ کا حق نہیں ہے۔

۲ جاہل صوفی اور مبتدعین میں سے ان کے پیرو ہیں، اگرچہ بعض ان میں سے علماء کی صورت میں ہیں (یعنی فرقۂ رضاخانی)۔

۳ روافض (شیعہ)

۴ نیچری جو کہ معتزلہ کے مشابہ ہیں (یعنی عقلیت پرست ہیں)۔

لہٰذا اے مخاطب! تو ان (چاروں فرقوں) سے بچ، ورنہ ان کی خواہشِ نفسانی سے پلید ہوجائے گا۔

امداد الفتاویٰ میں صراحت ہے کہ:

"ہمارا نزاع غیر مقلدوں سے فقط بوجہ اختلاف فروع وجزئیات کے نہیں ہے۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ، شافعیہ کی کبھی نہ بنتی۔ لڑائی، دنگہ رہا کرتا۔ حالانکہ ہمیشہ صلح واتحاد رہا۔ بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہوگیا ہے۔ کن اصول میں نزاع ہے، اس کی کچھ تفصیل کتاب میں آرہی ہے۔ اور باطل فرقوں کی نفسیات میں چند باتیں داخل ہیں:

۱ حق کو اپنی ذات میں منحصر کرنا، اور دوسروں کو گمراہ، کافر اور مشرک قرار دینا۔

۲ اسلاف کے ساتھ، خواہ وہ کوئی ہوں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں، تابعین عظام رحمہم اللہ ہوں، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ ہوں، علمائے اُمت رحمہم اللہ ہوں، محدثین کرام رحمہم اللہ ہوں یا صوفیائے عظام رحمہم اللہ ہوں، سب کے ساتھ بدتمیزی، بدزبانی اور بے ادبی کرنا۔

۳ تلبیسات اور دھوکہ دہیوں سے کام لینا، دوسروں کی طرف غلط باتیں منسوب کرنا اور صحیح بات کو غلط مطلب پہنا کر مقصد برآری کرنا"۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۶۱، ۵۶۲ طبع دار العلوم، کراچی؛ ج ۴ ص ۵۲۴ طبع اکوڑہ خٹک)

باب 2

مسلکِ علماءِ دیوبند مسلکِ اہل السنت والجماعت ہے

1.②:۔اہل السنت والجماعت کا لقب

اہل السنت والجماعت کا لقب دو کلمات سے مرکب ہے: (۱) ''السنت''، (۲) ''الجماعت''۔ ان دونوں کے مجموعہ ہی سے اُن کا مسلک بنتا ہے، تنہا کسی ایک کلمہ سے نہیں۔ ''السنت'' کے لفظ سے قانون، دستور، طریقِ ہدایت اور صراطِ مستقیم کی طرف اشارہ ہے جس پر چلنے کا اُمت کو امر کیا گیا ہے:

آیت 1:۔وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ○(الانعام:۱۵۳)

ترجمہ نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اُس کے راستے سے ہٹا کر تمہیں پراگندہ کر دیں گے۔ یہ ہے وہ ہدایت جو تمہارے ربّ نے تمہیں کی ہے، شاید کہ تم کج روی سے بچو۔

''الجماعۃ'' کے لفظ سے ذواتِ قدسیہ، شخصیاتِ مقدسہ اور اہلِ صدق وصفا رہنمایانِ طریق کی طرف اشارہ ہے جن کی رہنمائی اور معیت وتربیت میں اس صراطِ مستقیم اور

راہ تقویٰ پر چلنے اور اُسے سمجھنے کا اُمر کیا گیا ہے:

آیت 2:۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (التوبۃ:۱۱۹)

ترجمہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔

جس سے واضح ہے کہ اس مسلک میں اصول وقوانین بغیر ذوات کے اور ذوات بغیر اصول وقوانین کے معتبر نہیں، جب کہ قوانین خود ہی ان ذوات کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہوئے ہیں، خود ذوات بھی اُن قوانین ہی کے ذریعہ پہچانی گئی ہیں اور واجب الاعتبار بنیں۔

جہاں سورت فاتحہ میں سوالِ ہدایت کی تعلیم فرمائی:

آیت 3:۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ (الفاتحہ:۶)

ترجمہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔

وہیں اس صراط کو مطلق نہیں چھوڑا کہ جسے تم اپنی عقل سے صراطِ مستقیم سمجھ لو، اُسے ہی اختیار کرلو، بلکہ اسے

آیت 4:۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ۔ (الفاتحہ:۷)

ترجمہ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

کی طرف منسوب کر کے یہ قید لگائی کہ وہ صراطِ مستقیم مانگو، جو انعام یافتہ ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں اس کی تشریح ہے:

آیت 5:۔ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا ○

(النساء ۶۹)

ترجمہ جو لوگ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقین رحمۃ اللہ علیہم اور شہداء رحمۃ اللہ علیہم اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین رحمۃ اللہ علیہم، شہداء رحمۃ اللہ علیہم اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم کا طریقہ ہی صراطِ مستقیم رہا ہے جو بلاشبہ ان سے وابستہ ہوئے بغیر ملنا ممکن نہیں۔ جس کے معنی اس کے سوا اور کیا

ہیں کہ صراطِ مستقیم کے ساتھ ان مقدس شخصیتوں کو بھی اختیار کرو کہ وہی تمہیں مطلوبہ صراطِ مستقیم پر لاسکتی اور چلاسکتی ہیں۔

پس سورت فاتحہ میں سوالِ ہدایت کے ساتھ ہادیانِ راہ کا ذکر کر کے بلاشبہ شخصیتوں کی معیت وملازمت کا سوال بھی دلالۃً بتلایا گیا ہے، جو شخصیاتِ مقدسہ کی تعلیم وتربیت اور معیت کے لازمی ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

2.②: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی افضلیت کی وجہ

غور کیا جائے تو یہی معیت وصحبتِ نبوی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساری اُمت پر فائق اور افضل وبرتر ہونے کی دلیل ہے کیونکہ فضلیت وبرتری کی بنیاد یہی صحبتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور معیتِ ذاتِ رسالت ہے۔ صحابی کے معنی ہی صحبت یافتہ ہونے کے ہیں، نہ کہ محض تعلیم یافتہ ہونے کے۔ اس لیے جگہ جگہ ان کی اس معیت ہی کو ان کی عظیم منقبت قرار دیا گیا ہے، جس سے وہ ساری اُمت پر افضل قرار دیئے گئے ہیں:

آیت 6: ۔مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ۔ (الفتح:٢٩)

ترجمہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم)، وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انہیں رکوع و سجود، اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔

ایک جگہ نمازِ تہجد کے سلسلہ میں فرمایا:

آیت 7: ۔اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ (المزمل:٢٠)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، تمہارا ربّ جانتا ہے کہ تم کبھی دو تہائی رات کے قریب اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے ہو، اور تمہارے ساتھیوں

میں سے بھی ایک گروہ یہ عمل کرتا ہے۔

کہیں "مُنْعَمْ عَلَيْهِمْ" کا ذکر فرماتے ہوئے ان کے اتباع کے لیے یہی معیت و رفاقت انعام قرار دی گئی ہے:

آیت 8:۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝
(النساء۶۹)

ترجمہ جو لوگ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقین رحمۃ اللہ علیہم اور شہداء رحمۃ اللہ علیہم اور صالحین رحمۃ اللہ علیہم۔ کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

اسی بنیاد پر سلف صالحین میں مستفیدین کو تلمیذ یا شاگرد کے لقب سے یاد نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ اصحاب کے لفظ سے متعارف کرایا جاتا تھا، جیسے اصحاب ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، اصحاب شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اصحاب عبداللہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ جو درحقیقت حدیث نبوی ؐ کی پیروی ہے، جیسے مؤطا امام مالک (رقم 82/29) میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے مستفیدین کو اصحاب ہی کے لقب سے یاد فرمایا ہے جیسا کہ: "بَلْ أَنْتُمْ أَصْحَابِي" کے لفظ سے واضح ہے۔ اس کی تائید اثر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے جس میں انھوں نے أُولَئِكَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (مشکوٰۃ رقم 193) فرمایا ہے۔

بہر حال حقیقی معنی میں اتباع اسلاف اور ان کے رنگوں میں رنگا جانا، ان کی صحبت و معیت اور کثرتِ ملازمت کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ اس لیے جہاں بھی اس مطلوب اتباع کا ذکر کیا گیا ہے، وہاں سندِ اتباع ان ہی مقدسین کی شخصیات کو قرار دیا گیا ہے اور ان کے اتباع پر مختلف عنوانوں سے زور دیا گیا ہے۔

کہیں فرمایا گیا:

آیت 9:۔ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ (لقمان: ۱۵)

ترجمہ اور پیروی اُس شخص کے راستے کی کر، جس نے میری طرف رجوع کیا ہے۔

کہیں انبیاء علیہم السلام تک کو اصلاحِ خلق اللہ کا حکم دیتے ہوئے یہ حکم ملا کہ مفسدوں کی سبیل اور راہ کا اتباع ہرگز مت اختیار کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو کوہِ طور پر جاتے ہوئے یہی ارشاد فرمایا تھا:

آیت 10 :۔ وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ○ (الاعراف:۱۴۲)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چلتے ہوئے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا: ’’میرے پیچھے تم میری قوم میں میری جانشینی کرنا اور ٹھیک کام کرتے رہنا اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کے طریقے پر نہ چلنا‘‘۔

ظاہر ہے کہ یہاں معیت مفسدین اور ان کے اتباع کی ممانعت میں اتباعِ صالحین کا امر پوشیدہ ہے جو ان کی معیت وصحبت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ فرمایا:

آیت 11 :۔ قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ (یونس:۸۹)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: ’’تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔ ثابت قدم رہو اور اُن لوگوں کے طریقے کی ہرگز پیروی نہ کرو جو علم نہیں رکھتے‘‘۔

اگر ’’لَا یَعْلَمُوْنَ‘‘ (جہلاء) کے اتباع سے روکا گیا ہے تو اس کے معنی ’’اَلَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ‘‘ (اہلِ علم) کے اتباع و پیروی کے حکم کے ہے، کیونکہ کسی چیز کی ممانعت کے معنی اصولاً اس کی ضد کے امر کے ہوتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے بارے میں عوام سے خوف نہیں کھایا ہے بلکہ بہ نسبت قسم کے خواص سے کھایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

حدیث 1 :۔ عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّمَا أَخَافُ عَلَى أُمَّتِي الْأَئِمَّةَ الْمُضِلِّيْنَ وَإِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ". رَوَاهُ أَبُوْ دَاوُدَ وَالتِّرْمِذِيُّ. (مشکوٰۃ رقم 5394)

ترجمہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’مجھے اپنی

اُمت کے حق میں گمراہ کن پیشواؤں کا ڈر ہے اور جب میری اُمت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر قیامت تک رُکے گی نہیں"۔

اور وہ دو ہی نوعیں ہیں: ایک عالم بلاسند اور ایک عابد جاہل۔ اسی لیے علماء نے انہی دو نوعوں سے بچتے رہنے کی ہدایت کی ہے۔ علماء متقدمین کا عام مقولہ تھا:

كَانَ السَّلَفُ يَقُولُونَ: احْذَرُوا مِنَ النَّاسِ صِنْفَيْنِ: صَاحِبَ هَوًى فَتَنَهُ هَوَاهُ، وَصَاحِبَ دُنْيَا أَعْمَتْهُ دُنْيَاهُ. (اقتضاء الصراط المستقیم، ج ۱ ص ۹۱)

ترجمہ: دو قسم کے لوگوں سے بچو: ایک عالم سے جس کو اُس کی ہوائے نفسانی نے فتنہ میں ڈال رکھا ہو (کہ جو کچھ سمجھتا یا کہتا ہو، وہ ہوائے نفس اور ذاتی مقصد ہی سے کہتا ہو)، اور ایک عابد اور درویش سے جسے اس کی دنیا طلبی نے اندھا کر رکھا ہو (اور اس کی بات بات میں دنیا طلبی چھپی ہوئی ہو)۔

3.②:۔ اُمم سابقہ اور اُمتِ محمدیہ کا تقابل

اُمم سابقہ اور اُمت محمدیہ کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے، تو ان کی ساری گمراہیاں اور افراط وتفریط کی وہ تمام صورتیں جو اقوامِ ماضیہ اور یہود ونصاریٰ میں راہ پا گئی تھیں، اس اُمت (امت محمدیہ) میں بھی رونما ہونا یقینی تھا، جب کہ لسان نبوت پر اُس کی اطلاع دے دی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا:

حدیث 2:۔ حَدَّثَنَا رَوْحٌ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَتَتَّبِعُنَّ سَنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ، لَتَبِعْتُمُوهُمْ". قُلْنَا: "يَا رَسُولَ اللهِ! الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى؟". قَالَ: "فَمَنْ؟".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد رقم 11800؛ الطیالسی رقم 2178؛ البخاری رقم 7320,3456؛ مسلم رقم 2669؛ ابن أبي عاصم فی "السنة" رقم 74؛ ابن حبان رقم 6703؛ الخطیب فی "الفقیہ والمتفقه" 155/1؛ البغوی فی "شرح السنة" رقم 4196)

حدیث3:۔حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بَاعًا بِبَاعٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، وَشِبْرًا بِشِبْرٍ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا فِي جُحْرِ ضَبٍّ لَدَخَلْتُمْ مَعَهُمْ". قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللهِ! الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى؟". قَالَ: "فَمَنْ إِذًا".

(صحیح: مسند احمد رقم 9819؛ ابن أبي شيبة 102/15، ابن ماجہ رقم 3994، ابن أبي عاصم في "السنة"، رقم 72)

ترجمہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم اپنے سے پہلوؤں کی ہُو بہُو پیروی کرو گے، بالشت بالشت بھر، ہاتھ ہاتھ (یعنی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی بات میں)، یہاں تک کہ اگر کوئی (ان میں سے) گوہ کے سوراخ میں گھسا (یعنی عبث اور لغو فعل کیا)، تو تم بھی اس میں داخل ہو گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو پھر اور کون مراد ہیں؟''۔

دوسری روایت میں خصوصیت سے یہود و نصاریٰ کی تصریح کر کے اس تشبہ کی اس سے بھی زیادہ بُری اور ناپاک ترین صورت ظاہر فرمائی گئی:

حدیث4:۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ الْأَفْرِيقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً". قَالُوا: "وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟". قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي". هٰذَا حَدِيثٌ مُفَسَّرٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. (ترمذی رقم 2641؛ مشکوۃ رقم 171)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بلاشبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے مستثنیٰ ہوں گے)''۔

4.②:۔اُمت میں مختلف فرقوں کا ظاہر ہونا

اس اُمت میں وہ طبقہ بھی پیدا ہوا، جس نے یہود کی طرح شخصیاتِ مقدسہ سے دامن جھٹک کر بزعمِ خود صرف کتاب اللہ سے جوڑ لگایا۔

پہلا طبقہ

1 جس میں پہل خوارج نے کی اور ''إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ'' کا نعرہ لگا کر اپنی مزعومہ روشن خیالی کے تحت کتاب اللہ کے حروف ونقوش کی مرادات کو اپنی عقلِ نارسا اور غیر تربیت یافتہ ذہنی خودرائی سے حل کر لینے کو کافی سمجھ لیا، اور شخصیاتِ مقدسہ اور مُربی ذوات سے کٹ گئے، اور نہ صرف ان سے گریز ہی کیا بلکہ کُھل کر ان کے مقابل بھی آ گئے، تا آنکہ ان کا موضوع ہی کتاب اللہ کا نام لے کر شخصیاتِ مقدسہ کا استیصال ٹھہر گیا، خواہ زبان وقلم سے ہو، یا تلوار سے۔

آیت 12:۔فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ○(البقرہ:۸۷)

ترجمہ کسی کو جھٹلایا اور کسی کو قتل کر ڈالا!۔

اس کا طبعی نتیجہ یہی ہوسکتا تھا اور یہی ہوا کہ ان میں علمی فتنہ پھیلا، وساوس اُبھرے اور اُس کی سب سے پہلی زد عقائد پر پڑی، جب کہ انھوں نے عقائد کا استفادہ نقلِ صحیح کے بجائے عقلِ سقیم سے کرنا شروع کر دیا اور وحیِ خداوندی کو اپنی عقلوں کے تابع بنا لیا، یہاں تک کہ متشابہات تک میں بھی عقلی گھوڑے دوڑائے اور ان کے مَن مانے معنی خود سے متعین کیے۔ جس سے عقائد میں ان کے نقشِ قدم پر بعد کے آنے والوں میں بھی عقلِ خام کی امامت میں کتنے ہی فرقے اُبھر گئے جو متضاد قسم کے عقائد وافکار کے دلدل میں پھنسے اور پھنس کر رہ گئے۔

2 کوئی ''قدریہ'' بنا، جس نے اللہ کی قدرت اور اس کی تخلیق تک کو خالق ومخلوق میں برابر برابر بانٹ دیا، اور بندوں کو اپنے افعال کا خالق تسلیم کر لیا۔

3 کوئی ''جبریہ'' بنا، جس نے بندوں کو اینٹ پتھر کی طرح مجبورِ مطلق مان کر ان کا وہ اختیار بھی سلب کر لیا، جسے نقلِ صحیح ہی نہیں، بلکہ حِس بھی مانے ہوئے تھی۔

4 کوئی ''مجسمہ'' بنا، جس نے خدا کے اجزاء واعضاء بندوں جیسے تسلیم کر لیے۔

5 کوئی ''مشبہہ'' بنا، جس نے اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیا اور مخلوق کی صفات تک اس کی طرف منسوب کیں۔

6 کوئی ''معطلہ'' بنا، جس نے صفاتِ خداوندی کا سرے سے ہی انکار کر کے ذات کو صفاتِ کمال سے خالی اور معرّیٰ مان لی اور اسی کو توحید تصور کر لیا۔

7 کوئی ''لَا اَدرِیہ'' بنا، جس نے پورے عالم اور ساری کائنات کی حِسی موجودگی ہی کا انکار کر کے اسے محض خیالی اور وہمی بتایا۔

دوسرا طبقہ

1 بعض متاخرین طبقوں نے ان متقدم طبقات کے نقشِ قدم کو لے کر بغیر کسی تاویل وتوجیہ کے صفائی سے یہ اعلان کر دیا کہ جب قرآن ابدی قانون ہے اور ہر زمانہ کی ضروریات اور نظریات مختلف ہوتے ہیں، تو ہم اس میں مختار کیوں نہیں کہ آیات قرانیہ کو وقتی حوادث کے تحت اپنے وقتی افکار وخیالات پر ڈھال لیں، اور جو مناسب

وقت معانی ہو، حوادث کے مناسب سمجھیں، ان ہی کو آیاتِ قرآنی کا مصداق سمجھیں۔ اس لیے ہمیں ان محدودُ الخیال علماء کی ضرورت ہے اور نہ تنگ نظر مُربّیوں کی حاجت۔ ہم اور ہماری عقل آزاد ہے، نقوشِ قرآنی سے جو بھی مناسبِ وقت مطلب لینا چاہیں، وہ لے سکتے ہیں۔

2 غرض جتنی عقلیں تھیں، اُتنے ہی مذہب بن گئے اور ان عقلوں نے جب کہ وہ خود ہی امام اور خودکار بن گئیں، تو کتاب اللہ کو بھی اسی خودکاری سے اپنے تخیلات کا کھلونا بنا لیا، یہاں تک کہ اس خود رائی اور ذہنی بے باکی سے فنونِ دینیہ پر بھی ہاتھ صاف ہونے لگے۔ کسی نے قرآنی آیات میں معنوی تحریف کی اور آیات کے معانی تبدیل کر کے الحاد کا ثبوت دیا:

آیت 13:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ (حم سجدہ: ۴۰)

ترجمہ جولوگ ہماری آیات کو اُلٹے معنی پہناتے ہیں وہ ہم سے کچھ چھپے ہوئے نہیں ہیں۔

3 کسی نے اسماء وصفات کے مرادی معنی چھوڑ کر اپنے مَن مانے معانی کا ملحدانہ اختراع کیا:

آیت 14:۔ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ؕ سَیُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف: ۱۸۰)

ترجمہ اللہ اچھے ناموں کا مستحق ہے، اس کو اچھے ہی ناموں سے پکارو اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے نام رکھنے میں راستی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں اس کا بدلہ وہ پا کر رہیں گے۔

4 اگر حدیث ان اختراعات میں حارج ہوئی تو کسی نے حدیث کا انکار کر دیا کہ وہ حجت شرعی ہی نہیں۔ گویا قولِ پیغمبر ﷺ بھی ان کی عقلوں کے مقابلے میں حجت نہیں!!۔

5 پھر ان الحادات میں فقہی جزئیات اور اصول تفقہ آڑے آئے تو کسی نے فقہ کا انکار کر دیا۔ گویا یہ دعویٰ کیا کہ جب ہم خود فقیہ ہیں تو ہمیں پچھلوں کی فقہ کی کیا ضرورت ہے؟ اس سارے الحاد کا منشاء وہی یہودیانہ علمی غرور اور عقلی استکبار تھا، جس کا نتیجہ جحود وانکار

کے سوا دوسرا نہ تھا، جو مقدس شخصیات کی تربیت اور ان کے اتباع سے گریز کر کے محض کتاب پر اکتفا کر لینے سے نمایاں ہوا۔ قرآن حکیم نے اس تخیلاتی علم کی قلعی کھولتے ہوئے اسے دنیا طلبی، دنیا سازی، عدمِ ذکر اور غفلت و ضلالت کا نتیجہ قرار دیا اور اس سے اعراض اور اجتناب کرنے کی ہدایت فرمائی:

آیت 15: ۔فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ۞ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ۞ (النجم: ۲۹، ۳۰)

ترجمہ: پس اے نبی ﷺ! جو شخص ہمارے ذکر سے منہ پھیرتا ہے، اور دنیا کی زندگی کے سوا جسے کچھ مطلوب نہیں ہے، اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو۔ اِن لوگوں کا مبلغِ علم (علم کی رسائی) بس یہی کچھ ہے۔ یہ بات تیرا ربّ ہی زیادہ جانتا ہے کہ اُس کے راستے سے کون بھٹک گیا ہے اور کون سیدھے راستے پر ہے۔

دوسری جگہ دوسرے عنوان سے اس علم کو سطحی، نمائشی اور ہم پلہ جہالت قرار دیا، اور اس کا منشا آخرت سے غفلت اور دنیوی زندگی میں انہماک اور اس میں مستغرق ہو جانا بتلایا:

آیت 16: ۔یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۞ (الروم: ۷)

ترجمہ: لوگ دنیا کی زندگی کا بس ظاہری پہلو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ خود ہی غافل ہیں۔

تیسرا طبقہ

ادھر تیسرا طبقہ وہ بھی نمودار ہوا، جس نے کتاب اللہ کو چھوڑ کر بزرگانِ دین اور شخصیات مقدسہ کی گہری عقیدت کے تحت کتاب الٰہی کو کتابِ ساکت اور شخصیات کو کتاب ناطق کہہ کر ان کے ہر قول و فعل، ہر قال و حال اور ہر شخصی کردار کو اپنا دین بنا لیا۔ اس میں پہل ''روافض'' نے کی، جن کا مذہب ہی شخصیت پرستی اور خاندان نوازی تھا۔ انھوں نے اہل بیت رسول ﷺ کی محبت کا نام لے کر دوسرے اکابر صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم تک کو نفاق اور دغل و فصل کا ہدف بنایا۔ ان پر لعن طعن اور تبرّا تک کو عین دین سمجھا اور ان کے مقابلہ میں اپنے چند معتقد فیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم تک قرار دے دیا، یہاں تک کہ خدا کی بھیجی ہوئی شریعت میں بنامِ امامت ان کے لیے تصرف اور تغیر و تبدّل کر لینے کا حق بھی تسلیم کر لیا جو نبیٔ شریعت کو بھی نہیں ملا تھا، جس سے حقیقی ربّ تو چھوٹ گیا اور شخصیاتِ مقدسہ ہی ''اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ'' کے مقام پر آ گئیں، جو نصاریٰ کا رویہ تھا۔

پھر ان کے نقشِ قدم پر محبتِ اولیاء کے نام سے کتنے ہی فرقے گروہی تعصّب کے ساتھ کھڑے ہو گئے، جنھوں نے اولیاءِ اُمّت کی محبت و عظمت کو عبادت کی حدود تک پہنچا دیا اور توحید کے نام سے کھلے شرک کا کارخانہ بپا کر دیا۔ زندہ بزرگوں کی تو سجدۂ تعظیمی کے نام سے پرستش ہونے لگی، اور فوت شدہ بزرگوں کی سجدۂ قبور سے پوجا شروع ہو گئی، ان کی قبروں کا طواف تک کیا جانے لگا۔ ان کے مزارات پر اعتکاف بھی شروع ہو گیا۔ ان سے استغاثے بھی کیے جانے لگے، ان کے نام کی منتیں بھی گزاری جانے لگیں، ان سے مرادیں بھی مانگی جانے لگیں، ان کی قبروں پر نذر و نیاز اور قربانیاں بھی دی جانے لگیں، انھیں مخاطب بنا کر ندائیں بھی کی جانے لگیں، ان سے ''شَيْئًا لِلّٰهِ'' کی پکار بھی کی جانے لگی، یہاں تک کہ ان کی معبودیت کے اظہار کے لیے اولاد کے ناموں میں بھی عبدیت کی نسبت اختیار کی جانے لگی، اور ''عبد الرسول، عبد النبی، عبد المصطفیٰ اور عبد الحسین'' وغیرہ نام تک رکھے جانے لگے، جیسے زمانۂ جاہلیت میں بتوں کے نام سے ''عبد العزیٰ، عبد اللات، عبد المنات'' وغیرہ نام رکھے جاتے تھے۔

آیت 17:۔ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ○ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ○ (النجم: ۱۹، ۲۰)

ترجمہ اب ذرا بتاؤ، تم نے کبھی اس لات، اور اس عزّیٰ پر کچھ غور کیا ہے، اور تیسری ایک دیوی منات کی حقیقت پر کچھ غور بھی کیا ہے۔

ان ناموں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل دیا تھا، اور اس غیر اللہ کی مصنوعی عبدیت کو مٹایا۔ آخر کار ان شرکیہ افعال کے اثرات یہاں تک پہنچ گئے کہ اگر ان ''اَرْبَابًا مِّنْ

دُوْنِ اللهِ ‘‘ اور محلاتِ شرک کا ذکر آئے تو چہرے فرطِ مسرت سے کھلنے لگیں، اور رب حقیقی اور اس کی توحید کا ذکر آئے، تو چہرے سکڑنے لگے:

آیت 18:۔ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ (الزمر:۴۵)

ترجمہ جب اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل کُڑھنے لگتے ہیں، اور جب اُس کے سوا دوسروں کا ذِکر ہوتا ہے تو یکایک وہ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہاں توحید بیزار اور شرک پسند شعار، یا کتاب بیزار اور شخصیت گُسار طبقوں میں کتاب اللہ اور سنّت رسول اللہ ﷺ تو پسِ پُشت ہو گئی اور رجال اللہ پیش پیشانی آگئے اور نوعیت یہ بن گئی:

آیت 19:۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ (یوسف:۱۰۶)

ترجمہ ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھیراتے ہیں۔

پس ایک فرقہ شبہات کا شکار ہو گیا اور ایک شہوات میں مبتلا ہو گیا، ایک میں علمی فتنہ پھیلا اور ایک میں عملی فتنہ رُونما ہوا۔ ایک کتاب اللہ سے کٹ کر شخصیات کا ہو رہا، اور ایک مُربی شخصیات سے بچھڑ کر کتاب کے نقوش و رسوم تک رہ گیا، ایک تکبر اور علمی غرور کے راستے سے گمراہ ہوا، اور ایک تذلّلِ نفسی اور ذہنی پستی کے راستے سے بے راہ ہوا۔ ان دونوں طبقوں کے بارے میں جو یہودی افراط اور نصرانی تفریط کا نمونہ ہیں، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ کیسا صادق آرہا ہے:

قَالَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ: كَانُوا يَقُولُونَ مَنْ فَسَدَ مِنَ الْعُلَمَاءِ فَفِيهِ شَبَهٌ مِنَ الْيَهُودِ وَمَنْ فَسَدَ مِنَ الْعِبَادِ فَفِيهِ شَبَهٌ مِنَ النَّصَارَىٰ.

(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ ج ۲۲ ص ۳۰۷)

ترجمہ جو ہمارے علماء میں بگڑا، اس میں یہود کی مشابہت ہے، اور جو ہمارے عبادت گزاروں اور درویشوں میں بگڑا، اس میں نصرانیت کی مشابہت ہے۔

بالآخر نتیجہ وہی نکل آیا کہ ہدایت کے ان دونوں قرآنی عنصروں (قانون وشخصیت) میں سے کسی ایک سے بھی کٹ جانا ساری گمراہیوں اور علمی وعملی فتنوں کی جڑ ہے۔ اسی کے علاج کے طور پر علماء سلف رحمہم اللہ یہ مقولہ حکیمانہ ہے:

كَانَ السَّلَفُ يَقُولُونَ: احْذَرُوا مِنَ النَّاسِ صِنْفَيْنِ: صَاحِبَ هَوًى فَتَنَهُ هَوَاهُ، وَصَاحِبَ دُنْيَا أَعْمَتْهُ دُنْيَاهُ.

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، ج۱ ص۱۱۹)

ترجمہ — دو قسم کے لوگوں سے بچو: ایک عالم سے جس کو اُس کی ہوائے نفسانی نے فتنہ میں ڈال رکھا ہو (کہ جو کچھ سمجھتا یا کہتا ہو، وہ ہوائے نفس اور ذاتی مقصد ہی سے کہتا ہو)، اور ایک عابد اور درویش سے جسے اس کی دنیا طلبی نے اندھا کر رکھا ہو (اور اس کی بات بات میں دنیا طلبی چھپی ہوئی ہو)۔

بہر حال جب کہ ہدایت واستقامت اور عدل واعتدال ان ہی دو عنصروں کے جمع رکھنے میں منحصر تھا، اور اسی جمع بین الثقلین کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں اُمت کے لیے چھوڑا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی سے بچانے کے لیے انہی دو عنصروں (قانون وشخصیت) کے جمع رکھنے میں ہدایت کو منحصر فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیث 5:۔ مَالِكٌ، أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ".

(الموطأ، ج۵ ص۱۳۲۳ رقم 678/3338)

حدیث 6:۔ أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، أَخْبَرَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْفَضْلِ الشَّعْرَانِيُّ، ثنا جَدِّي، ثنا ابْنُ أَبِي أُوَيْسٍ، ثنا أَبِي، عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ الدِّيلِيِّ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِهِ فَلَنْ تَضِلُّوا أَبَدًا: كِتَابَ اللهِ، وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ".

(السنن الکبری بیہقی ج۱۰ص ۱۹۴، ۱۹۵رقم 20336؛الاعتقاد والھدایۃ إلی سبیل الرشاد علی مذھب السلف وأصحاب الحدیث بیہقی، ص۲۲۸؛السنۃ للمروزی ص ۲۶رقم 68؛المستدرك علی الصحیحین ج۱ص۱۷۱رقم 318)

حدیث 7:۔حَدَّثَنَا سَعِیدُ بْنُ عُثْمَانَ، نا أَحْمَدُ بْنُ دُحَیْمٍ، نا مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِیمَ الدَّیْبُلِیُّ، نا عَلِیُّ بْنُ زَیْدٍ الْفَرَائِضِیُّ، نا الْحُنَیْنِیُّ، عَنْ كَثِیرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ، عَنْ أَبِیهِ، عَنْ جَدِّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "تَرَكْتُ فِیكُمْ أَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِیِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ"۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج۱ص۷۵۵رقم 1389)

ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں نے دو(۲) اَمر تم میں چھوڑے ہیں، جب تک تم اُن سے تمسک کرتے رہو گے، گمراہ نہ ہو گے: کتاب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت''۔

کتاب سے قانون کی طرف اور ''سنت رسول ﷺ'' سے ذواتِ اقدس اور نمونۂ عمل کی طرف صاف اشارہ موجود ہے، جس سے ہدایت کے یہ دونوں عنصر (کتاب اور معلّمِ کتاب) نمایاں ہیں۔

چوتھا طبقہ

اسی طرح اُمت میں وہ چوتھا طبقہ بھی رُونما ہوا، جو اِدھر تو معلّم ومربی شخصیات سے بے تعلق ہونے کی وجہ سے منصوص معیاری شخصیتوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی معیاریت کو بھی ماننے کے لیے تیار نہیں، جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے نزدیک وہ خود ہی اپنا معیار ہے۔ سلف میں سے اگر کسی کا قول یا مقالہ خود اُس کے اپنے معیار پر پورا اُتر جائے تو قابلِ تسلیم ہے، ورنہ قابلِ ردّ ہے، خواہ اس روش سے شخصیاتِ مقدسہ اور سلف کی عظمت برقرار رہے، یا زائل ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ جب سلف کے آثار واقوال ''فہمِ مراد'' میں حجت نہ ہوں، تو ظاہر ہے کہ

کتاب وسنّت کو حل کرنے کی روشِ خودرائی اور کاغذ بینی ہی باقی رہ جاتی ہے، خواہ ماثور مرادات برقرار رہیں، یا نہ رہیں۔ نیتوں کا حال تو حق تعالیٰ ہی جانتے ہیں، لیکن جہاں تک ان ظواہر افکار اور نظریات اور ان سے پیدا کردہ، یا محض لفظوں کی مدد سے اخذ کردہ مسائل کا تعلق ہے، جن میں نہ مُربیوں کی تعلیم وتدریس کا دخل ہو، نہ ان کی تمرین وتربیت کا واسطہ ہو، اور نہ ہی ان میں وہ متوارث ذوق شامل ہو، جس کے لیے ذاتِ نبوی کی خاص صفت ''وَیُزَکِّیۡهِمۡ'' ارشاد فرمائی گئی ہے، جس کے ذریعہ سلف اور خلف نے کتنی کتنی ریاضاتِ شاقہ اور مجاہدات سے اپنے نفوس کو بہ تربیت مُربیانِ قلوب کو مانجھا، اور با استقامت بنایا، اور جو سلف سے خلف کو منتقل ہوتا رہا ہے، تو ان تخیلاتی مرادات اور مفاہیم کو سوائے مرادات نفس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے؟ اس وجہ سے مسائل دین کے حل واخذ کی یہ مزعومہ بنیادیں جو عرض کردہ عناصر سے خالی ہوں، اہل سنّت کے اس مسلّمہ طریق کے مکمل طور پر خلاف ہے، اور فہمِ شریعت کے اس مُرکب قرآنی اصول (جمع کتاب اور معلم کتاب) یا تعلیم وتربیت نفوس یا علم وعشق سے ہٹی ہوئی ہے، جو اُمت کا مسلوک راستہ رہا ہے۔

5.②:۔اہل السنت والجماعت کی خصوصیات

کتاب ومعلّمِ کتاب میں سے کسی ایک سے انقطاع اور دوسرے سے غالیانہ جوڑ اور یہود ونصاریٰ کی افراط وتفریط سے بچ کر اگر کوئی طبقہ ان دونوں عنصروں سے پوری عقیدت وعظمت اور کمالِ اعتدال کے ساتھ پیروی کا تعلق قائم کیے ہوئے ہے، تو وہ صرف اہل السنت والجماعت کا طبقہ ہے، جو نہ کتاب اللہ کو معلّمینِ کتاب اور مُربیانِ نفوس کی تعلیم وتربیت کے بغیر سمجھنے کی بلا میں گرفتار ہے کہ خدائی قانون کو اپنی آراء اور نظریات کا کھلونا بنالے، اور نہ مُربیوں کی غلو زدہ عقیدت ومحبت کا شکار ہے کہ ان کے ہر شخصی حال وقال اور کردار وگفتار کو قانون کی حیثیت دیتا ہو۔

چنانچہ ان رجالِ اہل السنت والجماعت اور ان کی تمام شخصیاتِ مقدسہ کے مُورثِ اعلیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کی عظمت ومحبت کے بعد سلفِ صالحین میں سب

سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ذواتِ قدسیہ (جو اوّلین راویانِ دین اور موصلانِ ایمان ویقین ہیں) نہ صرف عقیدت ومحبت ہی کا جذبہ دلوں کی گہرائی میں لیے ہوئے ہیں، بلکہ ان کی محبت کو بھی حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں اور اسے تکمیلِ ایمان کا وسیلہ سمجھتے ہیں، کیونکہ ان کی محبت درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی فرع اور اسی سے وجود یافتہ ہے، جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے ارشاد فرمایا ہے:

حدیث 8: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ أَبِي رَائِطَةَ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَللهَ! أَللهَ! فِي أَصْحَابِي. لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ، وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي، وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ، وَمَنْ آذَى اللهَ فَيُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ". هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. (ترمذی رقم ۳۸۶۲)

ترجمہ حضرت عَبْدُ اللهِ بْنُ مُغَفَّلٌ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ سے ڈرو! اللہ سے ڈرو! میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملہ میں۔ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارہ میں۔ نہ تنقید کرنا ان پر میرے بعد۔ کیونکہ جس نے ان سے محبت کی، اس نے میرے ساتھ محبت کی وجہ سے محبت کی۔ جس نے ان سے بغض رکھا، اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے ان سے بغض کیا۔ جس نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف دی تو (وہ یہ سمجھ لے کہ) اس نے مجھے تکلیف دی، جس نے مجھے تکلیف دی، تو اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو تکلیف دی تو قریب ہے کہ وہ اس کو پکڑ لے (یعنی دنیا ہی میں، ورنہ آخرت میں تو پکڑ یقینی ہے)''۔

□ اس حدیث کی رُو سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت وعداوت کا منشاء درحقیقت محبت وعداوتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس لیے اگر محبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان کے لیے ضروری ہے، تو محبتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تکمیلِ ایمان کے لیے ضروری ہے۔ اگر محبتِ نبوی اصلِ ایمان ہے، تو محبتِ صحابہ رضی اللہ عنہم فرعِ ایمان ہے اور فرع کی محبت اصل ہی کی محبت سمجھی

جاتی ہے، جس کی بنیاد اس کے سوا دوسری نہیں کہ جو اسباب محبت حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات میں بطورِ اصل کے ہیں، وہی آپ ﷺ کے فیضانِ صحبت سے جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بطورِ فرع کے جمع ہیں۔ اس لیے قرآنِ حکیم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پورے طبقہ کو من حیث الطبقہ مقدس، پاک باطن، پاک ضمیر، راشد و مرشد، راضی و مرضی اور ہادی و مہدی اور مطاع و متبوع قرار دیا ہے، جس سے اہل السنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے:

الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ۔

(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، ج ۲ ص ۶۴۰)

(دعاوی المناوئین لشیخ الإسلام ابن تیمیة رحمه الله عرض ونقد ص ۴۹۹)

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب (بلا استثناء) عادل و متقن ہیں۔

اہل السنت والجماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تخطیہ و تنقیص (خطا اور نقص نکالنے) کو فسق جانتے ہیں اور اس کے مرتکب کو لائقِ تعزیر سمجھتے ہیں۔ غور کیا جائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عدالت و اتقان، یہ تقویٰ باطن، یہ راضی و مرضی ہونا اور بہ نصِ حدیث نبوی ﷺ ان کا زیرِ حمایت نبوی ﷺ ہونا کہ کوئی میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برائی، یا سب و شتم، یا لعن طعن سے یاد نہ کرے، ان کا وہ جمالِ ظاہر و باطن ہے جس نے ان کی محبت کو مسلمانوں کی طبیعتِ ثانیہ بنا دیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ فرمان کتنا واضح ہے:

حدیث 9: حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِ الأَعْمَشِ، قَالَ: سَمِعْتُ ذَكْوَانَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي، فَلَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ، ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ أَحَدِهِمْ، وَلَا نَصِيفَهُ"۔

(بخاری رقم 3673؛ مسلم رقم 221_2540)

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا نہ کہنا کیونکہ اگر کوئی تم میں سے احد پہاڑ کی

مقدار سونا راہِ خدا میں صرف کرے تو اس کو وہ ثواب نہیں ملے گا جو کسی صحابی کو تین پاؤ جو کی مقدار یا اس کا نصف خرچ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے"۔

☐ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اہل السنت والجماعت کا تعلق محض تاریخی یا روایتی یا محض استنادی نہیں، بلکہ عشقی ہے۔ اس لیے وہ اُنھیں محض مقتداء ہی نہیں، بلکہ محبوب القلوب بھی مانتے ہیں اور ان کے اس جمال پر فریفتہ بھی ہیں۔ اس مرحلہ پر پہنچ کر اہل السنت والجماعت رافضیت اور خارجیت دونوں سے علیحدہ ہو جاتے ہیں، کیونکہ ان کے یہاں یہ سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء نہ عدول و متقن ہیں، نہ پارسا، اور نہ سب کی محبت سوائے ان کے چند معتقد فیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ضروری ہے۔ ساتھ ہی حدیث بالا کی رُو سے یہ مسئلہ بھی با آسانی حل ہو جاتا ہے کہ دعویٰ محبت و عقیدت کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قابلِ تنقید نہیں ہو سکتے۔ شرعی اور فقہی حکم تو اپنی جگہ ہے، اخلاقی اور عقلی نقطہ نظر سے بھی محبت اور تنقید کا جمع ہونا ضدین کا جمع ہونا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسوٹی ہو کر اُمت کے حق میں ناقد ہیں، نہ کہ منقود۔ وہ اس اُمت کے بہتر (۷۲) فرقوں کے حق و باطل پہچاننے کا معیار ہیں، نہ کہ فرقے یا پارٹیاں ان کے حق میں معیار ہیں۔ اس لیے یہ عظمائے اُمت اور محبوب القلوب افراد مذکورہ حقیقت کی رُو سے تنقید سے بلا شبہ بالاتر ہیں، اور بالاتر سمجھنے کی پہلی کڑی ان کی بلا استثناء "محبت و عقیدت اور مطاوعت" ہو گی، نہ کہ بنامِ تنقید ان کی تنقیص اور تغلیط۔ البتہ ان کے مختلف اقوال میں ترجیح و انتخاب کا حق مُبصرین (اہل بصیرت) کو سکتا ہے، جو سندِ متصل کے ساتھ بذریعہ درس و تدریس، علم و عمل اور اخلاق حاصل کیے ہوئے ہوں، جیسے خود حدیثِ متعارضہ میں ائمہ فقہ و حدیث کو ترجیح کا حق ہے، لیکن اس کا نام تنقید نہیں، اور یہ حق بھی علمائے مُبصرین کو ہو گا، نہ کہ ہر کس و ناکس کو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حد تک تو یہ فرقہ اسلامی فرقوں کے حق میں معیارِ حق رہا، جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذاتِ اقدس کے ساتھ مُلحق فرما کر معیارِ حق قرار دیا ہے:

حدیث 10: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ، عَنْ

سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ الْأَفْرِيقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إِسْرَائِيلَ تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً". قَالُوا: "وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ؟". قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي". هٰذَا حَدِيثٌ مُفَسَّرٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ. (ترمذی رقم 2641، مشکوۃ رقم 171)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے جنتی ہوں گے)''۔

☐ اور بعد کے زمانوں میں بھی یہی فرقہ علامتِ حق ثابت ہوا، جیسا کہ ''مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي'' کے دوامی رُخ کلمہ سے ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا مرکب لقب اہل السنت والجماعت جس سے ''مَا'' اور ''أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي'' دونوں پر مساوی روشنی پڑتی ہے، قرنِ اوّل ہی کا تجویز فرمودہ ہے، قرونِ مابعد کا ایجاد کردہ نہیں۔ اس لیے یہ لقب بھی نوزائیدہ یا نومولود نہیں، جیسا کہ خود ناجیہ نوزائیدہ نہیں۔ حضرت عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہ کے یہ دونوں آثار اس بارے میں شاہد عدل ہیں:

اثر 1: حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ إِسْحَاقَ الصَّوَّافُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ السَّقَطِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو إِسْحَاقَ إِسْمَاعِيلُ الْأَقْرَعُ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ أَبِي جَعْفَرٍ، يَذْكُرُ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "النَّظَرُ فِي الْمُصْحَفِ عِبَادَةٌ، وَالنَّظَرُ إِلَى الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ الَّذِي يَدْعُو إِلَى السُّنَّةِ، وَيَنْهَى عَنِ الْبِدْعَةِ عِبَادَةٌ". (الإبانة الكبرى لابن بطة، ج۱ ص۳۴۳ رقم 214)

□ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، أنبا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الشَّرْقِيُّ ثنا عُمَرُ بْنُ أَيُّوبَ بْنِ إِسْمَاعِيلَ، ثنا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْوَزِيُّ، ثنا أَبُو إِسْحَاقَ إِسْمَاعِيلُ الْأَقْرَعُ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ أَبِي جَعْفَرٍ يَذْكُرُ عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: "النَّظَرُ إِلَى الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ يَدْعُو إِلَى السُّنَّةِ وَيَنْهَى عَنِ الْبِدْعَةِ، عِبَادَةٌ".

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة. ج۱ ص۶۰، ۶۱ رقم 11)

□ أَخْبَرَنَا سَعْدُ اللهِ بْنُ عَلِيٍّ نا الطريثيثي، نا هِبَةُ اللهِ بْنُ الْحُسَيْنِ، نا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، نا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الشَّرْقِيُّ ثنا عُثْمَانُ بْنُ أَيُّوبَ، نا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَرْزَوِيُّ، قَالَ ثنا أَبُو إِسْحَاقَ الْأَقْرَعُ، قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ أَبِي جَعْفَرٍ، يَذْكُرُ عَنْ أَبِي الصَّهْبَاءِ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: "النَّظَرُ إِلَى الرَّجُلِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ يَدْعُو إِلَى السُّنَّةِ وَيَنْهَى عَنِ الْبِدْعَةِ، عِبَادَةٌ".

(تلبيس إبليس لابن الجوزي، ص۱۰؛ مفتاح الجنة في الاحتجاج بالسنة للسيوطي، ص۶۳؛ الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، ج۷ ص۱۴۱)

□ وهذا أثر صحيح عن ابن عباس رضي الله عنهما، فالنظر في وجه الرجل من أهل السنة عبادة. يعني: يتقرب بها الناظر إلى الله عز وجل، يتملى من وجوه أهل السنة والجماعة الداعين إلى الله على منهاج النبوة، فلا

شك أن هذه النظرة يؤجر عليها صاحبها إن نوى بذلك وجه الله.

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة للالكائي (18 ,4/17). المؤلف: أبو الأشبال حسن الزهيري آل مندوه المنصوري المصري. مصدر الكتاب: دروس صوتية قام بتفريغها موقع الشبكة الإسلامية. http ://www.islamweb.net)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "اہل السنتؒ والجماعت میں سے وہ شخص جو سنّت کی دعوت دے، اور بدعت سے منع کرے، اس کی طرف دیکھنا عبادت ہے"۔

اثر 2:۔ أَخْبَرَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ، أنبا حَبِيبُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَزَّازُ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ مَسْرُوقٍ الطُّوسِيُّ، ثنا عَلِيُّ بْنُ قُدَامَةَ، ثنا مُجَاشِعُ بْنُ عَمْرٍو، ثنا مَيْسَرَةُ بْنُ عَبْدِ رَبِّهِ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى: "يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ" [آل عمران:106]. فَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَأَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ وَأُولُو الْعِلْمِ، وَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ فَأَهْلُ الْبِدَعِ وَالضَّلَالَةِ"۔

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، اللالكائي رحمه الله. ج ۱ ص ۷۹ رقم ۷۴؛ تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم، ج ۳ ص ۷۲۹ رقم 3950؛ تفسير القرآن العظيم، لابن كثير، ج ۲ ص ۹۲؛ الدر المنثور، ج ۲ ص ۲۹۱)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے آیت کریمہ:

آیت 20:۔ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ (آل عمران:۱۰۶)

ترجمہ کچھ لوگ سرخ رُو ہوں گے اور کچھ لوگوں کا منہ کالا ہوگا۔

کی تفسیر میں مروی ہے کہ قیامت کے دن اہل السنّت والجماعت کے چہرے روشن روشن ہوجائیں گے اور بدعتیوں اور گمراہ لوگوں کے چہرے کالے ہوجائیں گے۔

6.②:۔ اہل السنت والجماعت کی خصوصیات کا خلاصہ

1 ان آثار سے ایک تو یہ ثابت ہوا کہ اہل السنت والجماعت ہی قدیم جماعتِ حقّہ ہے، بعد کا بنا ہوا کوئی فرقہ نہیں، بلکہ اصل ہے، اور بعد کے فرقے اس سے کٹ کر بنے ہیں، جو اس کی قدامت اور اصل ہونے کی واضح دلیل ہے، ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آخر یہ لقب کس کا تجویز کیا تھا، اگر اس وقت اس لقب کی مستحق کوئی جماعت موجود نہ تھی؟

2 دوسرے اسی اثر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس جماعتِ حقّہ کا یہ لقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں معروف بھی تھا۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو اس کا تعارف کرانا نہیں پڑا، بلکہ نام اور لقب ذکر کر دینا کافی سمجھا گیا، جو اس کے معروفِ عام ہونے کی واضح دلیل ہے۔

3 تیسرے اس جماعتِ حقہ (اہل السنّت والجماعت) کا اس کی مقابل جماعت سے تقابل ڈال کر اس کی حقانیت وہدایت یافتگی کو کھول دیا جانا اس کی دلیل ہے کہ اس کی متقابل اور مخالف جماعتیں اہلِ بدعت وضلال ہیں۔ اس لیے صرف یہی ایک جماعت (اہل السنّت والجماعت) ہوسکتی تھی، کہ سنّت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے عنوان کا سرنامہ بنے، نہ کہ وہ جماعتیں جو بعد کی پیداوار ہیں، اور اس کا سرنامہ رواجات وبدعات یا وقت کے مُحدَثات ہوں اور اس فرقہ حقّہ کی ضد ہوں۔

4 چوتھے اس اثر سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اہل السنّت اُسی جماعت کا لقب ہوسکتا ہے، جس کے مقابلہ پر اہلِ بدعت آئے ہوں۔ اس لیے کسی ایسی جماعت کو اپنے حق میں یہ لقب استعمال کرنے کا حق بھی نہیں رہتا، جو اس جماعت کے بالمقابل تجدّدات اور مُحدَثات میں ملوث ہو، اور سنّتِ نبوی اور تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلاف کوئی راہ اختیار کیے ہوئے ہو، جس کی بنیادیں سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہ ملتی ہوں۔ اس لیے یہ لقب بھی ان جماعتوں کا نہیں ہوسکتا، جو اس جماعتِ حقّہ سے کٹی ہوئی ہوں، جب کہ یہ جماعتیں بعد ہی کی پیداوار ہوں گی، جو نوزائیدہ کہلائیں گی۔

بہر حال اس اثر سے اس جماعت کا صرف یہ مرکّب لقب ہی قدیم الایام ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس جماعت کی بنیادی حیثیت بھی بصورتِ قدامت کُھل کر سامنے آجاتی ہے

کہ ان کی اصل بنیاد سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور ذاتِ نبوی رضی اللہ عنہم اور بعد میں تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور ذواتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی ہو، جن کے اجماع کو دین میں قانونی حجت کا درجہ حاصل ہے، ورنہ اس کے سوا سب جماعتیں درجہ بدرجہ شخصی خصوصیات اور رواجی احوال کی جماعتیں ہیں، جو قانونی حیثیت کا درجہ نہیں پاتیں، کہ ہر کس و ناکس کے لیے پیغام اور حکم کا درجہ رکھتی ہوں۔

7.②:۔حدیثِ مرفوع سے اہل السنت والجماعت کا لقب

اس جماعت حقہ کا یہ لقب حدیثِ مرفوع میں بھی ہے:

حدیث 11:۔حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الحَفَرِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ الأَفْرِيقِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيَأْتِيَنَّ عَلَى أُمَّتِي مَا أَتَى عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ، حَتَّى إِنْ كَانَ مِنْهُمْ مَنْ أَتَى أُمَّهُ عَلَانِيَةً لَكَانَ فِي أُمَّتِي مَنْ يَصْنَعُ ذٰلِكَ، وَإِنَّ بَنِي إسرائيل تَفَرَّقَتْ عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، وَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ مِلَّةً، كُلُّهُمْ فِي النَّارِ إِلَّا مِلَّةً وَاحِدَةً۔ قَالُوا: "وَمَنْ هِيَ يَا رَسُولَ اللهِ!؟"۔ قَالَ: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"۔هٰذَا حَدِيثٌ مُفَسَّرٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِثْلَ هٰذَا إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ۔ (ترمذی رقم 2641؛ مشکوٰۃ رقم 171)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ میری امت تہتر (۷۳) فرقوں

میں تقسیم ہوجائے گی اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔ صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا''۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب رضی اللہ عنہم ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے مستثنیٰ ہوں گے)''۔

اس حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کے تہتر (۷۳) فرقوں میں سے حق وباطل کو پہچاننے کے لیے معیارِ حق دو ہی چیزوں کے مجموعہ کو قرار دیا ہے۔ جو ''مَا'' اور کلمہ ''أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي'' سے ظاہر فرمادیا ہے۔ ''مَا'' سے اشارہ روشِ نبوی، دُستورِ نبوی اور اسوۂ نبوی کی طرف ہے، جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام تھے۔ ظاہر ہے کہ اسی روشِ نبوی اور اسوۂ حسنہ کا نام ''السُّنَّة'' ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود چلے اور اپنے صحابہ کرام کو چلا۔

اس لیے کلمہ ''مَا'' سے تو ''السُّنَّة'' کا عنوان نکلا، جو فرقہ حقہ کے لقب کا پہلا جزو ہے، اور کلمہ ''أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي'' کا مصداق ظاہر ہے کہ برگزیدہ شخصیتیں ہی ہوسکتی ہیں، جب کہ ان کی ابتداء میں ذاتِ اقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی ذواتِ قدسیہ ہیں اور قرونِ مابعد میں تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین، فقہائے مقدسین، علماء راسخین اور مشائخ حقانین متعین ہیں۔ اس لیے ''أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي'' کا مفہوم ''الجماعۃ'' کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا، جو اس جماعت کے لقب کا دوسرا جزو ہے، جس کا مجموعہ وہی ''اہل السنت والجماعت'' بن جاتا ہے۔

اب اگر اس حدیثِ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے ساتھ امام احمدؒ اور امام ابوداؤدؒ کی یہ روایت بھی ملالی جائے، جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ یہ حدیث بھی اسی واقعہ پر مشتمل ہے جو حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ میں بیان کیا گیا ہے۔ تو یہ حقیقت اور بھی زیادہ نمایاں ہوجائے گی۔

حدیث 12 :- وَفِي رِوَايَةِ أَحْمَدَ، وَأَبِي دَاوُدَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ: "ثِنْتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَهِيَ الْجَمَاعَةُ. وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ تَتَجَارَى بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ بِصَاحِبِهِ،

لَا يَبْقٰى مِنْهُ عِرْقٌ وَلَا مَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهٗ۔ (حسن: مشکوٰۃ رقم ۱۷۲)

(مسند احمد ج ۲ ص ۷۷ ارقم ۱۷۰۶۱ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت ۲۰۱۰ء؛ ابوداؤد رقم ۴۵۹۷)

ترجمہ مسند احمد اور ابوداؤد کی روایت میں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بہتر (۷۲) گروہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا اور وہ جنتی گروہ ''الجماعت'' ہے اور میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی جن میں خواہشات (یعنی عقائد و اعمال کی بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے (پاگل) کتے کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری اس کاٹے ہوئے شخص میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے محفوظ نہیں رہتا۔

اس روایت میں ''أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' کے مفہوم کو ''الجماعت'' کے عنوان سے ادا کیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ''أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' کی جو مراد یعنی ''الجماعت'' حدیثِ ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے معنی کے لحاظ سے سمجھی گئی تھی، اسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صریح لفظوں میں خود اپنی مراد ظاہر فرما دیا ہے۔ اس لیے ''أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' کے معنی تو حدیثِ مرفوع کی عبارت یعنی عبارت النص سے واضح ہو گئے کہ وہ ''الجماعۃ'' کے ہیں، جس سے اس ''الجماعۃ'' کے بارے میں کسی استنباطی اور استدلالی تقریر کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ جب کہ ''أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِيْ'' کے معنی خود صاحبِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے متعین ہو گئے کہ وہ ''الجماعۃ'' کے ہیں جو اس فرقہ حقہ کے مبارک لقب کا دوسرا جزو ہے۔

8.②:۔ حاصل البحث

جس جماعت میں السنّت اور الجماعت کے دونوں بنیادی عنصر موجود ہوں، قرنِ نبوت سے تسلسل اور سندِ متصل کے ساتھ اس کا سلسلہ ملا ہوا ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ بہ سلسلہ اس کی توثیق ہوتی آ رہی ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس پر شہادت اور اشاعت کی مُہر ثبت ہو، تو وہی جماعت فرقہ حقہ ہو گی اور اسی کو قدیم اور اصل کہا جائے

گا، نہ کہ نوزائیدہ اور نومولود، یا وقت کی پیداوار کو، جو ان دو عنصروں میں سے کسی ایک سے کٹی ہوئی ہوں۔ اس لیے جو طبقہ اس سے کٹ جائے گا، وہی اختلاف کنندہ شمار کیا جائے گا، نہ کہ اس جماعت کو جس کی اصل کسی اختلاف وشقاق کی زمین پر قائم نہیں، بلکہ اصلِ پر قائم ہے۔ اس لیے اسے اختلاف کنندہ یا شقاق پر قائم شدہ نہیں کہا جائے گا۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا ایمان لانے کو ایمان کا معیار فرمایا گیا جس سے ان کی اطاعت و پیروی کا وجوب بھی نمایاں ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 21:۔ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ صِبْغَةَ اللَّهِ ۖ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً ۖ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ ○ (البقرہ: ۱۳۷، ۱۳۸)

ترجمہ: پھر اگر وہ اُسی طرح ایمان لائیں، جس طرح تم (صحابہ رضی اللہ عنہم) لائے ہو، تو ہدایت پر ہیں اور اگر اس سے منہ پھیریں، تو کھلی بات ہے کہ وہ ہٹ دھرمی میں پڑ گئے ہیں۔ لہٰذا اطمینان رکھو کہ ان کے مقابلے میں اللہ تمہاری حمایت کے لیے کافی ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ کہو: ''اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوگا؟ اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں''۔

☐ اب اگر غور کیا جائے تو یہی لقب (اہل السنّت والجماعت) اس فرقہ حقہ کی جامعیت واعتدال اور دینی مزاج کو ظاہر بھی کر سکتا تھا، جو اس فرقہ میں کتاب وشخصیت کے امتزاج سے قائم ہوا۔ دوسرا کوئی بھی لقب اس جامع حقیقت کو ادا نہیں کر سکتا تھا۔

9.②:۔ مسلکِ علماء دیو بند حقیقی معنی میں اہل السنت و الجماعت ہے

اہل السنّت والجماعت کا قانون اور شخصیات کے جمع رکھنے کا اہتمام اور کتاب وسنّت کی مراد فہمی میں خود رائی سے بچ کر مستند اساتذہ کے درس وتدریس سے مرادات سمجھنا، نیز دینی اخلاق کے تزکیہ وتعدیل میں مستند مربیوں کی صحبت ومعیت اور ہدایت کے

تحت استقامت فہم پیدا کرنا اور دلوں کی کلیں درست کرنا اور ان دونوں شعبوں (علم واخلاق) میں سندِ متصل کے ساتھ اپنا استناد حضرت صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم سے قائم کرنا، احترامِ سلف اور ان کے ادب وعظمت کو ان شعبوں میں بہر نوع حرزِ جان بنائے رکھنا وغیرہ اہل سنت کے وہ مسلکی اصول ہیں، جن کے مجموعہ ہی کا نام مسلک ومشرب ہے، تو علمائے دیوبند ظاہر اور باطن میں اسی مسلک پر مِن وعَن منطبق ہیں۔

علماء دیوبند اسماً ورسماً، صورتاً وحقیقتاً، علماً وعملاً اور ذوقاً ووجداناً صرف اہل السنّت والجماعت ہیں۔ اس لیے ان کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج مستقلاً بیان کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، بلکہ جو رُخ اور مزاج سابقہ اوراق میں اہل السنّت والجماعت کا بیان کیا گیا ہے اور کتاب وسنّت نے اس کی بنیادیں کھول دی ہیں، وہی علمائے دیوبند کے دینی مزاج کی تفصیل ہے۔ اس لیے نہ انھیں کسی جدید تفصیل کی ضرورت ہے، نہ کسی نئے لقب کی حاجت ہے، اور نہ ہی واقعۃً ان کا کوئی نیا لقب ہی ہے۔ دیوبندی یا قاسمی ان کا صرف تعلیمی اور انتسابی لقب ہے، نہ کہ مسلکی یا فرقہ داری۔ جیسا کہ مخالفین اہل السنّت اسے بطور ایک فرقہ کی نسبت کے عوام میں مشہور کرنے کی سعی کرتے رہتے ہیں، مگر علماء دیوبند اس تہمت سے بری ہیں۔ اس لیے اس کا مسلکی لقب صرف ''اہل السنّت والجماعت'' ہے، اور وہ سرتاپا اہل السنّت والجماعت کے سوا اور کچھ نہیں۔

علماء دیوبند کے مسلکی مزاج کا خلاصہ حسبِ منشاء حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مختصر الفاظ میں یہ ہے:

''اتباعِ سنّت بتوسطِ اہل الانابت، یا تعمیل دین بہ تربیتِ اہل یقین، یا اتباعِ دین ودیانت بہ تربیت اہل السنّت، یا انصباغِ قلوب بصبغۃ علّام الغیوب، یا اتباعِ اوامر اللہ بصحبتِ اولیاء اللہ''

''السنۃ'' کے تحت روشِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کے جس قدر شعبے بنتے چلے گئے، وہ سب مسلکِ علماء دیوبند کا جزو ہیں۔ ''الجماعۃ'' کے تحت ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض

سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر تابعین رحمہم اللہ، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ اور علماء راسخین فی العلم رحمہم اللہ تک ان شعبوں کے لحاظ سے جد قدر بھی عظیم شخصیتیں بنتی چلی گئیں، فرقِ مراتب کے ساتھ ان سب کی عظمت و متابعت اور ادب و احترام اس مسلک کا جوہر ہے۔ اس طرح یہ مسلکِ اپنے اصول اور اپنی متبوع شخصیتوں کے لحاظ سے سنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عظمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت سے پیدا شدہ ایک درخت ہے جس کے ہر پھل پھول میں وہی سنّت کا رنگ و بُور چا ہوا ہے، جس کی نوعیت یہ ہے کہ کوئی بھی دینی اور اسلامی شعبہ ایسا نہیں، اور نہ ہوسکتا ہے جو سنّت نبوی کے آثار میں سے نہ ہو، ورنہ اُسے دینی ہی کیوں کہا جاتا اور دین کی کوئی بھی دینی اور اُولوالامر قسم کی شخصیت ایسی نہیں، جو ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستنیر نہ ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت نہ رکھتی ہو، ورنہ اسے دینی شخصیت ہی کیوں کہا جاتا؟ اس لیے اگر کسی مسلک کو منشاء نبوت کے مطابق بننا تھا، تو وہ اس کے بغیر بن ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام منتسب شعبوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب تمام ذواتِ قدسیہ کے تعلق کو اپنا مسلک کا رکن بنائے اور انہی کی روشنی میں آگے بڑھے تاکہ اسے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اصولی اور ذاتیاتی دونوں قسم کی صحیح اور جامع نسبت حاصل رہے، جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تعلق مع اللہ کی ساری نسبتوں کے جامع اور ان میں فردِ اکمل ہیں۔

اس لیے ہر اچھی نسبت جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چل کر آئے گی، خواہ وہ کسی بھی دین کے راستے سے آئے، یا کسی بھی مستند دینی شخصیت کے توسط سے نمایاں ہو، وہ اپنے وابستہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف لے جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے وابستہ کرے گی۔

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نسبتوں سے دین کی یہ چار (۴) حجتیں قائم ہوئیں، جن سے شریعت کے مسائل کا شرعی وجود ہوتا ہے:

(۱) کتاب اللہ (۲) سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۳) اجماعِ اُمت (۴) اجتہادِ مجتہد

جو فرقِ مراتب کے ساتھ متعارف ہیں اور دین کے بارے میں حجت شرعیہ ہیں۔

اوّل کی دو بنیادیں بفرقِ رتبہ تشریعی ہیں، اور دوسری دو بنیادیں تفریعی ہیں۔

1.10:۔علماءِ دیوبند کا اصل الاصیل توحید اور اتباعِ سنّت ہے

تمام دینی شعبوں کے اصول وقوانین اور علوم وفنون کا خلاصہ دو (۲) ہی چیزیں نکلتی ہیں: عقیدہ اور عمل، جس کے لیے شریعت آئی اور ان شعبوں کو وضع کیا۔ باقی اُمور یا ان کے مبادی ولوازم ہیں، یا آثار ونتائج ہیں، جن سے ان فنون میں بحث ہوتی ہے۔ سو عقائد میں بنیادی عقیدہ بلکہ تمام عقائد کی اساس توحید ہے، جو سارے انبیاء علیہم السلام کا دین رہا ہے۔ عمل میں سارے اعمال کی جڑ اور بنیاد اتباعِ سنّت اور پیروئ اسوۂ حسنہ ہے۔ باقی تمام طرق جو سند کے ساتھ منقول ہوں، خواہ وہ پچھلوں کے ہوں، یا اگلوں کے، ان سنن نبوی کے مبادی ولوازم یا آثار ونتائج میں سے ہیں۔ اس لیے اس مسلک میں پہلی اصل توحید خداوندی پر زور دینا ہے، جس کے ساتھ شرک یا مُوجبات شرک جمع نہ ہوسکیں، اور کسی بھی غیر اللہ کی اس میں شرکت نہ ہو، لیکن ساتھ ہی تعظیم اہل اللہ اور توقیر اہلِ فضل وکمال کو اس کے منافی سمجھنا مسلک کا کوئی عنصر نہیں۔

پس نہ توحید میں لگ کر بے باکی اور جسارت اور ذوات کی عظمتوں سے بے نیازی مسلک ہے کہ یہ کمالِ توحید نہیں، بلکہ توحید کا غلو، یا حقیقت سے خلو، یا اپنی ذات کا علو ہے۔ ایسے ہی تعظیمِ شخصیات میں مبالغہ کرنا جس سے توحید میں خلل پڑتا ہو، یا اس میں شرک کی آمیزش ہوتی ہو۔ یہ بھی مسلک نہیں کہ یہ تعظیم نہیں، تعظیم کا غلو اور حقیقتِ توحید کی تبدیلی ہے بنامِ تعظیم توہین ہے۔ پس تعظیم اس حد تک کہ توحید مجروح نہ ہو، اور توحید اس درجہ تک کہ تعظیم اہلِ دل متاثر نہ ہو، یہی وہ نقطۂ اعتدال ہے جو مسلک علمائے دیوبند ہے۔

11.②:۔رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں اعتدال

انبیاء کرام علیہم السلام کے مقدس طبقہ کی آخری اور سب سے زیادہ برگزیدہ ہستی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے، جن کی عظمت وسربلندی ہر بلند وبرتر ہستی سے بہ مراتب بے شمار زیادہ اور بڑھ کر ہے۔ اس لیے ان کی تعظیم وتوقیر کے درجات اور

حقوق بھی اوروں سے زیادہ ہیں، لیکن حضور اکرم ﷺ کے بارے میں علماء دیوبند کا مسلک وہی نقطۂ اعتدال اور میانہ روی ہے، جو خود حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات سے مستفاد اور آپ ﷺ ہی کے ورثہ کی تعلیم سے منضبط شدہ ہے۔ وہ یہ کہ علماء دیوبند بصدقِ قلب سید الکونین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو افضل الکائنات، افضل البشر اور افضل الانبیاء یقین کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی آپ ﷺ کی بشریت کا بھی اعلانیہ اقرار کرتے ہیں، غلوِ عقیدت ومحبت میں نفیٔ بشریت، یا ادّعاء اوتاریت، یا پردۂ مجاز میں ظہورِ ربوبیت جیسے کلماتِ باطلہ کہنے کی کبھی جرأت نہیں کرتے۔ وہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی تمام کمالاتی خصوصیات، خلّت، اصطفائیت، کلیمیت، روحیت، صادقیت، مخلصیت، صدیقیت وغیرہ کا جامع بلکہ مبداءِ نبوت انبیاء علیہم السلام اور منشاء ولایتِ اولیاء سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ ہی پر تمام مختاراتِ خداوندی کی ریاست کی انتہاء مانتے ہیں۔

لیکن پھر بھی آپ ﷺ کا سب سے بڑا کمال عبدیت یقین کرتے ہیں۔ ان کمالاتِ نبوی اور علوِ درجات کو انتہائی ثابت کرنے کے لیے آپ ﷺ کی حدود عبدیت کو توڑ کر حدودِ معبودیت میں پہنچا دینے سے مدد نہیں لیتے، اور نہ ہی اسے جائز سمجھتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کی اطاعتِ مطلقہ کو فرضِ عین جانتے ہیں، لیکن آپ ﷺ کی عبادت جائز نہیں سمجھتے۔ آپ ﷺ کو ساری کائنات میں فردِ اکمل اور بے نظیر جانتے ہیں، لیکن آپ ﷺ میں خصوصیاتِ الوہیت، رزاقی، فتاحی، احیاء و اماتت، یا علمِ محیط، یا قدرتِ محیطہ تسلیم نہیں کرتے، اور ان میں ذاتی اور عرضی کا فرق بھی معتبر نہیں سمجھتے۔ وہ آپ ﷺ کے ذکرِ مبارک اور مدح وثناء کو عین عبادت سمجھتے ہیں، لیکن ان میں عیسائیوں کے سے مبالغے جائز نہیں سمجھتے کہ حدودِ بشریت کو حدودِ اُلوہیت سے جاملائیں۔

علماء دیوبند برزخ میں آپ ﷺ کی جسمانی حیات کے قائل ہیں، مگر وہاں معاشرتِ دنیوی کے قائل نہیں۔ وہ اس کے اقراری ہیں کہ آج بھی اُمت کے ایمان کا تحفظ گنبدِ خضریٰ ہی کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے، لیکن پھر بھی آپ ﷺ کو حاضر

وناظر نہیں جانتے، جو خصوصیاتِ اُلوہیت میں سے ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم عظیم کے ساری کائنات کے علم سے، خواہ ملائکہ ہوں، یا انبیاء علیہم السلام واولیاء، بمراتب بے شمار زیادہ اور بڑھ کر جانتے ہیں، لیکن پھر بھی وہ اس کے ذاتی اور محیط ہونے کے قائل نہیں ہیں۔

غرض تمام ظاہری وباطنی کمالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری مخلوقات میں بلحاظ کمال وجمال یکتا، بے نظیر اور بے مثال یقین کرتے ہیں، لیکن خالق کے کمالات سے ان کمالات کی وہی نسبت مانتے ہیں جو مخلوق کو خالق سے ہوسکتی ہے کہ خالق کی ذات وصفات اور کمالات سب لامحدود ہیں اور مخلوق کی ذات وصفات اور کمالات سب محدود اور ذاتی ہیں، یہ عرضی، اور عرضی ہو کر بھی محدود، وہ خانہ دار ہیں اور یہ عطا کا ثمرہ۔ پس یہ حدود کی رعایت ہی وہ نقطۂ اعتدال ہے جو اس مسلکِ اعتدال کی اساس ہے۔

12.②:۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں اعتدال

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مقدس ترین طبقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا واسطہ فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کا ہے، جن کا اصطلاحی لقب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔

آیت 22:۔رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. (التوبۃ:١٠٠)

ترجمہ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

قرآن کریم نے من حیث الطبقہ اگر کسی گروہ کی تقدیس کی، تو وہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طبقہ ہے۔ اس پورے کے پورے طبقہ کو راشد ومرشد، راضی ومرضی، نقی القلب، پاک باطن، مستمر الطاعۃ، محسن وصادق اور موعود بالجنۃ فرمایا۔ پھر ان کی عمومی مقبولیت وشہرت کو کسی خاص قرن اور دور کے ساتھ مخصوص اور محدود نہیں رکھا، بلکہ عمومی گردانا۔

قرآن مجید نے کتبِ سابقہ میں ان تذکروں کی خبر دے کر بتلایا کہ وہ اگلوں میں بھی جانے پہچانے لوگ تھے، اور ان کے مدائح ومناقب کا ذکر کر کے بتلایا کہ وہ پچھلوں

میں بھی قیامت تک جانے پہچانے رہیں گے، یعنی جب تک قرآن مجید رہے گا، زبانوں پر، دلوں میں، ہمہ وقتی تلاوت میں، پنج وقتہ نمازوں میں، خطبات ومواعظ میں، مسجدوں اور معبدوں میں، مدرسوں اور خانقاہوں میں، خلوتوں اور جلوتوں میں۔ غرض جہاں بھی اور جب بھی اور جس نوعیت سے بھی قرآن پڑھا جاتا رہے گا، وہیں ان کا چرچا اور اُمت پر ان کا تفوق نمایاں ہوتا رہے گا۔ پس بلحاظ مدح وثناوہ اُمت میں یکتا و بے نظیر ہیں، جن کی نظیر انبیاء علیہم السلام کے بعد اوّل وآخر نہیں ملتی، مگر علماء دیوبند نے ان کے بارے میں بھی رشتۂ اعتدال کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا، اور کسی بھی گوشے سے اس میں افراط وتفریط اور غلو کو نہیں آنے دیا۔

علمائے دیوبند اس عظمت وجلالت کے معیار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تفریق کے قائل نہیں کہ کسی کو لائق محبت سمجھیں اور کسی کو (معاذ اللہ) لائقِ عداوت، کسی کی مدح میں رطب اللسان ہو کر اعلیٰ درجہ کی مدح پر اتر آئیں، اور کسی کی مذمت میں غلو کر کے تبرائی بن جائیں۔ یا تو انھیں سب وشتم کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں، یا پھر ان میں سے بعض کو نبوت سے بھی اونچا مقام دینے پر آجائیں، انھیں معصوم سمجھنے لگیں یہاں تک کہ ان میں سے بعض میں حلولِ خداوندی ماننے لگیں۔

پس علماء دیوبند کے مسلک پر یہ سب حضراتِ مقدسین تقدس کے انتہائی اہم مقام پر ہیں، مگر نبی یا خدا نہیں، بلکہ بشریت کی صفات سے متصف لوازمِ بشریت اور ضروریاتِ بشری کے پابند ہیں، مگر عام بشر کی سطح سے بالاتر کچھ غیر معمولی امتیازات بھی رکھتے ہیں جو عام بشر تو بجائے خود ہیں، پوری اُمت کے اولیاء بھی ان مقامات تک نہیں پہنچ سکے۔ یہی وہ نقطۂ اعتدال ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں علماء دیوبند نے اختیار کیا ہوا ہے۔ ان کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شرفِ صحابیت اور صحابیت کی برگزیدگی میں یکساں ہیں۔ اس لیے محبت وعظمت میں بھی یکساں ہیں۔ البتہ ان میں باہم فرقِ مراتب بھی ہے، تو عظمتِ مراتب میں بھی فرق ہے۔ لیکن یہ فرق چونکہ نفسِ صحابیت کا فرق نہیں، اس لیے اس سے نفسِ صحابیت کی محبت وعقیدت میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ پس اس فرق میں: اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ۔ (صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب عادل و متقن ہیں) کا اصول کارفرما ہے، جو اس دائرہ میں علماء دیوبند کے مسلک کا جو حقیقی معنی میں مسلک اہل السنّت والجماعت ہے، اوّلین سنگِ بنیاد ہے۔

اسی طرح علماء دیوبند ان کی اس عمومی عظمت وجلالت کی وجہ سے انھیں بلا استثناء نجومِ ہدایت مانتے ہیں، اور بعد والوں کی نجات انہی کا علمی و عملی اتباع کے دائرہ میں منحصر سمجھتے ہیں، لیکن انھیں شارع تسلیم نہیں کرتے کہ حقِ تشریع ان کے لیے ماننے لگیں، اور یہ کہ وہ جس چیز کو چاہیں حلال کردیں اور جسے چاہیں حرام بنا دیں، ورنہ نبوت اور صحابیت میں فرق باقی نہیں رہ سکتا۔

پس وہ امّتی تھے، مگر نبوت کے مخلص ترین جان نثار خادم بھی تھے، جن کی بدولت دین اپنے پیروں پر کھڑا ہوا، اور اس نے دنیا میں قدم جما دیئے۔ اس لیے وہ سب کے سب مجموعی طور پر مخدوم العالم اور خیر الخلائق بعد الانبیاء علیہم السلام ہیں۔ پھر یہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس مسلک کی رُو سے گو شارع تو نہ تھے، مگر فانی فی الشریعہ ضرور تھے۔ شریعت ان کا اوڑھنا بچھونا بن گئی تھی اور وہ اس میں گم ہو کر اس کے درجۂ کمال کے مقام پر آگئے تھے، جو مدارِ فنائیت اور استغراقِ اطاعت ہوتا ہے۔ اس لیے علماء دیوبند اس شریعت کے بارے میں (عیاذاً باللہ) خائن، یا متساہل، یا بدنیت، یا حبِّ جاہ و مال کا اسیر کہنے کی معصیت میں مبتلا نہیں، جو سبائیہ کا مذہب ہے۔ بلکہ علماء دیوبند کے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم سب مقدسین دین کی روایت کے راوی اوّل، دینی درایت کے مُنہِر اوّل، دینی مفہومات کے فہیم اوّل اور تربیت کی لائن کے پوری اُمت کے مُربی اوّل اور حسبِ فرمودۂ نبوی اسلامی فرقوں کے حق وباطل کے پرکھنے کا معیارِ حق تھے، جن کی رُو سے فرقوں کے حق وباطل کا سراغ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کسی فرقہ کے دل میں بلا استثناء ان کی محبت وعظمت ہے تو وہ فرقۂ حقہ کا فرد ہے۔ اگر ذرا بھی ان کی عظمت وعقیدت میں کمی یا دل میں ان کی نسبت سے سوءِ ظن ہے، تو اسی نسبت سے وہ فرقۂ ناجیہ سے الگ فرقۂ زائغہ ہے۔

پس حق وباطل کو پرکھنے کی پہلی کسوٹی ان کی محبت وعظمت اور ان کی دیانت وتقوائے

باطن کا اعتراف اور اُن کی نسبت قلبی کا اذعان واعتقاد ہے۔ اس لیے جو فرقہ بھی بلا استثناء انھیں عدول ومتقن مانتا ہے، وہی فرقہ حسبِ ارشادِ نبوی فرقہ حقہ ہے، اور وہ الحمدللہ اہل السنت والجماعت ہے، جن کے سچے علم بردار علماء دیوبند ہیں۔ جو فرقہ ان کے بارہ میں بدگمانی، یا بدزبانی، یا بے ادبی کا شکار ہے، وہی حقانیت سے ہٹا ہوا ہے، کیونکہ شریعت کے باب میں ان کے بارے میں کسی ادنیٰ دغل وفصل کا توہم پورے دین پر سے اعتماد اُٹھا دینے کے مترادف ہے۔ اگر وہ بھی (معاذ اللہ) دین کے بارہ میں راہ سے ادھر اُدھر ہٹے ہوئے تھے، تو بعد والوں کے لیے راہِ مستقیم پر ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اور پوری اُمت اوّل سے آخر تک ناقابلِ اعتبار ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس لیے حسبِ مسلکِ علماء دیوبند جہاں وہ انفرادی طور پر اپنی اپنی ذوات کے لحاظ سے تقی ونقی اور صفی ووفی ہیں، وہیں بحیثیت مجموعی اُمت کی نجات بھی ان ہی کے اتباع میں منحصر ہے، جیسا کہ آیات قرآنی اس پر شاہد ہیں، اور وہ بحیثیت قرن خیر من حیث الطبقہ، پوری اُمت کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام اور فرقوں کے حق وباطل کے بارہ میں معیارِ حق ہیں۔

پس جیسے نبوت کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے، ایسے ہی ان کے اجماع کا منکر بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے یہاں تک کہ ان کا تعامل بھی بعض ائمہ ہدایت کے یہاں شرعی حجت تسلیم کیا گیا ہے۔ اس لیے جذباتی رنگ سے انھیں گھٹانا بڑھانا، یا چڑھانا اور گرانا جس طرح عقل ونقل قبول نہیں کرتی۔ اسی طرح علماء دیوبند کا جامع عقل ونقل مسلک بھی قبول نہیں کرسکتا۔ علماء دیوبند ان کی غیر معمولی دینی عظمتوں کے پیشِ نظر انھیں سرتاجِ اولیاء مانتے ہیں، مگر ان کے معصوم ہونے کے قائل نہیں۔ البتہ انھیں محفوظ من اللہ مانتے ہیں، جو ولایت کا انتہائی مقام ہے، جس میں تقویٰ کی انتہا پر بشاشتِ ایمان جوہرِ نفس ہو جاتی ہے اور سنت اللہ کے مطابق صدورِ معصیت عادتاً باقی نہیں رہتا۔ اس مقام کے تقاضا سے ان کا تقوائے باطن ہمہ وقت ان کے لیے مُذَکِّر (یاددلانے والا) تھا۔

پس معصوم نہ ہونے کی وجہ سے ان میں معصیت کا امکان تھا، مگر بحیثیت مجموعی محفوظ

من اللہ ہونے کی وجہ سے ان میں معصیت کا صدور اور ذنوب کا اقدام نہ تھا۔ اگر اس امکانِ معصیت کا احتمال بھی ممکن تھا، تو بیرونی عوارض کی حد تک ممکن تھا۔ قلبی دواعی کی حد تک نہ تھا، کیونکہ ان کے قلوب کی تطہیر اور ان کے تقویٰ کے پرکھے پرکھائے ہونے کی شہادت قرآن دے رہا ہے۔ اس لیے اگر عوام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے ابتدائی منزل میں طبعاً کوئی لغزش سرزد بھی ہوئی، تو جیسا کہ وہ قلبی داعیہ یا گناہ کے کسی ملکہ سے جو دل میں جڑ پکڑے ہوئے ہو، سرزد شدہ نہ تھی۔ ایسے ہی اس کا اثر بھی ان کے ملکات واحوال، یا باطنی تقویٰ تک نہ پہنچ سکتا تھا۔ اس لیے ایسی اتفاقی لغزش سے بھی ان کی باطنی بزرگی جس کی اللہ نے شہادت دی ہے، متہم نہیں ٹھہر سکتی۔

پس ان مقدسین میں کمالِ زہد وتقویٰ اور کمالِ فراست وبصیرت کی وجہ سے جذبات معصیت مضمحل اور دواعی اطاعت مشتعل تھے۔ معصیت سے وہ ہمہ وقت بیگانہ تھے اور طاعتِ حق میں یگانہ۔ ایمان وتقویٰ ان کے قلوب میں محبوب ومزین اور کفر وفسوق ان کے باطن میں مبغوض تر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماءِ دیوبند انھیں غیر معصوم کہنے کے باوجود بوجہ محفوظیت دین کے بارہ میں قابلِ تنقید وتبصرہ نہیں سمجھتے کہ بعد والے انھیں اپنی تنقیدات کا ہدف بنالیں، بلکہ ان کی آپس کی باہمی تنقید کو (جس کا انھیں حق تھا) نقل کرنے میں بھی رشتۂ ادب کو ہاتھ سے دینا جائز نہیں سمجھتے، چہ جائیکہ ان کے باہمی تنقید وتبصرہ کے فعل سے بعد میں آنے والی اُمت کو ان پر تنقید کرنے کا حق دار سمجھتے، بلکہ ان کی پاک دامنی اور تقوائے قلب کے منصوص ہو جانے کے بعد دین کے معاملات میں ان کی لغزش صرف خطا رہ جاتی ہے۔ معصیت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے ان کے مشاجرات اور باہمی نزاعات میں خطا وصواب کا تقابل تو ممکن ہے، حق وباطل یا طاعت ومعصیت کا تقابل کسی طرح ممکن نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ مجتہدِ خاطی کو بھی اجر ملتا ہے، نہ کہ زجر۔

پس ان کے باہمی معاملات (جو نیک نیتی اور پاک نفسی پر مبنی تھے) میں حسب مسلک علمائے دیوبند نہ بدگمانی جائز ہے، نہ بدزبانی۔ یہ توجیہ کا مقام ہے، نہ کہ تنقید کا:

وَاخْتَارَ السَّلَفُ تَرْكَ الْكَلَامِ فِي الْفِتْنَةِ الْأُولٰى، وَقَالُوا: "تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّ

اللہ عَنۡهَا أَيۡدِيَنَا، فَلَا نُلَوِّثُ بِهَا أَلۡسِنَتَنَا".

(شرح السنة، ج ۱۴ ص ۱۴۷۔ المؤلف: محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي رحمه الله (المتوفى ۵۱۶ھ)۔ تحقيق: شعيب الأرنؤوط، محمد زهير الشاويش۔ الناشر: المكتب الإسلامي، دمشق، بيروت۔ الطبعة: الثانية، ۱۴۰۳ھ)

اثر 3:۔ حَدَّثَنَا عَبۡدُ الۡوَارِثِ بۡنُ سُفۡيَانَ، ثنا قَاسِمٌ، ثنا أَحۡمَدُ بۡنُ زُهَيۡرٍ، ثنا الۡحَوۡطِيُّ، ثنا أَشۡعَثُ بۡنُ شُعۡبَةَ قَالَ: سَمِعۡتُ الۡفَزَارِيَّ قَالَ: سُئِلَ عُمَرُ بۡنُ عَبۡدِ الۡعَزِيزِ، عَنۡ قِتَالِ أَهۡلِ صِفِّينَ فَقَالَ: "تِلۡكَ دِمَاءٌ كَفَّ اللهُ عَنۡهَا يَدِي لَا أُرِيدُ أَنۡ أُلَطِّخَ بِهَا لِسَانِي".

(جامع بيان العلم وفضله، ج ۲ ص ۹۳۴ رقم 1778؛ حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج ۹ ص ۱۱۴)

ترجمہ: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اہل صفین کے متعلق حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا، تو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "یہ وہ خون ریزی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ کو پاک رکھا ہے۔ تو میں پسند نہیں کرتا کہ اپنی زبان کو اس میں خون آلود کرلوں (اور استعمال کروں)"۔

13.②:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتِ شان کا خلاصہ

مسلک علماء دیوبند کے دائرے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتِ شان کا خلاصہ یہ ہے:

1. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت اس اُمت کا افضل ترین، مقدس ترین، تقی القلب اور راضی و مرضی عند اللہ طبقہ ہے۔ اس لیے بلا استثناء سب کے سب متقن، عدول اور پاک باطن ہیں۔ اُمت کا کوئی بڑے سے بڑا ولی اور اونچا سے اونچا ربانی ان کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا۔
2. صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرقوں کے حق و باطل کے لیے معیارِ حق ہیں۔ اس لیے وہ اُمت کے حق میں ناقد ہیں، نہ کہ منقود۔ کسوٹی ناقد ہوتی ہے، نہ کہ تنقید طلب، ورنہ وہ کسوٹی

نہیں رہ سکتی۔ اس لیے وہ دین کے بارے میں تنقید سے بالاتر ہیں۔

حدیث 13:۔ "أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ، فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ". رَوَاهُ رَزِينٌ.

(مشکوۃ رقم 6018)

- روى من حديث عمر ومن حديث ابن عمر ومن حديث ابن عباس ومن حديث جابر ومن حديث أنس ومن حديث أبي هريرة ومن حديث جواب بن عبيد الله مرسلا.

- قَالَ الْبَيْهَقِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: هٰذَا حَدِيثٌ مَتْنُهُ مَشْهُورٌ، وَأَسَانِيدُهُ ضَعِيفَةٌ، لَمْ يَثْبُتْ فِي هٰذَا إِسْنَادٌ. وَاللهُ أَعْلَمُ. (المدخل إلى السنن الكبرى، ص ١٦٣ رقم 154)

- وَأَثْنَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى آلِهِ عَلَيْهِمْ وَشَبَّهَهُمْ بِالنُّجُومِ، وَنَبَّهَ بِذٰلِكَ أُمَّتَهُ إِلَى الِاقْتِدَاءِ بِهِمْ فِي أُمُورِ دِينِهِمْ كَمَا يَهْتَدُونَ بِالنُّجُومِ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ فِي مَصَالِحِهِمْ. فَقَالَ مَا أَخْبَرَنَا السَّيِّدُ أَبُو الْحَسَنِ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ دَاوُدَ الْعَلَوِيُّ، ثنا أَبُو حَامِدِ بْنِ الشَّرْقِيِّ ثنا أَبُو صَالِحٍ أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ زَاجٌ ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْجُعْفِيُّ، عَنْ مُجَمِّعِ بْنِ يَحْيَى، عَنِ أَبِي بُرْدَةَ يَعْنِي سَعِيدَ بْنَ أَبِي بُرْدَةَ بْنَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي مُوسَى، قَالَ: صَلَّيْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَغْرِبَ فَقُلْنَا: لَوِ انْتَظَرْنَا حَتَّى نُصَلِّيَ مَعَهُ الْعِشَاءَ. قَالَ: فَفَعَلْنَا. فَخَرَجَ إِلَيْنَا. فَقَالَ: "مَا زِلْتُمْ هَاهُنَا"؟ فَقُلْنَا: "نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ!". قُلْنَا: "نُصَلِّي مَعَكَ الْعِشَاءَ". قَالَ: "أَصَبْتُمْ وَأَحْسَنْتُمْ". ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَى السَّمَاءِ، فَقَالَ: "النُّجُومُ أَمَنَةٌ لِلسَّمَاءِ، فَإِذَا ذَهَبَتِ النُّجُومُ أَتَى أَهْلَ السَّمَاءِ مَا يُوعَدُونَ، وَأَنَا أَمَنَةٌ لِأَصْحَابِي، فَإِذَا ذَهَبْتُ أَنَا أَتَى أَصْحَابِي مَا يُوعَدُونَ، وَأَصْحَابِي أَمَنَةٌ لِأُمَّتِي فَإِذَا ذَهَبَ أَصْحَابِي أَتَى أُمَّتِي مَا يُوعَدُونَ". وَرُوِيَ عَنْهُ فِي حَدِيثٍ مَوْصُولٍ بِإِسْنَادٍ آخَرَ غَيْرِ قَوِيٍّ، وَفِي حَدِيثٍ مُنْقَطِعٍ أَنَّهُ قَالَ: "إِنَّ مَثَلَ أَصْحَابِي كَمَثَلِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ، مَنْ أَخَذَ بِنَجْمٍ مِنْهَا اهْتَدَى". وَالَّذِي رُوِّينَاهُ هَاهُنَا مِنَ الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ يُؤَدِّي بَعْضَ مَعْنَاهُ.

(الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد، ص 319,318)

- قُلْت: صَدَقَ الْبَيْهَقِيُّ، هُوَ يُؤَدِّي صِحَّةَ التَّشْبِيهِ لِلصَّحَابَةِ بِالنُّجُومِ خَاصَّةً. أَمَّا فِي

الاقْتِدَاءِ فَلَا يَظْهَرُ فِي حَدِيثِ أَبِي مُوسٰى، نَعَمْ يُمْكِنُ أَنْ يَتَلَمَّحَ ذٰلِكَ مِنْ مَعْنَى الِاهْتِدَاءِ بِالنُّجُومِ. وَظَاهِرُ الْحَدِيثِ إِنَّمَا هُوَ إِشَارَةٌ إِلَى الْفِتَنِ الْحَادِثَةِ بَعْدَ انْقِرَاضِ عَصْرِ الصَّحَابَةِ، مِنْ طَمْسِ السُّنَنِ، وَظُهُورِ الْبِدَعِ وَفُشُوِّ الْفُجُورِ فِي أَقْطَارِ الْأَرْضِ، وَاللهُ الْمُسْتَعَانُ.

(التلخيص الحبير في تخريج أحاديث الرافعي الكبير ج ۴ ص ۴۶۳، ۴۶۴)

□ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ رَحِمَهُ اللهُ: وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ". قُلْتُ: فَلَوْ فَعَلَ إِنْسَانٌ فِعْلًا كَانَ لَهُ فِيهِ قُدْوَةٌ بِأَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ عَلَى الطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ، وَمَنْ فَعَلَ فِعْلًا يُخَالِفُ فِيهِ الصَّحَابَةَ فَنَعُوذُ بِاللهِ مِنْهُ، مَا أَسْوَأَ حَالَهُ.

(الشريعة للآجُرِّي، ج ۴ ص ۱۶۹۰، ۱۶۹۱ تحت رقم 1166)

ترجمہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں۔ پس ان میں سے جس کسی کی بھی اقتدا کرو گے، ہدایت پاجاؤ گے۔

3 اس معیاریت اور افضلیت کی پہلی علامت بلا استثناء ان کی محبت وعقیدت ہے، جب کہ اُمت کا تعلق ان سے محض تاریخی یا روایتی نہیں، بلکہ عشقی ہے، جو منشاء حدیث ہے۔

4 ان کے اختلاف ومشاجرات کو اچھالنا اور ان میں رائے زنی کرنا زیغ باطن کی علامت ہے۔

5 ان کے اختلافات میں حق وباطل کا تقابل نہیں، بلکہ خطاء وصواب کا ہے اور اجتہادی اُمور میں خطا پر بھی اجر ملتا ہے۔ اس لیے اس پر معصیت کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کوئی طبقہ بحیثیت طبقہ ایسا نہیں ہے کہ پورے طبقہ کو پاک باطن اور بلا استثناء متقن وعدول کہا جائے۔

14.②: علماءِ دیوبند کا دینی رُخ اور مسلک کا خلاصہ

علمائے دیوبند کے دینی رُخ اور مسلکِ مزاج کی نسبتوں سے اگر اُن کی پہچان کرائی

جائے، تو اس کا خلاصہ یہ ہے:

''وہ دیناً مسلم ہیں، فرقۃً اہل السنت والجماعت ہیں، مذہباً حنفی ہیں، کلاماً ماتُریدی واشعری ہیں، مشرباً صوفی ہیں، سلوکاً چشتی بلکہ جامع سلاسل ہیں، فکراً ولی اللّٰہی ہیں، اصولاً قاسمی ہیں، فروعاً رشیدی ہیں، بیاناً یعقوبی ہیں اور نسبتاً دیوبندی ہیں''۔

والحمد للہ علیٰ ھٰذہ الجامعیۃ۔

نوٹ اس باب میں قاری طیب رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل کتاب کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے:

(علماء دیوبند کا دینی رُخ اور مسلکی مزاج ص۱۸۹۔ المؤلف: قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۳ھ)۔ ادارہ اسلامیات، کراچی، لاہور، ۱۴۲۸ھ)

باب 3

عقیدہ اور اسلام کے چھ بنیادی عقائد

3.1:۔ دین اسلام میں عقائد کی اہمیت

عقیدے کی تعریف یہ ہے:

الاعتقاد: عقد القلب علی الشیء وإثباته فی نفسه.

(التوقیف علی مهمات التعاریف، ص۵۵۔ المؤلف: زین الدین محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین الحدادی ثم المناوی القاهری رحمه الله (المتوفی: ۱۰۳۱ھ)۔ الناشر: عالم الکتب 38 عبد الخالق ثروت۔ القاهرة۔ الطبعة: الأولی ۱۴۱۰ھ)

- "الحکم الذی لا یقبل الشك فیه لدی معتقده، والعقیدة فی الدین ما یقصد به الاعتقاد دون العمل کعقیدة وجود الله وبعثة الرسل"۔

(القاموس الفقهی لغة واصطلاحا، ص۲۵۶۔ المؤلف: الدکتور سعدی أبو حبیب۔ الناشر: دار الفکر۔ دمشق-سوریة۔ الطبعة: الثانیة ۱۴۰۸ھ)

ترجمہ عقیدہ اس حکمِ جازم کو کہتے ہیں جس کے معتقد کے نزدیک اس میں شک قابلِ قبول نہ ہو۔ عقیدہ دین میں وہ ہے جس میں بنیادی اہمیت اعتقاد کو حاصل ہوتی ہے، نہ کہ عمل کو جیسے اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور انبیاء ورسل علیہم السلام کی بعثت کا عقیدہ۔

عقیدہ وہ ہے جس پر مرنا تو قابلِ قبول ہوتا ہے لیکن اس کو چھوڑا نہیں جاتا۔ قرآن کریم

میں عقیدے کے مصداق کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

آیت 1:۔لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْؕ اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُؕ اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ اللّٰهِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۠ (المجادلہ:۲۲)

ترجمہ جولوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، ان کو تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ اُن سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی ہے، چاہے وہ اُن کے باپ ہوں، یا اُن کے بیٹے یا اُن کے بھائی یا اُن کے خاندان والے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے، اور اپنی رُوح سے اُن کی مدد کی ہے۔ اور اُنہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے، اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں۔ یہ اللہ کا گروہ ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔

تمام تکالیف ومصائب برداشت کرنے کو تیار ہیں لیکن عقیدے سے یک سرمو انحراف پر راضی نہیں۔ اس لیے وہ شخص جو دھمکی وغیرہ سے مرعوب ہو کر اپنے نظریئے کو چھوڑ دے اور عقیدے کو تبدیل کر دے۔ اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس کا عقیدہ ہی نہیں تھا۔

1 عقیدے کا ثبوت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت نصوص سے ہوتا ہے۔ معجزات، کرامات اور مکشوفات ہزاروں ہوں تب بھی ان سے عقیدے کا اثبات نہیں کیا جا سکتا۔

2 لزوم والتزام میں فرق کو ملحوظ رکھا جائے۔ اگر کسی کی عبارت سے لازم آتا ہو کہ اس کا یہ عقیدہ ہے جب کہ وہ خود صراحتاً والتزاماً اس کے خلاف کا معتقد ہو، تو لزوم پر عقیدے کی بنیاد رکھنا اور اسے طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا قطعاً درست نہیں۔

3 بسا اوقات اہل السنت والجماعت کی بعض مخصوص علامات کو کتب عقائد کی کتب میں ذکر کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ فرق باطلہ میں یہ علامات موجود نہیں۔ اس قسم کے مسائل کو عقائد ظنّیہ کہا جاتا ہے۔ ان کے اثبات کے لیے نصوص ظنّیہ ہی کافی ہوتے ہیں جیسے مسح علی الخفین وغیرہ۔

4 جس طرح کتب حدیث میں آثار واقوال تابعین رحمہم اللہ، تبع تابعین رحمہم اللہ اور مصنف کی آراء ہوتی ہیں۔ مجموعے کے اعتبار سے مکمل کتاب کو حدیث کی کتاب شمار کرتے ہیں۔ اسی طرح کتبِ عقائد میں بعض عام مسائل وتحقیقات بھی ہوتی ہیں جن کا منکر فاسق وخارج اہل السنت والجماعت قرار نہیں پاتا۔ اس قسم کے مسائل وتحقیقات کے اثبات کے لیے نہ ہی نصِ قطعی کی ضرورت ہے اور نہ ہی نصوص ظنّیہ کا مطالبہ کرنا درست ہے، بلکہ وہ ایسے مسائل ہیں جو نصوص سے مستنبط ہوتے ہیں یا ان کا مدار تجربات ومشاہدات پر ہوتا ہے۔ اس قسم کے مسائل کی پہچان یہ ہے کہ فریقِ مخالف سے ان کے منکر کا حکم معلوم کیا جائے۔ اگر ان کا منکر بھی اہل السنت والجماعت میں داخل ہے تو ان پر عقیدے کا اطلاق کر کے اثبات کے قطعی الثبوت وقطعی الدلالت کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔

دینِ اسلام میں عقائد واعمال اور اخلاق ومعاشرت، خیالات اور ضروریات پر مبنی نہیں، یہ دین کی اپنی مستقل بنیادوں پر قائم ہیں۔ اعمال واخلاق میں تو کہیں کہیں وسعت کی راہیں بھی کھلی ہیں لیکن عقائد میں صحیح بات صرف ایک ہی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ دونوں طرف کے متوازی عقائد درست تسلیم کر لیے جائیں۔ عقائد ایسی گرہیں ہیں جو ایک ہی جگہ لگتی ہیں اور ایک ہی جگہ کھلتی ہیں۔ عقائد کے اختلاف کو اصولی اختلاف کہا جاتا ہے اور اعمال کے اختلاف کو فروعی اختلاف کہتے ہیں۔

علم عقائد کو علم کلام بھی کہا جاتا ہے جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب اس علم کی تدوین ہوئی تو ہر مسئلے کے عنوان میں لفظ کلام لایا کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے: "الکلام فی کذا"۔ یعنی فلاں مسئلہ اور عقیدہ میں کلام شروع ہے۔ اس وجہ سے اس علم کو ہی علم کلام کہا جانے لگا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کے بارے میں اس

علم میں زیادہ تحقیق ہے۔لہٰذا اس کی وجہ سے اس کو علمِ کلام کہنے لگے۔اس اندازِ بیان کی شاید سب سے آخری کتاب علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) کی "مَرَامُ الْكَلَامِ فِيْ عَقَائِدِ الْإِسْلَامِ" ہے۔

علم العقائد میں سب سے زیادہ اہم درجہ توحیدِ ذات وصفات کا ہے۔جس کو سمجھنے اور یقین کرنے کے لیے کمالِ علم وعقل ضروری ہے۔اس لیے جولوگ علم وعقل کے لحاظ سے کم مایہ تھے،وہی اس گتھی کو سلجھانے سے زیادہ عاجز رہے۔

علمِ عقائد میں صرف ان اہلِ علم وعقل کی بصیرت پر اعتماد ہوسکتا ہے جو تمام اقدار کو اپنے اپنے مرتبہ میں رکھ سکتے ہیں۔اسی لیے اکابرِ اُمت کا یہ فیصلہ بھی نہایت اہم وضروری تھا کہ اثباتِ عقائد کے لیے دلائلِ قطعیہ (آیات بینات اور احادیثِ متواترہ) کی ضرورت ہے، جب کہ احکام کے لیے کم درجہ کی احادیث بھی کافی ہیں، بشرطیکہ وہ ضعیف نہ ہوں اور صرف فضائلِ اعمال احادیثِ ضعیفہ سے بھی ثابت ہوسکتے ہیں۔رہیں منکر وشاذ یا موضوع احادیث ان سے کسی امر کا بھی اثبات نہیں ہوسکتا۔لہٰذا سب سے بڑی غلطی بعض علماء سے یہ ہوئی کہ انہوں نے اقدارِ مذکورہ سے صرفِ نظر کرلی۔مثلاً کچھ حضرات نے نسبتاً ضعیف احادیث سے احکامِ شرعیہ کا اثبات کیا اور بہت سوں نے منکر وشاذ احادیث سے بھی احکام بلکہ عقائد تک بھی ثابت کیے۔اس طرح ان کے یہاں عقائد واحکام کے مراتب واقدار محفوظ نہ رہ سکے۔سب مسائل کے آخری فیصلے محدثین کرام رحمہم اللہ پر موقوف ہیں جو احادیثِ ماثورہ کے مراتب اور رجالِ رواۃ کے صحیح ترین احوال سے واقف ہوں۔

3.2:۔اللہ کے ہاں دین ایک ہی ہے

یہ بات اسلامی عقائد میں قطعی ہے کہ اللہ کے ہاں دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔

یہ نہیں ہوسکتا کہ دوسرے سب ادیان بھی اپنی اپنی جگہ صحیح ہوں اور وہ بھی اپنے نظریات پر چل کر آخرت میں نجات پالیں۔نجات حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر کسی کی نہ ہو پائے گی۔

1 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن بھیجا تو انہیں اہلِ کتاب کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے کہا۔ (متفق علیہ، مشکوۃ رقم 1772)

اگر وہ ادیان اپنی اپنی جگہ خود لائقِ نجات ہوتے، تو انہیں دینِ اسلام کی دعوت دینے کی کیا ضرورت تھی؟

2 حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۲۱ھ) نے اپنے عقیدہ طحاویہ میں بیان کیا ہے:

وَدِينُ اللهِ فِي الْأَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَاحِدٌ وَهُوَ دِينُ الْإِسْلَامِ. قَالَ اللهُ تَعَالَى: "إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الْإِسْلَامُ". [آلِ عِمْرَان: 19] وَقَالَ تَعَالَى: "ورضيت لكم الإسلام دينا". [المائدة: 3]. (العقيدة الطحاوية، ص۸۶ رقم 103)

ترجمہ زمین وآسمان میں اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہی ہے۔ اور وہ دین اسلام ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 2:۔ إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللهِ الْإِسْلَامُ۔ (آل عمران:۱۹)

ترجمہ بے شک دین اللہ تعالیٰ کے ہاں صرف دین اسلام ہی ہے۔

آیت 3:۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا۔ (المائدہ:۳)

ترجمہ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔

3 حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۵٦ھ) فرماتے ہیں:

نَسَخَ عَزَّ وَجَلَّ بِمِلَّتِهِ كُلَّ مِلَّةٍ وَأَلْزَمَ أَهْلَ الْأَرْضِ جِنَّهُمْ وَإِنْسَهُمْ اتِّبَاعَ شَرِيعَتِهِ الَّتِي بَعَثَهُ بِهَا وَلَا يَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ سِوَاهُ.

وَكُلُّ دِينٍ سِوَاهُ بَاطِلٌ. (المحلی بالآثار، ج۱ ص۲۷، ۲۸، ۴۷)

ترجمہ دین اسلام سے تمام ادیان کو منسوخ کر دیا۔ روئے زمین کے تمام جنوں اور انسانوں کو اسی ملت اسلام کا پابند کر دیا ہے جس کو عطا کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا ہے۔

اس کے سوا کسی اور دین کو قبول نہیں کیا جائے گا۔

اسلام کے سوا ہر دین باطل ہے۔

4 حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

فَمَنْ لَمْ يُقِرَّ بَاطِنًا وَظَاهِرًا بِأَنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ دِينًا سِوَى الْإِسْلَامِ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ. (مجموع الفتاوی ج ۲۷ ص ۴۶۳)

ترجمہ جس نے دل سے اور زبان سے اس بات کا اقرار نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی دین ماسوائے اسلام لائق قبول نہیں وہ (باوجود اقرار توحید و رسالت) مسلمان نہ مانا جائے گا۔

اس سے واضح ہوا کہ نظریہ وحدتِ ادیان کے قائلین باوجود اپنے دعویٰ اسلام کے خود مسلمان نہیں رہتے۔ اُخروی نجات کے لیے رسالتِ محمدی کا اقرار ہر حال میں ضروری ہے۔

3.3:۔ دل میں موجود عقائد ہی تمام اعمال کا مدار ہیں

انسان کے تمام افعال، اعمال اور حرکات کا محور اس کے خیالات ہیں۔ یہی اُس کو بناتے اور بگاڑتے ہیں۔ یہ تمام خیالات درحقیقت اس کے چند پختہ، غیر متزلزل اور غیر مشکوک اصولی خیالات پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان ہی اصولی خیالات کو عقائد کہتے ہیں۔ یہی وہ نقطہ ہے جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے اور اُس کے دائرۂ حیات کا ہر خط اسی پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ ہمارے تمام افعال اور حرکات ہمارے ارادہ کے تابع ہیں۔ ہمارے خیالات اور جذبات پر ہمارے اندرونی عقائد حکومت کرتے ہیں۔ عام بول چال میں ان ہی چیزوں کی تعبیر ہم ''دل'' کے لفظ سے کرتے ہیں۔ اسلام کے معلم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ انسان کے تمام اعضاء میں اس کا دل ہی نیکی اور بدی کا گھر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

حدیث 1:۔ أَلَا! وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ (بخاری رقم ۵۲)

ترجمہ خبردار! انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہے، تو سارا بدن درست ہے (یعنی سارے بدن سے صادر ہونے والے اعمال درست ہوں گے)۔ اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ جائے گا۔ آگاہ ہو جاؤ! وہ ٹکڑا دل ہے۔

قرآن مجید نے دل (قلب) کی تین کیفیتیں بیان کی ہیں۔سب سے پہلے قلب سلیم (سلامت دل): جو ہر گناہ سے پاک رہ کر بالطبع نجات اور سلامت روی کے راستہ پر چلتا ہے۔دوسرا جو اس ے مقابل قلب اثیم (گنہگار دل): یہ وہ ہے جو گناہوں کی راہ اختیار رتا ہے۔تیسرا قلب منیب (رجوع ہونے والا دل): یہ وہ ہے جو اگر کبھی بھٹکتا اور بے راہ بھی ہوتا ہے تو فوراً نیکی اور حق کی طرف رجوع ہوتا ہے۔غرض یہ سب نیرنگیاں اسی ایک بے رنگ ہستی کی ہیں، جس کا نام دل ہے۔ہمارے تمام اعمال کا محرک، ہمارے اسی دل کا ارادہ اور نیت ہے۔

3.4:۔تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے

حدیث2:۔حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الأَنْصَارِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيُّ، أَنَّهُ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ، يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ"۔ (بخاری رقم 1؛ مسلم رقم 155۔1907)

ترجمہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی کے منبر پر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سب انسانی اعمال کا دارومدار بس نیتوں پر ہے۔آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل ملتا ہے۔تو جس شخص نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی (اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا جوئی اور اطاعت کے سوا اس کی ہجرت کا اور کوئی باعث نہ تھا)، تو اس کی ہجرت درحقیقت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی طرف ہوئی (اور بیشک وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سچا مہاجر ہے اور اس کو اس ہجرت الی اللہ والرسول کا مقرر اجر ملے گا)۔اور جو کوئی کسی دنیوی غرض کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر ''مہاجر'' بنا، تو (اس کی

ہجرت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہ ہوگی، بلکہ) حقیقت میں جس دوسری غرض اور نیت سے اس نے ہجرت اختیار کی ہے۔ اللہ کے ہاں بس اسی کی طرف اس کی ہجرت مانی جائے گی۔

عقائد پر کفر وایمان اور آخرت کی نجات وعذاب کا مدار ہے اور عقائد ہی اصل دین وایمان ہیں، بلکہ عقائد اور تصورات کو ہی ایمان کہتے ہیں۔ اعمال صالحہ کو عموماً اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن آخرت کی نجات اور فوز وفلاح ایمان پر منحصر ہے نہ کہ اعمال پر۔

عقائد کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ عقیدے کی درستگی میں تین وجوہ کی بڑی اہمیت ہے:

۱ یقین کی درستگی

۲ صحیح عقیدہ کی بنیاد پر ہی آخرت میں نیک اعمال کا صلہ ملے گا۔

۳ آخرت میں نجات کا مدار صحیح عقیدہ پر ہی ہے۔

3.5:۔ یقین کی درستگی ضروری ہے

عقیدہ انسان کے کردار، اعمال، اور اخلاق کی تعمیر میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ انسان کے تمام اخلاق اور اعمال کی بنیاد ارادے پر ہوتی ہے اور ارادے کا محرک دل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ دل انہی چیزوں کا ارادہ کرے گا جو دل میں واضح اور جمی ہوئی ہوں۔ اگر دل میں غلط خیالات اور غلط عقائد جمے ہوئے ہوں گے تو دل غلط کاموں کا ارادہ کرے گا، تو انسان سے گندے افعال اور اخلاق وجود میں آئیں گے اور اگر دل میں صحیح عقائد اور پاکیزہ جذبات ہوں گے تو دل صحیح کاموں کے اور پاکیزہ اخلاق کا ارادہ کرے گے، تو اس کے نتیجہ میں بندے سے پاکیزہ کاموں کا اور پاکیزہ اخلاق کا صدور ہوگا۔ اسی حقیقت کی طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حدیث 3:۔ أَلَا! وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً: إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ (بخاری رقم 52)

ترجمہ خبردار! انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے، اگر وہ درست ہے، تو سارا بدن

درست ہے (یعنی سارے بدن سے صادر ہونے والے اعمال درست ہوں گے)۔
اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ جائے گا۔ آگاہ ہو جاؤ! وہ ٹکڑا دل ہے۔
دل اگر درست ہے، اس کی اصلاح ہو چکی ہے تو پھر سارا بدن درست ہوگا یعنی سارے بدن سے صادر ہونے والے اعمال درست ہوں گے، اگر خدانخواستہ دل بگڑا ہوا ہے، اس میں گندے خیالات اور فاسد عقائد جمے ہوئے ہیں، تو پھر پورے بدن سے تمام اعضاء سے صادر ہونے والے اعمال فاسد ہوں گے۔
اس لئے انبیاء علیہم السلام جب دنیا میں آئے ہیں تو بگڑے ہوئے معاشرے کو سدھارنے کیلئے، ان کی ساری محنت لوگوں کے دل ودماغ درست کرنے کیلئے ہوتی ہے، دلوں کا یقین بنانے کیلئے محنت ہوتی ہے۔
سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی تئیس (23) سال کے قلیل عرصے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں پر محنت کر کے ان کے دلوں کی ایسی اصلاح کردی، ایسے خیالات اور ایسے جذبات اور ایسے عقائد اور ایسا یقین دلوں میں پیدا کر دیا کہ ایسا بگڑا ہوا معاشرہ (جو بگڑنے کی انتہا تک پہنچا ہوا تھا) تئیس (23) سال کے قلیل عرصے میں وہ ایسا سنوارا اور ایسا بنایا کہ اس کی نظیر آج تک چشم فلک نے نہیں دیکھی اور نہ قیامت تک دیکھے گا۔
کوئی فوج کا محکمہ، پولیس کا محکمہ، خفیہ ایجنسی یا جیلوں کا نظام کچھ بھی نہیں تھا، مگر سالہا سال گزر جاتے تھے، کسی جرم کا وقوع نہ ہوتا تھا۔ اگر کسی جرم کا ارتکاب ہو جاتا، تو مجرم خود چل کر آتا اور اپنے آپ کو سزا کیلئے پیش کر دیتا۔ اس لئے کہ ان کا یقین بنا ہوا تھا کہ اگر ہمارا جرم اس دنیا میں چھپ بھی گیا، تو کل قیامت کے دن ظاہر ہو کر رہے گا اور پھر ہمیں اس کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ حضرت ماعز اسلمی (مَاعِزُ بْنُ مَالِكٍ) رضی اللہ عنہ سے زنا صادر ہونے کا واقعہ مشہور ہے۔ (بخاری رقم 6824؛ مسلم رقم 20-1694)
تو یہ ساری بات یقین کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کی اصلاح کر کے ان کے یقین بنا دیئے تھے، صحیح عقائد اور صحیح خیالات ان کے دلوں میں جما دیئے تھے جس کی وجہ سے ان کے اعمال اور اخلاق و کردار کی اصلاح ہوگئی تھی۔

3.6:۔آخرت کا خوف ہر نیکی کی بنیاد ہے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الدنیا مزرعۃ الآخرۃ. (احیاء علوم الدین، ج ۴ ص ۱۹)

تحقیق حدیث الدنیا مزرعۃ الآخرۃ لم أجدہ بھذا اللفظ مرفوعا وروی العقیلی فی الضعفاء وأبو بکر بن لال فی مکارم الأخلاق من حدیث طارق بن أشیم نعمت الدار الدنیا لمن تزود منها لآخرتہ الحدیث وإسنادہ ضعیف۔

(المغنی عن حمل الأسفار فی الأسفار، فی تخریج ما فی الإحیاء من الأخبار، العراقی رحمہ اللہ، ص ۱۳۵۴)

قال فی المقاصد: لم أقف علیہ مع إیراد الغزالی لہ فی الإحیاء، وقال القاری: قلت: معناہ صحیح مقتبس من قولہ تعالی: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ﴾۔ (کشف الخفاء ومزیل الإلباس، ج ۱ ص ۴۷۱ رقم 1320)

ترجمہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

انسان اس دنیا میں جو کچھ بھی کرے گا، اچھا کرے یا بُرا کرے، آخرت میں اس کا پھل ضرور پائے گا اور جیسا کرے گا ویسا پھل پائے گا، اور نیک کاموں کیلئے بڑی محنت اور مشقت برداشت کرتا ہے،۔غرض انسان یہ سارے مشکل کام کرنے کے لیے اپنے آپ کو کیوں تیار کرلیتا ہے، صرف اسلئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں یہ نیک اعمال میرے کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان نیک اعمال کا ایسا اجر وثواب عطا فرمائیں گے جو میرے تصورات سے بھی بلند وبالا ہوگا اور ان نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ کیلئے جنت کی نعمتیں اور لذتیں اور خوشیاں عطاء فرمائیں گے اور جہنم کے دردناک عذاب سے میری حفاظت فرمائیں گے۔تو غرض دنیا میں نیک اعمال اس لیے کیے جاتے ہیں کہ ان کا بدلہ آخرت میں ملے گا۔

لیکن دنیا میں کیے ہوئے اچھے اعمال اور نیک اعمال کا بدلہ آخرت میں تب ملے گا

جب عقیدہ صحیح ہو، اور دل میں ایمان ہو، تمام نیک اعمال کی قبولیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اعمال میری بارگاہ میں تب قبول ہوں گے جب عمل کرنے والے کے دل میں ایمان ہو اور اس کے عقائد مسلمانوں والے ہوں، اگر خدانخواستہ عقیدہ بگڑا ہوا ہے، کہلاتا مسلمان ہے اور عقیدہ ایسا اختیار کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے آدمی کی ساری محنت ضائع اور بےکار ہو جائے گی۔

3.7:۔اعمال کی قبولیت کے لیے ایمان شرط ہے

اعمال کی قبولیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی شرط لگائی ہے۔ایمان ہو، تو اعمال قبول ہوں گے اور اگر ایمان نہ ہو، تو کوئی بھی عمل چاہے بڑے سے بڑا کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ کے دربار میں قابل قبول نہ ہوگا۔یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف انداز سے بیان فرمایا ہے۔سرکار دو عالم ﷺ نے بھی اپنے ارشادات میں بار بار یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔

آیت4:۔مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔(النحل:۹۷)

ترجمہ جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔

اس آیت میں اعمال صالحہ کا اچھا بدلہ ملنے کیلئے مومن ہونے کی شرط لگائی ہے۔

آیت5:۔فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ۔(الانبیاء:۹۴)

ترجمہ پھر جو نیک عمل کرے گا، اس حال میں کہ وہ مومن ہو، تو اس کے کام کی ناقدری نہ ہوگی، اور اسے ہم لکھ رہے ہیں۔

یعنی اس کو اپنی محنت کا پھل ضرور مل کر رہے گا۔

آیت6:۔وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

مَّشْكُوْرًا۔ (بنی اسرائیل:۱۹)

ترجمہ اور جو آخرت کا خواہشمند ہو اور اس کے لیے سعی کرے جیسی کہ اس کے لیے سعی کرنی چاہیے، (شایانِ شان کوشش کرتا ہے) اور ہو وہ مومن، تو ایسے ہر شخص کی سعی مشکور (مقبول) ہوگی۔

سورۂ عصر میں ارشاد فرمایا:

آیت 7:۔وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (العصر:۱ تا ۳)

ترجمہ زمانے کی قسم! (زمانہ شاہد ہے!)۔انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے! جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے رہے اور (ایک دوسرے کو) صبر کی تلقین کرتے رہے۔

اسی طرح سورۂ تین میں ارشاد فرمایا:

آیت 8:۔ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ○ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ○ (التین:۵،۶)

ترجمہ پھر اسے الٹا پھیر کر ہم نے سب نیچوں سے نیچا کر دیا، (پھر ہم نے اس کو ادنیٰ درجے میں ڈال دیا، جبکہ وہ خود گرنے والا بنا)، سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ اُن کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے۔ (دائمی صلہ ہے)۔ یہاں بھی اعمال صالحہ سے پہلے ایمان کی شرط کو ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تو سارا مثبت انداز تھا۔ اسی طرح منفی انداز سے بھی یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا کہ کفار کے جتنے بھی نیک اعمال ہوں گے، قیامت والے دن ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوگی اور ان کو کسی قسم کا بدلہ نہیں ملے گا۔

سورۂ کہف کے آخر میں ارشاد فرمایا:

آیت 9:۔قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالًا ○ اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ○ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا۔

(الکہف: ۱۰۳ تا ۱۰۵)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جہد راہِ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا (ملاقاتِ رب کا انکار کیا) اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے، قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے۔

آیت 10:۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِیْدُ ○

(ابراہیم: ۱۸)

ترجمہ جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے ان کے اعمال کی مثال اس راکھ کی سی ہے جسے ایک طوفانی دن کی آندھی نے اڑا دیا ہو۔ وہ اپنے کیے کا کچھ بھی پھل نہ پا سکیں گے۔ یہی پرلے درجے کی گم گشتگی ہے۔

آیت 11:۔ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ○ (النور: ۳۹)

ترجمہ (اس کے برعکس) جنہوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے دشتِ بے آب میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھے ہوئے تھا۔ مگر جب وہاں پہنچا تو کچھ نہ پایا، بلکہ وہاں اس نے اللہ کو موجود پایا، جس نے اس کا پورا پورا حساب چکا دیا، اور اللہ کو حساب لیتے دیر نہیں لگتی۔

آیت 12:۔ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ○ (النور: ۴۰)

ترجمہ یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گہرے سمندر میں اندھیرا، کہ اوپر ایک موج

چھائی ہوئی ہے، اس پر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل، تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔ آدمی اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھنے پائے۔ جسے اللہ نور نہ بخشے اس کے لیے پھر کوئی نور نہیں۔

آیت 13:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرۃ: ۲۶۴)

ترجمہ اے ایمان لانے والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملا دو جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتا ہے اور نہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے، نہ آخرت پر۔ اس کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک چٹان تھی۔ جس پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی تھی، اس پر جب زور کا مینہ برسا تو ساری مٹی بہہ گئی اور صاف چٹان کی چٹان رہ گئی۔ ایسے لوگ اپنے نزدیک خیرات کر کے جو نیکی کماتے ہیں، اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا، اور کافروں کو سیدھی راہ دکھانا اللہ کا دستور نہیں ہے۔

حدیث 4:۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَسَمِعْتُهُ أَنَا مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ دَاوُدَ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مَسْرُوقٍ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! ابْنُ جُدْعَانَ كَانَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يَصِلُ الرَّحِمَ، وَيُطْعِمُ الْمَسَاكِينَ، فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُهُ؟"۔ قَالَ: "لَا، يَا عَائِشَةُ! إِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا: رَبِّ اغْفِرْ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ"۔

(صحيح على شرط مسلم: مسند أحمد رقم 24621، 24892؛ مسلم رقم 365 - (214)؛ أبو عوانة 1/100؛ الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" رقم 4357؛ ابن حبان رقم 331؛ ابن منده في "الإيمان" رقم 969؛ شهدة الإبرية مسندة بغداد في "العمدة" رقم 91؛ الحاكم 2/405، وقال: صحيح الإسناد ولم يخرجاه، ووافقه الذهبي)

ترجمہ (عبداللہ بن جدعان ایک قریشی تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے اچھے کام کرتا تھا

لیکن تھا کافر، اسلام نہ لایا)۔تو ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ''یارسول اللہ! عبداللہ بن جدعان جاہلیت میں جو صلہ رحمی کرتا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا، کیا اس کو ان کا ثواب ملے گا؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہیں، اے عائشہ! کیونکہ کسی دن اس نے یہ نہیں کہا: اے اللہ! میرے گناہوں کو قیامت میں بخش دے''۔

حدیث 5:۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، عَنْ مَالِكٍ، ح وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو الطَّاهِرِ، وَاللَّفْظُ لَهُ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ، عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نِيَارٍ الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ: خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَلَ بَدْرٍ، فَلَمَّا كَانَ بِحَرَّةِ الْوَبَرَةِ أَدْرَكَهُ رَجُلٌ، قَدْ كَانَ يُذْكَرُ مِنْهُ جُرْأَةٌ وَنَجْدَةٌ، فَفَرِحَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ رَأَوْهُ، فَلَمَّا أَدْرَكَهُ قَالَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "جِئْتُ لِأَتَّبِعَكَ، وَأُصِيبَ مَعَكَ". قَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟". قَالَ: "لَا". قَالَ: "فَارْجِعْ، فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ". قَالَتْ: ثُمَّ مَضَى حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالشَّجَرَةِ أَدْرَكَهُ الرَّجُلُ، فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ. فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ. قَالَ: "فَارْجِعْ، فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ". قَالَ: ثُمَّ رَجَعَ فَأَدْرَكَهُ بِالْبَيْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ كَمَا قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ: "تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟". قَالَ: "نَعَمْ". فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَانْطَلِقْ". (مسلم رقم 150-1817)

حدیث 6:۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْمُنْذِرِ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ الْفُضَيْلِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نِيَارٍ الْأَسْلَمِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ رَجُلًا اتَّبَعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "أَتَّبِعُكَ لِأُصِيبَ مَعَكَ". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟". قَالَ: "لَا". قَالَ: "فَإِنَّا

لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ"۔ قَالَ: فَقَالَ لَهُ فِي الْمَرَّةِ الثَّانِيَةِ: "تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟"۔ قَالَ: "نَعَمْ"۔ فَانْطَلَقَ فَتَبِعَهُ۔

(صحيح على شرط مسلم: مسند أحمد رقم 24386؛ ابن سعد 535/3، مسلم رقم 1817، أبو داود رقم 2732، الترمذي رقم 1558، النسائي في "الكبرى" رقم 8760، 8886، 11600، الدارمي رقم 2497، ابن الجارود رقم 1048، أبو عوانة 4/332-333، 333-334، الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" رقم 2572، 2573، 2574، 2576، الدارقطني في "العلل" 5/الورقة 50، البيهقي في "السنن" 9/36-37، الحازمي في "الاعتبار" ص 217؛ ابن أبي شيبة 395/12، ابن ماجه رقم 2832)

حدیث 7: ۔حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ فُضَيْلِ بْنِ أَبِي عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نِيَارٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ إِلَى بَدْرٍ، فَتَبِعَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، فَلَحِقَهُ عِنْدَ الْجَمْرَةِ، فَقَالَ: "إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَتْبَعَكَ وَأُصِيبَ مَعَكَ"۔ قَالَ: "تُؤْمِنُ بِاللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُولِهِ؟"۔ قَالَ: "لَا"۔ قَالَ: "ارْجِعْ فَلَنْ نَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ"۔ قَالَ: ثُمَّ لَحِقَهُ عِنْدَ الشَّجَرَةِ، فَفَرِحَ بِذَاكَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لَهُ قُوَّةٌ وَجَلَدٌ۔ فَقَالَ: "جِئْتُ لِأَتْبَعَكَ وَأُصِيبَ مَعَكَ"۔ قَالَ: "تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟"۔ قَالَ: "لَا"۔ قَالَ: "ارْجِعْ فَلَنْ أَسْتَعِينَ بِمُشْرِكٍ"۔ قَالَ: ثُمَّ لَحِقَهُ حِينَ ظَهَرَ عَلَى الْبَيْدَاءِ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ، قَالَ: "تُؤْمِنُ بِاللهِ وَرَسُولِهِ؟"۔ قَالَ: "نَعَمْ"۔ قَالَ: فَخَرَجَ بِهِ۔

(صحيح على شرط مسلم: مسند أحمد رقم 25158؛ مسلم رقم 1817، النسائي في "الكبرى" رقم 8761، "شرح مشكل الآثار" رقم 2575، ابن حبان رقم 4726)

حدیث 8: ۔حَدَّثَنَا يَزِيدُ، قَالَ: أَخْبَرَنَا الْمُسْتَلِمُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا خُبَيْبُ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يُرِيدُ غَزْوًا، أَنَا وَرَجُلٌ مِنْ قَوْمِي، وَلَمْ نُسْلِمْ فَقُلْنَا: "إِنَّا نَسْتَحْيِي أَنْ يَشْهَدَ قَوْمُنَا مَشْهَدًا لَا نَشْهَدُهُ مَعَهُمْ، قَالَ: "أَوَأَسْلَمْتُمَا؟"۔

قُلْنَا: "لَا". قَالَ:"فَلَا نَسْتَعِينُ بِالْمُشْرِكِينَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ". قَالَ: فَأَسْلَمْنَا وَشَهِدْنَا مَعَهُ. فَقَتَلْتُ رَجُلًا وَضَرَبَنِي ضَرْبَةً، وَتَزَوَّجْتُ بِابْنَتِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ. فَكَانَتْ تَقُولُ:"لَا عَدِمْتَ رَجُلًا وَشَّحَكَ هٰذَا الْوِشَاحَ". فَأَقُولُ: "لَا عَدِمْتِ رَجُلًا عَجَّلَ أَبَاكِ النَّارَ".

□ قال السندي: جد خبيب-وهو خبيب بن إساف- أنصاري أوسي.

ذكره ابن إسحاق وموسى بن عقبة فيمن شهد بدراً. وجاء أنه ضُرِبَ ببدر، فمال شقه، فتفل عليه النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ورده ولأمه. ذكر أن الذي ضربه أمية بن خلف، وهو قتل أمية.

(مسند أحمد رقم15763؛ ابن أبي شيبة 394/12، البخاري في "التاريخ الكبير" 209/3، ابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" رقم2763، الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" رقم2577، الطبراني في "الكبير" رقم4194، 4195، الحاكم 121/2، البيهقي في "السنن" 37/9، صححه الحاكم، وسكت عنه الذهبي؛ الهيثمي في "مجمع الزوائد" 303/5، وقال: رواه أحمد والطبراني، ورجالهما ثقات)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: غزوۂ بدر کے موقع پر ایک مشرک حاضر ہوا اور عرض کیا: ''اے محمدؐ! میں بھی تمہاری طرف سے لڑنے کیلئے چلتا ہوں تاکہ غنیمت کا مال مجھے بھی ملے''۔ یہ مشرک بڑا بہادر تھا، اوراس کی بہادری بڑی مشہور تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہو؟''۔ اس نے جواب دیا: ''نہیں، میرا ایمان تو نہیں''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''واپس جاؤ۔ میں مشرکوں سے مدد کا خواستگار نہیں''۔ دوسری مرتبہ وہ پھر آیا۔ پھر وہی سوال وجواب ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی اس کو اجازت نہ دی۔ (سازوسامان کی قلت اور تعداد کی قلت کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بے نیازی اور استغناء والی شان اس کے دل میں حق کے اتارنے میں بڑی مفید ثابت ہوئی)۔ تیسری مرتبہ حاضر ہوکر اس نے ایمان قبول کرلیا، تو پھر اس کو اسلامی لشکر میں شامل ہونے کی اجازت ملی۔

حدیث 9:۔حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ عَلْقَمَةَ بْنِ حديج الْمَعَافِرِيُّ، عَنْ أَرْطَاةَ بْنِ الْمُنْذِرِ، عَنْ أَبِي عَامِرٍ الْأَلْهَانِيِّ، عَنْ ثَوْبَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًا مِنْ أُمَّتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ بِيضًا، فَيَجْعَلُهَا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُورًا"۔ قَالَ ثَوْبَانُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! صِفْهُمْ لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا، أَنْ لَا نَكُونَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ"۔ قَالَ: "أَمَا إِنَّهُمْ إِخْوَانُكُمْ، وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ، وَيَأْخُذُونَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُونَ، وَلَكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ إِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللهِ انْتَهَكُوهَا"۔

(حسن: سنن ابن ماجه، ج ۵ ص ۱۷۳، رقم 4245؛ الرویانی فی "مسنده" رقم 651؛ الطبرانی فی "الأوسط" رقم 4632، "معجم الصغير" رقم 662، "مسند الشاميين" رقم 680)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں اپنی اُمت میں ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کے قیامت کے روز ایسے اعمال بھی لائے جائیں گے، گو وہ اعمال جسامت کے اعتبار سے تہامہ کے پہاڑوں کے برابر ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو بکھرے ہوئے ذرات بنا دے گا (میزانِ عدل میں ان کا کوئی وزن نہ ہوگا)۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! ہمارے لیے ان کے اوصاف بیان فرمادیں تاکہ بے خبری میں ہم بھی ان جیسے نہ ہو جائیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ تمہارے بھائی ہی ہوں گے، تمہاری قوم میں سے ہی ہوں گے، لیکن وہ ایسی قوم ہوں گے کہ جب وہ دوسروں سے خلوت میں جائیں گے، تو اللہ کے محارم کی پرواہ نہیں کریں گے۔ (یعنی ایمان سے خالی ہوں گے)''۔

☆ ان آیات اور احادیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہی ہے کہ دنیا میں انسان کے نیک اعمال والی محنت آخرت میں تب کام آئے گی، جب اس کا عقیدہ درست ہو، اور اس میں ایمان ہو۔ اگر خدانخواستہ عقیدہ بگڑا ہوا ہے، کافرانہ عقائد ہیں، تو پھر ساری محنت ضائع اور بےکار ہو جائے گی۔

ایک تو اس وجہ سے کہ ان میں اخلاص نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے ان کے اچھے اعمال اللہ کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ اخلاص تو نیک اعمال کی قبولیت کے لیے ایسی لازمی شرط ہے کہ اگر مسلمان کی نیکی میں بھی اخلاص نہ ہو، تو وہ اس کے منہ پر ماردی جائے گی، چہ جائیکہ کافر کے اعمال میں اخلاص نہ ہو، اور وہ قبول ہوجائیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ دوسرا اعمال کی قبولیت کیلئے ایمان شرط ہے، ایمان نہ ہو، عقیدہ درست نہ ہو، تو جتنے نیک اعمال کرے گا، چاہے دیکھنے میں وہ کتنے خوبصورت ہی کیوں نہ ہوں، اللہ کے دربار میں ان کی کوئی حیثیت نہ ہوگی۔ پہلے آپ قرآن کی آیتیں اور احادیث سن چکے ہیں کہ کافروں کے اعمال قیامت والے دن تولے نہیں جائیں گے:

آیت 14:۔ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ○ (الکہف:۱۰۵)

ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا (ملاقاتِ رب کا انکار کیا) اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے، قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ کافر اللہ کے باغی ہیں۔ جیسے حکومت کا باغی ہوتا ہے، بغاوت اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی وجہ سے ساری خوبیوں پر، ساری اچھائیوں پر، پانی پھر جاتا ہے۔ بہت بڑا سائنسدان ہے اور بڑے بڑے قابل فخر کارنامے سرانجام دیئے ہیں، ملک وملت کی بڑی خدمت کی ہے، مگر ایک مرتبہ بھی اس کا جرم بغاوت ثابت ہو جائے، یا راز فاش ہوجائے کہ یہ تو بھارت کے ساتھ، دشمن کے ساتھ اندر سے ملا ہوا تھا، تو بتایئے اس کی کیا سزا ہوگی؟ کیا کارناموں کی وجہ سے اس کو برداشت کرلیا جائے گا؟ یا تختہ دار پر لٹکا دیا جائے گا؟ تو جب دنیا کے چھوٹے چھوٹے بادشاہ انسان ہوکر بھی اپنے خلاف بغاوت والے جرم کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، تو اللہ تعالیٰ جو ساری کائنات کا بادشاہ ہے، جو ساری کائنات کا پیدا کرنے والا ہے، وہ اپنی مخلوق کا بغاوت والا جرم کب برداشت کرسکتا ہے؟ تو کافر اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں۔ اس لیے ان کے نیک اعمال کی اللہ کے ہاں کوئی وقعت نہ ہوگی، اور نہ ہی ان کو

آخرت میں اس کا بدلہ ملے گا، بلکہ کافر جتنے اچھے کام کرتے ہیں، جتنے رفاہی کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا بدلہ اس کو دنیا میں ہی عطا فرمادیتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

آیت 15:۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ۔ (طٰہٰ:۱۳۱)

ترجمہ: اور نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھو دنیوی زندگی کی اُس شان وشوکت کو جو ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ وہ تو ہم نے انہیں آزمائش میں ڈالنے کے لیے دی ہے، اور تیرے رب کا دیا ہوا رزقِ حلال ہی بہتر اور پائندہ تر ہے۔

تو کافروں کو سب کچھ یہاں دنیا میں مل جاتا ہے۔ آخرت میں ہمیشہ کے لیے جہنم ان کا مقدر بنے گی۔ تو یہ بیچارے تو رحم کھانے کے قابل ہیں۔ ان کو پتہ نہیں کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ جہنم کا ایک جھونکا دنیا کے سارے مزے اور دنیا کی ساری لذتیں بھلادے گا۔

بہرحال خلاصہ یہ ہوا کہ عقیدہ کی اصلاح اور درستگی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عقیدہ درست کرنا اس لیے ضروری ہے تاکہ ہمارے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول ہوجائیں اور دنیا میں کی ہوئی محنت آخرت میں ٹھکانے لگ جائے اور ہمیں اپنے اعمال کا اجروثواب اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی خوشیوں کی صورت میں مل جائے۔

اور اگر خدانخواستہ عقیدہ درست نہ ہو، تو ساری محنت بیکار اور ضائع ہوجائے گی۔

آخر میں یہ بھی سمجھ لیں کہ جس طرح کفر کے ساتھ کئے ہوئے نیک اعمال اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول نہیں ہوتے، اسی طرح ایک آدمی مسلمان ہوا۔ اس نے بڑے نیک اعمال کئے ہوں نماز، روزے، حج، زکوۃ، صدقات، وخیرات کے انبار لگادیئے ہوں مگر بعد میں وہ کافر ہوجائے، مرتد ہوجائے، کوئی کلمہ کفر کا زبان سے نکال لے، تو سارے نیک اعمال برباد ہوجائیں گے۔ کھاتا صاف ہوجائے گا۔ اب اگر توبہ بھی کر لی اور مسلمان ہوگیا تو دوبارہ حساب شروع ہوگا۔ نئے سرے سے اعمال کرے گا۔ پہلے سارے اعمال ضائع اور برباد ہوگئے۔

3.8:۔درست عقیدہ ہی آخرت میں نجات کا ضامن ہے

تیسری وجہ یہ ہے کہ آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کی نجات کا دارومدار عقیدے کی درستگی پر ہے۔اگر عقیدہ درست ہوا، دل میں ایمان ہوااور آخرت تک ایمان کو بچا کر بھی لے گیا،توان شاء اللہ ہمیشہ ہمیشہ کی نجات یقینی ہے۔اگر عقیدہ درست نہیں ہے، دل میں ایمان نہیں، بلکہ کفریہ عقائد ہیں،تو آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کی ناکامی یقینی ہے۔

خلاصہ ایسے مسلمان اور مؤمن جنہوں نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو، نمازیں چھوڑی ہوں، روزے نہ رکھے ہوں، بڑے بڑے گناہ کئے ہوں، ڈاکہ ڈالا ہو، شراب پی ہو اوراس طرح کے بڑے بڑے گناہ کئے ہوں اور توبہ کئے بغیر دنیا سے چلے گئے۔اگر توبہ کرلی سچی توبہ، تو پھر دنیا میں ہی معاملہ صاف ہوگیا۔ان شاء اللہ سیدھے جنت میں جائیں گے۔لیکن اگر غفلت کی وجہ سے توبہ نہ کرسکے اوراسی طرح گناہوں کے ساتھ دنیا سے چلے گئے، توایسے گنہگار مسلمانوں کی نجات بھی یقینی ہے۔ایک نہ ایک دن ان کو جنت کا داخلہ ضرور ملے گا۔قرآن وحدیث کے بے شمار ارشادات میں اس مضمون کی وضاحت کی گئی ہے۔

حدیث10 :۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمُعَاذٌ رَدِيفُهُ عَلَى الرَّحْلِ، قَالَ: "يَا مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ!"۔ قَالَ: "لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! وَسَعْدَيْكَ"۔ قَالَ: "يَا مُعَاذُ!"۔ قَالَ: "لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! وَسَعْدَيْكَ"، ثَلَاثًا۔ قَالَ: "مَا مِنْ أَحَدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، صِدْقًا مِنْ قَلْبِهِ، إِلَّا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ"۔ قَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا أُخْبِرُ بِهِ النَّاسَ فَيَسْتَبْشِرُوا؟"۔ قَالَ: "إِذًا يَتَّكِلُوا"۔ وَأَخْبَرَ بِهَا مُعَاذٌ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأَثُّمًا۔ (بخاری رقم 128؛ مسلم رقم 53-32)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر سوار تھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

معاذ رضی اللہ عنہ کو آواز دی (نام لے کر اپنی طرف متوجہ فرمایا): "اے معاذؓ!"۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عرض کیا: "میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول!"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے معاذؓ!"۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول!"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا یا معاذؓ آپؓ نے تیسری مرتبہ بھی وہی جواب دیا: "میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول!"۔

تشریح علماء نے لکھا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بالکل متصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سواری پر بیٹھے ہوئے تھے، پہلی آواز بھی پوری طرح سن لی تھی اور جواب بھی دے دیا مگر تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے بلایا تا کہ خوب متوجہ ہو جائیں اور آگے جو بات میں کہنے والا ہوں وہ بڑی اہم ہے، خوب غور سے سن لیں۔

چنانچہ تیسری مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے جواب دینے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "کوئی ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہوگا جو سچے دل کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں مگر ایسی گواہی دینے والے پر اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو حرام کر دیں گے"۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ دے دوں تا کہ لوگ خوش ہو جائیں؟"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "چھوڑ دو، لوگ کہیں اس پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں (ایمان پر جنت تو مل جائے گی پھر اعمال کی کیا ضرورت ہے؟"۔

* حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ساری زندگی یہ ارشاد کسی کو نہ سنایا، آخری وقت جب موت کا وقت تھا تو اس خطرے سے سنا دیا کہ کہیں میں مر جاؤں اور یہ ارشاد میرے ساتھ ہی نہ چلا جائے اور کسی کو اطلاع ہی نہ ہو۔

اسی طرح کی روایت حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے:

حدیث 11:۔ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ، عَنِ الْحُسَيْنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، حَدَّثَهُ أَنَّ أَبَا الأَسْوَدِ الدُّؤَلِيَّ حَدَّثَهُ: أَنَّ أَبَا ذَرٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حَدَّثَهُ قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ أَبْيَضُ، وَهُوَ نَائِمٌ، ثُمَّ أَتَيْتُهُ وَقَدِ اسْتَيْقَظَ، فَقَالَ: "مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، ثُمَّ مَاتَ عَلٰى ذٰلِكَ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ". قُلْتُ: "وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟". قَالَ: "وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ". قُلْتُ: "وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟". قَالَ: "وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ". قُلْتُ: "وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ؟". قَالَ: "وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ عَلٰى رَغْمِ أَنْفِ أَبِي ذَرٍّ". وَكَانَ أَبُو ذَرٍّ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا قَالَ: "وَإِنْ رَغِمَ أَنْفُ أَبِي ذَرٍّ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ: هٰذَا عِنْدَ الْمَوْتِ، أَوْ قَبْلَهُ إِذَا تَابَ وَنَدِمَ، وَقَالَ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، غُفِرَ لَهُ۔ (بخاری رقم 5827)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفید چادر اوڑھ کر آرام فرما رہے تھے، میں واپس چلا گیا، تھوڑی دیر کے بعد پھر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو چکے تھے۔ میں حاضر ہوا تو ارشاد فرمایا: ''کوئی بندہ ایسا نہیں جس نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھا ہو اور پھر اسی پر موت آئی ہو، مگر وہ بندہ ضرور جنت میں داخل ہوگا''۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ''اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو''۔ میں نے پھر وہی بات دوبارہ کہی: ''اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو''۔ پھر تیسری بار پھر عرض کیا: ''اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار زور دے کر پھر وہی بات ارشاد فرمائی: ''ہاں، اگر چہ اس نے زنا بھی کیا ہو اور چوری بھی کی ہو، اگر چہ ابوذر رضی اللہ عنہ کا ناک خاک آلود کیوں نہ ہو جائے''۔ یہ آخری جملہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حدیث بیان کرتے وقت بڑے مزے لے لے کر فرمایا کرتے تھے کہ میرے محبوب کی زبان سے میرا نام اس طرح نکلا تھا۔

بہر حال اس مضمون کی بے شمار احادیث ہیں کہ ایمان کے ساتھ جو آدمی دنیا سے چلا گیا اسکی نجات یقینی ہے۔ البتہ یہ بات بھی قرآن واحادیث کے بے شمار ارشادات سے

معلوم ہوتی ہے کہ ایسا ایمان والا جو اپنے ساتھ کبیرہ گناہ لے کر جائے گا اور توبہ کئے بغیر مرجائے گا، ایسے ایمان والے کی نجات کی دو صورتیں ہوں گی اور اللہ کے ان کے ساتھ دو قسم کے معاملے ہوں گے: یا معاملہ فضل کا ہوگا اور یا معاملہ عدل کا ہوگا۔ اگر معاملہ فضل کا ہوا، پھر تو بیڑا پار ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر سزا دیئے ہی معاف فرمادیں گے اور وہ بڑی بے نیاز ذات ہے۔ بڑی قدرت والی ذات ہے۔ وہ اگر معاف کردے تو اس سے پوچھنے والا کون ہے؟!! دُعا کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ اور تمام مسلمانوں کے ساتھ اپنے فضل والا معاملہ فرمائیں۔ آمین۔

یا عدل والا معاملہ ہوگا، تو ان کے بارے میں قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون بیان فرمایا ہے کہ ان کو اپنے گناہوں کی سزا ضرور ملے گی، سزا ملنے کے ساتھ ان کے گناہوں کو معاف کردیا جائے گا اور وہ پاک وصاف ہوکر آخر جنت میں ضرور داخل ہوں گے۔

3.9: مصائب گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں

اب گناہوں کی سزا دنیا ہی سے شروع ہوجاتی ہے، ایمان والوں پر دنیا میں جو مختلف مصائب اور پریشانیاں آتی ہیں، یہ سب ان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور ان کے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔

حدیث 12: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَأَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ وَلَا هَمٍّ وَلَا حُزْنٍ وَلَا أَذًى وَلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةُ يُشَاكُهَا إِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا من خطاياه"۔

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (مشکوۃ رقم 1537)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دونوں فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مسلمان کو کوئی تھکاوٹ اور کوئی بیماری اور کوئی غم، کوئی تکلیف نہیں پہنچتی یہاں تک کہ جو کانٹا اس کو چبھتا ہے اور اس کو تکلیف ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ ان سب پریشانیوں کی وجہ سے اس کے گناہ معاف فرمادیتے ہیں''۔

حدیث 13:۔عَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ (مرفوعاً)۔۔۔ثُمَّ قَالَ: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیبُهُ أَذًی مِنْ مَرَضٍ فَمَا سِوَاهُ إِلَّا حَطَّ اللهُ تَعَالٰی بِهٖ سَیِّئَاتِهٖ كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا"۔(مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ) (مشکوۃ رقم 1538)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کسی مسلمان بیماری یا کوئی دوسری تکلیف پہنچتی ہے، تو ان پریشانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ایسے معاف کر دیتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں''۔

حدیث 14:۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الأَعْلٰی، قَالَ: حَدَّثَنَا یَزِیدُ بْنُ زُرَیْعٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَا یَزَالُ البَلَاءُ بِالْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَةِ فِي نَفْسِهٖ وَوَلَدِهٖ وَمَالِهٖ حَتّٰی یَلْقَی اللهَ وَمَا عَلَیْهِ خَطِیئَةٌ"۔ هٰذَا حَدِیثٌ حَسَنٌ صَحِیحٌ۔

(حسن صحیح: ترمذی رقم 2399)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مؤمن مرد اور مؤمن عورت کی جان، اس کی اولاد اور مال پر آزمائشیں اترتی رہتی ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں جاملتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ اور خطا باقی نہیں رہتا''۔

حدیث 15:۔حَدَّثَنَا قُتَیْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّیْثُ، عَنْ یَزِیدَ بْنِ أَبِي حَبِیبٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ سِنَانٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "إِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الخَیْرَ عَجَّلَ لَهُ العُقُوبَةَ فِي الدُّنْیَا، وَإِذَا أَرَادَ اللهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰی یُوَافِيَ بِهٖ یَوْمَ القِیَامَةِ"۔

(حسن صحیح: ترمذی رقم 2396)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں، تو اس کو اس کے گناہوں کی سزا دنیا میں جلدی کے ساتھ دے دیتے ہیں۔ (یعنی جب وہ آخرت میں جائے گا، تو گناہوں سے پاک وصاف ہو کر جائے گا)۔ اور جب کسی بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں، تو اس کے گناہوں کی سزا روک کر رکھتے ہیں، یہاں تک کہ قیامت

والے دن اس کو گناہوں کی پوری پوری سزا ملے گی"۔
اس قسم کی احادیث بے شمار ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان والے پر جو مصیبتیں اور تکالیف آتی ہیں، وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

حدیث 16:۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ، قَالَ: قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ: "أَلَا أُرِيكَ امْرَأَةً مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ؟". قُلْتُ: "بَلَى". قَالَ: "هَذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ". أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ: "إِنِّي أُصْرَعُ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللهَ لِي". قَالَ: "إِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَإِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَكِ". فَقَالَتْ: "أَصْبِرُ". فَقَالَتْ: "إِنِّي أَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللهَ لِي أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ". فَدَعَا لَهَا.

(بخاری رقم: 5652؛ مسلم رقم: 2576)

ترجمہ: حضرت عطا بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مجھے ایک دن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں تمہیں ایک جنتی عورت نہ دکھاؤں"۔ میں نے عرض کیا: "ضرور دکھائیں"۔ تو اشارہ کر کے ارشاد فرمایا: "یہ سیاہ رنگ والی عورت ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آکر عرض کیا: "یارسول اللہ! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے میرا ستر کھل جاتا ہے، میں ننگی ہو جاتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس پریشانی سے نجات عطا فرمائے"۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اگر تو اس پر صبر کرے، تو اس کے بدلے تجھے جنت ملے گی۔ اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں، اللہ تعالیٰ تجھے اس مرض سے عافیت اور شفاء عطا فرمائے۔ (اب تیری مرضی ہے)"۔ تو اس نے عرض کیا: "حضور! مجھے جنت چاہیے، میں صبر کروں گی، لیکن اتنی دعا ضرور فرمائیں کہ اس مرگی کے دوران میں ننگا ہونے سے محفوظ رہوں"۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے دعا کردی۔

ان تمام ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کی بیماریاں اور پریشانیاں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں اور اس کے گناہوں کے معاف ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ لیکن خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ ان احادیث سے مقصود یہ ہے کہ ایمان

والے پر مصیبت اور پریشانی آئے تو یہ سوچ کر صبر کرے کہ میرے گناہ معاف ہورہے ہیں اور آخرت کی پریشانی سے نجات مل رہی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ گناہ معاف کرانے کیلئے مصائب کی تمنا شروع کردے بلکہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں عافیت ہی کا سوال کیا کرو، کریم ذات ہے وہ تو بغیر مصائب کے بھی معاف کرسکتی ہے۔

بہرحال مومن کے گناہوں کی سزا اور معافی دنیا ہی سے شروع ہوجاتی ہے اگر کوئی کسر رہ جائے تو موت کی سختی سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں پھر بھی گناہ رہ جائیں تو قبر کی سختی اور تنگی سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور اگر اس کے اتنے زیادہ گناہ ہوں کہ قبر میں اتنا لمبا عرصہ رہنے اور عذاب برداشت کرنے کے باوجود اس کے گناہ معاف نہ ہوں پھر بھی کوئی کسر رہ جائے تو میدان حشر کی سختی اور پریشانی سے گناہ معاف ہوجائیں گے اور اگر پھر بھی کوئی کسر باقی رہ گئی تو پھر صفائی ستھرائی کیلئے ایک رگڑا جہنم میں بھی دیا جائے گا تاکہ پاک صاف ہوکر جنت میں داخل ہونے کے قابل ہوجائیں۔

ایمان والے گناہ گاروں کو ہمیشہ کیلئے جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ صرف صفائی کیلئے ڈالا جائے گا جیسے کپڑا میلا ہوجائے تو اس کو بھٹی میں ڈال کر دھوتے ہیں تاکہ دوبارہ استعمال کے قابل ہوجائے، اسی طرح مسلمان گناہ گاروں کو بھی صفائی کیلئے جہنم کی بھٹی میں ڈالا جائے گا جب صاف ستھرے ہوجائیں گے تو آخر کاران کو جہنم سے نکال کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جنت میں داخل کردیا جائیگا جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا تو بعض کو انبیاء علیہم السلام کی شفاعت سے بعض کو شہداء کی شفاعت سے، بعض کو حفاظ کرام کی سفارش سے جہنم سے نکالا جائے گا اور بعض کو عام مسلمین کی سفارش کرنے سے اللہ تعالیٰ جہنم سے نکالیں گے۔

حدیث 17 :۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قُلْنَا: "يَا رَسُولَ اللهِ! هَلْ نَرَى رَبَّنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟". قَالَ: "هَلْ تُضَارُونَ فِي رُؤْيَةِ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ إِذَا كَانَتْ صَحْوًا؟".

قُلْنَا: "لَا". قَالَ: "فَإِنَّكُمْ لَا تُضَارُونَ فِي رُؤْيَةِ رَبِّكُمْ يَوْمَئِذٍ إِلَّا كَمَا تُضَارُونَ فِي رُؤْيَتِهِمَا". ثُمَّ قَالَ: "يُنَادِي مُنَادٍ: لِيَذْهَبْ كُلُّ قَوْمٍ إِلَى مَا كَانُوا يَعْبُدُونَ". فَيَذْهَبُ أَصْحَابُ الصَّلِيبِ مَعَ صَلِيبِهِمْ، وَأَصْحَابُ الْأَوْثَانِ مَعَ أَوْثَانِهِمْ، وَأَصْحَابُ كُلِّ آلِهَةٍ مَعَ آلِهَتِهِمْ، حَتَّى يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ، وَغُبَّرَاتٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، ثُمَّ يُؤْتَى بِجَهَنَّمَ تُعْرَضُ كَأَنَّهَا سَرَابٌ. فَيُقَالُ لِلْيَهُودِ: "مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟". قَالُوا: "كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنَ اللهِ". فَيُقَالُ: "كَذَبْتُمْ، لَمْ يَكُنْ لِلّٰهِ صَاحِبَةٌ وَلَا وَلَدٌ، فَمَا تُرِيدُونَ؟". قَالُوا: "نُرِيدُ أَنْ تَسْقِيَنَا". فَيُقَالُ: "اشْرَبُوا". فَيَتَسَاقَطُونَ فِي جَهَنَّمَ، ثُمَّ يُقَالُ لِلنَّصَارَى: "مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ؟". فَيَقُولُونَ: "كُنَّا نَعْبُدُ الْمَسِيحَ ابْنَ اللهِ". فَيُقَالُ: "كَذَبْتُمْ، لَمْ يَكُنْ لِلّٰهِ صَاحِبَةٌ، وَلَا وَلَدٌ، فَمَا تُرِيدُونَ؟". فَيَقُولُونَ: "نُرِيدُ أَنْ تَسْقِيَنَا". فَيُقَالُ: "اشْرَبُوا". فَيَتَسَاقَطُونَ فِي جَهَنَّمَ. حَتَّى يَبْقَى مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ مِنْ بَرٍّ أَوْ فَاجِرٍ، فَيُقَالُ لَهُمْ: "مَا يَحْبِسُكُمْ وَقَدْ ذَهَبَ النَّاسُ؟". فَيَقُولُونَ: "فَارَقْنَاهُمْ، وَنَحْنُ أَحْوَجُ مِنَّا إِلَيْهِ الْيَوْمَ، وَإِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي: لِيَلْحَقْ كُلُّ قَوْمٍ بِمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ، وَإِنَّمَا نَنْتَظِرُ رَبَّنَا". قَالَ: فَيَأْتِيهِمُ الْجَبَّارُ فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَتِهِ الَّتِي رَأَوْهُ فِيهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ. فَيَقُولُ: "أَنَا رَبُّكُمْ". فَيَقُولُونَ: "أَنْتَ رَبُّنَا. فَلَا يُكَلِّمُهُ إِلَّا الْأَنْبِيَاءُ". فَيَقُولُ: "هَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ آيَةٌ تَعْرِفُونَهُ؟". فَيَقُولُونَ: "السَّاقُ". فَيَكْشِفُ عَنْ سَاقِهِ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ، وَيَبْقَى مَنْ كَانَ يَسْجُدُ لِلّٰهِ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَيَذْهَبُ كَيْمَا يَسْجُدَ، فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا. ثُمَّ يُؤْتَى بِالْجَسْرِ فَيُجْعَلُ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ. قُلْنَا: "يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا الْجَسْرُ؟". قَالَ: "مَدْحَضَةٌ مَزِلَّةٌ، عَلَيْهِ خَطَاطِيفُ وَكَلَالِيبُ، وَحَسَكَةٌ مُفَلْطَحَةٌ لَهَا شَوْكَةٌ عُقَيْفَاءُ، تَكُونُ بِنَجْدٍ يُقَالُ لَهَا: السَّعْدَانُ، الْمُؤْمِنُ عَلَيْهَا كَالطَّرْفِ وَكَالْبَرْقِ وَكَالرِّيحِ، وَكَأَجَاوِيدِ الْخَيْلِ وَالرِّكَابِ، فَنَاجٍ مُسَلَّمٌ، وَنَاجٍ مَخْدُوشٌ،

وَمَكْدُوسٌ فِي نَارِ جَهَنَّمَ، حَتَّى يَمُرَّ آخِرُهُمْ يُسْحَبُ سَحْبًا. فَمَا أَنْتُمْ بِأَشَدَّ لِي مُنَاشَدَةً فِي الْحَقِّ، قَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِ يَوْمَئِذٍ لِلْجَبَّارِ، وَإِذَا رَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ نَجَوْا، فِي إِخْوَانِهِمْ، يَقُولُونَ: "رَبَّنَا إِخْوَانُنَا، كَانُوا يُصَلُّونَ مَعَنَا، وَيَصُومُونَ مَعَنَا، وَيَعْمَلُونَ مَعَنَا". فَيَقُولُ اللهُ تَعَالَى: "اذْهَبُوا، فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ دِينَارٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ". وَيُحَرِّمُ اللهُ صُوَرَهُمْ عَلَى النَّارِ، فَيَأْتُونَهُمْ وَبَعْضُهُمْ قَدْ غَابَ فِي النَّارِ إِلَى قَدَمِهِ، وَإِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ، فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا، ثُمَّ يَعُودُونَ فَيَقُولُ: "اذْهَبُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ نِصْفِ دِينَارٍ فَأَخْرِجُوهُ". فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا، ثُمَّ يَعُودُونَ فَيَقُولُ: "اذْهَبُوا فَمَنْ وَجَدْتُمْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِنْ إِيمَانٍ فَأَخْرِجُوهُ". فَيُخْرِجُونَ مَنْ عَرَفُوا". قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: فَإِنْ لَمْ تُصَدِّقُونِي فَاقْرَءُوا: "إِنَّ اللهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا". (النساء:۴۰). فَيَشْفَعُ النَّبِيُّونَ وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمُؤْمِنُونَ. فَيَقُولُ الْجَبَّارُ: "بَقِيَتْ شَفَاعَتِي". فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ، فَيُخْرِجُ أَقْوَامًا قَدِ امْتُحِشُوا، فَيُلْقَوْنَ فِي نَهَرٍ بِأَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهُ: مَاءُ الْحَيَاةِ، فَيَنْبُتُونَ فِي حَافَتَيْهِ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّيْلِ. قَدْ رَأَيْتُمُوهَا إِلَى جَانِبِ الصَّخْرَةِ، وَإِلَى جَانِبِ الشَّجَرَةِ، فَمَا كَانَ إِلَى الشَّمْسِ مِنْهَا كَانَ أَخْضَرَ، وَمَا كَانَ مِنْهَا إِلَى الظِّلِّ كَانَ أَبْيَضَ، فَيَخْرُجُونَ كَأَنَّهُمُ اللُّؤْلُؤُ، فَيُجْعَلُ فِي رِقَابِهِمُ الْخَوَاتِيمُ، فَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ، فَيَقُولُ أَهْلُ الْجَنَّةِ: "هَؤُلَاءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمَنِ، أَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوهُ". فَيُقَالُ لَهُمْ: "لَكُمْ مَا رَأَيْتُمْ وَمِثْلَهُ مَعَهُ".

(بخاری رقم 7439؛ مسلم رقم 302-183)

ترجمہ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہ جب مومن پل صراط کو عبور کر کے جنت تک پہنچ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کریں گے کہ ہمارے مسلمان بھائی جو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے، روزے رکھا کرتے

تھے، حج کیا کرتے تھے، وہ جہنم میں چلے گئے، اللہ تعالیٰ ان کے مطالبے پر ارشاد فرمائیں گے جس کو پہچانتے ہو جہنم سے نکال لو، چنانچہ ایمان والے ایک بہت بڑی مخلوق کو جہنم سے نکال لیں گے، پھر آکر عرض کریں گے، نماز روزے والوں میں سے کوئی نہیں بچا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں ایک دینار کے برابر ایمان ہو اس کو بھی نکال لو، تو ایمان والے آکر پھر ایک خلق کثیر کو نکال لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں آدھے دینار کے برابر ایمان ہو اسکو بھی نکال لو، چنانچہ ایمان والے تیسری بار ایک خلق کثیر کو نکال لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اس کو بھی جہنم سے نکالو، چنانچہ یہ مسلمان جا کر ایک بڑی مخلوق کو نکالیں گے اور آکر عرض کریں گے اب کوئی ایمان والا باقی نہیں بچا۔ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دریا جوش میں آئے گا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے، فرشتے بھی شفاعت کر چکے، انبیاء علیہم السلام بھی شفاعت کر چکے اور عام ایمان والے بھی شفاعت کر چکے اب صرف ارحم الراحمین ہی رہ گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے رحمت سے ایسے ایمان والوں کو نکالیں گے جنہوں نے کبھی بھی کوئی نیک کام نہیں کیا ہوگا۔ صرف مسلمان ہوں گے، چنانچہ جنت کے دروازے پر ان کو نہر حیات میں ڈالا جائے گا تو موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے وہاں سے نکلیں گے پھر جنت میں داخل کر دئے جائیں گے، جنت والے ان کا نام لیں گے "عتقاء الرحمن" یہ رحمن کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

بہر حال اپنے گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ایمان والے ایک دن جہنم سے نکل کر جنت میں ضرور داخل ہو جائیں گے، تو بات یہی شروع ہوئی تھی کہ عقیدہ کی اصلاح کے اہم ہونے کی تیسری وجہ یہ ہے کہ قیامت والے دن ہمیشہ ہمیشہ کی نجات ایمان اور صحیح عقیدے کی وجہ سے ملے گی اگر ایمان ہوا اور عقیدہ درست ہوا تو انشاء اللہ ایک دن جنت ضرور ملے گی لیکن اگر خدانخواستہ ایمان نہ ہوا، عقیدہ کافروں والا ہوا تو پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے آگ میں جلنا پڑے گا، صدیاں گزر جائیں گی مگر جہنم سے نہیں نکالا جائے گا جب ایمان والوں کو جہنم سے نکلتا ہوا دیکھیں گے تو کافر آرزو کریں گے:

آیت 16: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔ (الحجر:۲)

ترجمہ بعید نہیں کہ ایک وقت وہ آجائے جب وہی لوگ جنہوں نے آج (دعوتِ اسلام کو قبول کرنے سے) انکار کر دیا ہے، پچھتا پچھتا کر کہیں گے کہ کاش ہم نے سرِ تسلیم خم کر دیا ہوتا۔

کافر دل سے تمنا کریں گے کاش ہم مسلمان ہوتے دنیا سے اپنے ساتھ ایمان کی دولت لیکر آئے ہوتے تو آج ہم بھی جہنم سے نکال دیئے جاتے مگر اس وقت کی تمنا کام نہ آئے گی۔

آیت 17: اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا۔ (النباء:۴۰)

ترجمہ ہم نے لوگوں کو اُس عذاب سے ڈرا دیا ہے جو قریب آلگا ہے۔ جس روز آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، اور کافر پکار اٹھے گا: کاش! میں خاک ہوتا۔!

کافر آرزو کرے گا، کاش میں مٹی ہو جاتا لیکن اس قسم کی کوئی آرزو پوری نہیں ہوگی بلکہ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا:

آیت 18: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

(النساء:۵۶)

ترجمہ جن لوگوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب اُن کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تا کہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں، اللہ بڑی قدرت رکھتا ہے اور اپنے فیصلوں کو عمل میں لانے کی حکمت خوب جانتا ہے۔

آیت 19: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا۔ (النساء:۴۸)

ترجمہ اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ

جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا، اُس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

آیت 20:۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۔ (النساء:١١٦)

ترجمہ اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے، جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

تاکیدی مضمون ہے کہ پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک اور کفر کے گناہ کو ہرگز معاف نہیں فرمائیں گے ان کے علاوہ جو گناہ ہوئے ان کو جیسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے چاہے محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرمادیں اور چاہے سزا دینے کے بعد معاف فرمادیں مگر معاف ضرور فرمائیں گے ۔ بہر حال نجات ضرور ہو جائے گی۔ اسی طرح اور جگہ ارشاد فرمایا:

آیت 21:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ (الاعراف:۴۰)

ترجمہ یقین جانو، جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ہے اور ان کے مقابلہ میں سرکشی کی ہے ان کے لیے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے۔ اُن کا جنت میں جانا اتنا ہی ناممکن ہے جتنا سوئی کے ناکے سے اُونٹ کا گزرنا۔ مجرموں کو ہمارے ہاں ایسا ہی بدلہ ملا کرتا ہے۔

جس طرح اونٹ کا سوئی کے ناک کے سوراخ میں داخل ہونا محال ہے اس طرح کفار کا جنت میں داخل ہونا محال ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

آیت 22:۔ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا

فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ۔ (فاطر: ۳۷)

ترجمہ وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ ''اے ہمارے ربّ، ہمیں یہاں سے نکال لے تا کہ ہم نیک عمل کریں اُن اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے۔'' (انہیں جواب دیا جائے گا:) ''کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا تو سبق لے سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس متنبہ کرنے والا نہ آچکا تھا اب مزہ چکھو۔ ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے''۔

بہر حال اگر ایمان نہ ہوا، عقائد کافروں والے ہوئے تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ابدالآباد تک جہنم کی اس آگ میں جلنا پڑے گا جو دنیا کی آگ سے ستر گنا زیادہ گرم ہوگی۔

اس لئے عقیدہ کی اصلاح اور ایمان کی حفاظت بڑی ضروری ہے۔ اس میں ذرا سی غفلت اور کوتاہی ہماری آخرت کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے برباد بنا سکتی ہے۔ اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اپنی اور اپنے بیوی بچوں کے عقائد اور ایمان کی اصلاح کی فکر کرو، انہیں ایسے ماحول سے، لٹریچر سے، ایسی مجالس اور محفلوں سے بچانے کی کوشش کرو، جہاں ایمان کے بگڑنے کا خطرہ ہو، بلکہ گھر میں اجتماعی طور پر وقت نکال کر دین کی کتابیں پڑھا کرو۔

3.10:۔ عقیدہ کا ماخذ

ادھر تعلیماتِ دین کی اصل واساس کتاب وسنت ہے۔ لہٰذا بمصداق ''الاصل بالاصل''، قطعی عقیدہ کتاب اللہ اور سنت متواترہ سے ثابت ہوگا۔ یہ آیات محکمات سے ماخوذ ہوگا، یا احادیث صریحہ متواترہ سے۔ خبر واحد (حدیث) گو صحیح ہو، اثبات عقیدہ کیلئے کافی نہیں، حدیث صحیح سے عمل تو ثابت ہوسکتا ہے عقیدہ ثابت نہیں ہوسکتا، شرح العقائد وغیرہ عقائد کی مشہور کتابوں میں ہے کہ خبر واحد سے صرف ظن کا فائدہ ہوسکتا ہے، علم یقینی فقط حدیث متواترہ سے حاصل ہوتا ہے۔

افادة خبر الرسول للعلم اليقيني: إنما يكون في المتواتر فقط۔ واما إذا كان منقولاً بالآحاد، فلا يفيد إلا الظن (كما تقرر في اصول الفقه)

ترجمہ علم یقینی کا فائدہ فقط وہی حدیث رسولؐ دے سکتی ہے جو متواتر ہو مگر جو خبر واحد، سو وہ صرف مفید ظن ہو سکتی ہے جیسا کہ اصول فقہ سے ثابت ہے۔

خبر واحد مفید للظن ہے، اس سے یقینی اور قطعی علم حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے اس سے عقیدہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ علامہ عبد العزیز پرھاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ومعرفة العقائد عن أدلتها........ وقيد الجمهور الادلة بالقطعية لأن اتباع الظن في العقائد مذموم".

(النبراس شرح العقائد النسفية، ص ٣٧۔ المؤلف: محمد عبد العزيز بن أحمد بن الحامد القرشي الفريهاري الملتاني أبو عبد الرحمن رحمه الله (المتوفى: بعد ١٢٣٩ھ)۔ الناشر مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ ٢٠١٣ء)

ترجمہ جن دلائل سے عقائد ثابت ہوتے ہیں، جمہور نے قید لگا دی ہے کہ وہ دلائل قطعیات سے ہوں (کتاب اللہ یا احادیث متواترہ سے، نہ کہ خبر واحد سے جو مفید ظن ہے) کیونکہ عقائد کے بارے میں ظن کا اعتبار مذموم ہے۔

شیخ الاسلام علامہ محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ (التوفی ٦٧٦ھ) شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

فَالَّذِي عَلَيْهِ جَمَاهِيرُ الْمُسْلِمِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَالْفُقَهَاءِ وَأَصْحَابِ الْأُصُولِ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ الثِّقَةِ حُجَّةٌ مِنْ حُجَجِ الشَّرْعِ يَلْزَمُ الْعَمَلُ بِهَا وَيُفِيدُ الظَّنَّ وَلَا يُفِيدُ الْعِلْمَ....وَأَمَّا مَنْ قَالَ يوجب العلم فهو مكابر للحس۔

(المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج المعروف نووي رحمه الله شرح مسلم ج١ ص١٣١، ١٣٢)

ترجمہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد محدثین رحمہم اللہ، اور فقہاء رحمہم اللہ اور اصولیین میں سے جمہور مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خبر واحد صحیح شرعی دلائل میں سے ایک دلیل ہے جس سے عمل واجب ہوتا ہے اور یہ ظن کا فائدہ دیتی ہے، علم (یقینی) کا فائدہ نہیں دیتی، (لہٰذا اس سے عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا)۔ جس نے یہ کہا کہ اس سے علم (وعقیدہ) واجب ہوتا ہے وہ ظاہر حقیقت کا مخالف ومنکر ہے۔

خلاصہ عقیدہ کتاب اللہ یا احادیث متواترہ سے ماخوذ ہونا لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی صراحت کے ساتھ تعلیم دی ہے، بار ہا تاکید فرمائی ہے اور ساری عمر اس کی تبلیغ فرماتے رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد حضرات تابعین رحمہم اللہ، تبع تابعین رحمہم اللہ اور آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ بھی جمہور امت کا اس پر اتفاق و اجماع ہے۔

3.11:۔ اسلام کے چھ (6) بنیادی عقائد

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے علم و عمل، تصور اور فعل، عقلیت اور عملیت میں لزوم ثابت کیا، مگر اصلی زور انسان کی عملیت پر صرف کیا اور عقائد کے اتنے ہی حصہ کا یقین و اقرار ضروری قرار دیا، جو دل کی اصلاح کرے اور عمل کی بنیاد، اخلاق و عبادات کی اساس قرار پا سکے۔ عقائد کے فلسفیانہ الجھاؤ اور تصورات و نظریات کی تشریح و تفصیل کر کے عملیت کو برباد نہیں کیا۔ چند سیدھے سادے اصول جو تمام ذہنی سچائیوں اور واقعی حقیقتوں کا جوہر اور خلاصہ ہیں، ان کا نام عقیدہ اور ان پر یقین کرنے کا نام ایمان رکھا۔ آپ ﷺ نے صریح الفاظ میں عقائد کے صرف چھ اصول تلقین کیے:

اللہ پر ایمان، اللہ کے فرشتوں پر ایمان، اللہ کے رسولوں پر ایمان، اللہ کی کتابوں پر ایمان، اعمال، جزا اور سزا کے دن پر ایمان اور تقدیر پر ایمان۔

یہ تمام وہ حقائق ہیں جن پر دل سے یقین کرنا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ ان کے بغیر خالص عمل کا وجود نہیں ہو سکتا۔

1 اللہ تعالیٰ پر ایمان کہ وہ اس جہان کا تنہا خالق اور مالک ہے۔ ہر ظاہر و باطن سے آگاہ ہے تاکہ وہ ہمارے کاموں کا قبلۂ مقصود قرار پا سکے اور اسی کی رضا جوئی اور اسی کی مرضی کی تکمیل ہمارے اعمال کی تنہا غرض و غایت ہو۔ ہم جلوت کے سوا خلوت میں بھی گناہوں اور برائیوں سے بچ سکیں اور ہر نیکی کو اس لیے کریں اور برائی سے اس لیے بچیں کہ یہی ہمارے خالق کا حکم اور یہی اس کی مرضی ہے۔ اس طرح ہمارے اعمال اغراض اور ناجائز خواہشوں سے مبرّا ہو کر خالص ہو سکیں اور جس طرح ہمارے

جسمانی اعضاء گناہوں سے پاک ہوں، ہمارے دل بھی ناپاک خیالات اور ہوا وہوس کی آمیزش سے پاک ہوں۔ اس کے احکام اور اس کے پیغام کی سچائی پر دل سے ایسا یقین ہو کہ ہمارے ناپاک جذبات، ہمارے استدلالات، ہماری گمراہ خواہشیں بھی اس یقین میں شک اور تذبذب پیدا نہ کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات میں یکتا سمجھے، وہ اپنے وجود اور اپنی ذات وصفات میں ہر نقص اور عیب سے پاک اور تمام کمالات سے متصف ہے۔ کائنات کی ہر چیز اسی کے ارادہ ومشیت کی تابع ہے۔ سب اسی کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ کائنات کے سارے تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں۔ اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔

□ ثُمَّ عَنِ الْإِيْمَانِ، وَجَعَلَهُ تَصْدِيقًا بِاللهِ أَيْ: بِتَوْحِيدِ ذَاتِهِ وَتَفْرِيدِ صِفَاتِهِ وَبِوُجُوبِ وَجُودِهِ وَبِثُبُوتِ كَرَمِهِ وَجُودِهِ وَسَائِرِ صِفَاتِ كَمَالِهِ مِنْ مُقْتَضَيَاتِ جَلَالِهِ وَجَمَالِهِ.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج۱ ص۵۶)

2 اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان قاصد اور سفیر ہیں۔ مادیت اور روحانیت کے مابین واسطہ ہیں۔ مخلوقات کو قانون الٰہی کے مطابق چلاتے ہیں اور ہمارے اعمال وافعال کے ایک ایک حرف کو ہر دم اور ہر لحظہ لکھتے جاتے ہیں تاکہ ہم کو ان کا اچھا یا برا معاوضہ مل سکے۔

فرشتوں پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل نورانی مخلوق ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم ہو، بجالاتے ہیں، اور جس کو جس کام پر اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے، وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔

مَعْنَاهُ أُطْلِقَتْ بِالْغَلَبَةِ عَلَى الْجَوَاهِرِ الْعُلْوِيَّةِ النُّورَانِيَّةِ الْمُبَرَّأَةِ عَنِ الْكُدُورَاتِ الْجُسْمَانِيَّةِ، وَهِيَ وَسَائِطُ بَيْنَ اللهِ وَبَيْنَ أَنْبِيَائِهِ وَخَاصَّةِ أَصْفِيَائِهِ. وَقَالَ بَعْضُهُمْ: هِيَ أَجْسَامٌ لَطِيفَةٌ نُورَانِيَّةٌ مُقْتَدِرَةٌ عَلَى

تَشَكُّلَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ يَجُوزُ عَلَيْهِمُ الصُّعُودُ، وَالنُّزُولُ، وَالتَّسْبِيحُ لَهُمْ بِمَنْزِلَةِ النَّفَسِ مِنَّا، فَمَشَقَّةُ التَّكْلِيفِ مُنْتَفِيَةٌ، وَالْمَعْنٰى نَعْتَقِدُ بِوُجُودِهِمْ تَفْصِيلًا فِيمَا عُلِمَ اسْمُهُ مِنْهُمْ ضَرُورَةً كَجِبْرِيلَ، وَمِيكَائِيلَ، وَإِسْرَافِيلَ، وَعِزْرَائِيلَ، وَإِجْمَالًا فِي غَيْرِهِمْ، وَأَنَّهُمْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ، وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ، وَلَا يَعْصُونَ اللهَ مَا أَمَرَهُمْ، وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ، وَأَنَّ مِنْهُمْ كِرَامًا كَاتِبِينَ، وَحَمَلَةَ الْعَرْشِ الْمُقَرَّبِينَ، وَأَنَّ لَهُمْ أَجْنِحَةً مَثْنٰى، وَثُلَاثَ، وَرُبَاعَ، وَأَنَّهُمْ مُنَزَّهُونَ عَنْ وَصْفِ الْأُنُوثَةِ، وَالذُّكُورَةِ، وَأَمَّا كَوْنُ الرُّسُلِ أَفْضَلَ مِنْهُمْ، أَوْ هُمْ فَلَا يَجِبُ اعْتِقَادُ أَحَدِهِمَا فَإِنَّ الْمَسْأَلَةَ ظَنِّيَّةٌ۔ (مرقاۃ المفاتیح، ج۱ص۵۷)

3 اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام و ہدایات جو رسولوں کے ذریعہ انسانوں کو پہنچائے گئے ہیں، ان کو دور دراز ملکوں اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے لیے ضروری ہوا کہ وہ تحریری شکلوں یعنی کتابوں اور صحیفوں میں، یا لفظ و آواز سے مرکب ہو کر ہمارے سینوں میں محفوظ رہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور صحیفوں کی صداقت پر اور جو کچھ ان میں ہے، اس کی سچائی پر ایمان لانا ضروری ہے، ورنہ رسولوں کے بعد اللہ کے احکام اور ہدایتوں کے جاننے کا ذریعہ مسدود ہو جائے اور ہمارے لیے نیکی اور بدی کی تمیز کا کوئی ایسا معیار باقی نہ رہے، جس سے تمام ادنیٰ و اعلیٰ، جاہل و عالم، بادشاہ و رعایا سب متفق ہو سکیں۔

کتابوں پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی معرفت بندوں کی ہدایت کے لیے بہت سے آسمانی ہدایت نامے عطا کیے۔ ان میں چار زیادہ مشہور ہیں: تورات، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی، زبور، جو حضرت داود علیہ السلام پر نازل کی گئی، انجیل، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی، اور قرآن مجید، جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ یہ آخری ہدایت نامہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے پاس بھیجا گیا۔ اب اس کی پیروی سارے انسانوں پر لازم ہے اور اس میں ساری انسانیت کی نجات ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب سے روگردانی

کرے گا، وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔

"وَكُتُبِهِ" أَيْ: وَنَعْتَقِدُ بِوُجُودِ كُتُبِهِ الْمُنَزَّلَةِ عَلَى رُسُلِهِ تَفْصِيلًا فِيمَا عُلِمَ يَقِينًا كَالْقُرْآنِ، وَالتَّوْرَاةِ، وَالزَّبُورِ، وَالْإِنْجِيلِ، وَإِجْمَالًا فِيمَا عَدَاهُ وَأَنَّهَا مَنْسُوخَةٌ بِالْقُرْآنِ وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ نَسْخٌ وَلَا تَحْرِيفٌ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ. (الحجر: ۹).

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۸)

4 اللہ تعالیٰ کے رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ کے ان احکام اور ہدایات اور اس کی مرضی کا علم ان ہی کے واسطہ سے انسانوں کو پہنچا ہے۔ اگر ان کی صداقت، سچائی اور راست بازی کوئی تسلیم نہ کرے، تو پیغام ربانی اور احکامِ الٰہی کی صداقت اور سچائی بھی مشکوک و مشتبہ ہو جائے اور انسانوں کے سامنے نیکی، نزاہت اور معصومیت کا کوئی نمونہ موجود رہے، جو انسانوں کے قوائے عمل کی تحریک کا باعث بن سکے۔ پھر اچھے اور برے، صحیح اور غلط کاموں کے درمیان ہماری عقل کے سوا جو ہمارے جذبات کی محکوم ہے، کوئی اور چیز ہمارے سامنے ہماری رہنمائی کے لیے نہیں ہوگی۔

رسولوں پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور انہیں اپنی رضامندی اور ناراضی کے کاموں سے آگاہ کرنے کے لیے کچھ برگزیدہ انسانوں کو چن لیا، انہیں رسول اور نبی کہتے ہیں۔ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی خبریں رسولوں کے ذریعے ہی پہنچتی ہیں۔ سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے، اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں ملے گی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا لایا ہوا دین قیامت تک رہے گا۔

"وَرُسُلِهِ" بِأَنْ تَعْرِفَ أَنَّهُمْ بَلَّغُوا مَا أَنْزَلَ اللهُ إِلَيْهِمْ، وَأَنَّهُمْ مَعْصُومُونَ وَتُؤْمِنَ بِوُجُودِهِمْ فِيمَنْ عُلِمَ بِنَصٍّ، أَوْ تَوَاتَرَ تَفْصِيلًا، وَفِي غَيْرِهِمْ إِجْمَالًا. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱ ص ۵۸)

5 یومِ آخرت پر ایمان ضروری ہے کہ اعمال کی باز پرس اور جواب دہی کا خطرہ نہ ہو، اور اس کے مطابق جزا اور سزا کا خیال نہ ہو، تو دنیاوی قوانین کے باوجود دنیائے

انسانیت سراپا درندگی اور بہیمیت بن جائے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو انسانوں کو جلوت وخلوت میں ان کی ذمہ داری محسوس کراتا ہے۔ اس لیے روز جزا اور یوم آخرت پر ایمان رکھے بغیر انسانیت کی صلاح وفلاح ناممکن ہے۔ اسی لیے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم نے اس پر بے حد زور دیا ہے، بلکہ مکی وحی کی تلقین کا بیشتر حصہ اسی کی تلقین اور تبلیغ پر مشتمل ہے۔

قیامت پر ایمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دنیا ختم ہو جائے گی۔ زمین وآسمان فنا ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کرے گا۔ اس دُنیا میں لوگوں نے جو نیک یا بُرے عمل کیے ہیں، سب کا حساب وکتاب ہو گا۔ میزانِ عدالت قائم ہوگی اور ہر شخص کی نیکیاں اور بدیاں اس میں تولی جائیں گی، جس شخص کے نیک عملوں کا پلہ بھاری ہوگا۔ اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا پروانہ ملے گا۔ اور وہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کے مقام میں رہے گا جس کو ''جنت'' کہتے ہیں۔ جس شخص کی برائیوں کا پلہ بھاری ہوگا، اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا پروانہ ملے گا اور وہ گرفتار ہو کر خدائی قید خانے میں، جس کا نام ''جہنم'' ہے، سزا پائے گا، اور کافر اور بے ایمان لوگ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہیں گے۔ دنیا میں جس شخص نے کسی دوسرے پر ظلم کیا ہوگا، اس نے رشوت لی ہوگی، اس کا مال ناحق کھایا ہو گا، اس کے بدزبانی کی ہوگی یا اُس کی بے آبروئی کی ہوگی، قیامت کے دن اس کا بھی حساب ہوگا، اور مظلوم کو ظالم سے پورا پورا بدلا دلایا جائے گا۔ الغرض اللہ تعالیٰ کے انصاف کے دن کا نام ''قیامت'' ہے، جس میں نیک وبد کو چھانٹ دیا جائے گا، ہر شخص کو اپنی پوری زندگی کا حساب چکانا ہوگا اور کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔

"وَالْيَوْمِ الْآخِرِ" أَيْ: يَوْمُ الْقِيَامَةِ لِأَنَّهُ آخِرُ أَيَّامِ الدُّنْيَا، وَهُوَ الْأَحْسَنُ لِيَشْمَلَ أَحْوَالَ الْبَرْزَخِ فَإِنَّهُ آخِرُ يَوْمٍ مِنْ أَيَّامِ الدُّنْيَا، وَأَوَّلُ يَوْمٍ مِنْ أَيَّامِ الْآخِرَةِ وَلِأَنَّهُ مُقَدِّمَتُهُ، أَوْ لِأَنَّهُ أُخِّرَ عَنْهُ الْحِسَابُ، وَالْجَزَاءُ، وَقِيلَ هُوَ الْأَبَدُ الدَّائِمُ الَّذِي لَا يَنْقَطِعُ لِتَأَخُّرِهِ عَنِ الْأَوْقَاتِ الْمَحْدُودَةِ، وَذَلِكَ بِأَنْ تُؤْمِنَ بِوُجُودِهِ وَبِمَا فِيهِ مِنَ الْبَعْثِ الْجُسْمَانِيِّ وَالْحِسَابِ

وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا جَاءَتْ بِهِ النُّصُوصُ.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱ ص ۵۸)

6 تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگرچہ قرآن مجید میں ایمان کے سلسلہ میں اس کا ذکر کہیں نہیں آیا، مگر اس کا اعادہ بار بار قرآن مجید میں اتنی دفعہ ہوا ہے کہ اس کی اہمیت اس کی مقتضی ہے کہ اس کو بھی ایمانیات کے پہلو میں جگہ دی جائے۔ چنانچہ بعض صحیح حدیثوں میں یہ ایمانیات کی آخری کڑی قرار بھی دی گئی ہے۔ سلسلۂ توحید میں اسلام نے اللہ تعالیٰ کی وسعتِ قدرت اور مشیتِ مطلقہ کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس کا لازمی نتیجہ بھی یہی ہونا چاہیے۔ اس عقیدہ کا ماحصل یہ ہے:

"دنیا میں جو کچھ اب تک ہوا ہے، جو کچھ اب ہو رہا ہے، اور آئندہ ہوگا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے علمِ سابق اور فیصلہ ازلی کے مطابق ہوا ہے، ہوتا ہے اور ہوگا۔ جس طرح مہندس اور انجنیر مکان بنانے سے پہلے مکان کی تمام جزئیات پر غور کر کے پہلے ہی سے نقشہ تیار کر لیتے ہیں اور اسی مجوزہ نقشہ کے مطابق معمار اور مزدور مکمل کرتے ہیں۔ اسی طرح مہندس ازل، خالقِ کائنات نے کائنات کی پیدائش سے پہلے اس کے تمام اصول وقواعد اور دوسرے اہم جزئیات طے کر کے ہر چیز کی نسبت فیصلہ کر دیا تھا۔ اب اسی فیصلہ کے مطابق یہ کائنات اور اس کے تمام حوادث وواقعات انجام پا رہے ہیں۔ موت وحیات، فقر وغنا، کامیابی وناکامی، تکلیف وراحت، ہر چیز پہلے سے طے شدہ ہے اور اسی کے مطابق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس مسئلۂ تقدیر کو اتنی دفعہ دہرایا کہ سننے والوں کے دلوں میں اس کی عقیدت نے گھر کر لیا اور یہ تلقین یقین کی صورت میں ان کی رگ وریشہ میں پیوست ہو گئی۔ ایسا اس نے اس لیے کیا کہ صبر وشکر کی اخلاقی تعلیم صرف نظریہ کی صورت میں نہ رہ جائے، بلکہ عملی حیثیت سے اس کے پیرووں کے اندر استقلال وثبات کی روح اور دنیا کے مصائب وحوادث میں تسلی وتشفی کی قوت پیدا کرے۔

اچھی یا بری تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کارخانہ عالم آپ سے آپ نہیں چل رہا، بلکہ ایک علیم وحکیم ہستی اس کو چلا رہی ہے۔ اس کائنات میں جو خوشگوار یا

ناگوار واقعات پیش آتے ہیں، وہ سب اس کے ارادہ ومشیّت اور قدرت وحکمت سے پیش آتے ہیں۔ کائنات کے ذرّہ ذرّہ کے تمام حالات اس علیم وخبیر کے علم میں ہیں اور کائنات کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے ان تمام حالات کو، جو پیش آنے والے تھے، "لوحِ محفوظ" میں لکھ لیا تھا۔ بس اس کائنات میں جو کچھ بھی وقوع میں آرہا ہے، وہ اسی علمِ ازلی کے مطابق پیش آرہا ہے۔ نیز اسی کی قدرت اور اسی کی مشیّت سے پیش آرہا ہے۔ الغرض! کائنات کا جو نظام حق تعالیٰ نے ازل ہی سے تجویز کر رکھا تھا، یہ کائنات اس طے شدہ نظام کے مطابق چل رہی ہے۔

تنبیہ تقدیر کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے۔ اس نے اپنے علم کی بنیاد پر تقدیر لکھی کہ کون سا بندہ دنیا میں کیا کرے گا۔ یہ اللہ کے علم میں ہے جس کو اُس نے تقدیر میں لکھ دیا ہے۔ البتہ بندہ عمل میں خود مختار اور آزاد ہے، جیسا کہ نصوص میں ہے:

آیت 23:۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ۔ (الکھف:۲۹)

ترجمہ اب جس کا جی چاہے مان لے، اور جس کا جی چاہے انکار کردے۔

آیت 24:۔ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○ (البلد:۱۰)

ترجمہ اور کیا دونوں نمایاں راستے اسے (نہیں) دکھا دیئے؟

لیکن چونکہ اللہ کے علم اور اندازے میں غلطی کا وہم بھی نہیں ہے۔ اس لیے بندہ خود مختار اور آزاد ہو کر بھی وہی کرتا ہے، جو اللہ نے اپنے علم کی بنیاد پر تقدیر میں لکھ دیا ہے، اور پھر بندہ اپنے کیے ہوئے عمل کے مطابق جزا وسزا کا مستحق ہوتا ہے۔

□ "وَتُؤْمِنَ" أَيْ: وَأَنْ تُؤْمِنَ "بِالْقَدَرِ": بِفَتْحِ الدَّالِ، وَيُسَكَّنُ مَا قَدَّرَهُ اللهُ وَقَضَاهُ "خَيْرِهِ وَشَرِّهِ" أَيْ: نَفْعِهِ وَضُرِّهِ، وَزِيدَ فِي رِوَايَةٍ، وَحُلْوِهِ وَمُرِّهِ..... وَالْمَعْنَى تَعْتَقِدُ أَنَّ اللهَ قَدَّرَ الْخَيْرَ، وَالشَّرَّ قَبْلَ خَلْقِ الْخَلَائِقِ، وَأَنَّ جَمِيعَ الْكَائِنَاتِ مُتَعَلِّقٌ بِقَضَاءِ اللهِ مُرْتَبِطٌ بِقَدَرِهِ. قَالَ تَعَالَى: قُلْ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ اللهِ. (النساء:۷۸) وَهُوَ مُرِيدٌ لَهَا، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: "فَمَنْ يُرِدِ اللهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ"۔ (الأنعام:۱۲۵)۔ فَالطَّاعَاتُ يُحِبُّهَا

وَیَرْضَاهَا بِخِلَافِ الْكُفْرِ، وَالْمَعَاصِي. قَالَ تَعَالَى: "وَلَا يَرْضَى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ" (الزمر: ۷). وَالْإِرَادَةُ لَا تَسْتَلْزِمُ الرِّضَا. ثُمَّ الْقَضَاءُ هُوَ الْحُكْمُ بِنِظَامِ جَمِيعِ الْمَوْجُودَاتِ عَلَى تَرْتِيبٍ خَاصٍّ فِي أُمِّ الْكِتَابِ أَوَّلًا. ثُمَّ فِي اللَّوْحِ الْمَحْفُوظِ ثَانِيًا عَلَى سَبِيلِ الْإِجْمَالِ، وَالْقَدَرُ تَعَلُّقُ الْإِرَادَةِ بِالْأَشْيَاءِ فِي أَوْقَاتِهَا، وَهُوَ تَفْصِيلُ قَضَائِهِ السَّابِقِ بِإِيجَادِهَا فِي الْمَوَادِّ الْجُزْئِيَّةِ الْمُسَمَّاةِ بِلَوْحِ الْمَحْوِ. وَالْإِثْبَاتِ كَمَا يُسَمَّى الْكِتَابُ بِلَوْحِ الْقَضَاءِ، وَاللَّوْحُ الْمَحْفُوظُ بِلَوْحِ الْقَدَرِ فِي وَجْهٍ. هٰذَا تَحْقِيقُ كَلَامِ الْقَاضِي. (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، ج ۱ ص ۵۹).

(سیرت النبی ﷺ، ج ۳ حصہ چہارم ص ۵۰۱، ۵۰۲)

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل (اضافہ وتخریج شدہ ایڈیشن) ج ۱ ص ۵۲، ۵۳۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۲۱ھ)۔ الناشر: مکتبہ لدھیانوی، ۱۸۔ سلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی، ۲۰۱۳ء)

3.12:۔ اسلام کے چھ (6) بنیادی عقائد کے ماخذ

پہلے پانچ عقائد یکجا طور پر سورہ بقرہ میں متعدد دفعہ کہیں مجمل اور کہیں مفصل بیان ہوئے ہیں:

آیت 25:۔ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ○ (البقرہ: ۳، ۴)

ترجمہ: جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، جو رزق ہم نے ان کو دیا ہے، اس میں سے خرچ کرتے ہیں، جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

آیت 26:۔ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ

عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی
الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّکٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ
وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔ (البقرہ:۱۷۷)

ترجمہ نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لیے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یومِ آخر اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کے لیے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے۔ اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں تو اسے وفا کریں، اور تنگی و مصیبت کے وقت میں اور حق و باطل کی جنگ میں صبر کریں۔ یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی لوگ متقی ہیں۔

آیت 27:۔اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَکُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا
وَاَطَعْنَا ۟ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَیْكَ الْمَصِیْرُ۔ (البقرہ:۲۸۵)

ترجمہ رسول ﷺ اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اس رسول ﷺ کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے۔ یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ "ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی۔ مالک! ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے"۔

□ سورت نساء نے میں بھی انہی عقائد خمسہ کا یکجا ذکر ہے:

آیت 28:۔یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی
رَسُوْلِهٖ وَالْکِتٰبِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَکُتُبِهٖ
وَرُسُلِهٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا۔ (النساء:۱۳۶)

ترجمہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر اور اُس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل کی ہے اور ہر اُس کتاب پر جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔ جس نے اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روزِ آخرت سے کفر کیا، وہ گمراہی میں بھٹک کر بہت دور نکل گیا۔

□ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس ''حدیث جبریل'' میں بھی انہی عقائد خمسہ کا ذکر ہے:

حدیث 18:۔حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَارِزًا يَوْمًا لِلنَّاسِ، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ فَقَالَ: "مَا الإِيمَانُ؟". قَالَ: "الإِيمَانُ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ وَبِلِقَائِهِ، وَرُسُلِهِ، وَتُؤْمِنَ بِالْبَعْثِ". قَالَ: "مَا الإِسْلَامُ؟". قَالَ: "الإِسْلَامُ: أَنْ تَعْبُدَ اللهَ، وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤَدِّيَ الزَّكَاةَ المَفْرُوضَةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ". قَالَ: "مَا الإِحْسَانُ؟". قَالَ: "أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ". قَالَ: "مَتَى السَّاعَةُ؟". قَالَ: "مَا المَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، وَسَأُخْبِرُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا: إِذَا وَلَدَتِ الأَمَةُ رَبَّهَا، وَإِذَا تَطَاوَلَ رُعَاةُ الإِبِلِ البُهْمُ فِي البُنْيَانِ، فِي خَمْسٍ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللهُ". ثُمَّ تَلَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ. (لقمان:۳۴) الآيَةَ، ثُمَّ أَدْبَرَ فَقَالَ: "رُدُّوهُ". فَلَمْ يَرَوْا شَيْئًا. فَقَالَ: "هٰذَا جِبْرِيلُ جَاءَ يُعَلِّمُ النَّاسَ دِينَهُمْ". قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ: "جَعَلَ ذٰلِكَ كُلَّهُ مِنَ الإِيمَانِ". (بخاری رقم 4777،50؛ مسلم رقم 5۔9،7۔10)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ باہر لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکا یک آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: ''ایمان کیا چیز ہے؟''۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ پر، اس کے فرشتوں پر، آخرت پر، اس کے رسولوں پر، اس کی کتابوں پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر ایمان لاؤ''۔ پھر اس شخص نے عرض کیا: ''اسلام کیا چیز

ہے؟''۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، فریضۂ زکوٰۃ ادا کرو، اور ماہِ رمضان کے روزے رکھو''۔ پھر اس شخص نے عرض کیا:''احسان کیا چیز ہے؟''۔آپ ﷺ نے فرمایا:''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح خشوع اور خلوص سے ادا کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ سو اگر تم اس کو نہیں دیکھتے، تو وہ تو تمہیں دیکھتا ہے''۔ پھر اس شخص نے عرض کیا:''قیامت کب ہوگی؟''۔آپ ﷺ نے فرمایا:''جس سے یہ بات پوچھی جا رہی ہے، وہ سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا۔اور میں تم کو اس کی (کچھ) علامتیں بتلائے دیتا ہوں:

(۱) جب لونڈی اپنے آقا کو جنے۔

(۲) جب سیاہ اونٹوں کو چرانے والے بڑی بڑی بلند عمارتیں بنانے لگیں۔

(تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے)۔

(وقتِ قیامت تو) ان پانچ چیزوں میں سے ہے، جن کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے سورت لقمان کی یہ آیت پڑھی:

آیت 29:۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۔ (سورت لقمان: ۳۴)

ترجمہ اُس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کو موت آنی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

اس کے بعد سوال کرنے والا شخص چلا گیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا:''اس کو واپس لاؤ''۔ مگر وہ نظر نہ آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:''یہ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے۔ لوگوں کو دین کی تعلیم دینے آئے تھے''۔

□ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ''حدیث جبرئیل'' میں چھ بنیادی عقائد کا ذکر

ہے:

حدیث 19: ـ حَدَّثَنِي أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ كَهْمَسٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، ح وحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ - وَهٰذَا حَدِيثُهُ - حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا كَهْمَسٌ، عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، قَالَ: كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدَرِ بِالْبَصْرَةِ مَعْبَدٌ الْجُهَنِيُّ، فَانْطَلَقْتُ أَنَا وَحُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْحِمْيَرِيُّ حَاجَّيْنِ - أَوْ مُعْتَمِرَيْنِ - فَقُلْنَا: لَوْ لَقِينَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَأَلْنَاهُ عَمَّا يَقُولُ هٰؤُلَاءِ فِي الْقَدَرِ، فَوُفِّقَ لَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ دَاخِلًا الْمَسْجِدَ، فَاكْتَنَفْتُهُ أَنَا وَصَاحِبِي أَحَدُنَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ، فَظَنَنْتُ أَنَّ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ، فَقُلْتُ: أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ! إِنَّهُ قَدْ ظَهَرَ قِبَلَنَا نَاسٌ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، وَيَتَقَفَّرُونَ الْعِلْمَ، وَذَكَرَ مِنْ شَأْنِهِمْ، وَأَنَّهُمْ يَزْعُمُونَ أَنْ لَا قَدَرَ، وَأَنَّ الْأَمْرَ أُنُفٌ. قَالَ: "فَإِذَا لَقِيتَ أُولٰئِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنِّي بَرِيءٌ مِنْهُمْ، وَأَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنِّي"، وَالَّذِي يَحْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ: "لَوْ أَنَّ لِأَحَدِهِمْ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، فَأَنْفَقَهُ مَا قَبِلَ اللهُ مِنْهُ حَتّٰى يُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ". ثُمَّ قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: "بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعَرِ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ إِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلٰى فَخِذَيْهِ، وَقَالَ: "يَا مُحَمَّدُ! أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا". قَالَ: "صَدَقْتَ". قَالَ: فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ، وَيُصَدِّقُهُ. قَالَ: "فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ". قَالَ: "أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ

وَمَلَائِكَتِهٖ، وَكُتُبِهٖ، وَرُسُلِهٖ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ"۔ قَالَ: "صَدَقْتَ"۔ قَالَ: "فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ"۔ قَالَ: "أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهٗ يَرَاكَ"۔ قَالَ: "فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ"۔ قَالَ: "مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ"۔ قَالَ: "فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَتِهَا"۔ قَالَ: "أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ"۔ قَالَ: ثُمَّ انْطَلَقَ فَلَبِثْتُ مَلِيًّا، ثُمَّ قَالَ لِي: "يَا عُمَرُ! أَتَدْرِي مَنِ السَّائِلُ؟"۔ قُلْتُ: "اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ أَعْلَمُ"۔ قَالَ: "فَإِنَّهٗ جِبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ"۔ (مسلم کتاب الایمان رقم 1_8)

ترجمہ حضرت یحییٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے بصرہ میں معبد جہنی نے انکارِ تقدیر کا قول کیا۔ حضرت یحییٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اتفاقاً میں اور حضرت حُمید بن عبد الرحمٰن حِمْیَرِی رحمۃ اللہ علیہ، ساتھ ساتھ، حج یا عمرہ کرنے گئے۔ اور ہم نے آپس میں کہہ لیا تھا کہ اگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، تو اُن سے تقدیرِ الٰہی کا انکار کرنے والوں کے قول کے متعلق دریافت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم دونوں نے دائیں بائیں سے گھیر لیا۔ چونکہ میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی سلسلۂ کلام میرے ہی سپرد کرے گا، اس لیے میں نے کہنا شروع کیا: "اے ابو عبدالرحمٰن! ہمارے ہاں کچھ آدمی ایسے پیدا ہوگئے ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں (اور راوی نے تعریف کی) مگر ان کا خیال ہے کہ تقدیرِ الٰہی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر بات بغیر تقدیر کے ہوتی ہے اور سارے کام ناگہاں ہوتے ہیں"۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر تمہاری ان لوگوں سے ملاقات ہوجائے تو کہہ دینا کہ نہ میرا اُن سے کوئی تعلق ہے، اور نہ اُن کا مجھ سے"۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا: "اگر ان میں سے کسی کے پاس اُحد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کردے، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کی خیرات قبول نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے"۔ مجھ سے میرے

باپ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث بیان کی تھی، وہ فرماتے تھے: ایک روز ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، اچانک ایک شخص نمودار ہوا۔ نہایت سفید کپڑے، بہت سیاہ بال، سفر کا کوئی اثر (گرد وغبار وغیرہ) اس پر نمایاں نہ تھا۔ اور ہم میں سے کوئی اُس کو جانتا بھی نہ تھا۔ بالآخر وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیئے اور عرض کیا: "یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اسلام کی کیفیت بتایئے"؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اسلام یہ ہے کہ تم کلمۂ توحید یعنی اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، نماز پابندی سے بہ تعدیل ارکان ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت زادِ راہ ہو تو حج بھی کرو"۔ آنے والے نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ہم کو تعجب بھی ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ اس کے بعد اُس شخص نے عرض کیا: "ایمان کی حالت بتایئے؟"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ایمان کے معنی یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور قیامت کا یقین رکھو۔ تقدیرِ الٰہی کو یعنی ہر خیر و شر کے مقدم ہونے کو سچا جانو"۔ آنے والے نے عرض کیا: "آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا"۔ پھر اس نووارد نے کہا: "احسان کی حقیقت بتایئے؟"۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "احسان کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو (کم از کم) اتنا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے"۔ اس نووارد نے عرض کیا: "قیامت کے بارے میں بتلایئے؟"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ اس بات سے واقف نہیں ہے"۔ اس نے عرض کیا: "اچھا! قیامت کی علامات بتلایئے؟"۔ جناب رسولا اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کی علامات میں سے یہ بات ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تُو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں، ننگے جسم، تنگ دست چرواہے، بڑی بڑی عمارتوں پر اِترائیں گے"۔ اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں کچھ دیر ٹھہرا رہا''۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عمر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟''۔ میں نے عرض کیا: ''اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ حضرت جبریل امین علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے''۔

3.13:۔ایمانِ مفصل

جب سائل نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا، جس کو ہمارے عرف میں ''ایمان مفصل'' کہا جاتا ہے۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا (۲) فرشتوں پر ایمان لانا (۳) اللہ کی کتابوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کے پیغمبروں پر ایمان لانا (۵) آخرت کے دن پر ایمان لانا (۶) تقدیر پر ایمان لانا۔ ان چھ چیزوں پر ایمان لانا، ان کو بغیر کسی ریب اور شک کے سچے دل سے ماننا ایمان ہے جتنے بھی عقائد اور اعمال ہیں وہ ان چھ میں آجاتے ہیں۔

- وَالْإِيمَانُ هُوَ الْإِيمَانُ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ وَحُلْوِهِ وَمُرِّهِ من الله تعالى.

(تخريج العقيدة الطحاوية، ص ۶۴ رقم 66)

- وَقَالَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي الْحَدِيثِ الْمُتَّفَقِ عَلَى صحته، حديث جبرائيل وَسُؤَالِهِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْإِيمَانِ. فَقَالَ: "أَنْ تُؤْمِنَ بِاللهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ". فَهٰذِهِ الْأُصُولُ الَّتِي اتَّفَقَتْ عَلَيْهَا الْأَنْبِيَاءُ وَالرُّسُلُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ وَسَلَامُهُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِهَا حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ إِلَّا أَتْبَاعُ الرُّسُلِ.

(شرح العقيدة الطحاوية، لابن أبي العز، ص ۲۹۷)

باب 4

توحیدِ باری تعالیٰ

4.1:۔ اللہ کی ذات کی پہچان

دین ومذہب کی بنیاد اس حقیقت کے ماننے پر قائم ہوتی ہے کہ ہمارا اور ساری کائنات کا کوئی پیدا کرنے والا ہے۔ وہی اپنی قدرت اور حکم سے اس سارے جہان کو چلا رہا ہے۔ قرآن مجید انسانوں کی صحیح اور سلیم فطرت سے اپیل کرتا ہے کہ کائنات کا نظام جس کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے، بلکہ تم خود بھی اسی کے جز ہو۔ اس میں ذرا غور و فکر کرو، تم خود اس حقیقت کو پالو گے اور جو تم کو بتلایا جا رہا ہے، اس کی کھلی نشانیاں بچشمِ خود دیکھ لو گے۔ تمہارا یہ غور و فکر اور مطالعہ ہی یقین و اطمینان کی ٹھنڈک تمہارے دلوں میں پیدا کر دے گا۔

آیت 1:۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ○

(البقرۃ:۱۶۴)

ترجمہ (اس حقیقت کو پہچاننے کے لیے اگر کوئی نشانی علامت درکار ہے تو) جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں اُن کے لیے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں، رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، اُن کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں، بارش کے اس پانی میں، جسے اللہ

اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور (اپنے اسی انتظام کی بدولت) زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے، ہواؤں کی گردش میں، اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابعِ فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں۔

آیت 2:۔ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ۭ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ (الانعام:۹۵)

ترجمہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا اللہ ہے۔ وہی زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور وہی مُردہ کو زندہ سے خارج کرنے والا ہے۔ یہ سارے کام کرنے والا تو اللہ ہے، پھر تم کدھر بہکے چلے جا رہے ہو؟

آیت 3:۔ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَاۗءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰي بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ (الرعد:۴)

ترجمہ اور دیکھو! زمین میں الگ الگ خطے پائے جاتے ہیں جو ایک دوسرے سے متصل واقع ہیں۔ انگور کے باغ ہیں، کھیتیاں ہیں، کھجور کے درخت ہیں جن میں سے کچھ اکہرے ہیں اور کچھ دوہرے۔ سب کو ایک ہی پانی سیراب کرتا ہے، مگر مزے میں ہم کسی کو بہتر بنا دیتے ہیں اور کسی کو کمتر۔ ان سب چیزوں میں بہت سی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

آیت 4:۔ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ○ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ○ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ○ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ○ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ○ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ○ وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ○ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ○ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ○

(عبس:۲۴ تا ۳۲)

ترجمہ پھر ذرا انسان اپنی خوراک کو دیکھے کہ ہم نے خوب پانی لنڈھایا، (خوب پانی برسایا)۔ پھر زمین کو عجیب طرح پھاڑا، پھر اس کے اندر اگائے غلے، انگور اور ترکاریاں (اگائیں)، اور زیتون اور کھجوریں (اگائیں)، اور گھنے باغ (پیدا کیے)

اور طرح طرح کے پھل اور چارے (سبزہ)، تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے سامانِ زیست کے طور پر۔

آیت 5:۔ وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ○ (النحل:٦٦)

ترجمہ اور تمہارے لیے مویشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے۔ ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے درمیان ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں، یعنی خالص دودھ، جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔

□ ایک موقع پر سوالیہ انداز میں ''اللہ کی ذات'' ہی کے متعلق نہایت مختصر لفظوں میں کتنی بلیغ اور کیسی تشفی بخش بات کہی گئی ہے:

آیت 6:۔ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (ابراہیم:١٠)

ترجمہ ان کے رسولوں نے کہا: ''کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے؟''۔

□ اس مختصر سے سوالیہ جملہ کے ذریعے قرآن مجید نے انسانوں کے غور وفکر کے لیے ان کے سامنے زمین وآسمان کی ساری وسعتیں رکھ دی ہیں۔

آیت 7:۔ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ○ وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○

(الذاریات:٢٠،٢١)

ترجمہ زمین میں بھی بہت سی نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کے لیے، اور خود تمہارے اپنے وجود میں (نشانیاں) ہیں۔ کیا تم کو سوجھتا نہیں؟ (ضمیر کی عدالت)۔

□ یہاں انسانوں سے کہا گیا ہے کہ زمین وآسمان میں ہماری قدرت کی جو نشانیاں ہیں، ان کے علاوہ خود تمہارے اندر ہماری نشانیاں موجود ہیں۔ تم اگر اپنی فطری بصیرت سے کام لو، تو خود تمہارے اپنے وجود اور اپنے نظامِ زندگی میں غور کر کے یقین حاصل کر سکتے ہو۔

پس حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ایک بڑی حکیم وخبیر اور بڑی کامل القدرت ہستی نے مجھے پیدا کیا ہے اور یہ سب مہربانیاں میرے ساتھ اسی نے اور صرف اسی

نے کی ہیں۔

آیت 8:۔فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○ (المؤمنون: ۱۴)

ترجمہ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ، سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔

آیت 9:۔فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (المؤمن: ۶۴)

ترجمہ وہی اللہ تمہارا ربّ ہے۔بے حساب برکتوں والا ہے، وہ کائنات کا رب۔

4.2:۔اللہ کی صفات کے بارے میں چند جامع آیات

آیت 10:۔اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○
(البقرۃ:۲۵۵)

ترجمہ اللہ وہ ہے جس کی سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے؛ جس کو نہ کبھی اُونگھ لگتی ہے، نہ نیند۔آسمانوں میں جو کچھ ہے (وہ بھی) اور زمین میں جو کچھ ہے (وہ بھی)، سب اسی کا ہے۔کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے؟ وہ سارے بندوں کے تمام آگے پیچھے کے حالات کو خوب جانتا ہے۔اور وہ لوگ اُس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے میں نہیں لا سکتے، سوائے اُس بات کے جسے وہ خود چاہے۔اس کی کرسی نے سارے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے؛ اور ان دونوں کی نگہبانی سے اُسے ذرا بھی بوجھ نہیں ہوتا۔اور وہ بڑا عالی مقام، صاحبِ عظمت ہے۔

آیت 11:۔سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ

فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۖ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○ (الحدید: ۱ تا ۴)

ترجمہ اللہ کی تسبیح کی ہے ہر اُس چیز نے جو زمین اور آسمانوں میں ہے اور وہی زبردست اور دانا ہے۔ زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک وہی ہے، زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہی اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی، اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اُس کے علم میں ہے جو کچھ زمین میں جاتا ہے اور جو کچھ اُس سے نکلتا ہے اور جو کچھ آسمان سے اُترتا ہے اور جو کچھ اُس میں چڑھتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔

آیت 12:۔ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۖ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ○ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ○ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (الحشر: ۲۲ تا ۲۴)

ترجمہ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا وہی رحمن اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس سراسر سلامتی امن دینے والا نگہبان سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اُس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح کر رہی ہے۔ اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔

آیت 13:۔ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ○ اللَّهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ○ (الاخلاص: ۱ تا ۴)

ترجمہ کہہ دو: ”بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اُس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں“۔

□ جو شخص اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور اپنے کو اس کا مخلوق و مملوک اور بندہ یقین کرتا ہے، اس کے دل میں اس چیز کی طلب اور پیاس کا ہونا بالکل قدرتی بات ہے کہ مجھے اپنے اس خالق اور ربّ کی معرفت حاصل ہو، اور اس کے بارے میں جو کچھ میں جان سکتا ہوں، وہ کس طرح جانوں؟ بلاشبہ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق سب سے زیادہ صحیح، مکمل، واضح اور اطمینان بخش بیان صرف قرآن مجید کا ہے۔ اس سے ایک طرف تو دلوں میں اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان عظمت پیدا ہوتی ہے اور امکان کی حد تک اس کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے اور دوسری طرف انس و محبت کا چشمہ ابلتا ہے، اور پھر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بندہ اس کی رضا جوئی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیتا ہے۔ یہی انسان کی کامیابی کی اعلیٰ اور آخری منزل ہے۔

4.3:۔ اللہ علیمِ کل ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں

قرآن مجید نے بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چھوٹی، بڑی اور کھلی چھپی چیز کا علم ہے۔ وہ سب دیکھتا اور سنتا ہے۔ وہ ہر ایک کے قریب اور ہر ایک کے ساتھ ہے۔

آیت 14:۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ○ (آل عمران: ۵)

ترجمہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

آیت 15:۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْأَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ○ (الانعام: ۳)

ترجمہ وہی ایک اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی، تمہارے کھلے اور چھپے سب حال جانتا ہے اور جو بُرائی یا بھلائی تم کماتے ہو اس سے خوب واقف ہے۔

آیت 16:۔ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ

الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ (الانعام: ۷۳)

ترجمہ وہی ہے جس نے آسمان وزمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ اور جس دن وہ کہے گا کہ حشر ہو جائے اسی دن وہ ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد عین حق ہے اور جس روز صور پھونکا جائے گا اس روز بادشاہی اُسی کی ہوگی، وہ غیب اور شہادت ہر چیز کا عالم ہے اور دانا اور باخبر ہے۔

آیت 17:۔ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

(القصص: ۶۹، ۷۰)

ترجمہ تیرا رب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہی ایک اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

آیت 18:۔ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (یونس: ۶۱)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو، اور لوگو! تم بھی جو کچھ کرتے ہو، اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کوئی ذرہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے، نہ چھوٹی نہ بڑی، جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔

□ اللہ تعالیٰ نے بندوں سے اپنا قرب بیان کیا ہے:

آیت 19:۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرۃ: ۱۸۶)

ترجمہ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انہیں بتا دو کہ

میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھ پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ (یہ بات تم انہیں سنا دو) شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔

آیت 20:۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○ (ق:١٦)

ترجمہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اُس کے دل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو، ہم جانتے ہیں۔ ہم اُس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔

□ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے ساتھ اپنے اسی قرب و معیت کا بیان اس طرح فرمایا ہے:

آیت 21:۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۖ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (المجادلۃ:٧)

ترجمہ کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اللہ کو علم ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چوتھا اللہ نہ ہو، یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے اندر چھٹا اللہ نہ ہو۔ خفیہ بات کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ، جہاں کہیں بھی وہ ہوں، اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ملک میں، ملک سے باہر) پھر قیامت کے روز وہ ان کو بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

سورت نساء میں ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو آدمیوں سے شرم کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں کرتے:

آیت 22:۔ يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ○

(النساء:١٠٨)

ترجمہ یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات چھپا سکتے ہیں مگر اللہ سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تو اُس

وقت بھی اِن کے ساتھ ہوتا ہے جب یہ راتوں کو چھپ کر اُس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ان کے سارے اعمال پر اللہ محیط ہے۔

- ان آیات کے علاوہ قرآن مجید نے اتنے مقامات پر کہ اِن کا شمار کرنا آسان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی اسی علم کلی کی صفت کو علیم، خبیر، سمیع، بصیر، شہید، محیط کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ان تمام آیات کا حاصل بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ ذرہ ذرہ کو اس کا علم محیط ہے۔کوئی چیز اور کسی کا کوئی عمل اور کوئی حال اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

4.4:۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں

اللہ تعالیٰ کے علمِ محیط اور علمِ کلی کی طرح اس کے کمالِ قدرت کو بھی قرآن مجید نے طرح طرح سے اور اتنے مقامات پر بیان کیا ہے کہ اس سلسلہ کی آیات کا شمار کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

''اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ '' اور''وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ '' قرآن مجید کی وہ آیتیں ہیں جن کو موقع بہ موقع پچاسوں جگہ دُہرایا ہے۔ بہت سے مقامات پر اس کی قدرت کے کمال کو دُوسرے عنوانات سے بیان فرمایا گیا ہے:

آیت 23:۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۝ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ۝ (ابراہیم:۱۹، ۲۰)

ترجمہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے آسمان وزمین کی تخلیق کو حق پر قائم کیا ہے؟ وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی خلقت تمہاری جگہ لے آئے۔ایسا کرنا اس پر کچھ دشوار نہیں ہے۔

آیت 24:۔ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰہُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا ۝ (النساء:۱۳۳)

ترجمہ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو ہٹا کر تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے، اور وہ اِس کی پوری

قدرت رکھتا ہے۔

آیت 25:۔قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ○ (الانعام:۴۶)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمہاری بینائی اور سماعت تم سے چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا اور کون سا خدا ہے جو یہ قوتیں تمہیں واپس دلا سکتا ہو؟ دیکھو کس طرح ہم بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر یہ کس طرح ان سے نظر چرا جاتے ہیں۔

☐ سورت یٰس میں اس کی قدرت کی کچھ نشانیاں ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

آیت 26:۔اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (یٰس:۸۲، ۸۳)

ترجمہ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اِقتدار ہے، اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔

آیت 27:۔اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ○ (فاطر:۴۴)

ترجمہ کیا یہ لوگ زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں ہیں کہ اِنہیں اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو اِن سے پہلے گزر چکے ہیں اور وہ اِن سے بہت زیادہ طاقت ور تھے؟ اللہ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

☐ بہر حال قرآنِ مجید خالق ہستی کے متعلق جو کچھ لوگوں کو بتانا چاہتا ہے اور اس کی جن صفات سے انسانوں کو خاص طور سے رُوشناس کرانا چاہتا ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی قدرت وسیع اور بے انتہا ہے۔ وہ جو چاہے، کرسکتا ہے۔ اپنے کسی ارادہ

کو پورا کرنے میں وہ نہ کسی کا محتاج ہے، اور نہ اسے آلات واسباب کی ضرورت ہے۔ وہ صرف اپنی مشیّت کے اشارہ سے اور صرف اپنے ارادہ اور فیصلہ سے سب کچھ کر سکتا ہے۔

4.5:۔ اللہ ہی سب کا خالق ورازق اور پروردگار و کارساز ہے، وہی اپنے حکم سے اس کارخانۂ ہستی کو چلا رہا ہے

قرآن مجید بڑے زور کے ساتھ اور بڑی تفصیل سے اس مضمون کو بیان کرتا ہے اور دلوں میں اس کا یقین پیدا کرنا چاہتا ہے کہ ساری کائنات کو پیدا اور نیست کو ہست بھی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور وہی اس کارخانۂ عالم کے سارے نظام کو بلا شرکتِ غیر چلا رہا ہے۔ زندگی اور رزق وغیرہ زندگی کے جو سامان جس کو مل رہے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ ہی دے رہا ہے اور اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں نہ زندگی ہے، نہ زندگی کی ضروریات اور اس کے سامان ہیں، بلکہ وہی جس کو جب تک اور جتنا دینا چاہتا ہے، دیتا ہے، اور جس کو دینا نہیں چاہتا، نہیں دیتا۔

آیت 28:۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الاعراف: ۵۴)

ترجمہ خبردار رہو! اُسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ، سارے جہانوں کا مالک وپروردگار۔

آیت 29:۔ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ ○ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الزمر: ۶۲، ۶۳)

ترجمہ اللہ ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔ زمین اور آسمانوں کے خزانوں کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں۔

□ سورت روم میں مشرکین سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد باری ہے:

آیت 30:۔ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَیْءٍ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

(الروم:۴۰)

ترجمہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام بھی کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بالا و برتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

آیت 31:۔فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (الشوریٰ:۱۱،۱۲)

ترجمہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا، جس نے تمہاری اپنی جنس سے، تمہارے لیے جوڑے پیدا کیے اور اسی طرح جانوروں میں بھی (انہی کی ہم جنس) جوڑے بنائے اور اس طریقے سے وہ تمہاری نسلیں پھیلاتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، جسے چاہتا ہے کھلا رزق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے، اُسے ہر چیز کا علم ہے۔

آیت 32:۔اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ○ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ○ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ○ (ابراہیم:۳۲تا۳۴)

ترجمہ اللہ وہی تو ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اُس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لیے طرح طرح کے پھل پیدا کیے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ سمندر میں اُس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کیا کہ لگاتار چلے

جارہے ہیں اور رات اور دن کوتمہارے لیے مسخر کیا۔ جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

آیت 33:۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (المؤمنون:۷۸ تا ۸۰)

ترجمہ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں سننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دیے۔ مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔ وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا، اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ گردشِ لیل ونہار اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ کیا تمہاری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی؟

آیت 34:۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَاۗءَ بِنَاۗءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ښ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (المؤمن:۶۴)

ترجمہ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو جائے قرار بنایا اور اوپر آسمان کا گنبد بنا دیا۔ جس نے تمہاری صورت بنائی اور بڑی ہی عمدہ بنائی جس نے تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا۔ وہی اللہ (جس کے یہ کام ہیں) تمہارا ربّ ہے۔ بے حساب برکتوں والا ہے، وہ کائنات کا رب۔

آیت 35:۔ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ (الانعام:۱۶۴)

ترجمہ کہو: ”کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور ربّ تلاش کروں حالانکہ وہی ہر چیز کا ربّ ہے؟“۔

آیت 36:۔ قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ○

(الاعراف:۱۴۰)

ترجمہ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لیے تلاش کروں؟ حالانکہ وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں دنیا بھر کی قوموں پر فضیلت بخشی ہے“۔

آیت 37:۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○ (الجاثیہ:۳۶،۳۷)

ترجمہ پس تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو زمین اور آسمانوں کا مالک اور سارے جہان والوں کا پروردگار ہے۔ زمین اور آسمانوں میں بڑائی اسی کے لیے ہے اور وہی زبردست اور دانا ہے۔

4.6:۔ اللہ ہی ساری کائنات کا بادشاہ اور فرماں روا ہے۔ سب کچھ اسی کے اختیار میں ہے

یہ بھی قرآن مجید کے ان مضامین میں سے ہے جن کو اتنی کثرت سے بیان کیا گیا ہے کہ شمار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

آیت 38:۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (آل عمران:۲۶)

ترجمہ کہو: ”خدایا! ملک کے مالک، تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے، عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت 39:۔ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ○ (التوبۃ:۱۱۶)

ترجمہ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اللہ ہی کے قبضہ میں زمین اور آسمانوں کی سلطنت ہے، اُسی کے اختیار میں زندگی و موت ہے، اور تمہارا کوئی حامی و مددگار ایسا نہیں ہے جو تمہیں اس سے بچا سکے۔

آیت 40:۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (المائدہ:۱۲۰)

ترجمہ زمین اور آسمانوں اور تمام موجودات کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

☐ سورت شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کی اسی ہمہ گیر بادشاہت اور قدرت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

آیت 41:۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ (الشوریٰ:۴۹،۵۰)

ترجمہ اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے، لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے، لڑکے دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے، لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت 42:۔ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝

(المومنون:۱۱۶)

ترجمہ پس بالا و برتر ہے اللہ، پادشاہِ حقیقی، کوئی معبود اس کے سوا نہیں، مالک ہے عرشِ بزرگ کا۔

☐ سورت فاطر میں اللہ تعالیٰ کی شان اور بندوں پر اس کے انعامات تفصیل سے بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

آیت 43:۔ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِىْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

(فاطر:۱۳ تا ۱۷)

ترجمہ وہ دن کے اندر رات اور رات کے اندر دن کو پروتا ہوا لے آتا ہے۔ چاند اور سورج کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے۔ یہ سب کچھ ایک وقتِ مقرر تک چلے جا رہا ہے۔ وہی اللہ (جس کے یہ سارے کام ہیں) تمہارا رب ہے۔ بادشاہی اُسی کی ہے اُسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ ایک پرِ کاہ کے مالک بھی نہیں ہیں۔ انہیں پکارو تو وہ تمہاری دُعائیں سن نہیں سکتے اور سُن لیں تو ان کا تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے۔ حقیقت حال کی ایسی صحیح خبر تمہیں ایک خبردار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔ لوگو! تم ہی اللہ کے محتاج ہو۔ اور اللہ تو غنی وحمید ہے۔ وہ چاہے تو تمہیں ہٹا کر کوئی نئی خلقت تمہاری جگہ لے آئے، ایسا کرنا اللہ کے لیے کچھ بھی دشوار نہیں۔

☐ سورت فرقان میں اللہ تعالیٰ کی لاشریک حکومت وبادشاہی اور اولاد سے بھی اس کی پاکی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

آیت 44:۔ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ○ (الفرقان: ۲)

ترجمہ وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی۔

4.7:۔ اللہ کے سوا کسی اور کے اختیار میں کچھ نہیں

اور کہیں کہیں اللہ تعالیٰ کی اسی شان اور صفت کے بیان میں یہ منفی عنوان اختیار کیا گیا ہے کہ اس کی خدائی میں اس کے سوا کسی کو کچھ بھی اختیار نہیں، اور کوئی بھی ہستی اس کے سوا ایسی نہیں، جس کے قبضہ اور اختیار میں کچھ ہو، اور جو کسی کو کچھ دے سکے، یا اس سے کچھ چھین سکے۔

آیت 45:۔ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○ (الاحزاب: ۱۷)

ترجمہ ان سے کہو: ''کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکتا ہو، اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے؟ اور کون اس کی رحمت کو روک سکتا ہے اگر وہ تم پر مہربانی کرنا چاہے؟ اللہ کے مقابلے میں تو یہ لوگ کوئی حامی و مددگار نہیں پا سکتے ہیں۔

آیت 46:۔ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (فاطر:۲)

ترجمہ اللہ جس رحمت کا دروازہ بھی لوگوں کے لیے کھول دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے وہ بند کر دے اسے اللہ کے بعد پھر کوئی دوسرا کھولنے والا نہیں۔ وہ زبردست اور حکیم ہے۔

آیت 47:۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ○ (الانعام:۴۶)

ترجمہ اے نبی ﷺ! ان سے کہو: ''کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمہاری بینائی اور سماعت تم سے چھین لے، اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے، تو اللہ کے سوا اور کون سا معبود ہے، جو یہ قوتیں تمہیں واپس دلا سکتا ہو؟ دیکھو! کس طرح ہم بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر یہ کس طرح ان سے نظر چرا جاتے ہیں''۔

آیت 48:۔ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ○ (الملک:۲۱)

ترجمہ یا پھر بتاؤ: ''کون ہے جو تمہیں رزق دے سکتا ہے اگر رحمٰن اپنا رزق روک لے؟''۔ دراصل یہ لوگ سرکشی اور حق سے گریز پر اڑے ہوئے ہیں۔

آیت 49:۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ○ (الملک:۳۰)

ترجمہ اِن سے کہو: ''کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر تمہارے کنوؤں کا پانی زمین میں اُتر جائے تو کون ہے جو اِس پانی کی بہتی ہوئی سوتیں تمہیں نکال کر لا دے گا؟''۔

4.8:۔اللہ تعالیٰ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے۔

گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے

اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت سی قومیں اس غلط فہمی میں مبتلا رہی ہیں کہ انھوں نے اس کو ایک جلالی شہنشاہ سمجھا، جو قہر وغضب سے بھرپور ہے اور جس کو راضی اور خوش کرنا بڑا ہی مشکل ہے۔ گویا عام انسانوں کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور جس کے پاس گناہ گار اور خطا کار بندوں کے لیے بس لعنت ہی لعنت، غضب ہی غضب اور عذاب ہی عذاب ہے۔

اگر وہ رحیم اور مہربان ہے بھی، تو اس کی رحمت اور مہربانی بس کسی خاص خاندان، یا خاص نسل اور قوم کے لیے محدود ہے۔ باقی ساری دنیا کے لیے وہ بڑا سخت گیر اور جبار وقہار حاکم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہی غلط فہمی اور گمراہی بہت سی قوموں کے شرک کا سبب بنی ہے۔ انھوں نے اپنے کو دیکھا کہ ان کی زندگی گناہوں سے پاک نہیں ہے اور اس دنیا میں نیکی اور پاکی والی زندگی گزارنا گویا ان کے بس کی بات ہی نہیں ہے اور اپنی جہالت سے انھوں نے سمجھا کہ خدا ایسا سخت گیر اور جلالی ہے کہ خطا کاروں اور گناہ گاروں پر وہ ہرگز رحم اور مہربانی نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ کی طرف سے تو وہ بالکل ناامید ہو گئے، اور شیطان نے ان کے کان میں پھونکا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہیں جو اپنی نیکی اور پاکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بڑی مقرب اور بڑی پیاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں بہت کچھ اختیار دے رکھا ہے۔ ان میں اللہ کا سا جلال اور غصہ بھی نہیں ہے اور انھیں راضی کرنا اللہ کی طرح زیادہ مشکل بھی نہیں ہے۔ اس لیے ان کے دامنوں میں تم جیسے گناہ گاروں کو بھی پناہ مل سکتی ہے اور ان سے تعلق جوڑنے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور گرفت سے بچا جا سکتا ہے۔

بس اسی کو انھوں نے آسان سمجھا اور اللہ تعالیٰ سے ناامید ہو کر شیطان کی بتلائی ہوئی

ان ہستیوں کی تعظیم وعبادت اوران کے نام کی نذر ونیاز اس اُمید پر کرنے لگے کہ ان کی مہربانی سے ہم سرسبز رہیں گے اوران کی توجہ اور عنایت سے ہمارے کام بنتے رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کی گرفت اوراس کے عذاب سے بھی ان کا یہ تعلق ہمیں بچالے گا۔

الغرض اکثر مشرک قوموں کے حالات اور خیالات پر گہری نظر ڈالنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شرک میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ ان کی یہی گمراہی رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وبخشش اور جودوکرم کی صفت کو انھوں نے نہیں جانا اور اُس کو صرف قہار وجبار اور نہایت سخت قسم کا جلالی بادشاہ سمجھ کر اس کی طرف سے ناامید ہو گئے اور شیطان کی بتائی ہوئی واقعی یا محض فرضی اور وہمی ہستیوں کو انھوں نے اپنی امیدوں کا قبلہ بنالیا۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بے انتہا وسعت اوراس کی غفاریت اور بخشش کی شان سے واقف ہوتے تو اس شرک میں ہرگز گرفتار نہ ہوتے۔

اسی لیے قرآن مجید میں جو اس دنیا کے لیے آخری ہدایت نامہ ہے، اللہ تعالیٰ کی اس شان اور اس صفت کو بہت زیادہ اُجاگر کیا گیا ہے۔ بلا مبالغہ سینکڑوں جگہ مختلف عنوانوں اور مختلف پیرایوں میں اللہ تعالیٰ کی شانِ رحمت ورافت اور بخشش وغفاریت اور مخلوق کے ساتھ اس کی عنایت ومحبت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ جن خوش بختوں کو قرآن مجید کی تلاوت کی توفیق ہوتی ہے، وہ جانتے ہیں کہ اس میں کتنی جگہ اللہ تعالیٰ کو ''غَفُوْرٌ رَّحِیْم، رَءُوْفٌ رَّحِیْم، تَوَّابٌ رَّحِیْم، خَیْرُ الرَّاحِمِیْن، أَرْحَمُ الراحِمِیْن'' کی صفات سے یاد کیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' جو قرآن مجید کا سرنامہ ہے، اس میں اس کی صفتِ رحمت ہی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس کی بالکل ابتدائی آیتوں میں سب سے پہلے اس کی صفتِ ربوبیت اور رحمت ہی کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 50: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

ترجمہ: تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، جو تمام کائنات کا ربّ ہے، نہایت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔

کچھ مزید آیات پر تفصیلی نظر ڈال لیں۔

آیت 51:۔وَاِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ‌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ○ (البقرہ: ۱۶۳)

ترجمہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اُس رحمٰن اور رحیم کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

آیت 52:۔وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفۡسَهٗ‌ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الۡمَصِيۡرُ ○ (آل عمران: ۲۸)

ترجمہ اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور تمہیں اُسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

قیامت کے دن ہر شخص کے اچھے یا بُرے اعمال کا انجام اس کے سامنے آنے والا ہے اور اس وقت ہر آدمی اپنے اعمال کی جانچ اور اپنے نتیجۂ عمل سے سخت ہراساں ہوگا۔

آیت 53:۔يَوۡمَ تَجِدُ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَيۡرٍ مُّحۡضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوۡ اَنَّ بَيۡنَهَا وَبَيۡنَهٗۤ اَمَدًاۢ بَعِيۡدًا ‌ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفۡسَهٗ‌ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ ۢ بِالۡعِبَادِ ○ (آل عمران: ۳۰)

ترجمہ وہ دن آنے والا ہے جب ہر نفس اپنے کیے کا پھل حاضر پائے گا، خواہ اُس نے بھلائی کی ہو یا بُرائی۔ اس روز آدمی یہ تمنا کرے گا کہ کاش ابھی یہ دن اُس سے بہت دور ہوتا! اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور وہ اپنے بندوں کا نہایت خیر خواہ ہے۔

- گویا قرآن مجید نے اس موقع پر بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو آخرت کے مؤخذہ سے اور قیامت کے دن کی پکڑ سے ڈرانا بھی اس کی رحمت اور مہربانی ہی کا تقاضا ہے، جس طرح کہ شفیق ماں باپ اپنی اولاد کو بُرے کاموں کی بدانجامی سے ڈراتے اور آنے والے خطرات سے ہوشیار کرتے رہتے ہیں۔ بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اسی مہربانی اور شفقت کی صفت کو سورت شوریٰ میں ایک جگہ ان لفظوں میں بیان فرمایا گیا ہے:

آیت 54:۔اَللّٰهُ لَطِيۡفٌ ۢ بِعِبَادِهٖ يَرۡزُقُ مَنۡ يَّشَآءُ‌ ۚ وَهُوَ الۡقَوِىُّ الۡعَزِيۡزُ ○

(الشوریٰ: ۱۹)

ترجمہ اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے جسے جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے، اور وہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔

- سورت نحل میں بندوں پر اپنے بعض ایسے انعامات اور احسانات کا ذکر فرمانے کے

بعد جن سے اس دنیا میں ہر قسم کے لوگ متمتع ہو رہے ہیں:

آیت 55:۔اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ○ (النحل:٧)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی شفیق اور مہربان ہے۔

آیت 56:۔فَاِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ○ (النحل:٤٧)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب بڑا ہی نرم خو اور رحیم ہے۔

☐ سورت انعام میں ایک جگہ یہ بیان فرمانے کے بعد کہ بندے جو اچھے بُرے عمل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے پوری طرح باخبر ہے:

آیت 57:۔وَرَبُّكَ الۡغَنِىُّ ذُو الرَّحۡمَةِ‌ؕ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَسۡتَخۡلِفۡ مِنۡۢ بَعۡدِكُمۡ مَّا يَشَآءُ كَمَاۤ اَنۡشَاَكُمۡ مِّنۡ ذُرِّيَّةِ قَوۡمٍ اٰخَرِيۡنَ ○ (الانعام:١٣٣)

ترجمہ تمہارا ربّ بے نیاز ہے، اور مہربانی اس کا شیوہ ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے، اور تمہاری جگہ دُوسرے جن لوگوں کو چاہے، لے آئے، جس طرح اُس نے تمہیں کچھ اور لوگوں کی نسل سے اُٹھایا ہے۔

☐ سورت کہف میں ایک موقع پر فرمایا:

آیت 58:۔وَرَبُّكَ الۡغَفُوۡرُ ذُو الرَّحۡمَةِ‌ ؕ لَوۡ يُؤَاخِذُهُمۡ بِمَا كَسَبُوۡا لَعَجَّلَ لَهُمُ الۡعَذَابَ‌ ؕ بَلۡ لَّهُمۡ مَّوۡعِدٌ لَّنۡ يَّجِدُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖ مَوۡئِلًا ○ (الکہف:٥٨)

ترجمہ تیرا رب بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ وہ ان کے کرتوتوں پر انہیں پکڑنا چاہتا تو جلدی ہی عذاب بھیج دیتا۔ مگر ان کے لیے وعدے کا ایک وقت مقرر ہے اور اس سے بچ کر بھاگ نکلنے کی یہ کوئی راہ نہ پائیں گے۔

☐ مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں جو یہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے شریر اور سرکش اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں، اس کی مقرر کی ہوئی حدوں کو توڑتے ہیں، اس کے احکام کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اس کے باوجود زندہ رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر کوئی عذاب نہیں آتا، نہ ان پر آسمان سے بجلی گرتی ہے، اور نہ زمین انھیں نگلتی ہے۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت اور بخشش ہی کا صدقہ ہے۔ اگر اللہ

اپنے بندوں پر اتنا مہربان نہ ہوتا، تو ایسے بدکاروں، نافرمانوں پر فوراً عذاب آجایا کرتا اور انھیں کوئی مہلت نہ دی جاتی۔ لیکن چونکہ وہ بندوں کے ساتھ مغفرت اور رحمت کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، اس لیے اس نے سب گناہ گاروں کو اس دنیا کی پوری زندگی میں مہلت دینا طے کر دیا ہے تاکہ جو بھی ان میں سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگ کے اور اپنے رویہ کو درست کر کے کسی وقت اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہیں، تو کر سکیں اور اس کے عذاب سے بچ سکیں۔ اسی واسطے اس نے مؤاخذہ اور جزا سزا کے لیے اس دنیوی زندگی کے خاتمہ کے بعد ایک وقت مقرر کیا ہے اور اس وقت پر سب کو وہاں حاضر ہونا ہوگا اور کسی کے لیے اس کا کوئی امکان نہیں ہوگا کہ وہ کہیں رُوپوش ہو کر اس وقت اور اس مقام کی حاضری سے بچ سکے اور کسی جگہ پناہ لے سکے۔ اسی کو سورت انعام میں یوں فرمایا:

آیت 59:۔ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ (الانعام: ۱۲)

ترجمہ ان سے پوچھو: ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ کس کا ہے؟''۔ کہو: ''سب کچھ اللہ ہی کا ہے''۔ اس نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اُوپر لازم کر لیا ہے (اسی لیے وہ نافرمانیوں اور سرکشیوں پر تمھیں جلدی سے نہیں پکڑ لیتا) قیامت کے روز وہ تم سب کو ضرور جمع کرے گا، یہ بالکل ایک غیر مشتبہ حقیقت ہے، مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو خود تباہی کے خطرے میں مبتلا کر لیا ہے وہ اسے نہیں مانتے۔

□ سبحان اللہ! اس آیت کا جملہ ''كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ'' (اللہ تعالیٰ نے رحمت کو اپنے اوپر لازم اور مقرر کر لیا ہے) ہم بندوں کے لیے کتنے اطمینان اور کیسی اُمیدوں کا سامان اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایسے رحمت والے پروردگار سے ناامیدی اگر کفر نہیں، تو کیا ہے؟

پھر اسی سورت انعام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا گیا اور کیسے پیارے انداز میں فرمایا گیا:

آیت 60:۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانعام:۵۴)

ترجمہ جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو: ''تم پر سلامتی ہے، تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ آپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ (یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی بُرائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے تو وہ اُسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے''۔

☐ یقیناً بڑا اشقی اور بدبخت ہے وہ انسان جو ایسے رحمت والے پروردگار کی رحمت سے بھی محروم رہے، جو اپنے پیغمبر رحمت عالم ﷺ کی زبان سے اپنے خطاکار اور گناہ گار بندوں کو سلام کے بعد رحمت کا یہ پیغام دلاتا ہے کہ اپنے پروردگار سے مایوس نہ ہو، اور نہ بھاگو۔ اس نے تو رحمت کو اپنے ذمہ لکھ لیا ہے۔ اگر نادانی سے تم سے گناہ ہو گئے ہیں، تو اب توبہ کرلو، اور اپنی حالت ٹھیک کرلو، میں بڑا بخشنے والا اور مہربان ہوں۔

آیت 61:۔ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الشوریٰ:۲۵)

ترجمہ وہی ہے جو اپنے بندوں سے توبہ قبول کرتا ہے اور برائیوں سے درگزر فرماتا ہے، حالانکہ تم لوگوں کے سب افعال کا اُسے علم ہے۔

☐ سورت نساء میں زنا جیسے ناپاک اور خبیث گناہ سے آلودہ ہو جانے والے خطاکار بندوں کے متعلق ارشاد ہے:

آیت 62:۔ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○ (النساء:۱۶)

ترجمہ اور تم میں سے جو اس فعل کا ارتکاب کریں، اُن دونوں کو تکلیف دو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں، تو انہیں چھوڑ دو کہ اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

☐ مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ انھوں نے یہ خبیث اور حرام کام کیا ہے، تو ان کو قانون کے مطابق سزا تو دی جائے، لیکن اگر وہ اس کے بعد توبہ اور اپنی اصلاح کر لیں، تو پھر ان سے کچھ نہ کیا جائے، کیونکہ انھوں نے دراصل اپنے جس مالک اور آقا کا گناہ کیا ہے، وہ خود توبہ کرنے والے مجرموں کو خوشی سے معاف کر دینے والا اور پھر ان کے ساتھ رحمت اور مہربانی سے پیش آنے والا ہے۔

پھر اسی سورت نساء میں ہر قسم کے گناہ گاروں اور خطا کاروں کو مژدہ سنایا:

آیت 63:۔ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء:۱۱۰)

ترجمہ اگر کوئی شخص بُرا فعل کر گزرے، یا اپنے نفس پر ظلم کر جائے، اور اس کے بعد اللہ سے درگزر کی درخواست کرے، تو اللہ کو درگزر کرنے والا اور رحیم پائے گا۔

☐ سورت زمر میں اپنے کو تباہ کرنے والے خطا کار بندوں ہی کے لیے جو کچھ ارشاد فرمایا گیا اور جس شفقت اور پیار کے انداز میں انھیں پکارا گیا، وہ تو اللہ تعالیٰ کی صفتِ رحمت کی ایسی منادی ہے کہ بڑے سے بڑا سیاہ کار اور عمر بھر کا پاپی بھی اگر دل کے کانوں سے اُن کو سُن لے، تو بے تحاشا اللہ کے درِ رحمت کی طرف دوڑ پڑے۔ اپنے رسول رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ میرے مجرم اور خطا کار بندوں کو میری طرف سے یہ پیغام دو:

آیت 64:۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ○

(الزمر:۵۳،۵۴)

ترجمہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کہہ دو: ''اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفور، رحیم ہے۔ پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف، اور مطیع بن جاؤ اُس کے، قبل اس کے کہ تم پر عذاب آجائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے''۔

4.9:۔ اللہ کی رحمت اور مغفرت کے حق دار کون سے گنہگار ہیں؟

سورت زمر کی اس آیت رحمت سے بھی معلوم ہوا اور اس سے اوپر جو آیتیں اس مضمون کی درج کی جا چکی ہیں (جن میں خاص طور سے گناہ گار اور خطا کار بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا اعلان کیا گیا ہے)، ان سب سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت کی وسعت اور بے پایانی کا حال تو یہی ہے کہ دنیا بھر کے بڑے سے بڑے مجرموں اور سیاہ کاروں کے لیے اس میں گنجائش ہے، لیکن اس کے دروازہ میں داخلہ کی یہ لازمی شرط ہے کہ بندہ اس رحمت والے آقا کی طرف رجوع کرنے والا ہو، اور اس کے ساتھ اپنے معاملہ کو درست کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، اگرچہ اس سے پہلے اپنی ساری عمر میں باغی اور نافرمان رہا ہو۔

4.10:۔ اللہ تعالیٰ میں رحمت کے ساتھ عدالت بھی ہے

اسی لیے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی بخشش و غفاریت کے بیان کے ساتھ اس کی دوسری صفت عدالت اور سرکش مجرموں کی سزا دہی کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ سورت فاتحہ ہی میں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ'' کے ساتھ اس کی صفت ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' کا بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔

اس کا مقصد اور منشا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی وسعت کے ان قرآنی اعلانوں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو جائے کہ اب گناہوں کی کھلی چھٹی ہے اور زندگی خواہ کیسی ہی گزاری جائے، اللہ کی رحمت کا دروازہ ہمارے لیے کھلا ہوا ہے۔

بہر حال اسی غلط فہمی سے بچانے کے لیے قرآن مجید میں جا بجا رحمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت عدالت کا بھی بیان فرمایا گیا ہے۔

آیت 65:۔ فَاِنۡ كَذَّبُوۡكَ فَقُلْ رَّبُّكُمۡ ذُوۡ رَحۡمَةٍ وَّاسِعَةٍ‌ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاۡسُهٗ عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ○ (الانعام: ۱۴۷)

ترجمہ اب اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو ان سے کہہ دو: "تمہارے ربّ کا دامنِ رحمت وسیع ہے اور مجرموں سے اس کے عذاب کو پھیرا نہیں جاسکتا"۔

آیت 66:۔ نَبِّئۡ عِبَادِىۡۤ اَنِّىۡۤ اَنَا الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ○ (الحجر: ۴۹)

ترجمہ "اے نبی ﷺ! میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت درگزر کرنے والا اور رحیم ہوں"۔

آیت 67:۔ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَقَابِلِ التَّوۡبِ شَدِيۡدِ الۡعِقَابِ ذِى الطَّوۡلِ‌ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ ؕ اِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ○ (المؤمن: ۳)

ترجمہ گناہ معاف کرنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا اور بڑا صاحبِ فضل ہے، کوئی معبود (اِلٰہ) اس کے سوا نہیں، اُسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

□ بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ کی اس صفت یعنی عدالت اور مجرموں کی سزا دہی کو دوسرے عنوانوں سے بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ بعض سورتوں میں سوالیہ پیرایہ میں ارشاد ہے:

آیت 68:۔ اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ كَالۡمُجۡرِمِيۡنَ ○ مَا لَـكُمۡ كَيۡفَ تَحۡكُمُوۡنَ ○ (القلم: ۳۵، ۳۶)

ترجمہ کیا ہم فرماں برداروں کا حال مجرموں کا سا کردیں؟ تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ تم کیسے حکم لگاتے ہو؟ (کیسا فیصلہ کرتے ہو؟)۔

آیت 69:۔ اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالۡمُفۡسِدِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِيۡنَ كَالۡفُجَّارِ ○ (ص: ۲۸)

ترجمہ کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لاتے اور نیک اعمال کرتے ہیں اور اُن کو جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یکساں کردیں؟ کیا متقیوں کو ہم فاجروں جیسا کردیں؟۔

آیت 70:۔ اَمۡ حَسِبَ الَّذِيۡنَ اجۡتَـرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنۡ نَّجۡعَلَهُمۡ كَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحۡيَاهُمۡ وَمَمَاتُهُمۡ‌ ؕ سَآءَ مَا يَحۡكُمُوۡنَ ○ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَـقِّ وَلِتُجۡزٰى كُلُّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا

يُظْلَمُوْنَ ○ (الجاثية:٢١، ٢٢)

ترجمہ کیا وہ لوگ جنہوں نے برائیوں کا اِرتکاب کیا ہے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم اُنہیں اور ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ایک جیسا کر دیں گے کہ ان کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے؟ بہت برے حکم ہیں جو یہ لوگ لگاتے ہیں۔ اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اِس لیے کیا ہے کہ ہر متنفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔

□ بہر حال قرآن مجید کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بڑا شفیق اور بڑا مہربان ہے اور اس کی رحمت میں سب کے لیے پوری گنجائش ہے۔

آیت 71:۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (الاعراف:١٥٦)

ترجمہ میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔

□ بڑے سے بڑا مجرم اور گنہگار بھی اگر اس کی رحمت اور مغفرت کا طالب بن کر اس کی طرف بڑھے، تو وہ اُسے بخشنے کے لیے اور اپنے آغوشِ رحمت میں جگہ دینے کے لیے تیار ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ وہ صاحبِ عدالت بھی ہے اور سرکش مجرموں کو سزا دینا بھی اس کی عدالت اور حکمت کا تقاضا ہے۔ اس لیے جو شریر اور مفسد سرکشی اور شرارت سے باز نہ آئیں گے اور تذکیر و نصیحت کے باوجود نافرمانی، بغاوت اور کفر وشرک پر ہی جمے رہیں گے، وہ آنے والے اُس عالم میں جس میں اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا پورا ظہور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی سے ذرہ برابر بھی حصہ نہ پا سکیں گے۔ سورت سجدہ میں ایسے ہی مجرموں کے بارے میں ارشاد ہے:

آیت 72:۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○ (السجدة:٢٢)

ترجمہ اور اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا جسے اس کے ربّ کی آیات کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے اور پھر وہ ان سے منہ پھیر لے۔ ایسے مجرموں سے تو ہم انتقام لے کر رہیں گے۔

4.11:۔ تنزیہ وتقدیس

اللہ تعالیٰ کی صفات میں ایک قسم ایجابی صفات کی ہے، جس کا کچھ بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ علیمِ کل ہے، کوئی چھوٹی، بڑی اور کھلی یا چھپی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ قادرِ مطلق ہے، سب کچھ اس کی قدرت میں ہے، وہ سب کا خالق ورازق اور سب کا کارساز وپروردگار ہے۔ ساری کائنات کا وہی مالک اور حاکم ہے اور ہر چیز اس کے زیرِ حکومت ہے۔ کوئی چیز بھی اس کے تصرف اور اقتدار سے باہر نہیں۔ پھر وہ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے اور اسی کے ساتھ اس میں عدالت کی صفت بھی ہے، یعنی نیکوکاروں اور فرماں برداروں کو وہ اپنے خاص فضل وانعام سے نوازنے والا ہے اور سرکش مجرموں کو اپنی شان کے مطابق سزا اور عذاب دینے والا بھی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان اور اس کا تعارف ناقص اور نامکمل رہتا ہے، جب تک کہ ان چیزوں اور ان باتوں سے اس کا منزہ اور مبرا ہونا بھی بیان نہ کیا جائے، جو اس کی شانِ قدوسیت اور عظمت وکبریائی کے خلاف ہیں اور جن کے بارے میں جاہلوں اور خدا ناشناس لوگوں کو کبھی مغالطہ ہوا، یا ہو سکتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں صرف ایجابی صفاتِ کمال کے بیان پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کی تنزیہ وتقدیس کو بھی پوری طرح نمایاں کیا گیا ہے۔

آیت 73:۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝ (بنی اسرائیل:111)

ترجمہ اور کہو: ''تعریف ہے اس اللہ کے لیے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا (نہ اولاد ہے)، نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے، اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا پشتیبان (ولی) مددگار ہو۔'' اور اس کی بڑائی بیان کرو، کمال درجے کی بڑائی۔

- سورت انعام میں ایک موقع پر یہ بیان کرنے کے بعد کہ جاہلوں اور خدا ناشناس لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے شریک، ساجھی، بیٹیاں اور بیٹے ٹھہرائے۔

آیت 74:۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ

سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ○

(الانعام: ۱۰۰ تا ۱۰۲)

ترجمہ اِس پر بھی لوگوں نے جنات کو اللہ کا شریک ٹھہرادیا، حالانکہ وہ اُن کا خالق ہے، اور بے جانے بوجھے اُس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تصنیف کر دیں، حالانکہ وہ پاک اور بالاتر ہے اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے؟ جبکہ کوئی اس کا شریکِ زندگی ہی نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے، ہر چیز کا خالق۔ لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔

□ اس سب کے بعد تنزیہ کے سلسلہ میں آخری بات یہ فرمائی:

آیت 75:۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○

(الانعام: ۱۰۳)

ترجمہ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔

□ ان آیتوں میں قریب قریب ان سب باتوں سے اللہ تعالیٰ کا منزہ اور مبرا ہونا بیان فرما دیا گیا ہے، جو اس کی شانِ اُلوہیت وقدوسیت کے خلاف ہیں اور جن کے بارے میں خدا ناشناسوں اور مشرکوں نے عام طور سے غلطی کھائی ہے۔ پھر قرآن مجید کے اس تنزیہی بیان کی آخری بات:

"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ"۔

بلاشبہ بڑی اعلیٰ اور بڑی لطیف اور بڑی جامع تنزیہ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اس قدر لطیف اور وراء الوراء ہے کہ ہر وقت قریب تر اور بالکل ساتھ ہونے کے باوجود کوئی نگاہ اس کو نہیں پاسکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا رہا ہے۔

اسی طرح سورت شوریٰ کی ایک جگہ گنتی کے دو حرفوں میں حق تعالیٰ کی پوری تنزیہ

وتقدیس بیان فرما دی گئی ہے:

آیت 76:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔

قرآن مجید کے اس دو (۲) حرفی بیان پر غور کیجیے۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کا کوئی پہلو اس سے باہر نہیں رہا۔ ان ہی دو حرفوں نے ان سب چیزوں سے حق تعالیٰ کا منزہ اور مبرا ہونا بیان کر دیا جو اس کی شانِ اُلوہیت وقدوسیت کے خلاف ہیں، کیونکہ اس باب میں جتنی بھی غلطیاں اور گمراہیاں ہوئی ہیں، یا ہوتی ہیں، ان کی جڑ اور بنیاد یہی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے افعال وصفات کو اس عالم کی اپنی دیکھی بھالی اور جانی پہچانی چیزوں پر اور اُن کے افعال وصفات پر قیاس کر لیتے ہیں۔

پس قرآن مجید نے ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' فرما کر اس غلط بنیاد ہی کو اکھاڑ دیا اور بتلا دیا کہ اس کی کوئی مثال اور کوئی نمونہ نہیں۔ وہ موجود ہے، لیکن اس کا وجود اس طرح کا نہیں، جس طرح کا دوسری موجودات کا ہے۔ وہ ''الحی'' یعنی زندہ ہے، لیکن دوسرے زندوں کی زندگی اور اس کی زندگی میں کوئی مشارکت اور مشابہت نہیں۔ وہ علیم ہے، سمیع وبصیر ہے، لیکن اس کا علم اور اس کا سننا اور دیکھنا ہمارے علم اور ہماری سماعت و بصارت سے وراء الوراء ہے۔ وہ سب کے قریب ہے، سب کے ساتھ ہے، لیکن یہ قریب اور ساتھ ہونا ایسا نہیں، جیسا کہ اس دنیا کی کوئی چیز کسی کے قریب اور کسی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی طرح رحمت ومحبت اور غضب وانتقام اس کی صفتیں ہیں، لیکن ان کی نوعیت وہ بالکل نہیں جو ہماری ان صفتوں کی ہے۔

بہر حال قرآن مجید کے اس نہایت مختصر تنزیہی بیان نے ان سب چیزوں کی نفی کر دی جو حق تعالیٰ کی شانِ قدوسیت کے خلاف تشبیہ وتمثیل کی وجہ سے خدا ناشناس لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

آیت 77:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

4.12: توحید

اللہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ اور علیم کل ہے۔ سب کے ساتھ اور سب سے قریب ہے۔ قادرِ مطلق ہے، سب کا خالق ورازق اور سب کا کارساز وپروردگار ہے۔ وہی اس ساری کائنات کا مالک وحاکم اور قیوم ہے۔ یہاں جو کچھ ہوتا ہے، اُسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی ہستی نہیں، جو اس کے حکم کے بغیر یہاں کچھ کر سکے۔ ہر قسم کی عظمت وکبریائی اسی کے لیے ہے اور وہ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے۔ ساتھ ہی وہ بڑا بے نیاز بھی ہے۔ سب اس کے محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کو کسی کی پرواہ نہیں۔ وہ صاحبِ عدالت بھی ہے، یعنی ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے۔ ان صفاتِ کمال سے موصوف ہونے کے ساتھ وہ ہر اس بات اور اس چیز سے بری بھی ہے جس میں نقص وعیب کا کوئی پہلو اور کوئی شائبہ ہو، اور جو اس کی شانِ قدوسیت کے خلاف ہو۔

ظاہر ہے کہ یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ کوئی ہستی ایسی ہے جس میں یہ ساری صفتیں اور سارے کمالات جمع ہیں، آپ سے آپ یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ بس وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے اور وہی اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کی جائے اور محبت وعظمت کے ساتھ اس کے ہر فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جائے اور اس کو اپنا مولا اور اپنے کو اس کا بندہ سمجھ کر اس کے حکموں پر چلا جائے۔ اُسی سے آس لگائی جائے۔ اپنی ضرورتوں کے لیے اُسی سے دعا کی جائے۔ مصائب ومشکلات میں اُسی سے مدد مانگی جائے۔ اُسی سے اُمید باندھی جائے اور اسی پر بھروسہ کیا جائے۔ اسی کی رضا جوئی میں زندہ رہا جائے اور مرا جائے۔ اسی کی حمد وثنا اور اُسی کی تسبیح وتقدیس کی جائے اور اُسی کی یاد کو اپنا وظیفہ بنایا جائے۔

توحید قرآن مجید کا خاص الخاص موضوعِ دعوت ہے اور اس میں دوسرے تمام مسئلوں سے زیادہ زور اسی پر دیا گیا ہے۔ قرآن سے پہلے آنے والی اللہ کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں کی تعلیم ودعوت کا مرکزی نقطہ بھی چونکہ توحید ہی کا مسئلہ رہا ہے۔

قرآن مجید میں توحید کی تعلیم اتنی وضاحت اور ایسی تفصیل سے دی گئی ہے کہ مسئلہ کا کوئی گوشہ ایسا نہیں رہا ہے جو پوری طرح روشنی میں نہ آ گیا ہو، اور ہونا بھی یہی چاہیے تھا، کیونکہ اُمتوں اور قوموں نے توحید ہی کے بارے میں ہمیشہ سخت ٹھوکریں کھائی ہیں، بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا کہ جتنی غلطیوں اور گمراہیوں میں قومیں توحید کے بارے میں مبتلا ہوئیں، اتنی کسی دوسرے مسئلہ میں گمراہ نہیں ہوئیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے تمام پیغمبروں اور مذاہب کے سب سچے داعیوں نے اپنی اپنی قوموں کو ہمیشہ توحید ہی کی تعلیم دی تھی، بلکہ قرآن مجید کا تو بیان ہے کہ دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں جس کو اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں اور ہادیوں نے توحید کا پیغام نہ پہنچایا ہو۔

آیت 78:۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ (النحل:۳۶)

ترجمہ: ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا، اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا کہ: ''اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت (جھوٹے خدا) کی بندگی سے بچو''۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا:

آیت 79:۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ (الانبیاء:۲۵)

ترجمہ: ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے۔ اُس کو یہی وحی کی ہے کہ: ''میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو''۔

- ہر قوم میں آنے والے اللہ کے پیغمبر اور ہادی نے ہمیشہ توحید ہی کی تعلیم دی، لیکن کچھ مدت گزرنے کے بعد اکثر قومیں کسی نہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہو گئیں۔ اب بھی یہی ہے کہ بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن کسی نہ کسی قسم کے شرک میں مبتلا ہیں۔ قرآن مجید ہی کا بیان ہے:

آیت 80:۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ○ (یوسف:۱۰۶)

ترجمہ: ان میں سے اکثر اللہ کو مانتے ہیں مگر اس طرح کہ اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔

بہر حال ہمیشہ سے شرک انسانوں کی بڑی خطرناک اور عام بیماری رہی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید (جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری کتابِ ہدایت ہے اور جس کے بعد انسانوں کے لیے کوئی آسمانی ہدایت نامہ آنے والا نہیں ہے) توحید کے مسئلہ کو زیادہ سے زیادہ روشن اور واضح کیا گیا ہے، بلکہ ان تمام دروازوں کو بھی بند کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے، جن سے اگلی اُمتوں میں شرک آیا، یا اس کے آنے کا امکان ہوسکتا تھا۔ قرآن مجید نے صرف یہ کہہ کر توحید کا درس ختم نہیں کر دیا کہ: ''اللہ ایک ہے، اس کے سوا کسی کی عبادت اور بندگی نہ کی جائے''، بلکہ توحید فی الذات کے علاوہ اس نے ایک ایک خدائی صفت کا ذکر کر کے بتلایا کہ یہ صفت صرف اللہ ہی میں ہے اور وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے۔ پھر اپنے خدائی حقوق میں بھی وہ اسی طرح وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس نے توحید کے ان پہلوؤں کو اتنا واضح کیا کہ کسی قسم کے اعتقادی یا عملی، جلی یا خفی، شرک کے لیے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

4.13:۔ توحید ذاتی اور توحیدِ اُلوہیت

توحید کا ایک سادہ سا اجمالی عنوان یہ ہے: ''اِلٰہ یعنی معبود بس ایک ہے۔ صرف وہی عبادت اور بندگی کے لائق ہے''۔ قرآن مجید میں اس کو سینکڑوں جگہ بیان کیا ہے:

آیت 81:۔ وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرۃ: ۱۶۳)

ترجمہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، اُس رحمان اور رحیم کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

آیت 82:۔ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (آل عمران: ۶۲)

ترجمہ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور وہ اللہ ہی کی ہستی ہے جس کی طاقت سب سے بالا اور جس کی حکمت نظامِ عالم میں کارفرما ہے۔

آیت 83:۔ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ○ (الصّٰفّٰت: ۴،۵)

ترجمہ تمہارا معبودِ حقیقی بس ایک ہی ہے۔ وہ جو زمین اور آسمانوں کا اور تمام اُن چیزوں کا مالک ہے جو زمین و آسمان میں ہیں اور سارے مشرقوں کا مالک۔

آیت 84:۔ قُلۡ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیۡ بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ○ (الانعام:۱۹)

ترجمہ کہو: ''معبود تو وہی ایک ہے اور میں اُس شرک سے قطعی بیزار ہوں جس میں تم مبتلا ہو''۔

آیت 85:۔ فَاِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسۡلِمُوۡا ؕ وَبَشِّرِ الۡمُخۡبِتِيۡنَ ○ (الحج:۳۴)

ترجمہ پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے اور اسی کے تم مطیع فرمان بنو۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! بشارت دے دے عاجزانہ روش اختیار کرنے والوں کو۔

4.14:۔ توحیدِ صفات وافعال

قرآن مجید صفات وافعال میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو بھی جگہ جگہ تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ وہ بتلاتا ہے کہ سب کا پیدا کرنے والا، سب کی پرورش کرنے والا، سب کو روزی دینے والا، جلانے والا اور مارنے والا بس اللہ ہی ہے۔

آیت 86:۔ اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ ثُمَّ رَزَقَكُمۡ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ؕ هَلۡ مِنۡ شُرَكَآئِكُمۡ مَّنۡ يَّفۡعَلُ مِنۡ ذٰلِكُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ ؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ ○ (الروم:۴۰)

ترجمہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام بھی کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بالا وبرتر ہے، اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

آیت 87:۔ قُلۡ اَرَءَيۡتُمۡ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِى السَّمٰوٰتِ ۚ اَمۡ اٰتَيۡنٰهُمۡ كِتٰبًا فَهُمۡ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنۡهُ ۚ بَلۡ اِنۡ يَّعِدُ الظّٰلِمُوۡنَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا اِلَّا غُرُوۡرًا ○ (فاطر:۴۰)

ترجمہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!) ان سے کہو: ''کبھی تم نے دیکھا بھی ہے اپنے اُن شریکوں کو جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے ہو؟ مجھے بتاؤ: اُنہوں نے زمین میں کیا پیدا کیا ہے، یا آسمانوں میں ان کی کیا شرکت ہے؟'' (اگر یہ نہیں بتاسکتے تو ان سے پوچھو:)

''کیا ہم نے انہیں کوئی تحریر لکھ دی ہے، جس کی بنا پر یہ (اپنے اس شرک کے لیے) کوئی صاف سند رکھتے ہوں، نہیں، بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے کو محض فریب کے جھانسے دیے جا رہے ہیں''۔

آیت 88:۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ (فاطر:۳)

ترجمہ لوگو! تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں انہیں یاد رکھو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ کوئی معبود اُس کے سوا نہیں، آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو؟

آیت 89:۔ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (العنکبوت:۱۷)

ترجمہ تم اللہ کو چھوڑ کر جنہیں پوج رہے ہو وہ محض بت ہیں اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہو۔ درحقیقت اللہ کے سوا جن کی تم پرستش کرتے ہو، وہ تمہیں کوئی رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ اللہ سے رزق مانگو، اور اُسی کی بندگی کرو، اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔

4.15:۔ ساری کائنات پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلتا ہے اور سب کچھ صرف اسی کے اختیار میں ہے

قرآن مجید بیان کرتا ہے کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہے۔ جس طرح سب کا خالق و رازق اللہ ہے، اسی طرح سب پر حکم بھی صرف اسی کا چلتا ہے۔

آیت 90:۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الاعراف:۵۴)

ترجمہ خبردار رہو! اُسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے۔ بڑا بابرکت ہے اللہ، سارے جہانوں

کا مالک و پروردگار۔

آیت 91:۔لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○(القصص:۸۸)

ترجمہ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

□ وہی جو کچھ کرنا چاہتا ہے، کرتا ہے۔ اس کے سوا کسی کے اختیار میں کچھ بھی نہیں۔ نہ کوئی کسی کو وجود دے سکتا ہے، نہ کسی سے وجود لے سکتا ہے، نہ موت وحیات پر کسی کا اختیار ہے، نہ کوئی کسی کے نفع یا نقصان کا مختار ہے۔ نادان اور گمراہ لوگ اپنی نادانی اور جہالت سے جن ہستیوں کے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے نظام میں ان کا کوئی دخل ہے اور یہ بھی جسے چاہیں، نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ قرآن مجید بار بار کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے۔ ان کے بس میں کچھ بھی نہیں۔ اگر وہ سب بھی جمع ہو جائیں، تو اپنے اختیار سے کچھ نہیں کر سکتے، یہاں تک کہ ایک مکھی اور ایک چیونٹی بھی نہیں بنا سکتے۔ کسی کی بگڑی کو نہیں بنا سکتے۔ کسی کی مدد اور حمایت نہیں کر سکتے۔

آیت 92:۔إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۭ يُحْيِ وَيُمِيتُ ۭ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ○(التوبۃ:۱۱۶)

ترجمہ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اللہ ہی کے قبضہ میں زمین اور آسمانوں کی سلطنت ہے، اُسی کے اختیار میں زندگی و موت ہے، اور تمہارا کوئی حامی و مددگار ایسا نہیں ہے جو تمہیں اس سے بچا سکے۔

آیت 93:۔يُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۡ كُلٌّ يَّجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِن قِطْمِيرٍ ○(فاطر:۱۳)

ترجمہ وہ دن کے اندر رات اور رات کے اندر دن کو پروتا ہوا لے آتا ہے۔ چاند اور سورج کو اُس نے مسخر کر رکھا ہے۔ یہ سب کچھ ایک وقتِ مقرر تک چلے جا رہا ہے۔ وہی اللہ (جس کے یہ سارے کام ہیں) تمہارا رب ہے۔ بادشاہی اُسی کی ہے اُسے چھوڑ کر جن دوسروں کو تم پکارتے ہو وہ ایک پرِکاہ کے مالک بھی نہیں ہیں۔

آیت 94:۔يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوا لَهُ ۭ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ

اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ○ (الحج: ۷۳)

ترجمہ لوگو! ایک مثال دی جاتی ہے، غور سے سنو۔ جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے جائے تو وہ اُسے چھڑا بھی نہیں سکتے۔ مدد چاہنے والے بھی کمزور اور جن سے مدد چاہی جاتی ہے وہ بھی کمزور۔

آیت 95:۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○ (سبا ۲۲)

ترجمہ (اے نبی! ان مشرکین) سے کہو کہ: ''پکار دیکھو۔ اپنے اُن معبودوں کو جنہیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ نہ آسمانوں میں کسی ذرّہ برابر چیز کے مالک ہیں، نہ زمین میں۔ وہ آسمان و زمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں۔ اُن میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے۔

آیت 96:۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ (الزمر: ۳۸)

ترجمہ اِن لوگوں سے اگر تم پوچھو کہ زمین اور آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہ خود کہیں گے کہ اللہ نے۔ اِن سے پوچھو، جب حقیقت یہ ہے تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو کیا تمہاری یہ دیویاں، جنہیں تم اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، مجھے اُس کے پہنچائے ہوئے نقصان سے بچالیں گی؟ یا اللہ مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ اس کی رحمت کو روک سکیں گی؟ پس ان سے کہہ دو کہ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، بھروسہ کرنے والے اُسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

آیت 97:۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (الشوریٰ:۹)

ترجمہ کیا یہ (ایسے نادان ہیں کہ) اِنہوں نے اسے چھوڑ کر دُوسرے ولی (کارساز) بنا رکھے ہیں؟ ولی تو اللہ ہی ہے، وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

4.16:۔نظام عالم کو قائم رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے

قرآن مجید فرماتا ہے کہ زمین و آسمان کے اس نظام کو بلاشرکتِ غیرے صرف اللہ تعالیٰ ہی چلا رہا ہے، وہی اس کو تھامے ہوئے ہے۔ اگر وہ ایک لمحہ کے لیے اس کو چھوڑ دے، تو کوئی دوسرا اس کو تھام نہیں سکتا۔ پھر ساری کائنات آن کی آن میں فنا کے گھاٹ اُتر جائے۔

آیت 98:۔اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ○ (فاطر:۴۱)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے، اور اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے بعد کوئی دُوسرا اُنہیں تھامنے والا نہیں ہے۔ بے شک اللہ بڑا حلیم اور درگزر فرمانے والا ہے۔

4.17:۔صِرف اللہ ہی زندہ جاوید ہے، باقی سب فانی ہیں

قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ اصلی اور ذاتی زندگی جس کو کبھی فنا نہیں، صرف اللہ کی ہے۔ اس کے سوا جو ہستیاں ہیں، ان سب کی زندگی مستعار ہے، اور سب کو فنا کے گھاٹ سے گزرنا ہے۔

آیت 99:۔اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ (البقرۃ:۲۵۵)

ترجمہ اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے اُونگھ لگتی ہے۔

آیت 100:۔اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ○ (آل عمران:۲)

ترجمہ اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، حقیقت میں اس کے

سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

آیت 101:۔هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (المؤمن:٦٥)

ترجمہ وہی زندہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود (اِلٰہ) نہیں۔ اُسی کو تم پکارو، اپنے دین کو اسی کے لیے خالص کر کے۔ ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔

آیت 102:۔وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (القصص:٨٨)

ترجمہ اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس ذات کے۔ فرمانروائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

4.18:۔صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب اور علیم کل ہے

قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ یہ شان صرف اللہ ہی کی ہے کہ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور غیب و شہود سب یکساں طور پر اس کے سامنے ہے۔ کسی کی کوئی بات اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

آیت 103:۔يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ (البقرۃ:٢٥٥)

ترجمہ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے، اُس سے بھی وہ واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفتِ ادراک میں نہیں آسکتی مگر یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اُن کو دینا چاہے۔

آیت 104:۔لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ○ (الکہف:٢٦)

ترجمہ آسمانوں اور زمین کے سب پوشیدہ احوال اسی کو معلوم ہیں، کیا خوب ہے وہ دیکھنے والا اور سننے والا! (زمین و آسمان کی مخلوقات کا) کوئی خبر گیر (ولی) اس کے سوا نہیں، اور وہ

اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

آیت105 :۔قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ (النمل:۶۵)

ترجمہ ان سے کہو: ''اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا''۔ اور وہ (تمہارے معبود تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے۔

آیت106 :۔وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (الانعام:۵۹)

ترجمہ اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

4.19 :۔توحیدِ حقوق

ذات وصفات اور افعال واختیارات میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یکتائی بیان کرنے کے ساتھ قرآن مجید یہ بھی بتلاتا ہے کہ وہ حقوق میں وحدہٗ لاشریک ہے۔ بندوں پر جو حقوق اس کے ہیں، وہ اس کے سوا کسی کے نہیں۔

حمد وستائش اُسی کا حق ہے، وہی محبت اور خوف کے قابل ہے، وہی اس لائق ہے کہ اس پر توکل اور آسرا کیا جائے، اور اس سے لو لگائی جائے۔ وہی اصلی آقا اور حاکم ہے کہ اس کا قانون مانا جائے، یعنی بندوں کے لیے شریعت مقرر کرنا اسی کا حق ہے۔ وہی دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ لہٰذا اسی سے دعائیں کی جائیں اور وہی اِلٰہ اور معبود ہے۔ لہٰذا اس کی اور صرف اسی کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

4.20:۔صرف اللہ ہی لائق حمد وستائش ہے

آیت 107 :۔وَهُوَ اللّٰهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولٰى وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ (القصص:۷۰)

ترجمہ وہی ایک اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔اسی کے لیے حمد ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

آیت 108 :۔فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْأَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ○ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ○ (الجاثیۃ:۳۶،۳۷)

ترجمہ پس تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو زمین اور آسمانوں کا مالک اور سارے جہان والوں کا پروردگار ہے۔زمین اور آسمانوں میں بڑائی اسی کے لیے ہے اور وہی زبردست اور دانا ہے۔

4.21:۔اللہ ہی سب سے زیادہ محبت اور خوف کے قابل ہے

یعنی اپنے بے انتہا احسانات اور کمالات کے لحاظ سے وہی اس کا مستحق ہے کہ بندے سب سے زیادہ محبت اسی سے کریں اور سب سے زیادہ اُسی کو چاہیں اور اپنے حاکمانہ جلال وجبروت کے لحاظ سے وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کے بندے سب سے زیادہ اسی سے ڈریں۔

جن نادانوں اور گمراہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ ہستیاں ایسی بنا رکھی ہیں جن سے وہ بندگی اور نیازمندی کا تعلق رکھتے ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ کے برابر محبت کرتے ہیں۔ان کے متعلق قرآن مجید کا بیان ہے:

آیت 109 :۔وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ ۗ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ ○ (البقرۃ:۱۶۵)

ترجمہ (مگر وحدتِ خداوندی پر دلالت کرنے والے اِن کھلے کھلے آثار کے ہوتے ہوئے بھی) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے ہیں اوران کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔ کاش! جو کچھ عذاب کو سامنے دیکھ کر انہیں سوجھنے والا ہے وہ آج بھی ان ظالموں کو سوجھ جائے کہ ساری طاقتیں اور سارے اختیارات اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔

☐ اور خوف کے متعلق ارشاد ہے:

آیت 110 :۔ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ (التوبۃ: ۱۳)

ترجمہ اگر تم مومن ہو، تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرو۔

آیت 111 :۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ۔ (المائدہ: ۴۴)

ترجمہ تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔

4.22 :۔ وہی توکل اور آسرا لگانے کے قابل ہے

آیت 112 :۔ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ (التوبۃ: ۵۱)

ترجمہ اللہ ہی ہمارا مولیٰ ہے۔ اور اہل ایمان کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

آیت 113 :۔ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ۭ هُوَ مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ○ (الحج: ۷۸)

ترجمہ اور اللہ سے وابستہ ہو جاؤ۔ وہ ہے تمہارا مولیٰ، بہت ہی اچھا ہے وہ مولیٰ، اور بہت ہی اچھا وہ مددگار ہے۔

آیت 114 :۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○ (المزمل: ۹)

ترجمہ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، لہٰذا اُسی کو اپنا کارساز بنالو (حاجت اور ضرورت میں اسی کی طرف رجوع کرو)۔

4.23:۔ وہی حاکم ہے اور اسی کا حکم واجب العمل ہے

آیت 115:۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ

(الانعام: ۱۱۴)

ترجمہ پھر جب حال یہ ہے تو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش کروں، حالانکہ اس نے پوری تفصیل کے ساتھ تمہاری طرف کتاب نازل کر دی ہے؟۔

□ جو نادان اللہ تعالیٰ کے سوا بعض دوسری ہستیوں کی بتائی ہوئی باتوں کو ''شریعت'' بنا لیتے ہیں، اور ان کی پیروی ضروری سمجھتے ہیں، ان کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

آیت 116:۔ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

(الشوریٰ: ۲۱)

ترجمہ کیا یہ لوگ کچھ ایسے شریکِ خدا رکھتے ہیں؟ جنہوں نے ان کے لیے دین کی نوعیت رکھنے والا ایک ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے جس کا اللہ نے اِذن نہیں دیا۔ اگر فیصلہ کی بات طے نہ ہو گئی ہوتی، تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا۔ یقیناً ان ظالموں کے لیے درد ناک عذاب ہے۔

4.24:۔ ہر مقصد کے لیے دعا اور مدد طلبی صرف اللہ تعالیٰ سے اور ہر عبادت صرف اسی کے لیے ہونی چاہیے

قرآن مجید نے توحید کے اس پہلو پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ یہ اس لیے کہ شرک میں مبتلا ہونے والی دنیا کی قومیں اور اُمتیں شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادۃ ہی میں زیادہ تر مبتلا ہوئی ہیں۔ ہمیشہ خدا ناشناس اور کم عقل انسانوں سے یہی شرک زیادہ ہوا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہستیوں کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا

سمجھ کران سے دعائیں کیں، اپنی حاجتیں اور مرادیں اُن سے مانگیں۔ انھیں راضی اور خوش کرنے کے لیے طرح طرح ان کی عبادت اور پوجا کی، ان کے آگے سجدے کیے، اُن کے نام کی خیر خیرات کی اور اُن کے لیے نذریں اور منتیں مانیں۔ ہر ذی شعور دیکھ سکتا ہے کہ بڑی مشرکانہ گمراہیوں میں آج بھی یہی گمراہی سب سے زیادہ عام ہے، یہاں تک کہ مسلمان کہلانے والوں میں بھی ایک خاصی تعداد اس شرک میں مبتلا ہے۔

بہر حال شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادۃ چونکہ سب سے بڑی مذہبی گمراہی ہے اور خدا ناشناس انسان زیادہ تر اسی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اسی لیے قرآن مجید نے توحید کے سلسلے میں توحید فی الدعاء اور توحید فی العبادۃ پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔

1 توحید فی الدعاء

آیت 117 :۔ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ○ (الرعد: ۱۴)

ترجمہ اسی کو پکارنا برحق ہے۔ رہیں وہ دوسری ہستیاں جنہیں اس کو چھوڑ کر یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ ان کی دعاؤں کا کوئی جواب نہیں دے سکتیں۔ اُنہیں پکارنا تو ایسا ہے، جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلا کر اس سے درخواست کرے کہ تو میرے منہ تک پہنچ جا، حالانکہ پانی اس تک پہنچنے والا نہیں۔ بس اسی طرح کافروں کی دعائیں بھی کچھ نہیں ہیں مگر ایک تیرِ بے ہدف!

□ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں سے دعائیں کرنے والوں اور اپنی حاجتیں مانگنے والوں کے بارے میں دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

آیت 118 :۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ○ (الاعراف: ۱۹۷)

ترجمہ بخلاف اِس کے تم جنہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پکارتے ہو، وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں

اور نہ خود اپنی مدد ہی کرنے کے قابل ہیں۔

آیت 119:۔قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:۵۶)

ترجمہ ان سے کہو: ''پکارو دیکھو! اُن معبودوں کو جن کو تم اللہ کے سوا (وکیل، اپنا کارساز) سمجھتے ہو، وہ کسی تکلیف کو تم سے نہ ہٹا سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں''۔

آیت 120:۔وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ (المؤمنون:۱۱۷)

ترجمہ اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے، جس کے لیے اُس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اِس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔ (لاریب) ایسے کافر کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔

آیت 121:۔فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ○ (الشعراء:۲۱۳)

ترجمہ پس اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو، ورنہ تم بھی سزا پانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔

آیت 122:۔قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ○ (الجن:۲۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہو: ''میں تو اپنے ربّ کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا''۔

آیت 123:۔وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (القصص:۸۸)

ترجمہ اور اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس ذات کے۔ فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

□ اِس آیت میں قرآن مجید نے غور و فکر کرنے والوں اور سمجھنے والوں کے لیے ایک بڑا عام فہم اُستدلالی ارشاد فرمایا ہے:

قرآن مجید ارشاد فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے، سب فنا ہونے والا ہے،

باقی رہنے والی اور کبھی نہ فنا ہونے والی ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے، جو سب کا خالق اور پروردگار ہے۔ اللہ کے سوا دوسری ہستیوں کو حاجت روا اور کارساز سمجھ کر ان سے دعائیں کرنے والے اور مرادیں مانگنے والے جاہل مشرکین بھی اس حقیقت کو جانتے اور مانتے ہیں کہ ہمیشہ رہنے والی ذات صرف اللہ ہی کی ہے اور باقی سب فانی ہیں۔

اس لیے قرآن کہتا ہے کہ جن ہستیوں کے متعلق تم خود جانتے ہو کہ وہ اپنے وجود اور اپنی حیات میں بھی مختار نہیں، اور اپنے کو موت اور فنا سے بچالینا بھی جن کے بس میں نہیں۔ غور وفکر کرو کہ ان کو کارساز اور حاجت روا جان کر ان سے مدد مانگنا اور ان کو پکارنا کتنی بڑی حماقت ہے۔

پس جو لوگ بتوں کو، یا نیک اور مقدس روحوں کو، یا گزرے ہوئے پیروں یا پیغمبروں کو اپنی مدد کے لیے پکارتے ہیں اور اپنی حاجتوں میں ان سے دعائیں کرتے ہیں (حالانکہ جانتے ہیں کہ یہ سب فانی ہستیاں ہیں)، وہ خود سوچیں کہ وہ کیسی احمقانہ حرکت کرتے ہیں اور اپنے کو وہ کتنی گہری پستی میں گراتے ہیں۔

2 توحید فی العبادۃ

آیت 124 :۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ (بنی اسرائیل:۲۳)

ترجمہ تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے: ”تم لوگ کسی کی عبادت نہ کرو، مگر صرف اُس کی۔ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو“۔

آیت 125 :۔ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔ (النساء:۳۶)

ترجمہ اور تم سب اللہ کی بندگی کرو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔

- اللہ تعالیٰ کے سوا جن ہستیوں اور جن فرضی معبودوں کی عبادت کی جاتی ہے، وہ اس غلط فہمی کی وجہ سے کی جاتی ہے کہ یہ ہستیاں بناؤ بگاڑ اور نفع ونقصان کا کچھ اختیار رکھتی ہیں۔ اس لیے قرآن مجید نے بہت سے مقامات پر اس صراحت کے ساتھ شرک فی العبادۃ سے روکا ہے کہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، وہ بالکل عاجز و بے بس ہیں، نہ

تمہارا کچھ بگاڑ سکتے ہیں، نہ بنا سکتے ہیں۔

آیت 126:۔ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (المائدہ:٧٦)

ترجمہ اُن سے کہو: ''کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اُس کی پرستش کرتے ہو، جو نہ تمہارے لیے نقصان کا اختیار رکھتا ہے نہ نفع کا؟ حالانکہ سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے''۔

آیت 127:۔ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـــًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ○ (النحل:٧٣)

ترجمہ اور اللہ کو چھوڑ کر ان کو پوجتے ہیں جن کے ہاتھ میں نہ آسمانوں سے انہیں کچھ بھی رزق دینا ہے نہ زمین سے اور نہ یہ کام وہ کر ہی سکتے ہیں؟

□ قرآن مجید یہ بھی بیان کرتا ہے کہ جو قومیں اور اُمتیں شرک میں مبتلا ہوئیں اور انھوں نے اللہ کے سوا کسی اور کو بھی اپنا معبود بنایا، ان کے نبیوں اور ان میں آنے والے اللہ کے سچے ہادیوں نے ان کو ہرگز اس شرک کی تعلیم نہیں دی تھی، بلکہ خالص توحید ہی کی تلقین کی تھی۔

آیت 128:۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (التوبۃ:٣١)

ترجمہ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا ہے۔ اور اسی طرح حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

آیت 129:۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ (النحل:٣٦)

ترجمہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا، اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کر دیا:

''اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو''۔

آیت 130:۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ (الانبیاء:۲۵)

ترجمہ ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے۔ اُس کو یہی وحی کی ہے: ''میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو''۔

☐ اس اجمالی بیان کے علاوہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت و تعلیم کا قرآن مجید میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، قرآن مجید نے ان کے متعلق صراحت اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ ان سب نے پہلی بات اپنی قوم سے یہی کہی تھی کہ تمہاری عبادت اور بندگی کا مستحق صرف ایک اللہ ہے۔ بس اسی کی عبادت کرو اور اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو۔

۱ بیان حضرت نوح علیہ السلام

آیت 131:۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ○ (الاعراف:۵۹)

ترجمہ ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو اُن کی قوم کے پاس بھیجا۔ چنانچہ انھوں نے نے کہا: ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ یقین جانو! مجھے سخت اندیشہ ہے کہ تم پر ایک زبردست دن کا عذاب نہ آ کھڑا ہو''۔

۲ بیان حضرت ہود علیہ السلام

آیت 132:۔ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (الاعراف:۶۵)

ترجمہ اور قوم عاد کی طرف ہم نے اُن کے بھائی حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ انھوں نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کیا پھر بھی تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرو گے؟''۔

۳ بیان حضرت صالح علیہ السلام

آیت 133:۔ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (الاعراف: ۷۳)

ترجمہ اور ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ انھوں نے کہا: ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے ایک روشن دلیل آچکی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اُونٹنی ہے جو تمہارے پاس تمہارے لیے ایک نشانی بن کر آئی ہے۔ اس لیے اس کو آزاد چھوڑ دو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرتی پھرے، اور اسے کسی بُرائی کے ارادے سے چھونا بھی نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں ایک دُکھ دینے والا عذاب آپکڑے''۔

آیت 134:۔ وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِیْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ ○ (ہود: ۶۱)

ترجمہ اور ثمود کی طرف ہم نے اُن کے حضرت بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ انھوں نے کہا: ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا، اور اُس میں تمہیں آباد کیا۔ لہٰذا اُس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ پھر اُس کی طرف رُجوع کرو۔ یقین رکھو کہ میرا ربّ (تم سے) قریب بھی ہے، دعائیں قبول کرنے والا بھی''۔

۴ بیان حضرت ابراہیم علیہ السلام

آیت 135:۔ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِبْرٰهِیْمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ○ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْكَ شَیْئًا ○ (مریم: ۴۱، ۴۲)

ترجمہ اور اس کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی تذکرہ کرو۔ بیشک وہ سچائی کے خوگر

تھے۔ یاد کرو جب انھوں نے اپنے باپ سے کہا تھا: ’’ابا جان! آپ ایسی چیزوں کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں، اور نہ آپ کا کوئی کام کرسکتی ہیں؟‘‘۔

۵ بیان حضرت شعیب علیہ السلام

آیت 136 :۔ وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ۗ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ (الاعراف:۸۵)

ترجمہ اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی حضرت شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے کہا: ’’اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے‘‘۔

۶ بیان حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام

آیت 137 :۔ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ○ (طٰہٰ:۱۴)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ: ’’میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اس لیے میری عبادت کرو۔ اور مجھے یاد رکھنے کے لیے نماز قائم کرو‘‘۔

۷ بیان حضرت یعقوب علیہ السلام

آیت 138 :۔ وَوَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

(البقرہ:۱۳۲،۱۳۳)

ترجمہ اور اسی بات کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی، اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی (اپنے بیٹوں کو): ’’اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے یہ دین تمہارے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ لہٰذا تمہیں موت بھی آئے تو اس حالت میں آئے کہ تم مسلم ہو‘‘۔ کیا اس وقت تم خود موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی موت کا وقت

آیا تھا، جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا: ''تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟''۔ ان سب نے کہا تھا: ''ہم اُسی ایک خدا کی عبادت کریں گے جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ دادوں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا معبود ہے۔ اور ہم صرف اُسی کے فرماں بردار ہیں''۔

۸ بیان حضرت یوسف علیہ السلام

آیت 139: ۔ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ○ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (یوسف:۳۷ تا ۴۰)

ترجمہ (حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:) یہ اُس علم کا ایک حصہ ہے جو میرے پروردگار نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ (مگر اس سے پہلے میری ایک بات سنو۔) بات یہ ہے کہ میں نے اُن لوگوں کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو آخرت کے منکر ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے دین کی پیروی کی ہے۔ ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک ٹھہرائیں۔ یہ (توحید کا عقیدہ) ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ تعالیٰ کے فضل کا حصہ ہے، لیکن اکثر لوگ (اس نعمت کا) شکر ادا نہیں کرتے۔ اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا بہت سے متفرق ربّ بہتر ہیں، یا وہ ایک اللہ جس کا اقتدار سب پر چھایا ہوا ہے؟ اُس کے سوا جس جس کی تم عبادت کرتے ہو، اُن کی حقیقت چند ناموں سے زیادہ نہیں ہے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ

لیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق میں کوئی دلیل نہیں اُتاری۔ حاکمیت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اُسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا سیدھا دِین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۹ بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام

آیت 140 :۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝
(المائدہ: ۷۲)

ترجمہ وہ لوگ یقینا کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے: ''اللہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام ہی ہے''۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو یہ کہا تھا: ''اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ یقین جانو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت حرام کردی ہے، اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں، ان کو کسی قسم کے یار و مددگار میسر نہیں آئیں گے''۔

آیت 141 :۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ (المائدہ: ۱۱۷)

ترجمہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:) ''میں نے ان لوگوں سے اُس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، اور وہ یہ کہ: ''اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار''۔ اور جب تک میں اُن کے درمیان موجود رہا، میں ان کے حالات سے واقف رہا۔ پھر جب آپ نے مجھے اُٹھالیا تو آپ خود ان کے نگراں تھے، اور آپ ہر چیز کے گواہ تھے''۔

آیت 142 :۔ وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ

بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْهِۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○ (الزخرف: ۶۳، ۶۴)

ترجمہ: اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تھے تو انہوں نے (لوگوں سے) کہا تھا: ''میں تمہارے پاس دانائی کی بات لے کر آیا ہوں، اور اس لیے لایا ہوں کہ تمہارے سامنے کچھ وہ چیزیں واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اور میری بات مان لو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی میرا بھی رَبّ ہے، اور تمہارا بھی رَبّ ہے۔ اس لیے اُس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے''۔

۱۰ بیان حضرت الیاس علیہ السلام

آیت 143:- وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ○ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ ○ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ ○ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۲۳ تا ۱۲۶)

ترجمہ: اور حضرت الیاس علیہ السلام بھی یقیناً پیغمبروں میں سے تھے، جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: ''کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو؟ کیا تم بعل (نامی بت) کو پوجتے ہو، اور اس کو چھوڑ دیتے ہو جو سب سے بہتر تخلیق کرنے والا ہے؟ اُس اللہ تعالیٰ کو جو تمہارا بھی پروردگار ہے، اور تمہارے باپ دادوں کا بھی جو پہلے گزر چکے ہیں؟''۔

۱۱ عقیدۂ تثلیث کا رد

عیسائیوں نے تثلیث کا عقیدہ گھڑا، حضرت مسیح علیہ السلام اور روح القدس علیہ السلام کو، اور بعض نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو خدائی میں شریک کیا۔ اللہ کے اس پاک پیغمبر علیہ السلام پر یہ تہمت دھری کہ اس نے ہمیں یہ تعلیم دی تھی۔ قرآن مجید نے بار بار اس کا رد کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے سب نبیوں، رسولوں کی طرح ہمارے بندے اور پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی توحید ہی کی تعلیم

دی تھی۔ انھوں نے اپنی قوم سے صاف کہا تھا:

آیت 144:۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (المائدہ: ۷۲)

ترجمہ: یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے کہا: ''اللہ حضرت مسیح ابنِ مریم علیہ السلام ہی ہے''۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا: ''اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اُس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں''۔

□ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ کے رسول کی حیثیت سے اپنی قوم کے سامنے اپنے کو پیش کیا اور فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے کوڑھیوں اور اندھوں کو اچھا کر سکتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کر سکتا ہوں اور فلاں فلاں معجزے دکھا سکتا ہوں۔ تو صاف صاف یہ بھی اُن سے کہہ دیا کہ میں خدا نہیں ہوں بلکہ اسی اللہ کا بندہ ہوں جس کے تم بندے ہو۔ میرا ربّ اور پروردگار وہی ہے جو تمھارا رب اور پروردگار ہے اور تنہا وہی عبادت اور بندگی کا مستحق ہے، میں تم کو اسی کی عبادت اور بندگی کی دعوت دیتا ہوں، یہی راہِ نجات ہے''۔

آیت 145:۔ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ڏ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْــــَٔــةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (آل عمران: ۴۹ تا ۵۱)

ترجمہ: اور بنی اسرائیل کی طرف اپنا رسول مقرر کرے گا۔ (اور جب وہ بحیثیت رسول بنی

اسرائیل کے پاس آیا تو اس نے کہا:) ''میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کی ایک صورت بناتا ہوں اور اُس میں پھونک مارتا ہوں، وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور اُس کے اِذن سے مُردے کو زندہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو؟ اور کیا اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو؟ اس میں تمہارے لیے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔ اور میں اُس تعلیم و ہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں سے اس وقت میرے زمانہ میں موجود ہے۔ اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض اُن چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔ دیکھو! میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ لہٰذا تم اُسی کی بندگی اختیار کرو، یہ سیدھا راستہ ہے''۔

3 دعوتِ اسلام کا مرکزی نقطہ

بہر حال قرآن مجید نے توحید کے ہر پہلو پر پورا پورا زور دیا ہے اور کسی قسم کے شرک کے لیے قطعاً کوئی بھی گنجائش نہیں چھوڑی ہے اور خاص طور توحید فی الدعاء اور توحید فی العبادۃ پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ ہمیشہ سے مذہبی دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ عام گمراہی شرک فی الدعاء اور شرک فی العبادۃ ہی رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید کے بالکل شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے چھوٹے چھوٹے تین جملوں کے بعد چوتھے جملے یعنی چوتھی آیت: ''اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ'' میں پہلا اقرار ہر قرآن پڑھنے والے سے یہ لیا جاتا ہے: ''وہ اللہ کے سوا کبھی کسی اور ہستی کی عبادت نہیں کرے گا اور کبھی کسی اور کو صاحبِ اختیار اور حاجب روا سمجھ کر اس سے مدد طلب نہیں کرے گا اور دعا نہیں مانگے گا''۔

ایک جگہ تو اس توحید فی العبادۃ اور توحید فی الدعاء کی تعلیم کو قرآن مجید نے اس حیثیت

سے پیش کیا ہے کہ گویا یہی قرآن اور صاحب قرآن اللہ کے آخری پیغمبر ﷺ کی اصل دعوت ہے۔ یہی گویا دینی دعوت کا اصل مقصد و مدعا اور مرکزی نقطہ ہے۔

آیت 146: قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ دِينِي فَلَآ أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللهِ وَلٰكِنْ أَعْبُدُ اللهَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ الظّٰلِمِينَ ۝ وَإِنْ يَّمْسَسْكَ اللهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ إِلَّا هُوَ ۚ وَإِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۗ يُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝ (یونس: ۱۰۴ تا ۱۰۷)

ترجمہ (اے پیغمبر!) ان سے کہو: ”اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں مبتلا ہو تو (سن لو کہ) تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کی عبادت کرتے ہو، میں اُن کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ میں اُس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں، جو تمہاری رُوح قبض کرتا ہے۔ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مؤمنوں میں شامل رہوں“۔ اور (مجھ سے) یہ (کہا گیا ہے): ”اپنا رُخ یکسوئی کے ساتھ اس دین کی طرف قائم رکھنا، اور ہرگز اُن لوگوں میں شامل نہ ہونا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مانتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسے (من گھڑت معبود) کو نہ پکارنا جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے، نہ کوئی نقصان۔ پھر بھی اگر تم (بفرضِ محال) ایسا کر بیٹھے تو تمہارا شمار بھی ظالموں میں ہوگا“۔ اور اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچادے، تو اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جو اُسے دور کردے، اور اگر وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرلے، تو کوئی نہیں ہے جو اُس کے فضل کا رُخ پھیر دے۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، پہنچادیتا ہے۔ اور وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

- ان آیتوں میں قرآن کے لانے والے پیغمبر ﷺ سے اعلان کروایا گیا ہے کہ میرا دین اور میرا طریقہ جس کی طرف، اے لوگو! میں تم سب کو بھی دعوت دیتا ہوں۔ اس کا بنیادی اصول اور خاص مرکزی نقطہ یہ ہے کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور

صرف اسی کو سب کے نفع ونقصان اور خیر وشر اور بناؤ بگاڑ کا مالک ومختار یقین کرتے ہوئے اپنی حاجتوں اور پریشانیوں میں صرف اسی کو پکارا جائے۔ اسی سے مدد مانگی جائے اور اسی سے دعا کی جائے اور اس معاملہ میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

4.25:۔توحید کا آخری تکمیلی سبق

توحید کے متعلق قرآن مجید میں بڑی واضح اور کامل تعلیمات ہیں، وہ اسلام کا طرۂ امتیاز ہے، مگر قرآن مجید نے اس سے بھی آگے بڑھ کر تعلیمِ توحید کا آخری سبق یہ دیا ہے جس کو ''توحید کا آخری تکمیلی سبق'' کہا جاسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

آیت 147:۔قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

ترجمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کیجیے: ''میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا میں ہوں''۔

- بلاشبہ توحید کا اعلیٰ درجہ یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی عبدیت میں دے دے۔ وہ طے کرلے کہ میں اور میری موت وحیات اور میرا سب کچھ بس اللہ کے لیے ہے۔ اسی کے واسطے اور اسی کے حکم پر مجھے جینا اور مرنا ہے۔

قرآن مجید میں توحید کے اس آخری اور تکمیلی سبق کے لیے جو پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے متعلق یہ اعلان کرنے کا حکم دیا گیا، تو اس میں ایک خاص حکمت اور مصلحت غالباً یہ بھی ہے کہ جب کوئی پیغمبر علیہ السلام خود اپنی زبان سے دنیا کو اپنے متعلق یہ بتائے کہ میری ساری نیازمندیاں اور عبادت گزاریاں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور میرا جینا اور مرنا بھی اسی کے واسطے ہے، اور میں سب سے پہلے اس کے ہر حکم پر سرِ اطاعت خم کرنے والا ہوں، یعنی بندگی اور سرافگندگی کے وصف میں بھی

سب سے آگے اور سب کا پیش رو ہوں۔ تو پھر کسی کے لیے اس کی بالکل گنجائش نہیں رہتی کہ وہ اس پیغمبر کو خدا یا خدائی میں شریک سمجھے۔

یہ واقعہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور سید الرسل ماننے والی اُمّت کے لیے توحید کے باب میں سب سے بڑا خطرہ یہی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر معمولی کمالات اور معجزات سے مبہوت ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا یا شریکِ خدا سمجھ لیا جاتا۔ اسی لیے قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت وبشریت اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیازمندی اور سرافگندگی کو بے شمار جگہ اُجاگر کیا گیا ہے۔ اس کے لیے اکثر مقامات پر یہی پیرایۂ بیان اختیار کیا گیا ہے کہ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس کا اعلان کرایا گیا ہے:

آیت 148 :۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

(الکہف:۱۱۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہو: ”میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود بس ایک ہی معبود ہے، پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے“۔

آیت 149 :۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝ (حم سجدہ:۶)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: ”میں تو ایک بشر ہوں تم جیسا، مجھے وحی کے ذریعہ سے بتایا جاتا ہے کہ تمہارا معبود تو بس ایک معبود ہے۔ لہٰذا تم سیدھے اُسی کا رخ اختیار کرو، اور اس سے معافی چاہو“۔ تباہی ہے مشرکوں کے لیے!

آیت 150 :۔ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل:۹۳)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: ”پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟“۔

آیت 151:۔قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا○ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا○ (الجن:۲۲)

ترجمہ اے نبی! آپ ﷺ اعلان فرما دیجیے: ''میں تم لوگوں کے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں، نہ کسی بھلائی کا''۔آپ ﷺ فرما دیں: ''مجھے اللہ کی گرفت سے کوئی بچا نہیں سکتا اور نہ میں اُس کے دامن کے سوا کوئی جائے پناہ پا سکتا ہوں''۔

آیت 152:۔قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ○ (الاعراف:۱۸۸)

ترجمہ اے نبی ﷺ! ان سے کہو: ''میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا، تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں، اُن لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں''۔

- اُمتِ محمدی کو شرک کے اس خطرے سے بچانے کے لیے قرآن کریم میں ایک خاص اہتمام یہ بھی کیا گیا کہ جن جن مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے غیر معمولی کمالات اور خاص خاص بلندیوں کا ذکر آیا ہے، وہاں خصوصیت سے آپ ﷺ کے لیے ''عبد'' (بندہ) کا لفظ بولا گیا ہے۔چنانچہ معراج میں جو انتہائی ترقی اور بلندی آپ ﷺ کو حاصل ہوئی (جو آپ ﷺ کے سوا کسی نبی اور فرشتے کو بھی حاصل نہیں ہوئی)، اس کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

آیت 153:۔سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ○ (بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ پاک ہے وہ جو لے گیا ایک رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک جس کے ماحول کو اُس نے برکت دی ہے، تا کہ اسے اپنی کچھ نشانیوں کا مشاہدہ کرائے۔

حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔

اسی سفرِ معراج کے سلسلہ میں جہاں سورت النجم میں مقام ''قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى'' تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہنچنا ذکر کیا گیا ہے، وہاں بھی ''عَبْدِہٖ'' فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ عبدیت کو یاد دلایا گیا ہے:

آیت 154 :۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى ○ فَأَوْحٰى إِلٰى عَبْدِهٖ مَا أَوْحٰى ○

(النجم:۹،۱۰)

ترجمہ یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا۔ تب اس نے اللہ کے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اُسے پہنچانی تھی۔

شہادت کے جس کلمہ کو اسلام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ترجمہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

اس کلمہ میں جس طرح اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی شہادت اور اس کا اعلان واقرار ہے، اسی طرح اس حقیقت کا بھی اعلان واقرار ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی شہادت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عَبدیت اور بندگی کی شہادت جزوِ ایمان قرار دی گئی ہے، جس کے بغیر کوئی آدمی مسلمان نہیں ہوسکتا۔

باب 5

شرک کی حقیقت

5.1:۔شرک اور مشرکین کی سخت مذمت اور ان سے اعلان بیزاری

قرآن مجید نے دعوتِ توحید کے سلسلہ میں بہت سے مقامات پر یہ پیرایہ بھی اختیار کیا ہے کہ توحید کی تعلیم سے بغاوت کرنے والے مشرکین اور ان کے شرک کے نہایت بُرے انجام سے لوگوں کو ڈرایا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ کی انتہائی ناراضی اور بیزاری کا اعلان فرمایا ہے:

آیت 1:۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○ (النساء:۴۸)

ترجمہ اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں، وہ جس کے لیے چاہتا ہے، معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا، اُس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

آیت 2:۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○ (النساء:۱۱۶)

ترجمہ اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا

ہے، جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

آیت 3: ۔لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (المائدہ:۷۲)

ترجمہ یقیناً کفر کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے کہا: ''اللہ حضرت مسیح ابنِ مریم علیہ السلام ہی ہے''۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا: ''اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی''۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اُس پر اللہ نے جنت حرام کردی اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

◻ اسی واسطے کہ شرک قطعاً ناقابلِ معافی جرم ہے اور ہر مشرک کے لیے جہنم میں پھونکے جانے کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، اور سب ایمان والوں کو یہ حکم سنایا گیا کہ خبردار! کسی مشرک کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کی دعا بھی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں، ناپاکوں کے حق میں بخشش کی دعا بھی نہیں سننا چاہتا۔

آیت 4: ۔مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ (التوبۃ:۱۱۳)

ترجمہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں، زیبا نہیں ہے کہ مشرکوں کے لیے مغفرت کی دعا کریں، چاہے وہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ بات کھل چکی ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ہیں۔

آیت 5: ۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔ (التوبۃ:۲۸)

ترجمہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، مشرکین ناپاک ہیں۔

آیت 6: ۔وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ (التوبۃ:۳)

ترجمہ اطلاعِ عام ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حجِ اکبر کے دن تمام لوگوں کے لیے کہ اللہ مشرکین سے بری الذمہ ہے۔

5.2:۔شرک کے معنی

شرک کے دو معنی ہیں: ایک لغوی، دوم اصطلاحی

لغوی معنی: کسی کو کسی چیز میں کسی کا شراکت دار اور حصہ دار بنانا

اصطلاحی معنی: خواص تصرفیہ، علمیہ یا تعظیمیہ باری تعالیٰ کو کسی مخلوق میں ماننا، یعنی تصرف، علم اور تعظیم کے وہ درجے جو شرعاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، ان سب کو یا ان میں سے کسی مخصوص خاصہ کو کسی مخلوق کے لیے ماننا۔

حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ:

آیت 7:۔وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ (البقرۃ:۲۲۱)

ترجمہ: تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن لونڈی مشرک شریف زادی سے بہتر ہے، اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو۔ اور اپنی عورتوں کے نکاح مشرک مردوں سے کبھی نہ کرنا، جب تک کہ وہ ایمان نہ لے آئیں۔ ایک مومن غلام، مشرک شریف سے بہتر ہے اگرچہ وہ تمہیں بہت پسند ہو۔ یہ لوگ تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ اپنے اذن سے تم کو جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے، اور وہ اپنے احکام واضح طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے، توقع ہے کہ وہ سبق لیں گے اور نصیحت قبول کریں گے۔

کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"پہلے مسلمان اور کافر میں نسبت ناتا جاری تھا۔ اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا، اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے۔ مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے، یا وہ جو چاہے، سو کر سکتا ہے، یا ہمارا بھلا یا برا کرنا اس کے اختیار میں ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کسی اور پر خرچ

کرے۔ مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے، اور اس سے حاجت طلب کرے، اس کو مختار جان کر"۔ (موضح القرآن: سورت بقرہ، فائدہ آیت نمبر ۲۲۱)

شرک اصطلاحی کی اقسام

1 شرک فی التصرف

2 شرک فی العلم

3 شرک فی العبادۃ

5.3:۔شرک فی التصرف

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ اس کو سارے جہان میں یا جہان کے کسی مخصوص خطے میں، پھر سارے جہان اور مخصوص خطے کے سارے کاموں میں یعنی ہر بڑے اور چھوٹے کاموں میں یا صرف چھوٹے اور معمولی کاموں میں نفع اور نقصان دینے کا اختیار اور قدرت حاصل ہے کہ جب چاہے، اپنی مرضی سے اپنا حکم جاری کرسکتا ہے۔ لیکن ماتحت الاسباب نہیں یعنی جو اسباب عادۃً مخلوق کے استعمال میں مروجہ ہیں، ان کے ذریعہ نہیں، بلکہ مافوق الاسباب یعنی بغیر اسباب عادیہ کے، غیبی قدرت سے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ قدرت اس کی ذاتی یعنی خودبخود بلا عطاءِ خداوندی حاصل ہے یا عطائی وتفویضی یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی ہے، یعنی اس غیر کو قادرِ مستقل نہیں مانتا، لیکن بعد از عطاءِ الٰہی وتفویضِ خداوندی قادر ومختار مانتا ہے۔

خلاصہ خواص تصرفیہ الٰہیہ میں سے کسی خاصہ کو مافوق الاسباب کسی مخلوق میں ماننا، خواہ ذاتی طور پر، یا عطائی طور پر ہو، شرک فی التصرف ہے۔

5.3.1:۔خواص تصرفیۂ باری تعالیٰ کی چند مثالیں

خاصہ 1:۔ تصرف کلی، محیط، غیر محدود یعنی، مافوق الاسباب، ہر شئی، بلا استثناء، کے تصرف پر قادر ومختار ہونا

آیت 8:۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ۔ (سورت المائدہ:۱)

ترجمہ اللہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے، اس کا حکم دیتا ہے۔

آیت 9:۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ (سورت المائدہ:۱۷)

ترجمہ اور اللہ ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔

تنبیہ جو شخص کسی ماسوا میں مافوق الاسباب یہ درجہ مانے، ذاتی طور پر مانے، یا عطائی طور پر مانے، وہ مشرک فی التصرف ہے۔ یہ ایسا شرک ہے کہ مشرکین مکہ اور مشرکین امم ماضیہ میں نہیں پایا گیا۔

خاصہ 2:۔ آسمان اور تمام آسمانی چیزوں کے تصرفات پر مافوق الاسباب قادر ہونا

خاصہ 3:۔ زمین اور تمام زمینی چیزوں کے تصرفات پر مافوق الاسباب قادر ہونا

خاصہ 4:۔ جو (فضا) اور تمام جووی (فضائی) اشیاء کے تصرفات پر مافوق الاسباب قادر ہونا

خاصہ 5:۔ ماتحت الثریٰ (زمین کے نیچے) کے تمام تصرفات پر مافوق الاسباب قادر ہونا

آیت 10:۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَہُمَا وَمَا تَحۡتَ الثَّرٰی ○ (طٰہٰ:٦)

ترجمہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اور ان کے درمیان جو کچھ ہے، وہ سب اسی (اللہ) کی ملکیت ہے، اور زمین کی تہوں کے نیچے جو کچھ ہے وہ بھی۔

آیت 11:۔ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الۡاَرۡضِ۔ (السجدہ:۵)

ترجمہ وہ (اللہ) آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کا انتظام خود کرتا ہے۔

تنبیہ یہ خواص تصرفیہ الٰہیہ سے ہیں۔ ان خواص میں سے کسی خاصہ کو کسی مخلوق میں مافوق الاسباب ماننا، ذاتی طور پر ماننے، یا عطائی طور پر ماننے، شرک فی التصرف ہے۔

خاصہ 6:۔ مخلوق کی خوشی اور غم پر مافوق الاسباب قادر ہونا کہ جب چاہے، جس کے لیے چاہے، خوشی دے دے اور جس کے لیے چاہے، اپنی مرضی سے خوشی چھین کر غم دے دے۔

خاصہ 7:۔ مخلوق کی موت اور حیات پر مافوق الاسباب قادر ہونا کہ جب چاہے زندہ چیز کو غیبی تصرف سے مار ڈالے اور جب چاہے، اپنی مرضی سے مردہ چیز کو زندہ کر دے۔

خاصہ 8:۔ مخلوق کی روزی کی تنگی اور فراخی پر مافوق الاسباب قادر ہونا

خاصہ 9:۔مخلوق کو مافوق الاسباب ہر قسم کی اولاد بخشنے اور بانجھ بنانے پر قادر ہونا۔خلاصہ یہ کہ سلسلۂ توالد و تناسل کا مختار ہونا۔

تنبیہ یہ تمام خواص الٰہیہ میں سے ہیں۔کسی غیر اللہ میں ان خواص میں سے کسی خاصہ کو مافوق الاسباب ماننا،ذاتی طور پر یا عطائی طور پر،شرک فی التصرف ہے۔

آیت 12:۔وَاَنَّهٗ هُوَ اَضۡحَكَ وَاَبۡكٰى ○ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحۡيَا ○ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوۡجَيۡنِ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى ○ مِنۡ نُّطۡفَةٍ اِذَا تُمۡنٰى ○ وَاَنَّ عَلَيۡهِ النَّشۡاَةَ الۡاُخۡرٰى ○ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغۡنٰى وَاَقۡنٰى ○. (النجم:۴۳تا۴۸)

ترجمہ اور یہ کہ وہی (اللہ) ہے جو ہنساتا اور رُلاتا ہے۔اور یہ کہ وہی ہے جو موت بھی دیتا ہے اور زندگی بھی۔اور یہ کہ اُسی نے نر اور مادہ کے دو جوڑے پیدا کیے ہیں،(وہ بھی صرف) ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے۔اور یہ کہ دوسری زندگی دینے کا بھی اُسی نے ذمہ لیا ہے۔اور یہ کہ وہی ہے جو مال دار بناتا ہے اور تنگ دست کرتا ہے۔

آیت 13:۔لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ○ اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ ○ (الشوریٰ:۴۹،۵۰)

ترجمہ سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔وہ جو چاہتا ہے،پیدا کرتا ہے۔وہ جس کو چاہتا ہے،لڑکیاں دیتا ہے،اور جس کو چاہتا ہے،لڑکے دیتا ہے،یا پھر ان کو ملا جلا کر لڑکے بھی دیتا ہے،اور لڑکیاں بھی۔اور جس کو چاہتا ہے،بانجھ بنا دیتا ہے۔یقیناً وہ علم کا بھی مالک ہے،قدرت کا بھی مالک۔

خاصہ 10:۔ہوا اور بارش کی بندش اور کشادگی پر مافوق الاسباب قادر ہونا

آیت 14:۔وَهُوَ الَّذِىۡ يُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُوۡا وَيَنۡشُرُ رَحۡمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الۡوَلِىُّ الۡحَمِيۡدُ ○ (الشوریٰ:۲۸)

ترجمہ اور وہی (اللہ) ہے جو لوگوں کے ناامید ہونے کے بعد بارش برساتا اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے۔اور وہی ہے جو (سب کا) قابلِ تعریف رکھوالا ہے۔

آیت 15:۔وَهُوَ الَّذِىۡ يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتۡ سَحَابًا

ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (اعراف:۵۷)

ترجمہ اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لیے ہوئے بھیجتا ہے، پھر جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھا لیتی ہیں تو انہیں کسی مُردہ سرزمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر (اُسی مری ہوئی زمین سے) طرح طرح کے پھل نکال لاتا ہے۔ دیکھو، اس طرح ہم مُردوں کو حالتِ موت سے نکالتے ہیں، شاید کہ تم اس مشاہدے سے سبق لو۔

خاصہ 11:۔ مخلوقات کی دینی و دنیوی عزت و ذلت پر مافوق الاسباب قادر ہونا

آیت 16:۔ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (سورت آل عمران:۲۶)

ترجمہ کہو: "اے اللہ! اے اقتدار کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے، اقتدار بخشتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے، اقتدار چھین لیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے، عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، رُسوا کر دیتا ہے۔ تمام تر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے"۔

خلاصہ شرک فی التصرف شریعت میں یہ ہے کہ ان گیارہ (۱۱) خواص تصرفیہ مذکورہ بالا میں سے یا ان کے علاوہ باقی خواصِ تصرفیہ میں سے کسی خاصہ کو مافوق الاسباب کسی غیر اللہ میں ماننا۔

اس جہان کے کسی چھوٹے بڑے کام میں کسی غیر اللہ کا تصرف ماننا شرک ہے۔ یہ کہنا غلط ہے اور تحریفِ دین ہے کہ شرک تب ہوگا کہ کسی غیر کا تصرف اللہ تعالیٰ کے برابر مانا جائے یعنی اللہ تعالیٰ جتنا اور اللہ تعالیٰ جیسا۔ کیونکہ اگرچہ یہ شرک ہے اور یقیناً شرک ہے۔ لیکن سارا شرک نہ اس میں بند ہے اور نہ آج تک کسی مشرک نے یہ عقیدہ رکھا ہے۔

شرک فی التصرف کا یہ عقیدہ اسلامی نہیں بلکہ کفریہ ہے۔

5.4:۔شرک فی العلم

شرک فی العلم یہ ہے کہ خواص علمیہ باری تعالیٰ یعنی علم کے وہ درجات جو شریعت کی رو سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، ان میں سے کسی خاصہ کو کسی مخلوق میں ماننا، خواہ ذاتی طور پر، یا عطائی، وہبی اور تفویضی طور پر۔

5.4.1:۔خواص علمیہ باری تعالیٰ کی چند مثالیں

خاصہ 1:۔علمِ ذاتی یعنی اللہ تعالیٰ کے عطا کرنے کے بغیر کسی کو کوئی علم اپنی ذات سے حاصل ہو۔ یہ درجہ کسی مخلوق میں ماننا، اگرچہ ایک کلمے اور ایک جملے کا کیوں نہ ہو، شرک فی العلم ہے۔

خاصہ 2:۔علمِ کُلّی، غیر محدود، غیر متناہی اور ہر چیز کو محیط علم۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی اور میں علم کا یہ درجہ ماننا، خواہ ذاتی طور پر، یا عطائی طور پر، شرک فی العلم ہے۔

آیت 17:۔وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ○ (الطلاق: ۱۲)

ترجمہ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے علم نے ہر چیز کو احاطہ کیا ہوا ہے۔

آیت 18:۔اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○ (التوبہ: ۷۸)

ترجمہ کیا اُنہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اُن کی تمام پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو جانتا ہے، اور یہ کہ اُس کو غیب کی ساری باتوں کا پورا پورا علم ہے؟

آیت 19:۔وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ○ (البقرہ: ۲۹)

ترجمہ اور وہ ہر چیز کا پورا علم رکھنے والا ہے۔

آیت 20:۔وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ (لقمان: ۲۷)

ترجمہ اور زمین میں جتنے درخت ہیں، اگر وہ قلم بن جائیں، اور یہ جو سمندر ہیں، اُس کے علاوہ سات سمندر اس کے ساتھ اور مل جائیں، (اور وہ روشنائی بن کر اللہ تعالیٰ کی

صفات لکھیں) تب بھی اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

خاصہ 3:۔ سینوں کے رازوں اور ارادوں کو مافوق الاسباب جاننا۔ یہ بھی خاصہ الٰہیہ ہے۔ جو شخص بھی کسی غیر اللہ کے لیے یہ درجہ علمیہ مانے، خواہ ذاتی طور پر، یا عطائی طور پر، وہ مشرک فی العلم ہے۔

آیت 21:۔ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ (ہود:۵)

ترجمہ اللہ تعالیٰ اُن کی وہ باتیں بھی جانتا ہے جو یہ چھپاتے ہیں، اور وہ بھی جو یہ علی الاعلان کرتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کا (بھی) پورا پورا علم رکھتا ہے۔

خاصہ 4:۔ آسمان اور زمین کے سارے مغیبات (غیب) اور تمام مخفی چیزوں کو مافوق الاسباب جاننا۔ یہ بھی خاصہ الٰہیہ ہے۔ جو شخص کسی غیر اللہ کے لیے ذاتی طور پر، یا عطائی طور پر یہ درجہ علمیہ مانے، وہ مشرک فی العلم ہے۔

آیت 22:۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (ہود:۱۲۳)

ترجمہ آسمانوں اور زمین میں جتنے پوشیدہ بھید ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں، اور اسی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جائیں گے۔ لہٰذا (اے پیغمبر!) اُس کی عبادت کرو، اور اُس پر بھروسہ رکھو۔ اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو، تمہارا پروردگار اُس سے بے خبر نہیں ہے۔

آیت 23:۔ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (النحل:۷۷)

ترجمہ اور آسمان اور زمین کے غیب (سارے بھید) اللہ کے قبضے میں ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ آنکھ جھپکنے سے زیادہ نہیں ہوگا، بلکہ اس سے بھی جلدی۔ یقین رکھو کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

آیت 24:۔ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ

وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا۝ (الکھف:۲۶)

ترجمہ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اُسی کے علم میں ہیں۔ وہ کتنا دیکھنے والا، اور کتنا سننے والا ہے! اُس کے سوا ان کا کوئی رکھوالا نہیں ہے، اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

خاصہ 5:۔ قیامت کے قائم ہونے کا صحیح وقت کا علم بھی خاصہ الٰہیہ ہے۔ جو شخص کسی غیر اللہ کے لیے یہ عقیدہ رکھے گا کہ اس کو قیامت کے قائم ہونے کا وقت معلوم ہے، خواہ ذاتی طور پر، یا عطائی طور پر۔ وہ مشرک فی العلم ہے۔

آیت 25:۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۝ (الاعراف:۱۸۷)

ترجمہ (اے رسول!) لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی؟ کہہ دو: ''اُس کا علم تو صرف میرے ربّ کے پاس ہے۔ وہی اُسے اپنے وقت پر کھول کر دکھائے گا، کوئی اور نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑی چیز ہے۔ جب آئے گی تو تمہارے پاس اچانک آجائے گی''۔ یہ لوگ تم سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے تم نے اُس کی پوری تحقیق کررکھی ہے۔ کہہ دو: ''اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں جانتے''۔

آیت 26:۔ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا۝ (الاحزاب:۶۳)

ترجمہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو: ''اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے''۔ اور تمہیں کیا پتہ، شاید قیامت قریب ہی آگئی ہو۔

آیت 27:۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا۝ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا۝ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا۝ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا۝ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا۝ (النازعات:۴۲تا۴۶)

ترجمہ یہ لوگ تم سے قیامت کی گھڑی کے بارے میں پوچھتے ہیں: ''وہ کب قائم ہوگی؟'' ۔تمہارا یہ بات بیان کرنے سے کیا کام؟ اُس کا علم تو تمہارے پروردگار پر ختم ہے۔ جو شخص اس سے ڈرتا ہو، تم تو صرف اُس کو خبردار کرنے والے ہو۔ جس دن یہ اُس کو دیکھ لیں گے، اُس دن انہیں ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ (دنیا میں یا قبر میں) ایک شام یا ایک صبح سے زیادہ نہیں رہے۔

خاصہ 6:۔علم مغیبات خمسہ کا بھی خاصہ الٰہیہ ہے۔ جو شخص سورت لقمان کی آیت نمبر 34 میں مذکوران پانچ خواص میں سے کسی ایک خاصہ کے علم کلی کو کسی غیر اللہ کے لیے مانے، خواہ ذاتی طور پر، یا عطائی طور پر، وہ مشرک فی العلم ہے۔

آیت 28:۔اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ السَّاعَةِ‌ۚ وَيُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ‌ۚ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡاَرۡحَامِ‌ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدًا‌ؕ وَمَا تَدۡرِىۡ نَفۡسٌۢ بِاَىِّ اَرۡضٍ تَمُوۡتُ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ خَبِيۡرٌ ○ (سورت لقمان: ۳۴)

ترجمہ یقیناً (قیامت کی) گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی بارش برساتا ہے۔ اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے؟ اور کسی متنفس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا۔ اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ کون سی زمین میں اُسے موت آئے گی۔ بے شک اللہ ہر چیز کا مکمل علم رکھنے والا، ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔

خاصہ 7:۔ عالم الغیب ہونا خواص الٰہیہ اور صفات مختصہ باری تعالیٰ ہے۔ جو شخص کسی مخلوق کے لیے یہ صفت مانے، وہ مشرک فی العلم ہے۔

آیت 29:۔هُوَ اللّٰهُ الَّذِىۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ۚ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ‌ۚ هُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِيۡمُ ○ (الحشر: ۲۲)

ترجمہ وہ اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ چھپی اور کھلی ہر بات کو جاننے والا ہے۔ وہی ہے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

آیت 30:۔وَعِنۡدَهٗ مَفَاتِحُ الۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ‌ؕ وَيَعۡلَمُ مَا فِى الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ‌ؕ وَمَا تَسۡقُطُ مِنۡ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعۡلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىۡ ظُلُمٰتِ الۡاَرۡضِ وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ ○ (الانعام: ۵۹)

ترجمہ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور سمندر اور خشکی میں جو کچھ ہے، وہ اس سے واقف ہے۔ کسی درخت کا کوئی پتا نہیں گرتا جس کا اسے علم نہ ہو۔ اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا تر چیز ایسی نہیں ہے جو ایک کھلی کتاب میں درج نہ ہو۔

تشریح بعض حضرات مفسرین کرام رحمہم اللہ نے مَفَاتِحُ کو مَفْتَحٌ (میم کی زبر کے ساتھ) کی جمع قرار دیا ہے اور اس اعتبار سے اس کا مطلب یہ ہوگا: ''بس اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کے خزانے ہیں۔ اُس کے سوا اُن کو اور کوئی نہیں جانتا''۔ اور بعض نے مَفَاتِحُ کو مِفْتَحٌ (میم کی زیر کے ساتھ) کی جمع کہا ہے اور مطلب یہ بیان کیا ہے: ''فقط اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، ان کو اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا''۔ اس میں اپنا تفرد بیان کیا ہے۔

آیت 31:۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ (النمل:٦٥)

ترجمہ کہہ دو کہ نہیں جانتے جو ہیں آسمانوں میں اور زمین میں غیب کو سوائے اللہ کے۔ اور ان کو نہیں پتہ کہ کب ان کو اٹھایا جائے گا۔

آیت 32:۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّىْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ○ (سورت انعام:٥٠)

ترجمہ (اے پیغمبر!) ان سے کہو: ''میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے''۔ کہو کہ: ''کیا ایک اندھا اور دُوسرا بینائی رکھنے والا دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ پھر کیا تم غور نہیں کرتے؟''۔

آیت 33:۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (سورت الاعراف:۱۸۸)

ترجمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجیے: ”جب تک اللہ نہ چاہے، میں خود اپنے آپ کو بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اچھی اچھی چیزیں خوب جمع کرتا۔ اور مجھے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ پہنچتی۔ میں تو بس ایک ہوشیار کرنے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں، ان لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں“۔

خاصہ 8:۔ معیتِ کاملہ: جس کو ہمارے عرف میں حاضر وناظر سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی ہر وقت، ہر حال میں مافوق الاسباب کسی شی کے ساتھ موجود رہنا اور اس سے کبھی غائب نہ ہونا۔ اور اسی معیتِ کاملہ کی وجہ سے اس کے ہر حال کو دیکھتے رہنا۔ یہ بھی خاصہ الٰہیہ ہے۔ جو شخص کسی غیر اللہ میں مافوق الاسباب یہ درجہ مانے، خواہ روح کے لحاظ سے، یا جسمانی لحاظ سے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ معیت، بصیر اور شہید میں مشرک ہے۔

آیت 34:۔ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (المجادلہ:٦)

ترجمہ اُس دن جب اللہ تعالیٰ ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ پھر انہیں بتائے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے گن گن کر محفوظ کر رکھا ہے، اور یہ اُسے بھول گئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا گواہ ہے۔

آیت 35:۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (البقرہ:۲۳۳)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سارے کاموں کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

آیت 36:۔ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ○ (الاعراف:۷)

ترجمہ پھر ہم اُن کے سامنے سارے واقعات خود اپنے علم کی بنیاد پر بیان کر دیں گے، (کیونکہ) ہم (ان واقعات کے وقت) کہیں غائب تو نہیں تھے۔

آیت 37:۔ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ

مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (یونس:٦١)

ترجمہ (اے پیغمبر!) تم جس حالت میں بھی ہوتے ہو، اور قرآن کا جو حصہ بھی تلاوت کرتے ہو، اور (اے لوگو!) تم جو کام بھی کرتے ہو، تو جس وقت تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو، ہم تمہیں دیکھتے رہتے ہیں۔ اور تمہارے ربّ سے کوئی ذرّہ برابر چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے، نہ زمین میں، نہ آسمان میں، نہ اس سے چھوٹی، نہ بڑی، مگر وہ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔

آیت 38:۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ
نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ
وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (المجادلہ:٧)

ترجمہ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے؟ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور چاہے سرگوشی کرنے والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ پھر وہ قیامت کے دن اُنہیں بتائے گا کہ انھوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

آیت 39:۔ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ۭ قُلْ
سَمُّوْهُمْ ۭ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۭ بَلْ
زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ
مِنْ هَادٍ ○ (الرعد:٣٣)

ترجمہ بھلا بتاؤ کہ ایک طرف وہ ذات ہے جو ہر ہر شخص کے ہر ہر کام کی نگرانی کر رہی ہے، اور دوسری طرف اِن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مانے ہوئے ہیں؟ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ان سے کہو، (اگر واقعی وہ خدا کے اپنے بنائے ہوئے شریک ہیں تو) ذرا

ان کے نام لو کہ وہ کون ہیں؟ کیا تم اللہ کو ایک نئی بات کی خبر دے رہے ہو جسے وہ اپنی زمین میں نہیں جانتا؟ یا تم لوگ یونہی جو منہ میں آتا ہے کہہ ڈالتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے دعوتِ حق کو ماننے سے انکار کیا ہے، ان کے لیے ان کی مکاریاں خوشنما بنادی گئی ہیں اور وہ راہِ راست سے روک دیئے گئے ہیں۔ پھر جس کو اللہ گمراہی میں پھینک دے اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں ہے۔

خلاصہ شرک فی العلم شریعت میں یہ ہے کہ ان آٹھ (۸) خواص علمیہ مذکورہ بالا میں سے یا ان کے علاوہ باقی خواص علمیہ میں سے کسی خاصہ کو مافوق الاسباب کسی غیر اللہ میں ماننا۔

5.5: شرک فی العبادت

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ہستی (نبی، ولی، جن، فرشتہ، نوری، ناری، خاکی وغیرہ) کے متعلق علمِ مافوق الاسباب (غیب دان، سمیع وبصیر، حاضر وناظر ہونا) (ذاتی طور پر مانے، یا عطائی طور پر)، قدرت مافوق الاسباب (نفع ونقصان، عزت وذلت، بیماری و تندرستی، مالک ومختار ہونا) (ذاتی طور پر مانے، یا عطائی طور پر) اور شفاعتِ قہریہ کا عقیدہ رکھ کر اس کے لیے تعظیمِ قولی، فعلی، مالی بجالانا مثلاً غائبانہ حاجات میں پکارنا، اس کے نام کا وِرد کرنا، قسم کھانا، قیام، رکوع، سجود، اعتکاف، طواف، حج کرنا، نذر و نیاز، منت وغیرہ دینا۔ یہ شرک فی العبادت والالوہیت ہے۔

یہی وہ شرک ہے جس میں آج تک ہر دور کا مشرک پورے طور پر منہمک رہا۔ اور یہ حقیقی شرک اور اصلی کفر ہے۔ جو بھی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی مخلوق (انبیاء، اولیاء، صلحاء، بت، نوری، ناری، خاکی وغیرہ) کے ساتھ یہ معاملہ کرے گا، وہ مشرک اور کافر بن جائے گا۔ کیونکہ عبادت کے جمیع اقسام اور ہر قسم کے جمیع افراد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ کسی بھی مخلوق کے لیے، کسی بھی قسم کی عبادت، کسی بھی تاویل سے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اس کے مقابل توحید فی العبادت ہے، یعنی عبادت کے جمیع اقسام اور افراد کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ماننا، اور صرف اسی کی

عبادت کرنا اور اس کے سوا کسی دوسری ہستی کی عبادت نہ کرنا۔

اسی مسئلہ کی اہمیت کی وجہ سے ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) یا کم وبیش جتنے بھی پیغمبر دنیا میں تشریف لائے، سب کو اس شرک کی تردید اور توحید کے بیان کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا گیا اور تمام کتبِ سماویہ میں اس مسئلہ کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا۔ قرآن مجید میں تو چار سو (۴۰۰) سے زیادہ مقامات پر صراحت سے عبادت کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کر کے ماسوی اللہ (اللہ تعالیٰ کے سواسے) ہر چیز کی اُلوہیت، ربوبیت اور معبودیت کی شدت سے نفی کی گئی ہے۔ متعدد جگہوں پر حضرات انبیاء علیہم السلام، اولیاء رحمۃ اللہ علیہم، ملائکہ علیہم السلام اور ہر ماسوی اللہ کی عبادت کو کفر وشرک فرمایا ہے۔ بلکہ قرآن پاک کے نزول کا بڑا اور اہم مقصد اسی مسئلہ (توحید فی العبادت اور شرک فی العبادت) کا بیان ہے۔

نیز دین، ایمان واسلام کی بنیاد اور خشتِ اول یہی مسئلہ توحید فی العبادت ہے۔ اسے قبول کیے بغیر اور یہ عقیدہ رکھے بغیر کوئی انسان ہرگز ہرگز مؤمن، مسلمان نہیں بن سکتا۔ بلکہ وہ کلمہ جسے پڑھ کر انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے، اس کا پہلا حصہ ہی ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' ہے۔

1 قرآنی آیات سے دلائل

آیت 40:۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ (الانبیاء: ۲۵)

ترجمہ: اور تم سے پہلے ہم نے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا جس پر ہم نے یہ وحی نازل نہ کی ہو: ''میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ لہٰذا میری عبادت کرو''۔

آیت 41:۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ○ (النحل: ۳۶)

ترجمہ: اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ہر اُمت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے:

"تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور طاغوت (شیطان، بتوں) سے اجتناب کرو"۔ پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دے دی، اور کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی۔ تو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟

آیت 42:۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○

(الانبیاء: ۲۴)

ترجمہ بھلا کیا اُسے چھوڑ کر انھوں نے دوسرے خدا بنا رکھے ہیں؟ (اے پیغمبر!) ان سے کہو: "لاؤ اپنی دلیل!"۔ یہ قرآن بھی موجود ہے جس میں میرے ساتھ والوں کے لیے نصیحت ہے، اور وہ (کتابیں) بھی موجود ہیں جن میں مجھ سے پہلے لوگوں کے لیے نصیحت تھی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق بات کا یقین نہیں کرتے، اس لیے منہ موڑے ہوئے ہیں۔

آیت 43:۔ الٓرٰ ۟ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ○ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ○ (ہود: ۱، ۲)

ترجمہ الٓرٰ۔ یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتوں کو (دلائل سے) مضبوط کیا گیا ہے۔ پھر ایک ایسی ذات کی طرف سے اُن کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو حکمت کی مالک اور ہر بات سے باخبر ہے۔ کہ تم نہ بندگی کرو مگر صرف اللہ کی۔ میں اُس کی طرف سے تم کو خبردار کرنے والا بھی ہوں اور بشارت دینے والا بھی۔

آیت 44:۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ (الفاتحہ: ۵)

ترجمہ (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھ ہی سے ہم مدد مانگتے ہیں۔

آیت 45:۔ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○ (الانعام: ۵۶)

ترجمہ (اے پیغمبر! ان سے) کہو: "تم اللہ تعالیٰ کے سوا جن (جھوٹے خداؤں) کو پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت کرنے سے منع کیا گیا ہے"۔ کہو: "میں تمہاری خواہشات کے

پیچھے نہیں چل سکتا۔ اگر میں ایسا کروں گا تو گمراہ ہوں گا، اور میرا شمار ہدایت یافتہ لوگوں میں نہیں ہوگا''۔

آیت 46:۔قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

ترجمہ کہہ دو: ''بیشک میری نماز، میری عبادت اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اور میں اُس کے آگے سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں''۔

آیت 47:۔وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ○ (النساء: ۳۶)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دُور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص اور راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ رکھو)۔ بیشک اللہ تعالیٰ کسی اِترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

آیت 48:۔لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ؕ اِنَّہٗ مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَمَاْوٰىہُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ (المائدہ: ۷۲)

ترجمہ وہ لوگ یقیناً کافر ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے: ''اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہی ہے''۔ حالانکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے تو یہ کہا تھا: ''اے بنی اسرائیل! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ یقین جانو کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت حرام کر دی ہے، اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں، اُن کو کسی قسم کے

یارومددگارمیسرنہیں آئیں گے"۔

آیت49:۔قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ○ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ○ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ○ (الزمر: ۶۴ تا ۶۶)

ترجمہ کہہ دو: "کیا پھر بھی اے جاہلو! تم مجھ سے کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟"۔اور یہ حقیقت ہے کہ تم سے اور تم سے پہلے تمام پیغمبروں سے وحی کے ذریعے یہ بات کہہ دی گئی تھی: "اگر تم نے شرک کا ارتکاب کیا، تو تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے گا، اور تم یقینی طور پر سخت نقصان اُٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے"۔لہٰذا اس کے بجائے تم اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، اور شکر گزار لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔

2 احادیث مبارکہ سے دلائل

حدیث 1:۔يَقُوْلُ: اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا، وَاتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ آبَاؤُكُمْ، وَيَأْمُرُنَا بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ۔

(بخاری رقم 7)

ترجمہ ہرقل رومی نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (جو اس وقت کافر تھے) سے پوچھا: "وہ مدعی نبوت تمہیں کس چیز کا حکم کرتا ہے؟"۔حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کی اکیلا کر کے عبادت کیا کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کرو۔اور آباؤ و اجداد کی اختیار کردہ باتوں کو چھوڑ دو"۔وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ، سچائی، عفت (پاک بازی) اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے"۔

حدیث2:۔حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ، حَدَّثَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ أَبِي زُرْعَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ"۔ قَالَ: "تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا،

وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ المَكْتُوبَةَ، وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ المَفْرُوضَةَ، وَتَصُومُ رَمَضَانَ". قَالَ: "وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هٰذَا". فَلَمَّا وَلَّى، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ، فَلْيَنْظُرْ إِلَى هٰذَا". (بخاری رقم ۱۳۹۷؛ مسلم رقم ۱۵: ۱۴)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا: "مجھے کسی ایسے عمل پر دلالت فرمائیے، جس پر عمل کے ذریعہ میں جنت میں داخل ہو جاؤں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کر۔ اور فرض نماز کو ادا کر، فرض زکوٰۃ کو ادا کر، اور رمضان کے روزے رکھا کر"۔ وہ شخص کہنے لگا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے زیادہ نہیں کروں گا"۔ پھر جب وہ شخص چلا گیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص اس بات سے خوش ہونا چاہے کہ اہل جنت میں سے کسی شخص کو دیکھے، تو وہ اس شخص کو دیکھ لے"۔

حدیث 3:۔ حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، سَمِعَ يَحْيَى بْنَ آدَمَ، حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ، عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ، فَقَالَ: يَا مُعَاذُ! هَلْ تَدْرِي حَقَّ اللهِ عَلَى عِبَادِهِ، وَمَا حَقُّ العِبَادِ عَلَى اللهِ؟ قُلْتُ: اَللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ. قَالَ: "فَإِنَّ حَقَّ اللهِ عَلَى العِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا، وَحَقَّ العِبَادِ عَلَى اللهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا. فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا أُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ؟ قَالَ: لَا تُبَشِّرْهُمْ، فَيَتَّكِلُوا.

(بخاری رقم 2856؛ مسلم رقم 48۔30؛ عن انس رضی اللہ عنہ مسند احمد رقم 13742؛ عبد بن حمید رقم 1199)

ترجمہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں عفیر نامی گدھے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے سوار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: "اے معاذ! تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟"۔ میں نے عرض کیا: "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

ہی زیادہ علم ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کی عبادت و بندگی کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ کرے، تو وہ اسے عذاب میں نہ ڈالے"۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے (یہ خوش خبری سن کر) عرض کیا: "کیا میں لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دوں؟"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان کو اس کی خوش خبری نہ دینا، پھر وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے"۔

3 عبادت کی تین اقسام

۱: لسانی جو زبان کے ذریعہ ادا کی جائے۔ مثلاً پکار، حلف وغیرہ۔

۲: بدنی جو (زبان کے علاوہ) بدن کے کسی حصہ کے ذریعہ ادا کی جائے۔ مثلاً رکوع، سجدہ، طواف وغیرہ۔

۳: مالی جو مال کے ذریعہ ادا کی جائے۔ مثلاً منّت، قربانی وغیرہ

مسلمان نماز کے ہر دوگانہ میں اعلان کرتا ہے:

أَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ۔

ترجمہ تمام لسانی، بدنی اور مالی عبادات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

علامہ ابن نجیم الرملی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثُمَّ فِي تَفْسِيرِ أَلْفَاظِهَا أَقْوَالٌ كَثِيرَةٌ، أَحْسَنُهَا: أَنَّ التَّحِيَّاتِ الْعِبَادَاتُ الْقَوْلِيَّةُ وَالصَّلَوَاتِ الْعِبَادَاتُ الْبَدَنِيَّةُ وَالطَّيِّبَاتِ الْعِبَادَاتُ الْمَالِيَّةُ فَجَمِيعُ الْعِبَادَاتِ لِلّٰهِ تَعَالَى لَا يَسْتَحِقُّهُ غَيْرُهُ وَلَا يَتَقَرَّبُ بِشَيْءٍ مِنْهُ إِلَى مَا سِوَاهُ۔ (البحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج ۲ ص ۳۴۳)

ترجمہ ان الفاظ کی تفسیر میں (علماء کے) بہت سے اقوال ہیں۔ سب سے بہتر یہ کہ أَلتَّحِيَّاتُ کے معنی قولی عبادات (مثلاً پکارنا، ذکر، قنوت وغیرہ)، الصَّلَوٰتُ کے معنی بدنی عبادات (مثلاً سجدہ، رکوع، قعدہ وغیرہ) اور اَلطَّيِّبَاتُ کے معنی مالی عبادات (مثلاً فرض اور واجب صدقات یا نفل صدقات وغیرہ)۔ پس تمام عبادات

صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ اس کے سوا کوئی مستحق نہیں اور نہ ہی ان عبادات میں سے کسی چیز کے ذریعہ اس کے سوا کسی چیز کا قرب حاصل کیا جا سکتا ہے۔

5.5.1:۔ شرك فی الدعاء والنداء (ندا اور پکار میں شرک)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی نبی، ولی، جن، فرشتہ، نوری، ناری، خاکی وغیرہ کے متعلق علم مافوق الاسباب، قدرت مافوق الاسباب اور شفاعت قہریہ کا عقیدہ قائم کر کے اسے حاجات میں پکارنا اور بلانا شرک ہے۔

تشریح انسان اللہ تعالیٰ کی کسی مخلوق (ذی روح یا غیر ذی روح، عاقل غیر عاقل، زندہ یا مردہ) کے متعلق تین عقیدے قائم کر لے:

۱ وہ عالم الغیب ہے۔ ہمارے ہر حال کو دیکھ رہا ہے۔ ہماری درخواست کو سن رہا ہے۔ اسے ہر قسم کی معیت حاصل ہے، جس کی وجہ سے وہ مخلوق ہر وقت ہمارے ساتھ موجود ہے، کبھی ہم سے غائب نہیں۔

۲ ہمارے ہر کام (بیماری اور تندرستی، خوشی اور غمی، رزق کی تنگی اور فراخی، کاروبار میں ترقی اور تنزلی، عزت اور ذلت وغیرہ) کرنے کی اسے پوری طاقت ہے۔

۳ جو کام خود نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے بوجہ محبوبیت منوا اور کروا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بوجہ محب ہونے کے مجبور ہو کر ضرور وہ کام کر دیتا ہے۔

ان تین عقائد کے تحت اپنی ضروریات میں اس ہستی کو پکارتا اور بلاتا ہے۔ مثلاً یا رسول اللہ! میرے رزق کی تنگی دور فرمایئے، یا اللہ تعالیٰ سے دلوایئے۔ یا شیخ عبد القادر! شیئاً للہ، یا معین الدین اجمیری وغیرہ۔ بس یہی شرک فی الدعاء والنداء (ندا اور پکار میں شرک کی قسم) ہے۔

1 مافوق الاسباب پکارنا ہی شرک ہے، ماتحت الاسباب نہیں

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ پیاس کے وقت اپنے نوکر کو پانی کے لیے پکارنا، بیماری میں علاج کے لیے حکیم اور ڈاکٹر کو بلانا، کسی اور ایسی ہی تکلیف اور مصیبت میں اپنے کسی

دوست، عزیز اور رشتہ دار یا عام انسان کی توجہ اپنی طرف کرنا، یہ نہ تو شرک ہے اور نہ اس سے ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ کو ''الٰہ'' بنانا لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ سلسلۂ اسباب کے تحت ہے، نہ کہ سلسلۂ اسباب سے مافوق۔ بخلاف اس کے جو شخص بھوک، پیاس، بیماری یا دکھ درد میں کسی پیغمبر، ولی، شہید اور بزرگ کو پکارتا ہے جو سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اپنی قبور میں آرام فرما رہے ہیں۔ تو اس پکارنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ان کو حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھتا ہے اور اس کو اس معنی میں متصرف فی الامور مانتا ہے کہ یہ مشکل کشائی، حاجت روائی، پناہ دینا، امداد و اعانت اور خبر گیری و حفاظت میں فوق الطبعی طور پر اسباب کو حرکت میں لا سکتے ہیں۔ یہی اصل شرک ہے۔

2 شرک کے تین ستون ہیں

مافوق الاسباب طریق پر امید نفع اور دفعِ مضرت کے وقت غیر اللہ کو پکارنا اس لیے شرک ہے کہ شرک کے اصولی طور پر تین ستون ہیں:

یہ کہ پکارنے والے کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں، وہ میرے حال سے آگاہ اور میری مصیبت کی اس کو خبر اور علم ہے، یعنی عالم الغیب یا عالم مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیچے دوسروں کو قیامت تک بھی اگر پکارا جائے، تو ان کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی۔

آیت 50:۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ (الاحقاف: ۵)

ترجمہ ''اُس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اُن کو پکارے جو قیامت کے دن تک اُس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے، اور جن کو اُن کی پکار کی خبر تک نہیں ہے۔

۲ یہ کہ پکارنے والا سمجھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں، وہ میری حالت کو دیکھتا اور میری آواز کو سنتا ہے، یعنی حاضر و ناظر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 51:۔ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ○ (فاطر: ۱۴)

ترجمہ اور اگر تم اُن کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار سنیں گے ہی نہیں۔ اور اگر سن بھی لیں تو تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ اور قیامت کے دن وہ خود تمہارے شرک کی تردید کریں گے۔ اور جس ذات کو تمام باتوں کی مکمل خبر ہے، اس کے برابر تمہیں کوئی اور صحیح بات نہیں بتائے گا۔

۳ پکارنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں، وہ مجھے نفع دینے اور تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 52:۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ○ (فاطر: ۱۳)

ترجمہ اور اُسے چھوڑ کر جن (جھوٹے خداؤں) کو تم پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

آیت 53:۔ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۵۶)

ترجمہ (جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو مانتے ہیں، ان سے) کہہ دو: ''جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود سمجھ رکھا ہے، انہیں پکار کر دیکھو۔ ہوگا یہ کہ نہ وہ تم سے کوئی تکلیف دُور کر سکیں گے، اور نہ اُسے تبدیل کر سکیں گے''۔

3 غیر اللہ کے لیے ندا، اور پکار کا شرعی حکم

تمام آسمانی مذاہب خصوصاً مذہبِ اسلام میں دوٹوک اور واضح طور پر اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ ندا، دعا اور مدد کے لیے پکارنا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ اس لیے ہر وقت اور ہر حال میں تمام پکاریں اللہ تعالیٰ کے لیے مختص کر دیں۔ اس لیے کہ ہر وقت، ہر مخلوق کی پکار اور فریاد کو سننا اور ان کو قبول کر کے مراد کو پورا کرنا، یا مصیبت دفع کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا خاصہ مختصہ ہے۔ اس کے سوا کسی مخلوق میں یہ صفت نہیں کہ وہ ذاتی طور پر یا عطائی طور پر مافوق الاسباب غائبانہ حاجات میں مخلوق کی پکاریں اور ندائیں سنے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ہستی مخلوق کی پکاروں اور باقی

تمام عبادات سے بے خبر محض ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق کے لیے نافع (نفع دینے والا)، ضارّ (نقصان دینے والا)، مشکل کشا، حاجت روا، مددگار، قاضی الحاجات (حاجت اور ضرورت پوری کرنے والا)، دافع البلاء (بلاؤں اور مصیبتوں کو دور کرنے والا) ہرگز نہیں۔

قرآن، حدیث، فقہ اور علمائے اُمت کی کتب میں وضاحت اور صراحت سے یہ بات موجود ہے کہ کسی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ وعمل شرک وکفر ہے۔ قرآن حکیم میں ایک نہیں، متعدد مقامات میں اس کی تردید پر زور دیا گیا ہے۔

تنبیہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس چیز کے متعلق مذکورہ بالا تینوں عقیدے قائم کر لیے جائیں، یہ شرک ہے، خواہ وہ مخلوق روح والی ہو، یا روح والی نہ ہو، عقل والی مخلوق ہو یا نہ ہو، مردہ ہو یا زندہ، پکارنے والے سے دور ہو یا نزدیک، بلکہ سامنے ہی کیوں نہ موجود ہو۔ بہر حال جب یہ عقیدہ وعمل سرزد ہوگا، شرک وکفر ہی ہوگا۔

5.5.2:۔شرك في الحلف (قَسم اٹھانے میں شرک)

غیر اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھانا۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

۱ حلف حقیقی

۲ حلف صوری

قسم اوّل:۔حلف حقیقی

کسی غیر اللہ کے متعلق شرکیہ عقیدہ (مافوق الاسباب عالم الغیب، حاضر وناظر، نفع ونقصان کا مالک اور شفیع قہری) قائم کر کے اس کے نام کی قسم کھائے۔ اور یہ نظریہ رکھے کہ اگر میں نے اس کی قسم میں جھوٹ کہا یا قسم کھا کر توڑ دی، تو اس وجہ سے کہ وہ عالم الغیب اور متصرف فی الامور ہے۔ میرے اس فعل پر ناراض ہو کر میری جان، مال اور اولاد میں نحوستیں اور بربادی ڈال دے گا اور اگر میں نے اس قسم میں سچ کہا اور اس کو توڑا نہیں تو میری جان، اولاد اور مال میں برکتیں ڈال دے گا۔

خلاصہ شرکیہ عقیدہ کے تحت کسی غیر اللہ کے تقرب وخوشنودی کی خاطر اس کی قسم اٹھائے اور اس سے ڈر کر نہ اس کی قسم میں جھوٹ کہے اور نہ اس کو توڑے۔

پھر یہ حلف دو طریق سے ہے:

اوّل لسانی، یعنی زبان سے کہنا کہ مجھے فلاں مخلوق کی قَسم ہے۔

دوم عملی، یعنی زبان سے تو یوں نہیں کہتا کہ مجھے فلاں کی قَسم ہے، بلکہ عملاً حلف اُٹھاتا ہے۔ مثلاً اس کو کہا جاتا ہے کہ تو فلاں غیر اللہ کی طرف منسوب چیز: قبر، مزار، عبادت خانہ، یا نہلانے کی جگہ پر، یا مزار کی طرف منہ کر کے یا تالے کو ہاتھ لگا کر کہہ دے کہ میں نے فلاں کام نہیں کیا یا نہ کروں گا، یا ہم مال مزار پر رکھتے ہیں، اگر تیرا ہے تو یہاں سے اس کو اُٹھالے۔

1 حکم حلف حقیقی

مذکورہ نظریہ کے تحت کسی غیر اللہ کی قسم کھانا یا لینا اس کی عبادت کرنا اور اسے معبود اور الٰہ بنانا ہے۔ لہٰذا شرک حقیقی اور اصلی ہے، زجری اور تہدیدی نہیں۔ اس طرح کی قسم کھانے والا اور لینے والا دونوں مشرک اور کافر ہیں۔

حدیث 4:۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ، قَالَ: سَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، قَالَ: سَمِعَ ابْنُ عُمَرَ، رَجُلًا يَحْلِفُ: "لَا وَالْكَعْبَةِ". فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ".

(صحیح: سنن ابی داود رقم 3251؛ ترمذی رقم 1535، قال: هٰذا حديث حسن، مستدرک حاکم ج ۱ ص ۶۵ رقم 45، وصححه هو والذهبي على شرط الشيخين)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے سنا: ''وہ کہہ رہا تھا کہ کعبہ کی قسم''۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی قَسم نہ کھایا کرو، کیونکہ) میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''جس کسی نے کسی غیر اللہ کی قسم کھائی، بلاشک وشبہ وہ مشرک ہوا''۔

حدیث 5:۔حَدَّثَنَاهُ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ، وَعَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ الْعَدْلُ، قَالَا: ثنا عَمْرُو بْنُ حَفْصٍ السَّدُوسِيُّ، أَنْبَأَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ، ثنا شَرِيكُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: "كُلُّ يَمِينٍ يُحْلَفُ بِهَا دُونَ اللهِ شِرْكٌ"۔ [التعليق - من تلخيص الذهبي] - سكت عنه الذهبي في التلخيص

(المستدرك على الصحيحين، ج ۱ ص ۶۶ رقم 46)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے: ''ہر وہ قسم جس میں کسی غیر اللہ کے نام کی قسم کھائی جائے، وہ شرک ہے''۔

حدیث 6:۔حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ حَلَفَ، فَقَالَ فِي حَلِفِهِ: بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى. فَلْيَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ"۔ (بخاری رقم 6650؛ مسلم رقم 5-1647)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کسی نے قسم کھائی۔ اور اپنی قسم میں کہتا ہے: ''مجھے لات اور عزیٰ کی قسم، اسے چاہیے کہ کلمہ: "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ" پڑھے''۔

قسم دوم: حلفِ صوری

شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی ہو کر کسی غیر اللہ کی قسم کھائے۔

2 حلفِ صوری کا حکم

یہ قسم کھانا شرک تو نہیں کیونکہ شرکیہ عقیدہ نہیں۔لیکن چونکہ کلمہ شرکیہ اور مشرکین کی قسموں کے مشابہ ہے۔اس لیے صورت کفر ہونے کی وجہ سے حرام اور ممنوع ضرور ہے۔

حدیث 7:۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ

رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَهُوَ يَسِيرُ فِي رَكْبٍ، يَحْلِفُ بِأَبِيهِ فَقَالَ: "أَلَا إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ.

(بخاری رقم6646؛ مسلم رقم3۔1646)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قافلے میں چل رہے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتے ہیں کہ تم اپنے باپ کی قسمیں اٹھاؤ۔ جو شخص قسم کھانے کا ارادہ رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھائے یا چپ رہے''۔

5.5.3:۔شرك في التسمية (نام رکھنے میں شرک)

شرکیہ عقیدہ کے تحت کسی غیر اللہ کے تقرب اور اس کی خوشنودی کے لیے اپنے یا اپنی اولاد کے ناموں میں اپنی عبدیت اور اپنی ذات کی بخشش اور عطا کی نسبت اس ہستی کی طرف کرنا۔ مثلاً عبدالعزیٰ، عبدالنبی، علی بخش، نبی بخش، حسین بخش، پیر بخش۔ تاکہ وہ ہستی ہمارے اس فعل پر راضی ہو کر ہماری اس اولاد جس کا یہ نام رکھا گیا ہے، کی زندگی، تندرستی اور دیگر تمام اُمور میں برکات ڈال دے۔ مشرکین مکہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ وہ بھی اس عقیدہ کے تحت اپنی اولادوں کے اسی قسم کے نام رکھتے تھے۔

حدیث8:۔حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الأَسْوَدِ أَبُو عَمْرٍو الْوَرَّاقُ الْبَصْرِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُعَمَّرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الرَّقِّيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَحَبُّ الأَسْمَاءِ إِلَى اللهِ: عَبْدُ اللهِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ". هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ.

(ترمذی رقم2833؛ ابوداود رقم4949؛ ابن ماجہ رقم3728)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ دو نام پسند ہیں: عبداللہ، عبدالرحمٰن''۔

ان دو ناموں کے بعد اللہ تعالیٰ کو ہر وہ نام پسند ہے جس کا پہلا جز لفظ ''عبد'' ہو اور دوسرا جز اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کوئی صفت ہو۔ مثلاً عبد الرحیم، عبد الرزاق، عبد اللطیف وغیرہ۔ کیونکہ ان ناموں میں انسان اپنی عبدیت اور بخشش کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتا ہے۔

حکم
شرکیہ عقیدہ (کسی غیر اللہ کو متصرف فی الامور اور غیب دان سمجھ کر) کے تحت اس قسم کے نام رکھنا شرک فی العبادت ہے۔ اگر شرکیہ عقیدہ نہیں تو پھر شرک نہ ہوگا، لیکن حرام اور موجبِ فسق ضرور ہے۔

آیت 54:۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (الاعراف:۱۸۹،۱۹۰)

ترجمہ
اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اُسی سے اُس کی بیوی بنائی، تاکہ وہ اُس کے پاس آکر تسکین حاصل کرے۔ پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو عورت نے حمل کا ایک ہلکا سا بوجھ اُٹھا لیا، جسے لے کر وہ چلتی رہی۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں (میاں بیوی) نے اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ: ''اگر تو نے ہمیں تندرست اولاد دی تو ہم ضرور بالضرور تیرا شکر ادا کریں گے''۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک تندرست بچہ دے دیا تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا شروع کر دیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کی مشرکانہ باتوں سے کہیں بلند اور بالاتر ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمِنْهَا: أَنهُمْ كَانُوْا يُسَمُّوْنَ أَبْنَاءَ هُمْ: عبد الْعُزّٰى وَعبد شمس وَنَحْو ذٰلِك. فَقَالَ الله: "هُوَ الَّذِى خَلقكُم من نفس وَاحِدَة وَجعل مِنْهَا زَوجهَا ليسكن إِلَيْهَا فَلَمَّا تغشاها".

(حجة الله البالغة،ج۱ص۱۲۲۔ المؤلف:أحمد بن عبد الرحيم بن الشهيد وجيه

الدین بن معظم بن منصور المعروف بالشاہ ولی اللہ الدھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ)۔
المحقق: السید سابق۔ الناشر: دار الجیل، بیروت، لبنان۔ الطبعة: الأولی، سنة الطبع ۱۴۲۶ھ)

ترجمہ اقسام شرک میں سے یہ بھی ہے کہ وہ لوگ اپنے بیٹوں کے نام عبد العزیٰ، عبد شمس، اور اسی طرح کے دیگر شرکیہ نام رکھا کرتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ الآیة

5.5.4:۔ شرك فی السجدة (سجدہ میں شرک)

سجدہ کے دو معنیٰ ہیں:

اوّل لغوی: الانحناء: یعنی سر نیچا کرنا

دوم شرعی: وضع الجبهة علی الأرض: یعنی ماتھا زمین پر رکھنا

سجدہ کی دو قسمیں ہیں:

اوّل: سجدۂ عبادت دوم: سجدۂ تعظیمی

قسم اوّل سجدۂ عبادت

کسی ہستی کو مافوق الاسباب ذاتی یا عطائی طور پر غیب دان، نفع و نقصان کا مالک و مختار یا شفیعِ قہری سمجھتے ہوئے اُسے سجدہ کرنا، اس خیال سے کہ میرا مسجود چونکہ میرے اس سجدہ کو جان رہا ہے، اس لیے مجھ سے خوش ہو کر میری جان و مال اور اولاد میں برکتیں ڈال دے گا، یا بوجہ شفیع قہری ہونے کے اللہ تعالیٰ سے دِلوا دے گا، یا مصیبتیں ٹال دے گا، یا ٹلوا دے گا، یا مرادیں پوری کر دے گا، یا کروا دے گا۔

فائدہ مذکورہ بالا نظریہ کے تحت کسی ہستی کو سجدہ کرنا اس کو معبود بنانا اور اُس کی عبادت کرنا ہے۔ اگرچہ سجدہ کرنے والا زبان سے اپنے اس سجدہ کو عبادت اور اپنے مسجود کو الٰہ اور معبود نہ بھی کہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو مذکورہ بالا نظریہ کے تحت سجدہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی عبادت ہوگی۔ اگر کسی غیر اللہ کو اسی نظریہ کے ساتھ سجدہ کرے گا، تو اس کی عبادت ہوگی۔

1 حکم سجدۂ عبادت

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی مخلوق کو اس قسم کا سجدہ کرنا اس کی عبادت کرنا ہے، اگرچہ ساجد اپنے اس سجدہ کو عبادت اور اپنے مسجود کو معبود نہ بھی کہے۔ لہٰذا یہ سجدہ کرنا صریح شرک اور اصلی کفر ہے۔ سجدہ کرنے والا حقیقی کافر اور اصلی مشرک ہے۔ کوئی انسان اگر پہلے موحد تھا اور (العیاذ باللہ) آج مذکورہ بالا عقیدہ کے تحت کسی غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے، تو کفر اور ارتداد کے احکام اس پر لاگو ہوں گے، یہاں تک کہ نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔
اس قسم کا سجدہ کسی بھی آسمانی دین میں کسی بھی مخلوق کے لیے ایک لحظہ کے لیے بھی جائز نہیں رہا، بلکہ ہمیشہ ہمیشہ غیر اللہ کے لیے قطعی حرام رہا ہے۔

2 آیاتِ قرآنی

آیت 55:۔ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ○ (الاعراف:۲۹)

ترجمہ کہو: ''میرے پروردگار نے تو انصاف کا حکم دیا ہے۔ اور (یہ حکم دیا ہے کہ:) ''جب کہیں سجدہ کرو، اپنا رُخ ٹھیک ٹھیک رکھو، اور اس یقین کے ساتھ اُس کو پکارو کہ اطاعت خالص اُسی کا حق ہے۔ جس طرح اُس نے تمہیں ابتدا میں پیدا کیا تھا، اُسی طرح تم دوبارہ پیدا ہوگے''۔

آیت 56:۔ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (حم سجدہ:۳۷)

ترجمہ اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند۔ نہ سورج کو سجدہ کرو، نہ چاند کو۔ اور سجدہ اُس اللہ تعالیٰ کو کرو جس نے اُنہیں پیدا کیا ہے، اگر واقعی تمہیں اُسی کی عبادت کرنی ہے۔

آیت 57:۔ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ○ (الجن:۱۸)

ترجمہ اور یہ کہ: ''سجدے تو تمام تر اللہ تعالیٰ ہی کا حق ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی

اور کی عبادت مت کرو"۔

آیت 58: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۭ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ښ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ (البقرہ:۲۲۱)

ترجمہ اور مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ یقیناً ایک مؤمن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آ رہی ہو۔ اور اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کراؤ جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اور یقیناً ایک مؤمن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک مرد تمہیں پسند آ رہا ہو۔ یہ سب دوزخ کی طرف بلاتے ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے، اور اپنے احکام لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

تفسیر حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"پہلے مسلمان اور کافر میں نسبت ناتا جاری تھا۔ اس آیت سے حرام ٹھہرا۔ اگر مرد نے یا عورت نے شرک کیا، اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ شرک یہ کہ اللہ کی صفت کسی اور میں جانے۔ مثلاً کسی کو سمجھے کہ اس کو ہر بات معلوم ہے، یا وہ جو چاہے، سو کر سکتا ہے، یا ہمارا بھلا یا بُرا کرنا اس کے اختیار میں ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کسی اور پر خرچ کرے۔ مثلاً کسی چیز کو سجدہ کرے، اور اس سے حاجت طلب کرے، اس کو مختار جان کر"۔ (موضح القرآن: سورت بقرہ، فائدہ آیت نمبر ۲۲۱)

3 احادیثِ مبارکہ

حدیث 9: حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ

تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا".

وَفِي الْبَابِ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَسُرَاقَةَ بْنِ مَالِكِ بْنِ جُعْشُمٍ، وَعَائِشَةَ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَعَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، وَطَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ، وَأُمِّ سَلَمَةَ، وَأَنَسٍ، وَابْنِ عُمَرَ.

حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ. (ترمذی: رقم ۱۱۵۹۔ حسن صحیح)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو سجدہ کرے، تو عورت کو حکم کرتا کہ خاوند کو سجدہ کرے''۔

حدیث 10:۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: "لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى، اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (مشکوٰۃ رقم 712)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے اُٹھے نہیں تھے: ''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومعنى اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد انهم يسجدون الى القبور.

(التفسير المظهری، ج۶ ص۲۴۔ المؤلف: المظهری، محمد ثناء الله رحمه الله (المتوفى ۱۲۲۵ھ)۔ المحقق: غلام نبی التونسی۔ الناشر: مكتبة الرشدية، الباكستان۔ الطبعة ۱۴۱۲ھ)

ترجمہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کی طرف سجدہ کرتے تھے۔

حدیث 11:۔ عَنْ جُنْدُبٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ. أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ. إِنِّيْ أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ. (مشکوٰۃ رقم 713)

ترجمہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''خبردار! تحقیق جو لوگ تم سے پہلے تھے، اپنے انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگوں کی

قبروں کو سجدہ گاہ بنالیتے تھے۔خبردار! ان کی قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ، میں تم کو اس سے روکتا ہوں''۔

حدیث 12:۔حَدَّثَنَا یُوسُفُ بْنُ مُوسٰی، قَالَ: نا جَرِیرٌ یَعْنِی ابْنَ عَبْدِ الْحَمِیدِ، عَنْ حُنَیْفٍ الْمُؤَذِّنِ، عَنْ أَبِی الرُّقَادِ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ قَیْسٍ، عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ لِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی مَرَضِهِ الَّذِی مَاتَ فِیهِ: "اِئْذَنْ لِلنَّاسِ عَلَیَّ". فَأَذِنْتُ. فَقَالَ: "لَعَنَ اللهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِیَاءِهِمْ مَسَاجِدَ". ثُمَّ أُغْمِیَ عَلَیْهِ. فَلَمَّا أَفَاقَ، قَالَ: "یَا عَلِیُّ! اِئْذَنْ لِلنَّاسِ عَلَیَّ". فَأَذِنْتُ لِلنَّاسِ عَلَیْهِ. فَقَالَ: "لَعَنَ اللهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِیَآءِهِمْ مَسْجِدًا". قَالَهَا ثَلَاثًا فِی مَرَضِهِ.

(مسند البزار المنشور باسم البحر الزخار، مسند علی بن ابی طالب ﷛ ج ۲ ص ۲۱۶، ۲۷۸، رقم الحدیث 605؛ رَوَاهُ الْبَزَّارُ وَفِیهِ أَبُو الرُّقَادِ لَمْ یَرْوِ عَنْهُ غَیْرُ حُنَیْفٍ الْمُؤَذِّنِ، وَبَقِیَّةُ رِجَالِهِ مُوَثَّقُونَ: مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۹ ص ۲۴۰ رقم 15301)

ترجمہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں مجھے فرمایا: ''لوگوں کو میرے ہاں آنے کی اجازت دو''۔ تو میں نے اجازت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر لعنت کی ہے جس نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو گئے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوش میں آئے، تو فرمایا: ''لوگوں کو میرے ہاں آنے کی اجازت دو''۔ تو میں نے اجازت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس قوم پر لعنت کی ہے جس نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض کی حالت میں ایسا فرمایا۔

فائدہ یہود کا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی قبور کو مسجد بنانے کی کیا صورت ہے؟ اس میں شراح حدیث کے دو گروہ ہیں:

سجدہ تو صرف اللہ تعالیٰ کو کرتے تھے، لیکن قبور اور مزارات کو اپنے سجدہ کا قبلہ بناتے تھے۔ یعنی قبروں کی طرف منہ کر کے سجدہ کیا کرتے تھے۔

۲ خود قبور کو سجدہ کیا کرتے تھے۔

حدیث 13:۔عَنْ عَطاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسلم: "أَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَناً يُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلٰى قَوْمٍ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ". رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسلاً۔ (مشکوۃ رقم 750)

ترجمہ حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: "اے اللہ! میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا جس کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر بہت شدید ہے جس نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا"۔

حدیث 14:۔حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ: "رَسُولُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ". قَالَ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: "إِنِّيْ أَتَيْتُ الْحِيْرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ، فَأَنْتَ يَا رَسُولَ اللهِ! أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ". قَالَ: "أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِيْ أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ؟". قَالَ: قُلْتُ: "لَا". قَالَ: "فَلَا تَفْعَلُوْا. لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَآءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ".

(ابوداؤد رقم 2140؛ مشکوۃ رقم 3266)

ترجمہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حیرہ کے علاقہ میں آیا۔ وہاں میں نے لوگوں کو اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے دیکھا۔ میں نے کہا: "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے"۔ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے عرض کیا: "میں حیرہ میں گیا، وہاں لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سرداروں کو سجدہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کے زیادہ لائق ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھ کو اس بات کی خبر دے، اگر تو میری قبر سے گزرے، تو اس کو سجدہ کرے گا؟"۔ میں نے کہا: "نہیں"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ

کے سوا سجدہ کسی کو لائق نہیں۔ اگر میں سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو سب سے پہلے عورتوں کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مردوں کا حق رکھا ہے''۔

قسم دوم سجدہ تحیّۃ (تعظیمی)

شرکیہ عقیدہ سے بالکل خالی ہو کر صرف تعظیم اور تکریم کی نیت سے کسی غیر اللہ کو سجدہ کرے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

ا ایسی چیز کو سجدہ کرے، جو کفر کا مذہبی شعار بن چکا ہو، جیسا کہ بت اور قبر۔

حکم یہ سجدہ بھی باجماعِ اُمت محمدیہ کفر ہے۔ اس کا مرتکب کافر اور مرتد ہے، اگرچہ سجدہ کرنے والے کی نیت عبادت کی نہ ہو، بلکہ تعظیم کی ہو۔

۲ کفر کے مذہبی شعار کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کرے۔

حکم اس میں فقہائے احناف کے دو گروہ ہیں:

اول اس سجدہ کو بھی وہ پہلے دو سجدوں کی طرح کفر کہتا ہے۔ اس گروہ میں فتاویٰ بزازیہ کا مصنف بھی شامل ہے۔

دوم یہ کفر نہیں بلکہ حرام ہے۔

فائدہ سابقہ شریعتوں میں سجدۂ تحیہ (تعظیمی) مخلوق کے لیے جائز تھا، لیکن شریعت محمدیہ میں اسے ممنوع اور حرام قرار دے دیا گیا۔

آیت 59: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ○ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○

(آل عمران: ۷۹، ۸۰)

ترجمہ یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے، اور اس کے باوجود لوگوں سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندو بن جاؤ۔ اس کے بجائے

(وہ تو یہی کہے گا کہ) اللہ والے بن جاؤ، کیونکہ تم جو کتاب پڑھاتے رہے ہو اور جو کچھ پڑھتے رہے ہو، اس کا یہی نتیجہ ہونا چاہیے۔ اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے سکتا ہے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا قرار دے دو۔ جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اس کے بعد وہ تمہیں کفر اختیار کرنے کا حکم دے گا؟

شانِ نزول

حدیث 15:۔ وَأَخْرَجَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّ رَجُلًا قَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! نُسَلِّمُ عَلَيْكَ كَمَا يُسَلِّمُ بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ أَفَلَا نَسْجُدُ لَكَ؟"۔ قَالَ: "لَا، وَلٰكِنْ أَكْرِمُوا نَبِيَّكُمْ، وَاعْرِفُوا الْحَقَّ لِأَهْلِهِ، فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي أَنْ يُسْجَدَ لِأَحَدٍ مِنْ دُونِ اللهِ"۔ فَأَنْزَلَ اللهُ: مَا كَانَ لِبَشَرٍ الْآيَةَ.

(فتح القدیر، ج ا ص ۴۰۸؛ روح المعانی ج ۲ ص ۱۹۹)

ترجمہ عبد بن حمید نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص نے کہا: "یارسول اللہ! ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کہتے ہیں جس طرح ہم ایک دوسرے پر سلام کہتے ہیں۔ کیا ہم آپ کو (سلام کے وقت) سجدہ نہ کیا کریں؟"۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نہیں! لیکن اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کرو، اور اہل حق کا حق پہچانو۔ لہٰذا کسی کے لیے بھی جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ کیا جائے"۔ اس پر یہ آیت: مَا كَانَ لِبَشَرٍ الخ نازل ہوئی۔

4 سجدہ عبادت کے بارے میں مشرکین کا مذہب

مذہبِ اسلام کے خلاف مشرکین کا مذہب تھا اور ہے کہ سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہمارے معبودوں کے لیے بھی جائز ہے۔

آیت 60:۔ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ (النمل: ۲۴ تا ۲۶)

ترجمہ میں نے اُس عورت (ملکہ سبا: بلقیس) اور اُس کی قوم کو پایا ہے کہ: ”وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کے آگے سجدے کرتے ہیں، اور شیطان نے اُن کو یہ سجھا دیا ہے کہ اُن کے اعمال بہت اچھے ہیں، چنانچہ اُس نے اُنہیں صحیح راستے سے روک رکھا ہے اور اس طرح وہ ہدایت سے اتنے دُور ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکال لاتا ہے، اور تم جو کچھ چھپاؤ، اور ظاہر کرو، سب جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، (اور) جو عرشِ عظیم کا مالک ہے“۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فمنها أنهم كانوا يسجدون للأصنام والنجوم، فجاء النّهى عن السّجدة لغير الله۔ قال الله تعالى:

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ۔

(حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱ ص ۱۲۰)

ترجمہ ان اقسامِ شرک میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بتوں اور ستاروں کو سجدے کیا کرتے تھے، تو غیر اللہ کو سجدہ کرنے سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نہی آ گئی۔ فرمان باری ہے:

آیت 61:۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (حٰم سجدہ: ۳۷)

ترجمہ نہ سورج کو سجدہ کرو، نہ چاند کو۔ اور سجدہ اُس اللہ تعالیٰ کو کرو جس نے اُنہیں پیدا کیا ہے، اگر واقعی تمہیں اُسی کی عبادت کرنی ہے۔

5.4.7:۔ شرك فى الاعتكاف (اعتکاف میں شرک)

اعتکاف کے لغوی معنیٰ: کسی غرض سے کسی جگہ ٹھہرنا اور اُسے لازم کر لینا۔

اعتکاف کے شرعی معنیٰ: اعتکاف کی نیت کر کے روزے کے ساتھ کسی مسجد میں اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی، اور اس کے تقرب کے لیے مخصوص شرائط (جو فقہ میں مذکور ہیں) کے ساتھ ٹھہرنا۔

شرکیہ عقیدہ (غیر اللہ کو غیب دان، نفع ونقصان کا مالک ومختار اور شفیع قہری) کے تحت کسی غیر اللہ کے حضور میں، یا اس کی قبر، یا اس کی طرف منسوب چیز مثلاً تعزیہ، علم، تھلہ وغیرہ پر حصولِ مراد، یا دفعِ مصیبت یا مرض کے لیے بے کسی اور بے بسی کی حالت بنا کر جم کر پڑا رہنا۔

حکم اعتکاف کی یہ صورت چونکہ نماز، روزہ کی طرح عبادت ہے۔ اس لیے شرکیہ عقیدہ کے تحت غیر اللہ کے تقرب کے لیے اعتکاف بیٹھنا اس کی عبادت کرنا اور اس کو الٰہ بنانا ہے۔ لہٰذا حقیقی شرک، اصلی کفر اور ظلمِ عظیم ہے۔ یہ کام کرنے والا مشرک اور کافر ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فأما العكوف والمجاورة عند شجرة أو حجر، تمثال أو غير تمثال، أو العكوف والمجاورة عند قبر نبي، أو غير نبي، أو مقام نبي، أو غير نبي، فليس هذا من دين المسلمين، بل هو من جنس دين المشركين۔

(اقتضاء الصراط المستقيم لمخالفة أصحاب الجحيم، ج ۲ ص ۲۵۶)

ترجمہ اعتکاف اور مجاورت کرنا کسی درخت یا پتھر، مورتی، بغیر مورتی کے پاس، یا اعتکاف اور مجاورت کرنا پیغمبر یا غیر پیغمبر کی قبر کے پاس یا کسی پیغمبر یا غیر پیغمبر کے رہنے کی جگہ پر۔ پس یہ مسلمانوں کے دین میں سے نہیں ہے، بلکہ مشرکین کے دین میں سے ہے (کیونکہ مشرکین یہ کام کرتے تھے)۔

1 مذہب مشرکین

مشرکین عرب اور دیگر مشرکین کا یہی طریقہ تھا۔ وہ شرکیہ عقیدہ کے تحت خود بھی اپنے معبودوں کا اعتکاف بیٹھتے تھے اور اپنے جانوروں کو بھی وہاں اعتکاف کے لیے لے جاتے تھے۔

آیت 62: ۔قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ○ (الشعراء: ۷۱)

ترجمہ انہوں (قومِ ابراہیم) نے کہا کہ: "ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، اور اُنہی کے آگے دھرنا دیے رہتے ہیں"۔

آیت63:۔ وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ○ (الاعراف:۱۳۸)

ترجمہ اور ہم نے بنی اسرائیل سے سمندر پار کروایا، تو وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں سے لگے بیٹھے تھے۔

آیت64:۔ وَانْظُرْ اِلٰٓی اِلٰهِكَ الَّذِیْ ظَلْتَ عَلَیْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ○ (طہٰ:۹۷)

ترجمہ اور دیکھ اپنے اس (جھوٹے) معبود کو جس پر تو (سامری) جما بیٹھا تھا! ہم اسے جلا ڈالیں گے، اور پھر اس (کی راکھ) کو چورا چورا کر کے سمندر میں بکھیر دیں گے۔

5.5.6:۔ شرك فی الطواف والسعی

(طواف اور سعی میں شرک)

شرکیہ عقیدہ (کسی غیر اللہ کو مافوق الاسباب ذاتی یا عطائی طور پر حاضر وناظر، غیب دان، نفع ونقصان کا مالک ومختار یا شفیع قہری سمجھنا) کے تحت کسی غیر اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے خود اس کے یا اس کی طرف منسوب شدہ قبر، مکان یا کسی اور چیز کے اردگرد گھومنا، پھیرے دینا، دوڑنا اور اس شے کو بوسا دینا۔ لیکن یہ سب کچھ اس خیال سے کرے کہ وہ ہستی چونکہ غیب دان اور حاضر وناظر ہے۔ اس لیے وہ اپنی اس تعظیم کو (جو میں کر رہا ہوں) جان رہا ہے اور دیکھ رہا ہے۔ اس لیے مجھ سے راضی اور خوش ہو کر مجھے جانی اور مالی نفع پہنچائے گا اور نقصان ہٹا دے گا اور وہ کام جو اس کے حدودِ اختیار سے باہر ہوں گے، وہ بوجہ شفاعتِ قہریہ کے اللہ تعالیٰ سے منوا کر ضرور کرا دے گا۔

1 مذہبِ مشرکین مکہ

مشرکین مکہ کا بھی یہی مذہب تھا۔ وہ بھی شرکیہ عقیدہ کے تحت اپنے معبودوں کی خوشنودی کے لیے بتوں، قبروں اور منسوب شدہ اشیاء کے طواف کرتے یعنی ان کے پھیرے دیتے تھے۔ اور اپنی عورتوں، بیٹیوں بلکہ چھوٹی اولاد کو بھی یہ طواف کرواتے تھے۔

حکم کسی غیر اللہ کے لیے اسی عقیدہ شرکیہ کے تحت ایسے کام کرنا، اس ہستی کی عبادت کرنا اور اس کو الٰہ بنانا ہے۔ لہٰذا شرک ہے۔ شرک بھی حقیقی اور اصلی ہے۔ ایسا کرنے والا آدمی مشرک اور کافر ہے۔

طواف اور سعی یہ دونوں عبادتیں ہیں جو ایک خاص مکان کے ساتھ مختص ہیں۔ اس مکانِ مخصوص کے علاوہ کہیں بھی جائز نہیں۔ چنانچہ بیت اللہ کے علاوہ کسی مسجد کا طواف بھی جائز نہیں۔ اسی طرح سعی بھی صفا اور مروہ کے ساتھ مختص ہے۔

آیت 65:۔ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ○ (الحج:۲۹)

ترجمہ اور اس بیتِ عتیق کا طواف کریں۔

آیت 66:۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۚ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ○
(البقرہ:۱۵۸)

ترجمہ بیشک صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بھی بیت اللہ کا حج کرے یا عمرہ کرے، تو اس کے لیے اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان چکر لگائے۔

آیت 67:۔ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ○ (الزمر:۶۴)

ترجمہ کہہ دو کہ: ”کیا پھر بھی اے جاہلو! تم مجھ سے کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کروں؟“۔

شانِ نزول

قالوا له صلّی الله علیه وسلم: استلم بعض آلهتنا ونؤمن بإلهك۔

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی ج ۱۲ ص ۲۷۸)

ترجمہ یہ آیت تب نازل ہوئی جب انہوں نے کہا: ''بوسہ دے تو ہمارے معبودوں کو، تو ہم بھی تیرے معبود پر ایمان لائیں گے''۔

☆ حدیث میں ہے:

حدیث 16:۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذَ الْعَدْلُ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ الْهَمْدَانِيُّ، ثنا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ حَسَّانَ، ثنا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ صَلَاةٌ إِلَّا أَنَّ اللهَ أَحَلَّ لَكُمْ فِيهِ الْكَلَامَ، فَمَنْ يَتَكَلَّمُ فَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِخَيْرٍ".

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ، أَنْبَأَ بِشْرُ بْنُ مُوسَى، ثنا الْحُمَيْدِيُّ، ثنا سُفْيَانُ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ، عَنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَرْفَعُهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "إِنَّ الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ مِثْلُ الصَّلَاةِ إِلَّا أَنَّكُمْ تَتَكَلَّمُونَ فَمَنْ تَكَلَّمَ فَلَا يَتَكَلَّمُ إِلَّا بِخَيْرٍ".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ، وَقَدْ أَوْقَفَهُ جَمَاعَةٌ.

(المستدرك علی الصحیحین، ج ۱ ص ۶۳۰ رقم ۱۶۸۶، ۱۶۸۷۔ المؤلف: أبو عبد الله الحاکم محمد بن عبد الله بن محمد بن حمدویه بن نُعیم بن الحکم الضبی الطهمانی النیسابوری المعروف بابن البیع رحمه الله (المتوفی ۴۰۵ھ)۔ تحقیق: مصطفی عبد القادر عطا۔ الناشر: دار الکتب العلمیة۔ بیروت۔ الطبعة: الأولی ۱۴۱۱ھ)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیت اللہ کا طواف نماز ہے، یا نماز کی طرح ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس میں کلام کو جائز رکھا ہے۔ لہٰذا جو شخص اس وقت کلام کرے تو خیر و بھلائی ہی کا کرے۔

5.5.7:۔شرك فى الحج (حج میں شرک)

کسی غیر اللہ (خواہ جو بھی ہو) کے متعلق شرکیہ عقیدہ (علم مافوق الاسباب، قدرت مافوق الاسباب اور شفاعت قہریہ) کے تحت اس کی قبر، یا اس کی طرف منسوب مقامات کی زیارت کے لیے دور دراز سے سفر کر کے جانا اور وہاں جا کر افعالِ حج (دورانِ سفر تلبیہ کی طرح اس بزرگ کے نعرے لگاتے رہنا۔ پھر وہاں پہنچ کر قبر وغیرہ کا طواف کرنا، چوکھٹ کو چومنا، سجدہ کرنا، مقبرہ کی دیواروں کے ساتھ سینہ اور منہ ملنا، غلاف کو سر پر رکھ کر زاریاں کرنا، مرادیں مانگنا، بچوں کے یا اپنے سر منڈوانا اور جاتے ہوئے نیازیں اور جانور ساتھ لے جانا، وہاں جا کر جانور ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کرنا، مزار سے نکلتے وقت پچھلے پاؤں روتے ہوئے چلنا) ادا کرنا، اس نظریہ کے تحت کہ چونکہ وہ ہستی عالم الغیب ہے، میرے اس فعل کو جان رہی ہے۔ وہ خوش ہو کر میری جان، اولاد اور مال میں برکتیں ڈال دے گی، یا بوجہ شفیع قہری ہونے کے اللہ تعالیٰ سے برکتیں ڈلوا دے گی، یا میری مشکل یا مصیبت ٹال دے گی یا ٹلوا دے گی۔

1 مشرکین عرب کا مذہب

مشرکین عرب کا بھی یہی مذہب اور عمل تھا۔ وہ بھی شرکیہ عقیدہ کے تحت اپنے معبودوں کے تقرب اور خوشنودی کی خاطر سفر کرتے۔ ان کا احرام باندھ کر ان کا حج اور زیارت کرتے۔ پھر وہاں جا کر حج بیت اللہ کے افعالِ مخصوصہ ادا کرتے۔ مثلاً سر منڈواتے، طواف یعنی پھیرے دیتے، اعتکاف بیٹھتے، جانور ذبح کرتے اور ہدایا اور نذر و نیاز ان کی وہاں ادا کرتے اور ان سے مرادیں مانگتے۔

حدیث 17:۔وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ عُرْوَةُ: قَالَتْ عَائِشَةُ: نَزَلَتْ فِي الأَنْصَارِ، كَانُوا هُمْ وَغَسَّانُ قَبْلَ أَنْ يُسْلِمُوا يُهِلُّونَ لِمَنَاةَ مِثْلَهُ. وَقَالَ مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، كَانَ رِجَالٌ مِنَ الأَنْصَارِ مِمَّنْ كَانَ يُهِلُّ لِمَنَاةَ -وَمَنَاةُ صَنَمٌ بَيْنَ مَكَّةَ وَالمَدِينَةِ.

(بخاری رقم 4861)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت انصار مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ وہ اور غسان قبیلہ اسلام سے پہلے منات کے لیے احرام باندھتے تھے۔ منات مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک بت تھا۔

2 حکم حج لغیر اللہ

شریعت مطہرہ میں یہ کام اس غیر اللہ کی عبادت اور اس کو الٰہ بنانا ہے۔ لٰہذا حقیقی شرک اور اصلی کفر ہے اور ایسا کرنے والا انسان مشرک اور کافر ہے۔ کیونکہ حج ایک اہم عبادت ہے اور کسی غیر اللہ کی عبادت شرک اور کفر ہے، اگر چہ ایسا کرنے والا انسان اپنے اس فعل کو حج نہ کہے، بلکہ زوّاری یا زیارت کہے۔ اس لیے قرآن مجید نے صاف اعلان فرمادیا ہے کہ حج اور عمرہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص کردو۔

آیت 68:۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ (البقرہ:۱۹۶)

ترجمہ اور حج اور عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے پورا پورا ادا کرو۔

آیت 69:۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ

(آل عمران:۹۷)

ترجمہ اور لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ تعالیٰ کے لیے اس گھر کا حج کرنا فرض ہے۔

5.5.8:۔ غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز میں شرک

۱ کسی غیر اللہ کو عالم الغیب، متصرف فی الامور اور شفیع قہری سمجھ کر اس کی منت مانی جائے کہ اے فلاں پیر یا ولی یا شہید میری فلاں مصیبت ٹال دے۔ یا فلاں مراد پوری کر دے، تو تیرے نام فلاں چیز (جانور وغیرہ) دوں گا۔

۲ یا بغیر مصیبت کے یونہی کسی غیر اللہ کے نام پر مقرر کر کے یا مقرر کیے بغیر اپنے مال سے حصہ دیتا رہے، تا کہ برکتیں بڑھتی رہیں اور مصیبتیں ٹلتی رہیں۔

1 مذہبِ مشرکین مکہ

مشرکین مکہ کا مذہب یہی تھا۔ وہ بھی شرکیہ عقیدہ کے تحت اپنے معبودوں کے تقرب کے لیے مصیبت میں اور مصیبت کے بغیر بھی اپنے ہر قسم کے مال سے ان کے نام کے حصے نکالا کرتے بلکہ اپنے بیٹوں کو بطورِ منت اپنے معبودوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور منت کا مال آستانوں کی مرمت اور ان کے مجاوروں اور زوّاروں پر صرف کرتے تھے۔

آیت 70:۔وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ○ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ (الانعام ۶: ۱۳۶، ۱۳۷)۔

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتیاں اور چوپائے پیدا کیے ہیں، اِن لوگوں نے اُن میں سے اللہ تعالیٰ کا بس ایک حصہ مقرر کیا ہے۔ چنانچہ بزعم خود یوں کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے، اور یہ ہمارے اُن معبودوں کا ہے جن کو ہم خدائی میں اللہ تعالیٰ کا شریک مانتے ہیں۔ پھر جو حصہ اِن کے شریکوں کا ہوتا ہے، وہ تو (کبھی) اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں پہنچتا۔ اور جو حصہ اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے، وہ ان کے گھڑے ہوئے معبودوں کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسی بُری بُری باتیں ہیں جو انہوں نے طے کر رکھی ہیں! اور اسی طرح بہت سے مشرکین کو اُن کے شریکوں نے یہ سُجھا رکھا ہے کہ اپنی اولاد کو قتل کرنا بڑا اچھا کام ہے، تاکہ وہ اِن (مشرکین) کو بالکل تباہ کر ڈالیں، اور اُن کے لیے اُن کے دین کے معاملے میں مغالطے پیدا کر دیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔ لہٰذا اِن کو اپنی افترا پردازیوں میں پڑا رہنے دو۔

2 غیر اللہ کے لیے نذر و نیاز کا حکم

کسی غیر اللہ کے متعلق شرکیہ عقیدہ رکھ کر اس کے تقرب و رضا کو حاصل کرنے کے لیے اس کی منّت ماننا، اس کی عبادت کرنا اور اس کو الٰہ بنانا ہے۔ یہ حقیقی شرک اور اصلی کفر ہے۔ منّت ماننے والا مشرک و کافر ہے۔ منّت کی شی خنزیر کی طرح حرام ہے جس کی حرمت پر اُمت مسلمہ کے سلف اور خلف تمام علماء کا اجماع ہے۔

خلاصہ فعل نذر کا شرک، فاعل نذر کا مشرک، شی نذر کی حرام اور حرمت بھی قطعی اور اجماعی ہے۔

3 مذہب اسلام کا اعلانیہ عقیدہ

کسی غیر اللہ کے لیے منت نہ مانو۔ اگر مانی بھی ہے، تو ادا نہ کرو، ورنہ مشرک بن جاؤ گے۔ چونکہ یہ منّت شرک ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی ہونے کی وجہ سے شرعی طور پر منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کا پورا کرنا ضروری ہے بلکہ اس سے توبہ کرنا فرض ہے کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کی حرام اور شرک ہے۔

آیت 71:۔ وَمَآ اَنۡفَقۡتُمۡ مِّنۡ نَّفَقَةٍ اَوۡ نَذَرۡتُمۡ مِّنۡ نَّذۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ○ (البقرہ:۲۷۰)

ترجمہ اور تم جو کوئی خرچ کرو یا کوئی منّت مانو، اللہ تعالیٰ اسے جانتے ہیں۔ اور ظالموں کو کسی طرح کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔

آیت 72:۔ ثُمَّ لۡيَقۡضُوۡا تَفَثَهُمۡ وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ وَلۡيَطَّوَّفُوۡا بِالۡبَيۡتِ الۡعَتِيۡقِ ○ (الحج:۲۹)

ترجمہ پھر (حج کرنے والے) کو چاہیے کہ وہ اپنا میل کچیل دُور کریں، اور اپنی منّتیں پوری کریں، اور اس بیتِ عتیق کا طواف کریں۔

آیت 73:۔ يُوۡفُوۡنَ بِالنَّذۡرِ وَيَخَافُوۡنَ يَوۡمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسۡتَطِيۡرًا ○ (الدھر:۷)

ترجمہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منّتیں پوری کرتے ہیں، اور اُس دن کا خوف دِل میں رکھتے ہیں

جس کے برے اثرات ہر طرف پھیلے ہوئے ہوں گے۔

آیت 74:۔قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳)

ترجمہ کہہ دو کہ: ”بیشک میری نماز، میری عبادت اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے، اور میں اُس کے آگے سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں“۔

آیت 75:۔فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر: ۲)

ترجمہ لہٰذا اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لیے نماز پڑھو، اور قربانی کرو۔

حدیث 18:۔حَدَّثَنَا الْحُسَیْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ، وَسُرَیْجٌ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ، عَنْ أَبِیهِ، عَنْ جَدِّهٖ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَ رَجُلَیْنِ وَهُمَا مُقْتَرِنَانِ، یَمْشِیَانِ إِلَى الْبَیْتِ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "مَا بَالُ الْقِرَانِ؟". قَالَا: "یَا رَسُولَ اللهِ! نَذَرْنَا أَنْ نَمْشِيَ إِلَى الْبَیْتِ مُقْتَرِنَیْنِ". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: "لَیْسَ هٰذَا نَذْرًا". فَقَطَعَ قِرَانَهُمَا. قَالَ سُرَیْجٌ فِي حَدِیثِهٖ: "إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ".

(حسن: مسند احمد رقم 6714؛ الخطیب فی "تاریخه" 48/6 ؛ أبو داود رقم 3273,2192؛ الهیثمی فی "المجمع" 186/4، وقال: روى أبو داود طرفاً من آخره، رواه أحمد، وفیه عبد الرحمن بن أبی الزناد، وقد وثقه جماعة، وضعفه آخرون)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو دیکھا کہ وہ دونوں ایک رسی کے ساتھ بندھے ہوئے بیت اللہ کی طرف چلے جا رہے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”یہ رسی کا بندھا ہوا ہونا کیا ہے؟“۔ وہ دونوں آدمی کہنے لگے: ”یا رسول اللہ! ہم نے نذر مانی ہے کہ ہم بیت اللہ کی طرف اسی طرح بندھے ہوئے چل کر جائیں گے“۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ نذر نہیں ہے۔ پختہ بات ہے کہ منّت تو صرف وہ ہوتی ہے جس کے

ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات یعنی صرف اس کی رضا مطلوب ہو“۔

حدیث 19 :۔حَدَّثَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ إِلَى أَعْرَابِيٍّ قَائِمًا فِي الشَّمْسِ، وَهُوَ يَخْطُبُ، فَقَالَ: "مَا شَأْنُكَ؟". قَالَ: "نَذَرْتُ يَا رَسُولَ اللهِ! أَنْ لَا أَزَالَ فِي الشَّمْسِ حَتّٰى تَفْرُغَ". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ هٰذَا نَذْرًا، إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ". (حسن: مسند احمد رقم 6975)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک اعرابی پر پڑی جو دھوپ میں کھڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: ”تیرا کیا معاملہ ہے؟“۔ اس شخص نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! میں نے منت مانی ہے کہ میں دھوپ میں کھڑا رہوں گا یہاں تک کہ پورا ہوجائے“۔ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”یہ نذر نہیں ہے۔ پختہ بات ہے کہ منّت تو صرف وہ ہوتی ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات یعنی صرف اس کی رضا مطلوب ہو“۔

حدیث 20 :۔حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، قَالَ: ثنا سُفْيَانُ، عَنْ مُخَارِقِ بْنِ خَلِيفَةَ، عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ، عَنْ سَلْمَانَ، قَالَ: دَخَلَ رَجُلٌ الْجَنَّةَ فِي ذُبَابٍ وَدَخَلَ رَجُلٌ النَّارَ، مَرَّ رَجُلَانِ عَلٰى قَوْمٍ قَدْ عَكَفُوا عَلٰى صَنَمٍ لَهُمْ وَقَالُوا: لَا يَمُرُّ عَلَيْنَا الْيَوْمَ أَحَدٌ إِلَّا قَدَّمَ شَيْئًا، فَقَالُوا لِأَحَدِهِمَا: قَدِّمْ شَيْئًا، فَأَبٰى فَقُتِلَ، وَقَالُوا لِلْآخَرِ: قَدِّمْ شَيْئًا، فَقَالُوا: قَدِّمْ وَلَوْ ذُبَابًا. فَقَالَ: وَأَيْشٍ ذُبَابٌ. فَقَدَّمَ ذُبَابًا فَدَخَلَ النَّارَ. فَقَالَ سَلْمَانُ: فَهٰذَا دَخَلَ الْجَنَّةَ فِي ذُبَابٍ، وَدَخَلَ هٰذَا النَّارَ فِي ذُبَابٍ.

(الكتاب المصنف فى الأحاديث والآثار (مصنف ابن ابی شیبہ) ج۶ ص ۴۷۳ رقم 33038؛الزهد لأحمد، ج۱ ص ۱۷ رقم 84؛شعب الإيمان، ج۹ ص ۵۷۴ رقم 6962؛حلية الأولياء وطبقات الأصفياء، ج۱ ص ۲۰۳)

"دخل رجل الجنة فی ذباب، ودخل النار رجل فی ذباب. قالوا: و كيف ذلك؛ قال: مر رجلان [مسلمان] [ممن كان قبلكم] على قوم لهم صنم (وفی رواية: يعكفون على صنم لهم) لا يجوزه أحد حتى يقرب له شيئا، فقالوا لأحدهما: قرب [شيئا]، قال: ليس عندی شیء. فقالوا له: قرب ولو ذبابا. فقرب ذبابا. فخلوا سبيله. قال: فدخل النار. وقالوا للآخر: قرب ولو ذبابا. قال: ما كنت لأقرب لأحد شيئا دون الله عز وجل. قال فضربوا عنقه، قال: فدخل الجنة".

موقوف. أخرجه أحمد فی "الزهد" (ص 15 ـ 16): حدثنا أبو معاوية: حدثنا الأعمش عن سليمان بن ميسرة عن طارق بن شهاب عن سلمان قال:... فذكره موقوفا عليه. وقال ابنه عبد الله فی كتاب "العلل" (1/240) لأبيه: سمعته يقول فی حديث أبی معاوية عن الأعمش عن سليمان بن ميسرة عن طارق بن شهاب عن سلمان قال: "دخل رجل الجنة فی ذباب..."؛ قال الأعمش: "ذباب"، يعنی: أن سلمان كان فی لسانه عجمة".

قلت: وهذا إسناد رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين، غير سليمان بن ميسرة؛ قال ابن معين: "ثقة". كما فی "الجرح والتعديل" (2/1/143ـ144)، وذكره ابن حبان فی "الثقات" (4/310) وقال: "يروی عن طارق بن شهاب الأحمسی، وله صحبة، وعنه الأعمش". وروی عنه حبيب بن أبی ثابت أيضا، ووثقه آخرون. انظر "التعجيل" (ص168/423)، فالإسناد صحيح.

وقد تابع أبا معاوية: جرير -وهو ابن عبد الحميد الضبی-: عند أبی نعيم فی "الحلية" (1/203)، قرنه بأبی معاوية، وقال عقبه: "رواه شعبة عن قيس بن مسلم عن طارق مثله. ورواه جرير عن منصور عن المنهال بن عمرو عن حبان بن مرثد عن سلمان نحوه".

والزيادة الثانية لأبی نعيم.

وللأعمش فيه شيخ آخر؛ فقال ابن الأعرابی فی "معجمه" (ق 177/1): نا عباس: نا محاضر بن المورع: نا الأعمش عن الحارث بن شبيل عن طارق بن شهاب قال: قال سلمان:... فذكره موقوفا أيضا. وفيه الزيادة الأولى.

قلت: وهذا إسناد صحيح أيضا. رجاله ثقات رجال مسلم، غير عباس -وهو ابن محمد الدوري- وهو ثقة حافظ.

وقد توبع هذان الشيخان من قيس بن مسلم، كما تقدم عن أبي نعيم معلقا.

وتابعهم أيضا مخارق بن خليفة، فقال ابن أبي شيبة في "مصنفه" (12 / 358) :

حدثنا وكيع قال: ثنا سفيان عن مخارق بن خليفة عن طارق بن شهاب عن سلمان قال: ... فذكره موقوفا أيضا.

وهذا صحيح أيضا. رجاله رجال الشيخين، غير مخارق هذا، وهو ثقة من رجال البخاري، وفيه الزيادة الثالثة، والرواية الثانية. وهذه عند ابن الأعرابي أيضا.

وبالجملة، فالحديث صحيح موقوفا على سلمان الفارسي رضي الله عنه.

(سلسلة الأحاديث الضعيفة، ج ۱۲ ص ۲۱ ۷ تا ۷۲۵، رقم 5829)

ترجمہ: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص مکھی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا، اور ایک شخص مکھی کی وجہ سے جہنم کی آگ میں داخل ہوا۔ دو آدمیوں کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بت کے مجاور بنے ہوئے تھے۔ وہ کہتے تھے: "ہمارے پاس سے کوئی آدمی نہیں گزر سکتا جب تک وہ کوئی چیز چڑھاوا نہ چڑھائے"۔ تو ان لوگوں نے ان میں سے ایک شخص سے کہا: "کوئی چیز چڑھاوا میں پیش کردے"۔ تو اس نے انکار کیا تو اُسے قتل کر دیا گیا۔ ان لوگوں نے دوسرے سے کہا: "تو بھی کوئی چڑھاوا پیش کردے"۔ (اس نے کہا: میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں جسے میں قربان کروں)۔ تو انہوں نے کہا: "(اور کچھ نہیں تو) مکھی قربان کر"۔ اس نے کہا: "مکھی کیا چیز ہے؟"۔ چنانچہ اس نے مکھی قربان کی۔ تو وہ شخص جہنم کی آگ میں داخل ہوا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "یہ ہے وہ سبب کہ ایک شخص مکھی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا، اور ایک شخص مکھی کی وجہ سے جہنم کی آگ میں داخل ہوا"۔

4 مذہب اسلام میں غیر اللہ کی نذر و نیاز اور منّت کا حکم

ہر غیر اللہ کی ہر قسم کی منت کی اشیاء خواہ حیوان ہوں یا غیر حیوان، مردار اور خنزیر کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ حرام ہیں۔ یہ حرمت بھی قطعی اور اجماعی ہے۔ ان کا کھانا،

بیچنا، خریدنا ہر شخص (غنی اور غریب) کے لیے حرام ہے۔ اگر وہ چیز حیوان ہو، تو اس پر ذبح کے وقت اگرچہ ہزار بار اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے گا، تب بھی حرام ہی رہے گا۔

5 آیات قرآنیہ

آیت 76:۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(البقرہ: ۱۷۳)

ترجمہ اُس نے تو تمہارے لیے بس مردار جانور، خون، اور سور کا گوشت حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ ہاں اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو (اور ان چیزوں میں سے کچھ کھالے) جب کہ اس کا مقصد نہ لذت حاصل کرنا ہو اور نہ وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے، تو اُس پر کوئی گناہ نہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔

آیت 77:۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۔۔ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(المائدہ: ۳)

ترجمہ تم پر مردار جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور حرام کر دیا گیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اور جسے چوٹ مار کر ہلاک کیا گیا ہو، اور جو اُوپر سے گر کر مرا ہو، اور جسے کسی جانور نے سینگ مار کر ہلاک کیا ہو، اور جسے کسی درندے نے کھالیا ہو، مگر یہ کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کر چکے ہو، اور وہ (جانور بھی حرام ہے) جسے بتوں کی قربان گاہ پر ذبح کیا

گیا ہو۔ اور یہ بات بھی (تمہارے لیے حرام ہے) کہ تم جوے کے تیروں سے (گوشت وغیرہ) تقسیم کرو۔ یہ ساری باتیں سخت گناہ کی ہیں۔ آج کافروں کو تمہارے دین کی طرف سے پوری مایوسی ہو چکی ہے۔ لہٰذا تم اُن سے نہ ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے، اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے، اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔ (لہٰذا حرام وحلال کی جو قیود تم پر عائد کر دی گئی ہیں ان کی پابندی کرو)۔ البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھالے، بغیر اس کے کہ گناہ کی طرف اس کا میلان ہو، تو بے شک اللہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

آیت 78:۔ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانعام: ۱۴۵)

ترجمہ (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: ''جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اُس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے کے لیے حرام ہو، مگر یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو، کیونکہ وہ ناپاک ہے، یا ایسا گناہ کا جانور ہو جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ ہاں جو شخص (ان چیزوں میں سے کسی کے کھانے پر) انتہائی مجبور ہو جائے، جب کہ وہ نہ لذت حاصل کرنے کی غرض سے ایسا کر رہا ہو، اور نہ ضرورت کی حد سے آگے بڑھے، تو بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

آیت 79:۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النحل: ۱۱۵)

ترجمہ اُس نے تو تمہارے لیے بس مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ البتہ جو شخص بھوک سے بالکل بے تاب ہو، لذّت حاصل کرنے کے لیے نہ کھائے، اور (ضرورت کی) حد سے آگے نہ بڑھے، تو اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

5.6:۔توحید، دین خالص اور شرک کی حقیقت

صاف ذہن، گہرائی اور حق کی تلاش کے جذبہ کے ساتھ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ بات روشن ہوچکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کفار اپنے معبودانِ باطلہ کو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا بالکل ہم سر ومساوی، اور ہم مرتبہ قرار نہیں دیتے تھے، بلکہ وہ یہ تسلیم کرتے تھے کہ وہ مخلوق اور بندے ہیں۔ ان کا کبھی یہ عقیدہ نہیں تھا کہ ان کے معبود اللہ تعالیٰ سے قدرت وطاقت میں کسی طرح کم نہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ہی پلڑے میں ہیں۔ ان کا کفر وشرک صرف یہ تھا کہ وہ اپنے معبودانِ باطل کو پکارتے، ان کی دہائی دیتے، ان پر نذریں چڑھاتے، اور ان کے ناموں کی قربانیاں کرتے، اور ان کو اللہ تعالیٰ کے یہاں سفارشی، مشکل کشا، اور کارساز سمجھتے تھے۔ اس لیے ہر وہ شخص جو کسی کے ساتھ وہی معاملہ کرے، جو کفار اپنے معبودانِ باطل کے ساتھ کرتے تھے، تو گو کہ وہ اس کا اقراری ہو کہ وہ ایک مخلوق اور اللہ کا بندہ ہے، اس میں اور زمانۂ جاہلیت کے بڑے سے بڑے بت پرست میں بحیثیت مشرک ہونے کے کوئی فرق نہ ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ توحید کے چار درجات ہیں:

۱ صرف اللہ تعالیٰ کو واجب الوجود قرار دینا۔ لہٰذا کوئی اور ''واجب الوجود'' نہیں۔

۲ عرش، آسمان وزمین، اور تمام قائم بالذات اشیاء کا خالق صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھنا۔

یہ دو درجے وہ ہیں جن سے آسمانی کتابوں نے بحث کی ضرورت نہیں سمجھی، اور نہ مشرکین عرب اور یہود ونصاریٰ کو ان کے بارے میں اختلاف وانکار تھا، بلکہ قرآن کریم اس کی صراحت کرتا ہے کہ یہ دونوں مرتبے ان کے نزدیک مسلمات میں سے ہیں۔

۳ آسمان وزمین کے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اس کے انتظام وانصرام کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص سمجھنا۔

۴ چوتھا درجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو مستحقِ عبادت نہ سمجھنا۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ:

''شرک کے معنیٰ صرف یہ نہیں ہیں کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا ہم مرتبہ اور ہمسر قرار دیا جائے، بلکہ شرک کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی کے ساتھ وہ کام یا وہ معاملہ کرے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنی بلند و بالا ذات کے ساتھ خاص فرمایا ہے، اور جس کو ''عبودیت'' بندگی کا شعار بنایا ہے، جیسے کسی کے سامنے سجدہ ریز ہونا، کسی کے نام پر قربانی کرنا، یا نذریں ماننا، مصیبت و تنگی میں کسی سے مدد مانگنا، اور یہ سمجھنا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے، اور اس کو کائنات میں متصرف سمجھنا''۔

یہ ساری وہ چیزیں ہیں جن سے شرک لازم آتا ہے، اور انسان ان سے مشرک ہو جاتا ہے، خواہ اس کا یہ اعتقاد ہی کیوں نہ ہو کہ یہ انسان، فرشتہ، جن، جس کے سامنے وہ سجدہ ریز ہو رہا ہے، یا جس کے نام پر قربانی کر رہا ہے، نذریں مان رہا ہے، اور جس سے مدد مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے بہت کم مرتبہ اور پست مقام ہے، اور چاہے یہ مانتا ہو کہ اللہ ہی خالق ہے، اور یہ اس کا بندہ اور مخلوق ہے۔ اس معاملہ میں انبیاء، اولیاء، جن وشیاطین، بھوت پریت سب برابر ہیں۔ ان میں سے کسی کے ساتھ بھی جو یہ معاملہ کرے گا، وہ مشرک قرار دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان یہود ونصاریٰ کو جنھوں نے اپنے راہبوں، پادریوں اور پروہتوں کے بارے میں اس طرح مبالغہ وغلو کا طریقہ اختیار کیا، جس طرح مشرکین نے اپنے معبودانِ باطلہ کے بارے میں انھیں صفات سے یاد کیا ہے، جن صفات سے بت پرستوں اور مشرکوں کو یاد کیا ہے، اور ان غالی اور راہِ حق سے ہٹے ہوئے لوگوں پر اسی طرح اپنے غضب و ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، جس طرح غالی مشرکوں پر۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 80:۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (التوبۃ:۳۱)

ترجمہ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا ربّ بنالیا ہے۔ اور اسی طرح مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

(دستورِ حیات، ص۷۶ تا ۷۸۔ المؤلف: علی ابو الحسن بن عبد الحی بن فخر الدین الندوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۴۲۰ھ)۔ مترجم: سید سلمان حسینی ندوی۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ اسلام، کراچی)

5.7: ۔شرک کے مظاہر و اعمال، اور جاہلی رسم و رواج

اس اصولی اور عام بات کے بعد ضرورت ہے کہ ان کمزوریوں، بیماری اور اس عالمِ آشوب فتنہ کی ان جڑوں کی نشاندہی کر دی جائے، جو جاہلوں، خارجی اثرات، اور جاہلی رسم و رواج سے متاثر اقوام و ملل، اور ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں، جن کا نشو و نما صحیح اسلامی تعلیمات، کتاب و سنّت کے علم، اور دینِ خالص کی دعوت سے دور، اور صحیح اسلامی تعلمات سے محروم ماحول میں ہوا۔ ان کمزوریوں کی نشاندہی، اور بیمار جسم میں ان امراض کی صحیح تشخیص و تعیین ضروری ہے۔

ہمہ گیر اور محیط علم، ارادۂ مطلقہ، اور آزاد و غیر محدود تصرف اور قدرتِ کاملہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں سے ہے۔ عبادت کے اعمال اور شعائر جیسے سجدہ یا رکوع کا کسی کے سامنے کرنا، کسی کے نام پر اور اس کی خوشنودی کے لیے روزہ رکھنا، دور دور سے اہتمام کے ساتھ کسی جگہ کے لیے شدِّ رِحال (طول طویل سفر کر کے جانا) اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کرنا جو بیت اللہ کو زیبا ہے، اور وہاں قربانی کے جانور لے جانا، نذریں اور منتیں ماننا، شرک کے کام اور شرک کے مظاہر ہیں۔ تعظیم کے وہ طریقے اور علامتیں جو عبودیت اور غایت ذلت کی مظہر ہوں، صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں۔ علمِ غیب صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اور انسانی قدرت سے باہر ہے۔ دلوں کے بھیدوں اور خیالات اور نیتوں کا علم ہر وقت کسی کے لیے ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو سفارش قبول کرنے، اور اہلِ وجاہت اور با اثر و اقتدار لوگوں کو راضی و خوش کرنے میں دنیا کے

بادشاہوں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ ایسی ہر چھوٹی اور بڑی بات میں (ان کے بجائے) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔شاہانِ دنیا کی طرح کائنات کے انتظام، اور درباریوں اور وزراء واعوان سے مدد لینا اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ کسی قسم کا سجدہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کے لیے جائز نہیں۔ حج کے مناسک واعمال، غایت درجہ کی تعظیم کے مظاہر اور محبت وفنائیت کے تمام شعائر بیت اللہ اور حرمِ محترم کے ساتھ خاص ہیں۔ صالحین اور اولیاء کے ساتھ جانوروں کی تخصیص، ان کا احترام کرنا، ان کی نذریں چڑھانا، اور ان کی قربانی کے ذریعہ ان سے تقرب حاصل کرنا حرام ہے۔ عاجزی وانکساری کے ساتھ غایت درجہ کی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ تقرب وتعظیم کے جذبہ سے قربانی کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔
کائنات میں آسمانی برجوں (نچھتر دں)، سیاروں کی تاثیر کا اعتقاد رکھنا شرک ہے۔
کاہنوں، نجومیوں اور غیب کی باتیں بتانے والوں پر اعتماد کرنا کفر ہے۔
نام رکھنے میں بھی مسلمانوں کو توحید کے شعار کا اظہار کرنا چاہیے۔ غلط فہمی پیدا کرنے والے، اور جس سے مشرکانہ اعتقاد کا اظہار ہوتا ہو، ایسے الفاظ سے پرہیز کرنا چاہیے۔
اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم کھانا شرک ہے۔ غیر اللہ کی نذریں ماننا حرام ہے۔ اسی طرح کسی ایسے مقام پر قربانی کرنا جہاں کوئی بت تھا، یا جاہلیت کا کوئی جشن منایا جاتا تھا، ناجائز ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم میں افراط وتفریط، اور نصاریٰ کے اپنے نبی کے بارے میں غلو ومبالغہ کی تقلید، اور اولیاء وصالحین کی تصویروں اور شبیہوں کی تعظیم کرنے سے پرہیز اور مکمل احتیاط کرنا چاہیے۔

(دستورِ حیات، ص۷۹، ۸۰۔ المؤلف: علی ابو الحسن بن عبد الحی بن فخر الدین الندوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۴۲۰ھ)۔ مترجم: سید سلمان حسینی ندوی۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ اسلام، کراچی)

باب 6

شرک کی انواع اور اُن کا استیصال

6.1: تعددِ خدا کا ابطال

دنیا کی مشہور قوموں میں سے عیسائی اور مجوسی علانیہ مشرک تھے، یعنی تین اور دو خدا مانتے تھے۔ ہندو بھی اسی کے قریب تھے۔ ان مذہبوں کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ خدا کے جو مختلف نمایاں اور اہم اوصاف ہیں، ان کا مستقل اور مجسم وجود قائم ہو گیا۔ مثلاً صفتِ خلق اور احیاء و اماتت، برہما بشن مہیش کے نام سے موسوم ہیں۔ مجوسیوں نے دیکھا کہ دنیا میں جس قدر اشیاء اور افعال و حرکات ہیں، سب باہم متضاد ہیں۔ نور و ظلمت، پستی و بلندی، یمین و شمال، نرم و سخت، رات دن، خیر و شر، حلم و غضب، غرور و خاکساری، فسق و صلاح، کوئی چیز مقابلہ اور تضادات سے خالی نہیں۔ اس لیے ایسے دو متضاد عالم کا خالق ایک نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر انھوں نے دو خدا تسلیم کیے اور ان کا نام یزداں اور اہرمن، یا نور و ظلمت رکھا۔

قرآن مجید میں تمام احکام نہایت تدریج کے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ تیرہ (۱۳) برس کی وسیع مدت تک روزہ، زکوٰۃ اور حج کچھ فرض نہیں ہوا تھا، لیکن شرک کا استیصالِ کلّی (مکمل خاتمہ) نبوت کا پہلا سبق تھا۔

سورت زمر مکہ میں نازل ہوئی۔ اسی سورت میں شرک کی تمام صورتیں مٹا دی گئیں۔ تمام دیگر سورتوں میں نہایت کثرت سے اس قسم کے شرک کا ابطال اور رد کیا ہے۔

اس لیے ان کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

مجوسیوں کے شرک کی بنیاد اس پر تھی کہ افعالِ خیر وشر کا ایک خالق نہیں ہوسکتا، ورنہ لازم آئے گا کہ خدا شر کو پیدا کرتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ جو شخص برائی کے پیدا ہو جانے کو جائز رکھتا ہے، وہ خود اچھا نہیں ہوسکتا۔ اس لیے قرآن مجید میں نہایت کثرت سے تصریحات آئیں کہ جن کو ہم خیر وشر کہتے ہیں سب کا فاعل خدا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت تصریح وتاکید کے ساتھ تعلیم کی کہ جو کچھ ہوتا ہے، سب خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ باقی یہ مسئلہ کہ بری چیز کا خالق اچھا نہیں ہوسکتا، اولاً تو یہ مغالطہ آمیز غلطی ہے۔ ایک صناع مصور اگر ایک نہایت مکروہ جانور کی تصویر نہایت اچھی کھینچے، تو اس کے کمالِ مصوری میں اس سے کچھ داغ نہیں آئے گا کہ جانور خود بُرا ہے۔

دوسرے یہ کہ اسلام نے اس مسئلہ کی جس اصلی گرہ کو کھولا ہے، وہ یہ ہے کہ اشیاء بذاتہ خیر وشر نہیں ہیں، بلکہ وہ اپنے صحیح یا غلط طریقۂ استعمال سے خیر یا شر ہو جاتی ہیں۔ آگ بجائے خود نہ خیر ہے، نہ شر۔ اگر اس سے اچھا کام لیا جائے تو خیر ہے، اور بُرا لیا جائے تو شر ہے۔ زہر نہ اچھا ہے، نہ بُرا۔ اگر اس کو بیماریوں کے استیصال میں استعمال کیا جائے، تو خیر ہے۔ کسی بے گناہ کے قتل میں استعمال کرو، تو شر ہے۔ اسی طرح دوسری اشیاء کے بھی خیر وشر کے دونوں پہلو ہیں۔ نہ کوئی شے دنیا میں خیر مطلق ہے، نہ کوئی شر محض۔ اسی لیے قرآن نے شر کی نسبت اللہ کی طرف نہیں کی ہے، بلکہ خود انسان کی طرف کی ہے:

آیت 1:۔ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا۝
(الجن:۱۰)

ترجمہ اور یہ کہ: ”ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آیا زمین والوں کے ساتھ کوئی بُرا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا اُن کا ربّ اُنہیں راہِ راست دکھانا چاہتا ہے“۔

آیت 2:۔ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ط
(النساء:۷۹)

ترجمہ اے انسان! تجھے جو بھلائی بھی حاصل ہوتی ہے، اللہ کی عنایت سے ہوتی ہے، اور جو

مصیبت تجھ پر آتی ہے وہ تیرے اپنے کسب و عمل کی بدولت ہے۔

آیت 3:۔ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (آل عمران:۱۶۵)

ترجمہ: اور یہ تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم پر مصیبت آ پڑی تو تم کہنے لگے: ''یہ کہاں سے آئی؟''۔ حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دُوگنی مصیبت تمہارے ہاتھوں (فریق مخالف پر) پڑ چکی ہے۔ اے نبی ﷺ! ان سے کہو: ''یہ مصیبت تمہاری اپنی لائی ہوئی ہے''۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

□ الغرض! کسی شے کا ایسا پیدا کرنا جس میں خیر و شر کے دونوں پہلو ہیں، شر نہیں ہے۔ ان میں اس کے شر کے پہلو کو استعمال کرنا اور کام میں لانا شر ہے۔ ڈاکٹر بہت سی بیماریوں کے لیے زہریلی دوائیں بناتے ہیں، مگر یہ شر نہیں۔ البتہ جو کوئی شریر ان دواؤں سے ان امراض کے ازالہ کے بجائے کسی کی جان لے لیتا ہے، تو وہ شر ہے۔ حاصل یہ کہ اس دنیا میں جب خیر و شر اشیاء میں بذاتہ نہیں ہے، تو اچھی چیزوں کے لیے الگ، اور بری چیزوں کے لیے الگ خالق تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ خالق ایک ہی ہے، دو (۲) نہیں۔

آیت 4:۔ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ○
(النحل:۵۱،۵۲)

ترجمہ: اللہ کا فرمان ہے: ''دو (۲) معبود نہ بنالو، معبود تو بس ایک ہی ہے۔ لہٰذا تم مجھی سے ڈرو''۔ اسی کا ہے وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور خالصاً اسی کا دین (ساری کائنات میں) چل رہا ہے۔ پھر کیا اللہ کو چھوڑ کر تم کسی اور سے تقویٰ کرو گے؟

6.2:۔ بزرگوں کی مشرکانہ تعظیم سے روکنا

شرک کا بہت بڑا ذریعہ کسی خاص شخص یا کسی شے کی تعظیم مفرط ہے، جس کو شخص پرستی یا

یادگار پرستی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی خوش اعتقادی نے آدمی سے خدا بنا دیا۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں نہایت پُرزور اور پُر رعب الفاظ میں شخص پرستی کی تحقیر کی گئی ہے۔

آیت 5:۔ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْیَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ٘ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۚ۫ وَ لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَیْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا۠ ○ (النساء:۱۷۱)

ترجمہ: اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک فرمان تھا جو اللہ نے مریم علیہا السلام کی طرف بھیجا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے (جس نے مریم علیہا السلام کے رحم میں بچہ کی شکل اختیار کی) پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو کہ "تین" ہیں۔ باز آجاؤ، یہ تمہارے ہی لیے بہتر ہے۔ اللہ تو بس ایک ہی خدا ہے وہ پاک ہے۔ اس سے کوئی اس کا بیٹا ہو۔ زمین اور آسمانوں کی ساری چیزیں اس کی ملک ہیں۔ اور اُن کی کفالت و خبر گیری کے لیے بس وہی کافی ہے۔

آیت 6:۔ لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَ لَا الْمَلٰٓىٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَ مَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ○

(النساء:۱۷۲)

ترجمہ: مسیح علیہ السلام نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا ایک بندہ ہو، اور نہ مقرب ترین فرشتے اس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔

آیت 7:۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّهْلِكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ (المائدہ:۱۷)

ترجمہ ۔ یقینا کفر کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام ہی خدا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، ان سے کہو کہ اگر خدا مسیح ابن مریم علیہ السلام کو اور اس کی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اُس کو اِس ارادے سے باز رکھ سکے؟ اللہ تو زمین اور آسمانوں کا اور اُن سب چیزوں کا مالک ہے جو زمین اور آسمانوں کے درمیان پائی جاتی ہیں، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اس کی قدرت ہر چیز پر حاوی ہے۔

آیت 8:۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ مَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ○ (المائدہ:۷۲)

ترجمہ یقینا کفر کیا اُن لوگوں نے جنہوں نے کہا: ''اللہ مسیح ابنِ مریم علیہ السلام ہی ہے''۔ حالانکہ مسیح علیہ السلام نے کہا تھا: ''اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی''۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا۔ اُس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

آیت 9:۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انظُرْ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ○ (المائدہ:۷۵)

ترجمہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا، اُس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے، اس کی ماں ایک راستباز عورت تھی، اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم کس طرح اُن کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں۔ پھر دیکھو! یہ کدھر اُلٹے پھرے جاتے ہیں۔

آیت 10:۔ وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۚ إِن كُنتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ۚ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۚ إِنَّكَ

اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ۝ مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ‌ۚ وَكُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ‌ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ وَاَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ۝ (المائدہ:۱۱۶،۱۱۷)

ترجمہ غرض جب (یہ اِحسانات یاد دلا کر) اللہ فرمائے گا: ''اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنالو؟''۔ تو وہ جواب میں عرض کرے گا: ''سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے، آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔ میں نے اُن سے اُس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ میں اُسی وقت تک ان کا نگران تھا جب تک کہ میں اُن کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بلایا تو آپ اُن پر نگران تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگران ہیں''۔

آیت 11:۔ وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ عُزَيۡرُ ۨابۡنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ اللّٰهِ‌ؕ ذٰ لِكَ قَوۡلُهُمۡ بِاَفۡوَاهِهِمۡ‌ۚ يُضَاهِـُٔوۡنَ قَوۡلَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ‌ۚ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ۝ (التوبۃ:۳۰)

ترجمہ یہودی کہتے ہیں: ''حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے''، اور عیسائی کہتے ہیں: ''حضرت مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے''۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں اُن لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ خدا کی مار ان پر، یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس کے کہ حاصل کون ومکان تھے، لیکن بار بار قرآن مجید میں تاکید آتی تھی:

آیت 12:۔ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ يُوۡحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ‌ۚ (الکہف:۱۱۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کہو: ''میں تو ایک انسان ہوں، تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے''۔

ایک خاص نکتہ غور کے قابل ہے۔ جس قدر جلیل القدر انبیاء گزرے ہیں، ان کے خاص خاص لقب ہیں، مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لقب خلیل اللہ تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ تھے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اس کے کہ اشرف انبیاء تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا لقب پسند کیا؟ اور کلمہ توحید میں، نماز میں، درود میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی کے ساتھ کیا امتیازی وصف شامل کیا گیا؟ صرف رسالت اور عبدیت!

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

ترجمہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اس میں بھی عبدیت کا وصف رسالت پر مقدم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ بعض کفار کے حق میں دعائے بد کی۔ اس پر یہ آیت اتری (صحیح بخاری غزوہ احد)۔

آیت 13:۔ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظٰلِمُونَ ○ (آل عمران: ۱۲۸)

ترجمہ (اے پیغمبر!) فیصلہ کے اختیارات میں تمہارا کوئی حصہ نہیں، اللہ کو اختیار ہے چاہے انہیں معاف کرے، چاہے سزا دے، کیونکہ وہ ظالم ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض کفار کی ہدایت پانے اور اسلام قبول کرنے کے نہایت خواہش مند تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

آیت 14:۔ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ (القصص: ۵۶)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم جسے چاہو، اسے ہدایت نہیں دے سکتے، مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشہور منافق عبداللہ بن ابی کے لیے دعائے مغفرت کی۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

آیت 15:۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ

يَغْفِرَ اللهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاللهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ○(التوبۃ:۸۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم خواہ ایسے لوگوں کے لیے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو، اگر تم ستر مرتبہ بھی انہیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انہیں ہرگز معاف نہ کرے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کفر کیا ہے، اور اللہ فاسق لوگوں کو راہِ نجات نہیں دکھاتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہر موقع پر اس امر کی تاکید اور اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ لوگ اعتدال سے زیادہ مدح نہ کریں، جو شرک کا سبب نہ بن جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار فرماتے تھے:

حدیث 1:۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، قَالَ: سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ، يَقُولُ: أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، سَمِعَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "لَا تُطْرُونِي، كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ، فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ، فَقُولُوا عَبْدُ اللهِ، وَرَسُولُهُ"۔ (بخاری رقم 3445)

ترجمہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر پر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: "میری شان میں اس طرح مبالغہ نہ کرو، جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنے پیغمبروں کی شان میں کیا"۔

حدیث 2:۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَلِيٍّ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَافِظُ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْقُرَشِيُّ، بِهَرَاةَ، ثنا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ الْمَكِّيُّ، ثنا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَجُلٍ تَرْعَدُ فَرَائِصُهُ قَالَ: فَقَالَ لَهُ: "هَوِّنْ عَلَيْكَ فَإِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ فِي هٰذِهِ الْبَطْحَاءِ"۔ قَالَ: ثُمَّ تَلَا جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَجَلِيُّ: "وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعِيدِ" [ق: 45].

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

[التعليق-من تلخيص الذهبي]-على شرط البخاري ومسلم

(المستدرك على الصحيحين، ج ۲ ص ۵۰۶ رقم 3733؛ المعجم الأوسط، ج ۲ ص ۶۴ رقم 1260)

حدیث 3:۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَالَوَيْهِ، ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَاعِدٍ، ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي الْحَارِثِ، ثنا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، ثنا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسٍ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، أَنَّ رَجُلًا كَلَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفَتْحِ، فَأَخَذَتْهُ الرِّعْدَةُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَوِّنْ عَلَيْكَ فَإِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ كَانَتْ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ". هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

[التعليق-من تلخيص الذهبي]-على شرط البخاري ومسلم

(المستدرك على الصحيحين، ج ۳ ص ۵۰ رقم 4366)

□ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَسَدٍ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ أَبِي خَالِدٍ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ فَكَلَّمَهُ، فَجَعَلَ تُرْعَدُ فَرَائِصُهُ. فَقَالَ لَهُ: "هَوِّنْ عَلَيْكَ، فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ، إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ".

(صحيح، ورجاله ثقات: سنن ابن ماجه، ج ۴ ص ۴۳۰ رقم 3312؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، ج ۴ ص ۴۹۶، ۴۹۷ رقم 1876)

ترجمہ حضرت ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فتح مکہ کے دن ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی۔ اس شخص پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ڈرو نہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں ایک قریشی خاتون کا بیٹا ہوں، جو گوشت کو خشک کر کے کھایا کرتی تھی''۔

حدیث 4:۔ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ، حَدَّثَنِي شُعْبَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ قَتَادَةَ قَالَ: سَمِعْتُ مُطَرِّفَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "أَنْتَ سَيِّدُ قُرَيْشٍ؟". فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "السَّيِّدُ اللهُ". قَالَ: "أَنْتَ أَفْضَلُهَا فِيهَا قَوْلًا وَأَعْظَمُهَا فِيهَا طَوْلًا؟". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لِيَقُلْ أَحَدُكُمْ بِقَوْلِهِ، وَلَا يَسْتَجِرُّهُ الشَّيْطَانُ".

(صحيح على شرط مسلم: مسند أحمد رقم 16307، 16311، 16316؛ سنن أبي داود، رقم 4806؛ البخاري في "الأدب المفرد" رقم 211؛ النسائي في "الكبرى" رقم 10076؛ "عمل اليوم والليلة" نسائي رقم 247؛ ابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" رقم 1484؛ البيهقي في "الأسماء والصفات" ص 22؛ البيهقي في "الدلائل" 318/5)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی بنو عامر کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سید (آقا) ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سید، اللہ ہے"۔ ہم نے عرض کیا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا یہ کہو، لیکن دیکھو! تم کو شیطان اپنا وکیل نہ بنالے"۔

حدیث 5: حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ: "يَا مُحَمَّدُ! يَا سَيِّدَنَا! وَابْنَ سَيِّدِنَا! وَخَيْرَنَا وَابْنَ خَيْرِنَا!". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِتَقْوَاكُمْ، لَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَبْدُ اللهِ وَرَسُولُهُ، وَاللهِ! مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُونِي فَوْقَ مَنْزِلَتِي الَّتِي أَنْزَلَنِي اللهُ".

(صحيح على شرط مسلم: مسند أحمد، رقم 12551؛ عبد بن حميد رقم 1309؛ البخاري في "التاريخ الأوسط" 11/1؛ النسائي في "عمل اليوم والليلة" رقم 248، 249؛ ابن حبان رقم 6240، البيهقي في "الدلائل" 498/5؛ الضياء في "المختارة" رقم 1626، 1627)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ ایک شخص نے ان الفاظ میں آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کیا: ''اے محمد!، اے ہمارے آقا! اور ہمارے آقا کے فرزند! اور اے ہم میں سب سے بہتر، اور سب سے بہتر کے فرزند!''۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''لوگو! تقویٰ، پرہیز گاری اختیار کرو۔ شیطان تمہیں گرا نہ دے۔ میں عبداللہ کا بیٹا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں۔ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اللہ کی قسم! مجھ کو اللہ نے جو مرتبہ بخشا ہے، مجھے پسند نہیں کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ''۔

تنبیہ غور کرو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ الفاظ ناجائز نہیں، مگر توحید کو شرک کے ہر شائبہ سے بچانے کا خیال ہر خیال پر غالب تھا۔

6.3:۔ درمیانی واسطوں کا مشرکانہ اعتقاد

شرک کا اصلی ضرر یہ ہے کہ اللہ سے انسان کو جس درجہ کا تعلق، جس قسم کا عجز و نیاز، جس مرتبہ کی محبت، جس درجہ کی التجا درکار ہے، اس کا رُخ دوسری طرف بدل جاتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں آدمی ہیں جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ دیوتا کائنات اور زمین و آسمان کے خالق نہیں ہیں۔ تاہم وہ ہر قسم کی حاجتیں اور مرادیں انہیں دیوتاؤں اور معبودوں سے مانگتے ہیں، انہیں کو حاجت روا جانتے ہیں، اُٹھتے بیٹھتے انہیں کا نام لیتے ہیں، انہی پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ غرض براہِ راست ان کو جو تعلق ہوتا ہے، انہیں معبودوں سے ہوتا ہے۔ خود مسلمانوں میں ہزاروں لاکھوں آدمیوں کا طرزِ عمل انبیاء علیہم السلام اور صلحاء رحمہم اللہ علیہم بلکہ مزارات کی نسبت اس کے قریب قریب ہے۔ اس بنا پر مقدم ترین امر یہ ہے کہ معبودین کی نسبت اس قسم کا خیال پیدا نہ ہونے پائے اور صاف بتا دیا جائے کہ اللہ کے آگے کسی کی کچھ نہیں چل سکتی۔ اس کی مرضی میں کوئی دست اندازی نہیں کر سکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے طلبِ مغفرت کا وعدہ کیا، تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا:

آیت 16 اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ

(الْمُمْتَحِنَة: ۴)

ترجمہ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے یہ کہنا: ''میں آپ کے لیے مغفرت کی

درخواست ضرور کروں گا، اور اللہ سے آپ کے لیے کچھ حاصل کر لینا میرے بس میں نہیں ہے''۔

- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاندان اور خصوصاً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مختلف اوقات اور مرض الوفات میں بھی وصیت فرمائی: ''اے قریشیو! اے اولادِ عبدالمطلب! اے عباس! اے صفیہ! اے فاطمہ! میرے مال میں سے جو مانگو، میں دے سکتا ہوں، لیکن اللہ کے ہاں میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا''۔

حدیث 6:۔أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ بْنُ بِلالٍ وَعَاصِمُ بْنُ عُمَرَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ:

"أَيُّهَا النَّاسُ! وَاللهِ! لا تُمْسِكُونَ عَلَيَّ بِشَيْءٍ. إِنِّي لَا أُحِلُّ إِلا مَا أَحَلَّ اللهُ وَلا أُحَرِّمُ إِلا مَا حَرَّمَ اللهُ! يَا فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُولِ اللهِ! يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُولِ اللهِ! اِعْمَلَا لِمَا عِنْدَ اللهِ. إِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكُمَا مِنَ اللهِ شَيْئًا".

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ المسيب قال: قال رسول الله ﷺ: "يَا بَنِي عَبْدَ مَنَافٍ! لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا! يَا عَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللهِ شَيْئًا! يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! لَا أُغْنِي عَنْكِ من الله شيئا! سلوني ما شئتم". (الطبقات الکبری، ج ۲ ص ۱۹۶، ۱۹۷)

ترجمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مرض الموت میں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اللہ کی قسم! تم لوگ مجھ سے کسی چیز کو روک نہیں سکتے۔ میں تمہارے لیے کسی چیز کو حلال قرار نہیں دے سکتا مگر وہی جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے۔ میں تمہارے لیے کسی کو حرام قرار نہیں دے سکتا مگر وہی جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔

اے فاطمہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی!، اے صفیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی! اللہ تعالیٰ کے ہاں جو محاسبہ ہوگا، اس کی خاطر تم دونوں عمل کی تیاری کرو۔ میں تم کو اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب میں نفع نہیں دوں گا''۔

حدیث 7:۔أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ، حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلَفٍ الْمَرْوَزِيُّ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمْزَةَ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! اِشْتَرِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكِ شَيْئًا. يَا صَفِيَّةُ بِنْتَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! يَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ رَسُولِ اللهِ! اِشْتَرِيْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ، فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكِ شَيْئًا. يَا عَائِشَةُ! اشْتَرِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ. يَا عَائِشَةُ! لَا يَرْجِعُ مِنْ عِنْدِكِ سَائِلٌ وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحَرَّقٍ".

(شعب الإیمان، ج۵ ص۸۳ رقم3129)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے فاطمہ بنت محمد! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اے صفیہ بنت عبد المطلب! اے صفیہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ اے عائشہ! اپنے آپ کو آگ سے بچالو۔ اگرچہ ایک کھجور صدقہ کر کے ہی سہی۔ اے عائشہ! تمہارے پاس کوئی سائل خالی نہ جائے، اس کو ضرور کچھ نہ کچھ دو، چاہے بکری کا ایک بھنا ہوا پایہ ہی کیوں نہ ہو''۔

حدیث 8:۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: "وَأَنْذِرْ عشيرتك الْأَقْرَبِين"، دَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا فَاجْتَمَعُوا فَعَمَّ وَخَصَّ. فَقَالَ: "يَابَنِي كَعْبِ بْنِ لُؤَيٍّ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ. يَابَنِي مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ. يَابَنِي عَبْدِ شَمْسٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ من النَّار. يابنى عبد مناف! أَنْقِذُوا أنفسكم من النَّار. يَابَنِي هَاشِمٍ! أَنْقِذُوا أَنْفُسَكُمْ مِنَ النَّارِ. يا بنى عبد المطلب! أَنْقِذُوا أنفسكم من النَّار. يا فَاطِمَةُ! أَنْقِذِي نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ فَإِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا غَيْرَ أَنَّ لَكُمْ رَحِمًا سَأَبُلُّهَا بِبَلَالِهَا". رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

وَفِي الْمُتَّفَقِ عَلَيْهِ قَالَ: "يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اشْتَرُوا أَنْفُسَكُمْ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللهِ شَيْئًا. وَيَا صَفِيَّةُ! عَمَّةَ رَسُولِ اللهِ! لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا. وَيَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ! سَلِينِي مَا شِئْتِ مِنْ مَالِي. لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا". (مشکوۃ رقم5373؛ بخاری رقم2753؛ ترمذی رقم3185)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی:

آیت 17:۔ "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ"

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیے۔

تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لوگوں کو بلایا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیم بھی کی اور تخصیص بھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو خطاب فرمایا: "اے کعب بن لوی کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے مرہ بن کعب کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد شمس کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد مناف کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے ہاشم کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے عبد المطلب کے بیٹو! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اے فاطمہ! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ اس لیے کہ میں تمہارے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف از قسم عذاب کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، البتہ مجھ پر تمہاری قرابت کا حق ہے جس کو میں اس کی تری کے ساتھ تر کرتا ہوں۔ (مسلم)

اے قریش کے گروہ! اپنے آپ کو خرید لو (یعنی اللہ کے عذاب سے بچا لو)۔ میں تم سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ دور نہیں کر سکتا۔ اے عباس بن عبد المطلب! میں آپ سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ دور نہیں کر سکتا۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی، صفیہ! میں آپ سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ دور نہیں کر سکتا۔ اے جانِ پدر، فاطمہ بنت محمد! میرے مال میں سے جو کچھ تو چاہے، مانگ لے، لیکن میں اللہ کے عذاب سے تجھ کو نہیں بچا سکتا۔

حدیث9:۔وروى الشيخان والبلاذرى عن ابن عباس، والشيخان عن أبي هريرة، ومسلم عن قبيصة ابن المخارق رضى الله عنهم. إن رسول الله صلى الله عليه وسلّم لما أنزل عليه: "وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ". قام على الصّفا فعلا أعلاها حجرا. ثم نادى: "يا صباحاه!". فقالوا: "من هذا؟". وجعل الرجل إذا لم يستطع أن يخرج يرسل رسولا لينظر ما هو، فجاء أبو لهب وقريش فاجتمعوا إليه. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أن أخبرتكم أن خيلا تخرج من سفح هذا الجبل تريد أن تغير عليكم أكنتم مصدقى؟". قالوا: "ما جربنا عليك كذبا". فقال: "يا معشر قريش! أنقذوا أنفسكم من النار، فإنى لا أغنى عنكم من الله شيئاً، يا بنى عبد مناف! أنقذوا أنفسكم من النار فإنى لا أغنى عنكم من الله شيئاً، يا بنى عبد شمس! أنقذوا أنفسكم من النار فإنى لا أغنى عنكم من الله شيئاً، يا بنى كعب بن لؤى! أنقذوا أنفسكم من النار فإنى لا أغنى عنكم من الله شيئاً، يا عباس عم رسول الله صلى الله عليه وسلّم! أنقذ نفسك من النار فإنى لا أغنى عنك من الله شيئاً، يا صفية عمة محمد! ويا فاطمة بنت محمد! أنقذا أنفسكما من النار فإنى لا أملك لكما من الله شيئاً، غير أن لكما رحما سأبلّها ببلالها، إنى لكم نذير بين يدى عذاب شديد".

(سبل الهدى والرشاد فى سيرة خير العباد، وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله فى المبدأ والمعاد، ج٢ص٣٢٣. المؤلف: محمد بن يوسف الصالحى الشامى رحمه الله (المتوفى: ٩٤٢هـ). تحقيق وتعليق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، الشيخ على محمد معوض. الناشر: دار الكتب العلمية بيروت-لبنان. الطبعة: الأولى١٤١٤هـ)

ترجمہ بخاریؒ، مسلمؒ اور بلاذریؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور مسلمؒ نے حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

ہے: جب یہ آیت اتری: ''وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ '' (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قریبی رشتہ داروں کو تبلیغ کر کے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیے)۔تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفا پہاڑی کے اونچے مقام پر کھڑے ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا: ''اے لوگو! اپنا بچاؤ کر لو!''۔اس پر لوگ کہنے لگے: ''یہ کون ہے؟''۔اس وقت لوگوں کا دستور یہ تھا کہ اگر وہ خود نہ آسکتا ہوتو اپنی جگہ قاصد بھیج دیتا تھا تا کہ وہ معلوم کرے کہ معاملہ کیا ہے؟۔اس صدا پر ابولہب اور قریش کے لوگ جمع ہو گئے۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے ایک لشکر موجود ہے جو تمہارے اوپر حملہ کرنا چاہتا ہے، تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے؟''۔سب نے یک زبان ہو کر کہا: ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ سچ ہی بولا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم نے کبھی جھوٹ نہیں سنا ہے''۔پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے قریش کے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔اے بنی عبد مناف! اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔اے بنی عبد شمس! اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔اے کعب بن لؤی! اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔اے عباس! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا! اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔اے صفیہ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی! اور اے فاطمہ بنت محمد! تم دونوں اپنے آپ کو آگ سے بچا لو۔بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ماسوا اس کے کہ تمہارے لیے صلہ رحمی ہے جس کی طراوت میں عنقریب پہنچاؤں گا''۔

▫ قرآن مجید میں نہایت کثرت اور نہایت تشدد کے ساتھ اس مضمون کو ادا کیا گیا کہ تم لوگ جس کو حاجت روا سمجھتے ہو اور ان سے حاجتیں مانگتے ہو، ان کو کارخانہ ہستی میں

کسی قسم کا اختیار نہیں۔

آیت 18:۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ○

(بنی اسرائیل: ۵۷)

ترجمہ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے حضور رسائی حاصل کرنے کا وسیلہ تلاش کرر ہے ہیں کہ (وہ خود ہی اپنے رب کے قرب کی طلب میں سرگرم ہیں کہ کون ان میں سب سے زیادہ قرب حاصل کرتا ہے) کون اس سے قریب تر ہو جائے اور وہ اُس کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خائف ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کے لائق۔

6.4 ۔خوارق اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں

شرک کا ایک بڑا ذریعہ خوارقِ عادت کی نسبت غلط فہمی ہے، جن اشخاص سے خوارقِ عادت سرزد ہوتے ہیں، اُن کی نسبت لوگوں کو پہلے یہ خیال آتا ہے کہ یہ خود خدا نہیں، لیکن ان میں خدائی کا شائبہ ضرور ہے، ورنہ ایسے افعال کیونکر سرزد ہوتے ہیں جو قدرتِ انسانی سے بالاتر ہیں۔ یہی خیال رفتہ رفتہ دیوتاؤں اور اوتار تک ترقی کرتا ہے، اور بالآخر خدائی تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی بنا پر آج کروڑوں آدمیوں کے خدا یا خدا کے بیٹے ہیں۔

لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ انبیاء علیہم السلام سے معجزات صادر ہوتے ہیں اور یہ امر خصائص نبوت میں سے ہے۔ تاہم یہ مسئلہ اسلام کے زمانہ تک مشتبہ اور مجمل رہا۔ قرآن مجید میں خرقِ عادت کے متعلق حسب ذیل امور بیان کیے گئے ہیں:

1 معجزات صادر ہوسکتے ہیں اور اللہ اپنے مقبول بندوں کو معجزات عطا کرتا ہے۔

آیت 19:۔ وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ○ (الانعام: ۳۷)

ترجمہ یہ لوگ کہتے ہیں: ''اِس نبی پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری

گئی"۔ کہو: "اللہ نشانی اتارنے کی پوری قدرت رکھتا ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ نادانی میں مبتلا ہیں"۔

2 باوجود اس کے کفّار کو معجزہ طلبی سے روکا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ نبوت اور رسالت معجزہ پر موقوف نہیں۔

آیت 20:۔وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ○(الرعد:۷)

ترجمہ یہ لوگ جنہوں نے تمہاری بات ماننے سے انکار کردیا ہے، کہتے ہیں: "اس شخص پر اس کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری؟"۔ "تم تو محض خبردار کردینے والے ہو، اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما ہے"۔

آیت 21:۔وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا○ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا○ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَاۗءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةِ قَبِيْلًا○ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَاۗءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا○

(بنی اسرائیل:۹۰ تا ۹۳)

ترجمہ اور انہوں نے کہا: "ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کردے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کردے۔ یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے۔ یا اللہ اور فرشتوں کو رُو در رُو ہمارے سامنے لے آئے۔ یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے۔ یا تو آسمان پر چڑھ جائے، اور تیرے چڑھنے کا بھی ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں"۔ اے نبی ﷺ! ان سے کہو: "پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں؟"۔

3 جو معجزے اس آیت میں کفار نے طلب کیے، وہ ناممکن باتیں نہ تھیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ

نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جواب تلقین کیا، وہ یہ تھا کہ میں تو بشر ہوں۔ دوسری جگہ اس کا جواب یہ دیا کہ معجزے تو اللہ کے پاس ہیں، یعنی معجزے صادر ہوں گے، تو یہ میرا فعل نہ ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہوگا۔

آیت 22:۔ وَقَالُوا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (العنکبوت: ۵۰،۵۱)

ترجمہ: یہ لوگ کہتے ہیں: ''کیوں نہ اُتاری گئیں اس شخص پر نشانیاں، اس کے ربّ کی طرف سے؟''۔ کہو: ''نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور میں صرف خبردار کرنے والا ہوں کھول کھول کر''۔ اور کیا ان لوگوں کے لیے یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے؟ درحقیقت اس میں رحمت ہے اور نصیحت ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔

تنبیہ: اسی لیے معجزات کے ذکر میں ہمیشہ باذن اللہ (اللہ کی اجازت سے) کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

6.5:۔ حرام وحلال کرنا اللہ کا کام ہے

شرک کی ایک قسم یہ تھی کہ انبیاء علیہم السلام یا پیشوایانِ مذہبی کو تحریم وتحلیل کا مجاز سمجھتے تھے، یعنی وہ جس چیز کو چاہیں حرام کردیں، اور جس چیز کو چاہیں حلال ٹھہرائیں۔ قرآن مجید کی یہ آیت جب اتری:

آیت 23:۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبۃ: ۳۱)

ترجمہ: انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا ربّ بنالیا ہے۔ اور اسی طرح مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے

جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

حدیث 10 :۔حَدَّثَنَا الحُسَيْنُ بْنُ يَزِيدَ الكُوفِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ، عَنْ غُطَيْفِ بْنِ أَعْيَنَ، عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي عُنُقِي صَلِيبٌ مِنْ ذَهَبٍ. فَقَالَ: "يَا عَدِيُّ! اطْرَحْ عَنْكَ هٰذَا الوَثَنَ". وَسَمِعْتُهُ يَقْرَأُ فِي سُورَةِ بَرَاءَةٌ: "اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ" [التوبة: 31]۔ قَالَ: "أَمَا إِنَّهُمْ لَمْ يَكُونُوا يَعْبُدُونَهُمْ، وَلٰكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا أَحَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ". هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ.

(ترمذی رقم 3095)

ترجمہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (حاتم طائی کے فرزند) فرماتے ہیں: میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ یہ دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے عدی! اس بت کو اپنی گردن سے اتار پھینکو''۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورت براءت کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا: ''اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللهِ''۔ تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (جو اسلام لانے سے پہلے عیسائی تھے) نے عرض کیا: ''ہم لوگ اپنے پیشوایان مذہبی کو اپنا ربّ تو نہیں سمجھتے تھے؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے، مگر ان کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ لوگ جس چیز کو چاہیں حلال، اور جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں۔ لوگ ان کے کہنے سے حلال وحرام سمجھنے لگ جاتے تھے''۔

حدیث 11 :۔حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبٍ، عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ، قَالَ: سُئِلَ حُذَيْفَةُ عَنْ قَوْلِهِ: "اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللهِ" [التوبة: 31]، أَكَانُوا يَعْبُدُونَهُمْ؟"۔ قَالَ: "لَا، كَانُوا إِذَا حَلُّوا لَهُمْ شَيْئًا اسْتَحَلُّوهُ، وَإِذَا حَرَّمُوا عَلَيْهِمْ شَيْئًا حَرَّمُوهُ"۔

(السنة. ج ۴ ص ۱۱۸ رقم 1306 ـ المؤلف: أبو بكر أحمد بن محمد بن هارون بن يزيد الخلّال البغدادي الحنبلي رحمه الله (المتوفى: ۳۱۱ھ). المحقق: د. عطية الزهراني. الناشر: دار الراية - الرياض. الطبعة: الأولى ۱۴۱۰ھ)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سورت براءت کی اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا: ''اِتَّخَذُوٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ''۔ تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ''وہ ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے، مگر ان کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ لوگ جس چیز کو چاہیں حلال، اور جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں۔ لوگ ان کے کہنے سے حلال وحرام سمجھنے لگ جاتے تھے''۔

عموماً اہل مذاہب پیغمبروں کو شارع مستقل سمجھتے تھے، لیکن یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ شریعت کی تاسیس، حلال وحرام کی تعیین، جائز وناجائز کی تفریق، امر ونہی کے احکام، یہ سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ پیغمبر صرف مبلّغ اور پیغام رساں اور تعلیمِ الٰہی سے ان احکام کے شارح اور بیان کرنے والے ہیں۔ اسی بنا پر قرآن مجید میں ذاتِ نبوی کی صفتِ رسالت کو بار بار تاکید اور اصرار کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے۔

آیت 24:۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں، اُن سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں، پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم لوگ اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو! جو الٹا پھرے گا وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا، البتہ جو اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں گے انہیں وہ اس کی جزا دے گا۔

آیت 25:۔ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ (النساء: ۱۷۱)

ترجمہ حضرت مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کا ایک رسول تھا اور ایک فرمان تھا۔

☐ اس حصر سے یہ مقصود تھا کہ انبیاء علیہم السلام میں خدا کی کوئی صفت نہیں ہوتی، بلکہ جو کچھ ان میں ہے، وہ رسالت ونبوت کے اوصاف ہیں۔

6.6:۔غیر خدا کی مشرکانہ تعظیم

شرک کا ایک بڑا ذریعہ یہ تھا کہ جو اعمال اور آداب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، وہ دوسروں کے ساتھ بھی برتے جاتے تھے۔ یہ اگرچہ شرک فی العبادۃ یا شرک فی الصفات تھا، لیکن رفتہ رفتہ شرک فی الذات تک پہنچ جاتا ہے۔ سجدۂ عبادت اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے، لیکن کفار اور دیگر اہل مذاہب بتوں اور مقتدیانِ دینی کو بھی سجدہ کرتے تھے۔ سلاطین وامراء کو سجدہ کرنا عام طور سے رائج تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت سختی سے اس کو روکا۔ بنی اسرائیل میں سجدۂ تعظیمی یا سجدۂ محبت جائز تھا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے والدین نے سجدہ کیا تھا۔ لیکن چونکہ اسلام میں توحید کو انتہائے کمال تک پہنچانا تھا، سجدۂ تعظیمی بھی منع کر دیا گیا۔

حدیث 12:۔حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ يُوسُفَ، عَنْ شَرِيكٍ، عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ: "رَسُولُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ". قَالَ: فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: "إِنِّي أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَنْتَ، يَا رَسُولَ اللهِ! أَحَقُّ أَنْ نَسْجُدَ لَكَ". قَالَ: "أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ؟". قَالَ: قُلْتُ: "لَا". قَالَ: "فَلَا تَفْعَلُوا، لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ".

(صحیح: سنن أبي داود، رقم 2140؛ الدارمي في "سننه" رقم 1463؛ ابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" رقم 2023؛ الطبراني في "الكبير" 18/ رقم (895)؛ الحاكم في "المستدرك" 2/ 187؛ صححه الحاكم، وسكت عنه الذهبي؛ البيهقي في "الكبرى" 7/291)

ترجمہ حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں (کوفہ کے قریب) حیرہ کے شہر میں گیا

تھا۔تو وہاں میں نے دیکھا کہ وہ اپنے رئیسوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے (اپنے دل میں) کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا جائے''۔ پھر جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، تو میں نے عرض کیا: ''میں حیرہ کے شہر میں گیا تھا، تو وہاں میں نے اہل عجم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے رئیسوں کو سجدہ کرتے ہیں، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کریں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بھلا مجھے بتلاؤ، کیا میری قبر پر گزرو گے، تو تم اس کو سجدہ کرو گے؟''۔ میں نے عرض کیا: ''نہیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تو اب بھی نہ کرو۔ اگر میں کسی کو دوسرے کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دے سکتا، تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اس لیے کہ اللہ نے شوہر کا بیوی پر حق رکھا ہے''۔

حدیث 13:۔حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ مَرْوَانَ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ الْقَاسِمِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى، قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاذٌ مِنَ الشَّامِ سَجَدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَقَالَ: "مَا هٰذَا يَا مُعَاذُ؟". قَالَ: "أَتَيْتُ الشَّامَ فَوَافَقْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِأَسَاقِفَتِهِمْ وَبَطَارِقَتِهِمْ، فَوَدِدْتُ فِي نَفْسِي أَنْ نَفْعَلَ ذٰلِكَ بِكَ". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَلَا تَفْعَلُوا، فَإِنِّي لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِغَيْرِ اللهِ، لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ، لَا تُؤَدِّي الْمَرْأَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا، وَلَوْ سَأَلَهَا نَفْسَهَا، وَهِيَ عَلٰى قَتَبٍ، لَمْ تَمْنَعْهُ".

(صحیح لغیرہ:سنن ابن ماجہ،رقم1853؛مسند أحمد،رقم19403؛ عبد الرزاق،رقم20596؛ الشاشی رقم1332؛ابن حبان رقم4171؛البیھقی فی "السنن" (293/7

ترجمہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ شام کے سفر سے واپس آئے، تو انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''اے معاذ! یہ تم نے کیا کیا؟'' ۔حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میں شام سے واپس آیا ہوں، تو میں نے شام میں رومیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے رئیسوں اور مذہبی افسروں کو سجدہ کرتے ہیں۔تو میرا جی چاہا کہ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کریں''۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ایسا نہ کرو۔اگر میں کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا سجدہ کرنے کا حکم دیتا، تو میں بیوی کو حکم دیتا کو وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! عورت اپنے رب کا حق ادا نہیں کرسکتی یہاں تک کہ وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہ کرلے۔اگر اس کا خاوند اس سے مطالبہ کرے، تو وہ اس کو منع نہ کرے، اگرچہ وہ اونٹ کے اوپر کجاوہ میں ہی ہو''۔

6.7:۔صفاتِ الٰہی کی توحید

شرک کی ایک قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو اوصاف مخصوص ہیں، وہ دوسروں میں تسلیم کیے جائیں، جس کا قدرتی نتیجہ ہے کہ وہ شرکتِ وصف کی بنا پر اللہ کے شریک اور ہمسر بن جائیں۔ ان میں سے ایک وصف علمِ غیب ہے۔ اکثر اہل مذاہب اعتقاد رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کو علمِ غیب ہوتا ہے۔بنی اسرائیل کے زمانہ میں کاہنوں کا یہی کام تھا کہ وہ آئندہ کے واقعات کی پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے۔عرب میں بھی کاہن یہی پیشہ کرتے تھے اور مختلف طریقوں سے پیشین گوئی کرتے تھے۔کبھی فال سے، کبھی پانسے پھینک کر اور کبھی یہ ظاہر کرکے کہ ان کو جنات غیب کا حال بتاتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت تاکید اور استقصاء کے ساتھ اس اعتقاد کو مٹایا اور علمِ غیب کی تمام صورتیں باطل کیں۔خود قرآن مجید میں نہایت کثرت سے اس کے متعلق آیتیں نازل ہوئیں۔

آیت 26:۔وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ۭوَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭوَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا

يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (الانعام:۵۹)

ترجمہ اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بحر و بر میں جو کچھ ہے سب سے وہ واقف ہے۔ درخت سے گرنے والا کوئی پتہ ایسا نہیں جس کا اسے علم نہ ہو۔ زمین کے تاریک پردوں میں کوئی دانہ ایسا نہیں جس سے وہ باخبر نہ ہو۔ خشک و تر سب کچھ ایک کھلی کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

آیت 27:۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ○ (الرعد:۹)

ترجمہ وہ پوشیدہ اور ظاہر، ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے۔

آیت 28:۔ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (المؤمنون:۹۲)

ترجمہ کھلے اور چھپے کا جاننے والا، اور بالاتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ تجویز کر رہے ہیں۔

آیت 29:۔ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ (السجدۃ:۶)

ترجمہ وہی ہے ہر پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا، زبردست اور رحیم۔

آیت 30:۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَاۤ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ (سبا:۳)

ترجمہ منکرین کہتے ہیں: ''کیا بات ہے کہ قیامت ہم پر نہیں آرہی ہے!''۔ کہو: ''قسم ہے میرے عالم الغیب پروردگار کی! وہ تم پر آکر رہے گی۔ اُس سے ذرّہ برابر کوئی چیز نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے نہ زمین میں۔ نہ ذرّے سے بڑی اور نہ اُس سے چھوٹی۔ سب کچھ ایک نمایاں دفتر میں درج ہے''۔

آیت 31:۔ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ (الزمر:۴۶)

ترجمہ کہو: ''خدایا! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، حاضر و غائب کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اُس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف

کرتے رہے ہیں"۔

آیت 32:۔هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ (الحشر:۲۲)

ترجمہ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا وہی رحمن اور رحیم ہے۔

آیت 33:۔قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ○(الجمعۃ:۸)

ترجمہ ان سے کہو: "جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ تمہیں آ کر رہے گی۔ پھر تم اس کے سامنے پیش کیے جاؤ گے جو پوشیدہ وظاہر کا جاننے والا ہے، اور وہ تمہیں بتادے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو"۔

آیت 34:۔عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ○(التغابن:۱۸)

ترجمہ حاضر اور غائب ہر چیز کو جانتا ہے، زبردست اور دانا ہے۔

□ اس اجمال کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے خود ہی سورت لقمان میں بیان کر دی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیث مبارکہ میں اس کو بیان کر دیا ہے۔

آیت 35:۔اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ ۚ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ○(لقمان:۳۴)

ترجمہ اُس گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹوں میں کیا پرورش پا رہا ہے، کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس سرزمین میں اس کو موت آنی ہے، اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

حدیث 14:۔حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "مَفَاتِيحُ الغَيْبِ خَمْسٌ، لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللّٰهُ: لَا يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ

الْأَرْحَامُ إِلَّا اللهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي الْمَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ، وَلاَ تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِلَّا اللهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللهُ". (بخاری رقم 4697؛ 7379)

ترجمہ ... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مفاتح الغیب (غیب کی کنجیاں) پانچ ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا:

۱ مادہ کے رحم میں کیا ہے۔
۲ کل کیا ہوگا۔
۳ بارش کب ہوگی۔
۴ کس جگہ موت آئے گی۔
۵ قیامت کب آئے گی۔

☐ اگرچہ علمِ غیب کی اور بھی صورتیں ہیں، لیکن زیادہ تر انہیں اُمور کی نسبت لوگ علمِ غیب کے مدعی تھے اور ان ہی باتوں کو لوگ پہلے سے جاننے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔

☐ یہاں تک کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات سے بھی علمِ غیب کی نفی فرمادی، جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے:

حدیث 15: حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ، حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ ذَكْوَانَ، عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذٍ، قَالَتْ: دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَدَاةَ بُنِيَ عَلَيَّ، فَجَلَسَ عَلَى فِرَاشِي كَمَجْلِسِكَ مِنِّي، وَجُوَيْرِيَاتٌ يَضْرِبْنَ بِالدُّفِّ، يَنْدُبْنَ مَنْ قُتِلَ مِنْ آبَائِهِنَّ يَوْمَ بَدْرٍ، حَتَّى قَالَتْ جَارِيَةٌ: "وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ". فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُولِي هٰكَذَا، وَقُولِي مَا كُنْتِ تَقُولِينَ". (بخاری رقم 4001)

ترجمہ حضرت ربیع بنت مُعوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میری شادی کے اگلے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بستر پر بیٹھ گئے۔ (یہ پردہ کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے)۔ انصار کی چند لڑکیاں دف بجا کر جنگِ بدر کے شہداء کے بارے میں اشعار پڑھ رہی تھیں۔ اس دوران انھوں نے یہ بھی پڑھنا

شروع کر دیا:

"وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ".

ترجمہ اور ہم میں ایک ایسا نبی ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا: "یہ نہ کہو، وہی کہو جو پہلے پڑھ رہی تھیں۔

□ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت کو واضح کر دیں:

آیت 36:۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۗ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ○ (الانعام:۵۰)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں۔ نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے"۔ پھر ان سے پوچھو: "کیا اندھا اور آنکھوں والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟۔ کیا تم غور نہیں کرتے؟"۔

آیت 37:۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ (الاعراف:۱۸۸)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: "میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا، اللہ ہی جو کچھ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سے فائدے اپنے لیے حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہ پہنچتا، میں تو محض ایک خبردار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں اُن لوگوں کے لیے جو میری بات مانیں"۔

□ حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے سامنے اسی کا اعلان فرمایا تھا:

آیت 38:۔ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۗ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (ہود:۳۱)

ترجمہ اور میں تم سے نہیں کہتا: ''میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، نہ یہ میرا دعویٰ ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور یہ بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ جن لوگوں کو تمہاری آنکھیں حقارت سے دیکھتی ہیں، انہیں اللہ نے کوئی بھلائی نہیں دی۔ ان کے نفس کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو ظالم ہوں گا''۔

☐ غیب کا علم صرف اللہ کی صفت ہے:

آیت 39:۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ (النمل:٦٥)

ترجمہ ان سے کہو: ''اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کوئی غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور وہ (تمہارے معبود تو یہ بھی) نہیں جانتے کہ کب وہ اٹھائے جائیں گے''۔

☐ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو وحی کے ذریعے بعض غیب کی خبریں بتلا دیتا ہے۔

آیت 40:۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ○ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ○ (الجن:٢٦ تا ٢٨)

ترجمہ وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اُس رسول کے جسے اُس نے (غیب کا علم دینے کے لیے) پسند کر لیا ہو تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے۔ تا کہ وہ جان لے کہ انہوں نے اپنے ربّ کے پیغامات پہنچا دیے، اور وہ اُن کے پورے ماحول کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ایک ایک چیز کو اس نے گن رکھا ہے''۔

☐ غیب دانی کے مدعی کاہن جو عرب کی گلی گلی میں خدع وفریب کا جال پھیلائے بیٹھے رہتے تھے اور بت خانوں میں خدائی کرتے تھے۔ ان کی سطوت خاک میں مل گئی۔ بت خانے ویران ہو گئے، تو ان کے پجاری بھی فنا ہو گئے۔

حدیث 16:۔ عَنْ مُعَاوِيَة بن الحكم قَالَ: قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! أُمُورًا كُنَّا نَصْنَعُهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ كُنَّا نَأْتِي الْكُهَّانَ" ۔ قَالَ: "فَلَا تَأْتُوا الْكُهَّانَ" ۔ قَالَ: قُلْتُ: "كُنَّا نَتَطَيَّرُ" ۔ قَالَ: "ذٰلِكَ شَيْءٌ يَجِدُهُ أَحَدُكُمْ فِي نَفْسِهِ فَلَا يصدَّنَّكم" ۔ قَالَ: قُلْتُ: "وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ" ۔ قَالَ: "كَانَ نَبِيٌّ مِنَ

الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ فَمَنْ وَافَقَ خَطَّهُ فَذَاكَ". رَوَاهُ مُسلم. (مشکوۃ رقم 4592)

ترجمہ حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں کچھ کام کرتے تھے۔ ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے''۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اب کاہنوں کے پاس نہ جایا کرو''۔ میں نے عرض کیا: ''ہم پرندوں سے فال لیا کرتے تھے''۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تمہارا وہم تھا، اس کے سبب سے اپنے ارادہ سے باز نہ رہا کرو''۔ میں نے عرض کیا: ''ہم میں سے کچھ لوگ خط کھینچا کرتے تھے''۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''پہلے زمانے میں ایک نبی نے کچھ خط کھینچے تھے، پس جس کا خط ان کے موافق ہو گیا''۔

حدیث 17:۔ وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ، فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِشَيْءٍ". قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللهِ! فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُونَ أَحْيَانًا بِالشَّيْءِ يَكُونُ حَقًّا". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُونَ فِيهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كِذْبَةٍ". مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ. (مشکوۃ رقم 4593)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بعض لوگوں نے کاہنوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ''کاہن کچھ نہیں''۔ انھوں نے کہا: ''یا رسول اللہ! ان کی بعض باتیں سچی بھی نکل آتی ہیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''شیطان ایک آدھ بات سُن لیتا ہے اور مرغی کی طرح قرقر قر کر کے اپنے دوستوں کے کانوں میں ڈالتا ہے، اور وہ اس میں سو (۱۰۰) جھوٹ ملا دیتے ہیں''۔

حدیث 18:۔ وَعَنْهَا قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ الْمَلَائِكَةَ تَنْزِلُ فِي الْعَنَانِ وَهُوَ السَّحَابُ فَتَذْكُرُ الْأَمْرَ قُضِيَ فِي السَّمَاءِ فتسترق الشياطين السمع فَتُوحِيهِ إِلَى الْكُهَّانِ فَيَكْذِبُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ من عِنْدِ أنفسهم". رَوَاهُ الْبُخَارِيّ. (مشکوۃ رقم 4594)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''فرشتے فضائے آسمانی یعنی بادلوں میں اترتے ہیں، وہاں آسمان میں طے شدہ امر کا تذکرہ کر دیتے ہیں، وہاں شیاطین چوری چھپے کچھ باتیں سُن لیتے ہیں، پھر وہ کاہنوں کو بتلا دیتے ہیں، کاہن اس میں سینکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر بیان کرتے ہیں''۔

☐ جاہلوں میں کچھ ایسے مکّار ہوتے ہیں، جو چوری کا غائبانہ پتہ بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں، عرب ان کو عرّاف کہتے تھے۔

حدیث 19:۔عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لم تقبل صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً". رَوَاهُ مُسلم. (مشکوٰۃ رقم 4595)

ترجمہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو کوئی کسی مال کا پتہ پوچھنے کے لیے کسی اعراف کے پاس جائے گا، اس کی چالیس (۴۰) دن کی نماز قبول نہ ہوگی''۔

☐ علم نجوم جس کے زور سے لوگ غیب کا حال دریافت کر لینے کے مدعی بنتے تھے، اس کا سیکھنا بھی جادو کی طرح گناہ قرار دیا۔

حدیث 20:۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُولُ........ فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ". رَوَاهُ أَحْمد وَأَبُو دَاوُد. (مشکوٰۃ رقم 4599)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی باتوں کو سچ سمجھے--------وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ اترا ہے، اس کا انکار کرتا ہے۔

☐ ان تعلیمات نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی غیب دانی کے عقیدہ کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ کہانت کی گرم بازاری سرد ہوگئی۔ فال، شگون بد، نجوم اور غیب دانی کے سارے مکروفریب کے طریق مٹ گئے۔ پرندوں اور پانسوں کے ذریعہ سے غیب

دانی کا حال دریافت کرنا وہم و وسوسہ قرار پایا اور غیب کی مملکت پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی حکومت نہ رہی۔

6.8:۔مخفی قوتوں کا ابطال

کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا جن غیبی اسباب وعلل یعنی سحر وطلسم، جنات وشیاطین اور ارواحِ خبیثہ اور دوسری قسم کی قوتوں کی غیبی قدرت وتصرف کا اعتقاد تھا اور ان سے بچنے کے لیے ان کی دہائی پکاری جاتی تھی۔ نذر ونیاز چڑھائی جاتی تھی، قربانی کی جاتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی تعلیم اور وحی نے ان تمام خرافات کا قلع قمع کر دیا اور اللہ کے سوا تمام دوسری مخفی و پوشیدہ قوتوں کا ڈر انسان کے سینوں سے ہمیشہ کے لیے نکال کر پھینک دیا اور دعا وکلماتِ الٰہی کے سوا ہر نوع کے جھاڑ پھونک، منتر، تعویذ، گنڈے ٹوٹکے، جن میں غیر خدا سے غیبی استمداد یا شرک کا کلمہ ہو، کفر قرار پائے۔ اسی قسم کے فاسد خیالات کے استیصال کے لیے ہر نماز میں اور نماز کی ہر رکعت میں سورت فاتحہ کے ضمن میں اس آیت کے پڑھنے کا حکم دیا گیا:

آیت 41:۔اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○(الفاتحہ:۵)

ترجمہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

سحر وطلسم، جادو اور ٹونکے کے متعلق ارشادِ خداوندی ہوا:

آیت 43:۔وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ. (البقرہ:۱۰۲)

ترجمہ ظاہر تھا کہ اذنِ الٰہی کے بغیر وہ اِس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے، مگر اس کے باوجود وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو خود اُن کے لیے نفع بخش نہیں بلکہ نقصان دہ تھی اور اُنہیں خوب معلوم تھا کہ جو اس چیز کا خریدار بنا، اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ کتنی بُری متاع تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، کاش انہیں معلوم ہوتا!

یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ سحر و جادو کی حقیقت وہم و تخیل سے زیادہ نہیں۔

آیت 43:۔قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ○ (طٰهٰ:٦٦)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ”نہیں، تم ہی پھینکو“۔ یکایک اُن کی رسیاں اور اُن کی لاٹھیاں اُن کے جادو کے زور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

☐ بلکہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان مکّار جادوگروں کے قلع قمع کے لیے ان کے قتل تک کا حکم دے دیا (ترمذی رقم 1460؛ سنن ابی داؤد رقم 3043)، تاکہ انسانوں کے دلوں میں ان کا جو خوف و ہراس بیٹھا ہوا ہے، وہ دور ہو۔ ان کے عاجزانہ قتل ہونے سے یہ ثابت ہو کہ ان میں کوئی غیر معمولی طاقت نہیں، بالکل وہ بے بس ہیں۔

حدیث 21:۔حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي مُعَاوِيَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: كُنَّا نَرْقِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقُلْنَا: "يَا رَسُولَ اللهِ! كَيْفَ تَرَىٰ فِي ذٰلِكَ؟"۔ فَقَالَ: "اعْرِضُوا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقَىٰ مَا لَمْ تَكُنْ شِرْكًا"۔ (سنن ابی داؤد رقم 3886)

ترجمہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے۔ ہم نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟“۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”تم اپنے جھاڑ منتر ہمارے سامنے پیش کرو، اگر ان میں شرک کی کوئی بات نہ ہو، تو کچھ مضائقہ نہیں“۔

حدیث 22:۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ زَكَرِيَّا، وَوَكِيعٌ، حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا، قَالَ يَحْيَى فِي حَدِيثِهِ: حَدَّثَنِي عَامِرٌ، عَنْ خَارِجَةَ بْنِ الصَّلْتِ، قَالَ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ: عَنْ عَمِّهِ، أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ أَقْبَلَ رَاجِعًا مِنْ عِنْدِهِ، فَمَرَّ عَلَى قَوْمٍ عِنْدَهُمْ رَجُلٌ مَجْنُونٌ مُوثَقٌ بِالْحَدِيدِ، فَقَالَ أَهْلُهُ: "إِنَّا قَدْ حُدِّثْنَا أَنَّ صَاحِبَكُمْ هٰذَا قَدْ جَاءَ بِخَيْرٍ، فَهَلْ عِنْدَكَ شَيْءٌ يُدَاوِيهِ؟"۔ قَالَ: فَرَقَيْتُهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، قَالَ وَكِيعٌ: ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ، كُلَّ يَوْمٍ مَرَّتَيْنِ، فَبَرَأَ،

فَأَعْطَوْنِي مِائَةَ شَاةٍ، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ: "خُذْهَا فَلَعَمْرِي مَنْ أَكَلَ بِرُقْيَةِ بَاطِلٍ لَقَدْ أَكَلْتَ بِرُقْيَةِ حَقٍّ".

(حسن: مسند أحمد رقم 21835؛ أبو داود رقم 3896، ابن ماجه رقم 6111، ابن الأثير في "أسد الغابة" 367/6، ابن حبان رقم 6110، الطبراني 17/ رقم (509)، والحاكم 560-559/1)

ترجمہ حضرت خارجہ بن صلت رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر گھر روانہ ہوئے۔ راستے میں ان کا ایک قوم کے پاس سے گزر ہوا، ان کا ایک شخص پاگل ہو گیا تھا جس کو انھوں نے لوہے کی زنجیر سے باندھا ہوا تھا۔ اس شخص کے گھر والوں نے ان سے کہا: ''ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھی یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیر وبرکت لائے ہیں، کیا آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ کلام ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کا علاج کر دیں؟''۔ وہ فرماتے ہیں: تو میں نے اس شخص پر سورت فاتحہ پڑھ کر تین دن دم کیا۔ اس سے وہ شخص تندرست ہو گیا۔ تو انھوں نے مجھے (انعام میں) سو (۱۰۰) بکریاں دیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا واقعہ سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ان بکریوں کو لے لو۔ میری عمر کی قسم! ہر جھاڑ پھونک باطل ہے، لیکن تم نے سچے جھاڑ کی روزی کھائی''۔

حدیث 23: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ زَيْنَبَ، امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ الرُّقَى، وَالتَّمَائِمَ، وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ". قَالَتْ: قُلْتُ: "لِمَ تَقُولُ هٰذَا؟ وَاللهِ! لَقَدْ كَانَتْ عَيْنِي تَقْذِفُ وَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى فُلَانٍ الْيَهُودِيِّ يَرْقِينِي فَإِذَا رَقَانِي سَكَنَتْ". فَقَالَ عَبْدُ اللهِ: "إِنَّمَا ذَاكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخُسُهَا بِيَدِهِ فَإِذَا رَقَاهَا كَفَّ عَنْهَا، إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكِ أَنْ تَقُولِي كَمَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أَذْهِبِ الْبَأْسَ

رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا". (صحيح لغيره: سنن أبي داود، ج٦ ص١٣ رقم3883؛ ابن ماجه رقم3530)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "بے شک جھاڑ پھونک، گنڈے اور میاں بیوی کے چھڑانے کے تعویذ شرک ہیں"۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہنے لگی: "آپ رضی اللہ عنہ ایسے کس وجہ سے کہہ رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! ایک دفعہ میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا۔ میں فلاں یہودی کے پاس دم کرانے گئی تھی، جب وہ دم کرتا تھا، تو آنکھ کو سکون ہو جاتا تھا"۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ شیطانی عمل ہے، وہ اپنے ہاتھ سے آنکھ کو چھبو دیتا تھا۔ پھر جب وہ دم کرتا تھا، تو اپنے ہاتھ کو روک لیتا تھا۔ تم نے کیوں نہ وہ کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا"۔

ترجمہ اے لوگوں کے پروردگار! اس بیماری کو دور کر، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا بخشی کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے کہ پھر کوئی بیماری نہ رہے۔

حدیث 24:۔ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَّارِ، عَنِ ابْنِ أَخِي زَيْنَبَ، عَنْ زَيْنَبَ، امْرَأَةِ عَبْدِ اللهِ، قَالَتْ: كَانَ عَبْدُ اللهِ إِذَا جَاءَ مِنْ حَاجَةٍ فَانْتَهَى إِلَى الْبَابِ، تَنَحْنَحَ وَبَزَقَ، كَرَاهِيَةَ أَنْ يَهْجُمَ مِنَّا عَلَى شَيْءٍ يَكْرَهُهُ، قَالَتْ: وَإِنَّهُ جَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَتَنَحْنَحَ، قَالَتْ: وَعِنْدِي عَجُوزٌ تَرْقِينِي مِنَ الْحُمْرَةِ فَأَدْخَلْتُهَا تَحْتَ السَّرِيرِ، فَدَخَلَ، فَجَلَسَ إِلَى جَنْبِي، فَرَأَى فِي عُنُقِي خَيْطًا، قَالَ: "مَا هَذَا الْخَيْطُ؟"۔ قَالَتْ: قُلْتُ: "خَيْطٌ أُرْقِيَ لِي فِيهِ"۔ قَالَتْ: فَأَخَذَهُ فَقَطَعَهُ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ آلَ عَبْدِ اللهِ لَأَغْنِيَاءُ عَنِ الشِّرْكِ"۔ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ الرُّقَى، وَالتَّمَائِمَ، وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ"۔ قَالَتْ: فَقُلْتُ لَهُ: "لِمَ تَقُولُ هَذَا وَقَدْ كَانَتْ عَيْنِي تَقْذِفُ، فَكُنْتُ أَخْتَلِفُ إِلَى فُلَانٍ الْيَهُودِيِّ يَرْقِيهَا،

وَكَانَ إِذَا رَقَاهَا سَكَنَتْ؟". قَالَ: "إِنَّمَا ذٰلِكَ عَمَلُ الشَّيْطَانِ كَانَ يَنْخُسُهَا بِيَدِهِ، فَإِذَا رَقَيْتِهَا كَفَّ عَنْهَا، إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكِ أَنْ تَقُولِي كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ، شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا".

(صحيح لغيره: مسند أحمد ج٦ ص١٠ ارقم 3615؛ أبو داود رقم 3883؛ أبو يعلى رقم 5208؛ البغوى رقم 3240؛ ابن ماجه رقم 3530؛ الحاكم 4/417، 418 ::)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب کسی ضرورت کی وجہ سے گھر تشریف لاتے تھے، تو دروازے پر آ کر کھانستے تھے، تاکہ وہ ہماری طرف سے کسی ناپسندیدہ چیز کو نہ دیکھیں۔ وہ ایک دن تشریف لائے، تو دروازے پر کھانسنے لگے۔ میرے پاس اس وقت ایک بڑھیا آئی ہوئی تھی، اس نے مجھے بیماری کی وجہ سے دم کیا تھا۔ تو میں نے اس کو چارپائی کے نیچے چھپا دیا تھا۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تشریف لائے، تو میرے پاس ایک طرف بیٹھ گئے۔ انھوں نے میری گردن میں ایک دھاگا دیکھا، تو کہنے لگے: "یہ دھاگا کیسا ہے؟"۔ میں نے کہا: "اس دھاگے پر میں نے دم کروایا ہے"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر اس دھاگے کو توڑ کر پھینک دیا اور فرمایا: "عبداللہ کا خاندان شرک کی باتوں سے مستغنی ہے"۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: "بے شک جھاڑ پھونک، گنڈے اور میاں بیوی کے چھڑانے کے تعویذ شرک ہیں"۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کہنے لگی: "آپ رضی اللہ عنہ ایسے کس وجہ سے کہہ رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! ایک دفعہ میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا تھا۔ میں فلاں یہودی کے پاس دم کرانے گئی تھی، جب وہ دم کرتا تھا، تو آنکھ کو سکون ہو جاتا تھا"۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہ شیطانی عمل ہے، وہ اپنے ہاتھ سے آنکھ کو چبھو دیتا تھا۔ پھر جب تو دم کرتی تھی، تو اپنے ہاتھ کو روک لیتا تھا۔ تم نے کیوں نہ وہ کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے تھے:

"أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ، اشْفِ أَنْتَ الشَّافِي، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا".

ترجمہ اے لوگوں کے پروردگار! اس بیماری کو دور کر، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا بخشی کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے کہ پھر کوئی بیماری نہ رہے۔

6.9:۔اوہام وخرافات کا ابطال

وہ تمام اوہام وخرافات جن سے شرک پرست اہل عرب لرزہ براندام رہتے تھے اور جن کو وہ بالذات مؤثر اور متصرف سمجھتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا طلسم توڑ دیا اور اعلان فرما دیا کہ ان کی کوئی اصل نہیں۔

حدیث 25:۔حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا زَائِدَةُ، حَدَّثَنَا سِمَاكٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ وَلَا صَفَرَ وَلَا هَامَ". -فَذَكَرَ سِمَاكٌ أَنَّ الصَّفَرَ: دَابَّةٌ تَكُونُ فِي بَطْنِ الْإِنْسَانِ۔ فَقَالَ رَجُلٌ: "يَا رَسُولَ اللهِ! تَكُونُ فِي الْإِبِلِ الْجَرَبَةُ فِي الْمِائَةِ، فَتُجْرِبُهَا". فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟".

(صحیح لغیرہ:مسند أحمد رقم2425،3032؛ابن ماجه رقم3539؛الطبری فی "تهذيب الآثار"مسند علی ص14،الطحاوی 4/307-308)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہ چھوت ہے، نہ بدفالی ہے، نہ پیٹ میں بھوک کا سانپ ہے، نہ مردہ کی کھوپڑی سے پرندہ نکلتا ہے''۔ ایک شخص کہنے لگا: ''یا رسول اللہ! ایک اونٹ کو خارش کا مرض لاحق ہوتا ہے، تو وہ سو (۱۰۰) اونٹوں کو لگا دیتا ہے''۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''پہلے اونٹ کو خارش کہاں سے لگی تھی؟''۔

حدیث 26:۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَوْفٌ، قَالَ: حَدَّثَنِي حَيَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنِي قَطَنُ بْنُ قَبِيصَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَبِيصَةَ بْنِ مُخَارِقٍ، أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْعِيَافَةُ، وَالطِّيَرَةُ، وَالطَّرْقُ مِنَ الْجِبْتِ". قَالَ:

الْعِيَافَةُ مِنَ الزَّجْرِ، وَالطَّرْقُ مِنَ الْخَطِّ.

(مسند أحمد رقم 15915؛ أبو داود رقم 3907؛ الدولابي في "الكنى" 86/1؛ عبد الرزاق في "المصنف" رقم 19502؛ ابن سعد 35/7؛ ابن أبي شيبة 9/42-43؛ أبو إسحاق الحربي في "غريب الحديث" 1177/3؛ النسائي في "الكبرى" رقم 11108؛ الدولابي في "الكنى" 86/1؛ الطحاوي في "شرح معاني الآثار" 4/312-313؛ ابن حبان رقم 6131؛ الطبراني في "الكبير" 18/ رقم (941)، (942)، (943)، (944)، (945)؛ أبو نعيم في "أخبار أصبهان" 158/2؛ البيهقي في "السنن" 39/8؛ الخطيب في "تاريخه" 425/10؛ البغوي في "شرح السنة" رقم 3256)

ترجمہ حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: ''پرندوں کی بولی سے فال لینا، اُن کے اڑنے سے فال لینا، اور کنکری پھینک کر یا خط کھینچ کر حال بتانا شیطانی کام ہے''۔

حدیث 27:۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "الطِّيَرَةُ شِرْكٌ، الطِّيَرَةُ شِرْكٌ". ثَلَاثًا. "وَمَا مِنَّا إِلَّا وَلَكِنَّ اللهَ يُذْهِبُهُ بِالتَّوَكُّلِ".

(صحيح سنن أبي داود ج٦ ص ٥٤ رقم 3910؛ ابن ماجه رقم 3538؛ الترمذي رقم 1706؛ مسند أحمد رقم 3687؛ صحيح ابن حبان رقم 6122)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فال نکالنا شرک ہے''۔ تین بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم صحابہ میں کوئی نہیں جو اس کو بُرا نہ سمجھتا ہو، بلکہ اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے''۔

حدیث 28:۔ حَدَّثَنَا الْقَعْنَبِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوَى، وَلَا هَامَةَ، وَلَا نَوْءَ، وَلَا صَفَرَ".

(صحیح: سنن أبي داود، رقم3912؛ مسلم رقم106۔2220؛ ابن حبان رقم6133)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہ چھوت ہے، نہ مردہ کی کھوپڑی سے پرندہ نکلتا ہے، نہ نچھتر (نو) ہے، اور نہ نحوست ہے''۔

تشریح نہ نچھتر (نو) ہے، یعنی پانی کی بارش میں اس کو بالذات کوئی دخل نہیں ہے۔

حدیث29:۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ الْبَرْقِيِّ، أَنَّ سَعِيدَ بْنَ الْحَكَمِ، حَدَّثَهُمْ قَالَ: أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي ابْنُ عَجْلَانَ، حَدَّثَنِي الْقَعْقَاعُ بْنُ حَكِيمٍ، وَعُبَيْدُ اللهِ بْنُ مِقْسَمٍ، وَزَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا غُولَ".

(سنن ابی داؤد رقم3913)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''غول بیابانی کچھ نہیں ہے''۔

حدیث30:۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ، وَأَبُو النَّضْرِ، قَالَا: حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ، عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا عَدْوَى وَلَا طِيَرَةَ، وَلَا غُولَ".

(صحیح على شرط مسلم: مسند أحمد رقم14117؛ مسلم رقم107۔2222، 108۔2222؛ الطبري في مسند علي من "تهذيب الآثار" ص13، 15؛ أبو القاسم البغوي في "الجعديات" رقم3251، أبو محمد البغوي في "شرح السنة" رقم3251؛ ابن طهمان في "مشيخته" رقم38، 39؛ الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" رقم783؛ ابن أبي شيبة 43/9؛ ابن أبي عاصم في "السنة" رقم281؛ أبو القاسم البغوي في "الجعديات" رقم3183؛ أبو يعلى رقم1789)

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''نہ چھوت ہے، نہ بدفالی ہے، اور نہ غول بیابانی ہے''۔

□ اسی طرح بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کے متعلق ان کے خیالات فاسدہ کا قرآن نے ابطال کیا۔ سورت انعام میں ان کے مشرکانہ عقائد اور اعمال کی بتصریح تردید کی

گئی۔ سورت مائدہ میں فرمایا گیا:

آیت 44:۔ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○ (المائدہ: ۱۰۳)

ترجمہ — اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام۔ مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور اُن میں سے اکثر بے عقل ہیں (کہ ایسے وہمیات کو مان رہے ہیں)۔

بحیرہ — اس بچہ کو کہتے تھے جس کا کان پھاڑ کر بتوں کی نذر کرتے تھے۔

سائبہ — اس جانور کو کہتے ہیں جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیئے جاتے تھے۔

وصیلہ — بعض لوگ نذر مانتے تھے کہ اگر بچہ نر ہوا، تو اس کو بت پر چڑھائیں گے۔ اگر مادہ ہو، تو ہم رکھیں گے۔ پھر اگر نر و مادہ ملے ہوتے، تو مادہ کے ساتھ نر بھی رکھ لیتے تھے۔ یہ وصیلہ تھا۔

حام — وہ اونٹ جس کے دس بچے بوجھ اُٹھانے اور سواری کے لائق ہو چکتے، تو دیوتا کے نام پر آزاد کر دیا جاتا۔

□ یہ اور اسی قسم کے دوسرے اوہام جو عرب میں پھیلے ہوئے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا استیصال فرمایا۔ یہ اوہام پرستی حقیقت میں قوموں کی تباہی کا ایک بڑا سبب ہوتی ہے۔ یہ اوہام حقیقت کے خلاف ہونے کے علاوہ بہت سے کاموں میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ غور سے دیکھو تو ان کا سلسلہ بالآخر کسی نہ کسی شرک پر منجر ہوتا ہے اور انسان کو صحیح طریقِ عمل سے روک دیتے ہیں۔ مثلاً بیماری میں طب کے قاعدہ کے موافق علاج کیا جائے، تو مفید ہوگا۔ لیکن بہت سے لوگ وہم پرستی کے بنا پر ٹونے ٹونکے کو دافع مرض سمجھتے ہیں۔ اس قسم کے اوہام عرب میں نہایت کثرت سے پھیلے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام اوہام کو تصریح اور تعین کے ساتھ باطل قرار دیا، مثلاً:

1 عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مر جاتا ہے تو سورج یا چاند میں گرہن لگتا ہے۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحب زادے، نے جب انتقال کیا، تو

سورج میں گرہن لگا ہوا تھا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ انہی کے مرنے کا اثر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب سنا تو مسجد میں جا کر خطبہ دیا کہ چاند اور سورج اللہ کی قدرت کے مظاہر ہیں، کسی کے مرنے سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔

حدیث 31: ۔حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ، يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الشَّمْسَ وَالقَمَرَ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا، فَقُومُوا، فَصَلُّوا"۔
(بخاری رقم 1041؛ مسلم رقم 911)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سورج اور چاند کسی بھی انسان کی موت سے گرہن نہیں لگتا، لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر جب تم ان دونوں میں سے کسی کو گرہن لگا ہوا دیکھو، تو اللہ کے بارگاہ میں کھڑے ہو جاؤ اور نماز ادا کرو''۔

2۔ ستاروں کے ٹوٹنے کی وجہ کسی عظیم انسان کی وفات یا پیدائش ہوتی ہے۔

حدیث 32: ۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، وَعَبْدُ الرَّزَّاقِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ، قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: مِنَ الْأَنْصَارِ، قَالَ: فَرُمِيَ بِنَجْمٍ عَظِيمٍ، فَاسْتَنَارَ قَالَ: "مَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ إِذَا كَانَ مِثْلُ هَذَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ"۔ قَالَ: كُنَّا نَقُولُ يُولَدُ عَظِيمٌ، أَوْ يَمُوتُ عَظِيمٌ - قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ: أَكَانَ يُرْمَى بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ؟"۔ قَالَ: نَعَمْ، وَلَكِنْ غُلِّظَتْ حِينَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "فَإِنَّهُ لَا يُرْمَى بِهَا لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ، وَلَكِنَّ رَبَّنَا تَبَارَكَ اسْمُهُ إِذَا قَضَى أَمْرًا سَبَّحَ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، ثُمَّ سَبَّحَ أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، حَتَّى يَبْلُغَ التَّسْبِيحُ هَذِهِ السَّمَاءَ الدُّنْيَا، ثُمَّ يَسْتَخْبِرُ أَهْلُ السَّمَاءِ الَّذِينَ يَلُونَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ، فَيَقُولُ

الَّذِينَ يَلُونَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ: "مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟". فَيُخْبِرُونَهُمْ وَيُخْبِرُ أَهْلُ كُلِّ سَمَاءٍ سَمَاءً، حَتَّى يَنْتَهِيَ الْخَبَرُ إِلَى هٰذِهِ السَّمَاءِ، وَيَخْطِفُ الْجِنُّ السَّمْعَ، فَيَرْمُونَ فَمَا جَاءُوا بِهِ عَلَى وَجْهِهِ فَهُوَ حَقٌّ، وَلٰكِنَّهُمْ يَقْرِفُونَ فِيهِ، وَيَزِيدُونَ. قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ: "وَيَخْطِفُ الْجِنُّ وَيَرْمُونَ".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد رقم 1882؛ عبد بن حمید رقم 683، البیہقی فی "الدلائل" 238/2؛ ترمذی رقم 3224)

□ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، حَدَّثَنِي رِجَالٌ مِنَ الْأَنْصَارِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُمْ كَانُوا جُلُوسًا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ، إِذْ رُمِيَ بِنَجْمٍ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ إِلَّا أَنَّهُ قَالَ: "إِذَا قَضَى رَبُّنَا أَمْرًا سَبَّحَهُ حَمَلَةُ الْعَرْشِ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ حَتَّى يَبْلُغَ التَّسْبِيحُ السَّمَاءَ الدُّنْيَا، فَيَقُولُونَ الَّذِينَ يَلُونَ حَمَلَةَ الْعَرْشِ لِحَمَلَةِ الْعَرْشِ: "مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟". فَيَقُولُونَ الْحَقَّ، وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا، فَيُخْبِرُ أَهْلُ السَّمَاوَاتِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، حَتَّى يَبْلُغَ الْخَبَرُ السَّمَاءَ الدُّنْيَا، قَالَ: وَيَأْتِي الشَّيَاطِينُ فَيَسْتَمِعُونَ الْخَبَرَ، فَيَقْذِفُونَ بِهِ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ وَيَرْمُونَ بِهِ إِلَيْهِمْ، فَمَا جَاءُوا بِهِ عَلَى وَجْهِهِ فَهُوَ حَقٌّ وَلٰكِنَّهُمْ يَزِيدُونَ فِيهِ، وَيَقْرِفُونَ، وَيَنْقُصُونَ".

(صحیح: مسند أحمد رقم 1883؛ مسلم رقم 124 - 2229؛ الطحاوی فی "شرح المشکل" 113/3؛ أبو نعیم فی "الحلیة" 143/3؛ البیہقی فی "الأسماء والصفات" ص 203-204، "دلائل النبوة" 236/2؛ البخاری فی "خلق أفعال العباد" رقم 469، النسائی فی "الکبری" رقم 11272، الطحاوی 113/3)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ آسمان میں ایک بڑا ستارہ ٹوٹا، تو اس سے بہت زیادہ روشنی پھیل گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا: ''جاہلیت میں

تم لوگ اس کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے؟''۔ لوگوں نے عرض کیا: ''ہمارا یہ اعتقاد تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرجاتا ہے، یا کوئی بڑا شخص پیدا ہوتا ہے، تو ستارے ٹوٹتے ہیں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ستارے نہیں ٹوٹتے، لیکن اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کرلیتا ہے، تو حاملین عرش فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا شروع کردیتے ہیں، پھر ان کے ساتھ والے آسمان کے فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا شروع کردیتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر حاملین عرش سے ان کے ساتھ والے آسمان کے فرشتے اُن سے خبر پوچھتے ہیں۔ پھر ساتھ والے آسمان کے فرشتے حاملین عرش سے کہتے ہیں: ''ربّ العزت نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟''۔ پھر حاملین عرش ان کو خبر دیتے ہیں۔ پھر یہ خبر ایک آسمان والے دوسرے آسمان تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ خبر آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر اس خبر کو جن اچک لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو ان جنات کو آسمان سے مارا جاتا ہے۔ لہٰذا وہ جنات جو اس خبر سے لے جاتے ہیں، وہ تو حق ہی ہے، لیکن وہ جنات اور شیاطین اس میں بہت زیادہ جھوٹ کی آمیزش کرتے ہیں۔

3 شیر خوار بچوں کے سرہانے استرا رکھ دیا کرتے تھے کہ جنات اُن کو نہ ستانے پائیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو اُٹھا کر پھینک دیا اور فرمایا: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو ناپسند کرتے تھے''۔

حدیث 33:۔ عن عائشة رضی الله عنها أَنَّهَا كَانَتْ تُؤتى بِالصِّبْيَانِ إِذَا وُلِدُوا فَتَدْعُو لَهُمْ بِالْبَرَكَةِ فَأُتِيَتْ بِصَبِيٍّ فَذَهَبَتْ تَضَعُ وِسَادَتَهُ فَإِذَا تَحْتَ رَأْسِهِ مُوسَى، فَسَأَلَتْهُمْ عَنِ الْمُوسَى، فَقَالُوا: "نَجْعَلُهَا مِنَ الْجِنِّ". فَأَخَذَتِ الْمُوسَى فَرَمَتْ بِهَا وَنَهَتْهُمْ عَنْهَا. وَقَالَتْ: "إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكْرَهُ الطِّيَرَةَ ويبغضها". وكانت عائشة تنهى عنها. (الأدب المفرد بالتعليقات، ص ۹۳، رقم 912)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس نوزائیدہ بچوں کو لے کر آتے تھے، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کے لیے برکت کی دعا

کرتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک بچہ ان کے پاس لایا گیا، پھر انھوں نے اس بچہ کو ان کے بستر پر ڈال دیا، تو کیا دیکھتی ہیں کہ اس بچہ کے سر کے نیچے استرا رکھا ہوا تھا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے استرے کے بارے میں دریافت کیا۔ تو وہ کہنے لگے: ''ہم اس استرا کو جنوں سے بچاؤ کے لیے رکھ دیتے ہیں''۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس استرا کو اُٹھا کر باہر پھینک دیا اور ان کو اس سے منع کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی بدشگونی کو ناپسند کرتے تھے اور ایسی چیزوں سے بغض رکھتے تھے''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس سے منع کرتی تھیں۔

4 نظر بد سے بچنے کے لیے اونٹوں کے گلے میں قلادہ لٹکاتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کسی اونٹ کے گلے میں قلادہ نہ رہنے پائے۔

حدیث 34: ۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الأَنْصَارِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَالنَّاسُ فِي مَبِيتِهِمْ، فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَسُولًا أَنْ: "لَا يَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، أَوْ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ"۔ (بخاری رقم 3005؛ مسلم رقم 2115)

□ مَالِكٌ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ، أَنَّ أَبَا بَشِيرٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ. قَالَ: فَأَرْسَلَ رَسُولُ اللهِ صلی الله علیه وسلم رَسُولاً. فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ: حَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ: وَالنَّاسُ فِي مَقِيلِهِمْ: لَا تَبْقَيَنَّ فِي رَقَبَةِ بَعِيرٍ قِلَادَةٌ مِنْ وَتَرٍ، أَوْ قِلَادَةٌ إِلَّا قُطِعَتْ.

قَالَ يَحْيَى: سَمِعْتُ مَالِكًا يَقُولُ: أُرَى ذٰلِكَ مِنَ الْعَيْنِ.

(الموطأ، ج ۵ ص ۱۳۷۱ رقم 3456/733)

ترجمہ حضرت ابو بشیر انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر

میں تھے۔لوگ اپنے اپنے ٹھکانوں میں موجود تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک قاصد کے ذریعہ پیغام بھیجا: ''کسی اونٹ کے گلے میں قوس کی تانت کی رسی کا بنا ہوا، یا مطلق قلادہ باقی نہ رہنے دیا جائے''۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''میرا خیال ہے کہ ایسا نظر بد سے بچنے کے لیے کیا گیا تھا''۔

6.10:۔ کفّارہ اور شفاعت کے غلط معنی کی تردید

شرک کے اسباب میں ایک بڑا سبب کفارہ اور شفاعت کے وہ غلط معنی تھے، جو عربوں اور عیسائیوں وغیرہ میں رائج تھے۔عربوں نے شفاعت کے جو غلط معنی سمجھ لیے تھے، اس کا اصلی سبب ان کا وہ تخیل تھا جو اللہ اور بندوں کے تعلق کی نسبت ان کے ذہن میں قائم تھا۔وہ اللہ اور بندوں کے درمیان وہی نسبت سمجھتے تھے جو ایک قاہر و جابر بادشاہ اور اس کی رعایا کے درمیان ہے۔جس طرح بادشاہ کے دربار تک ایک عام اور معمولی رعایا کی رسائی دربار رس سفارشیوں اور مقربوں کے بغیر ممکن نہیں، اسی طرح اس شہنشاہ کے دربار میں بھی وہ اس کے دربار رس سفارشیوں اور مقربوں کے بغیر رسائی ممکن نہیں سمجھتے تھے۔اسی لیے وہ ان درمیانی ہستیوں کے بھی خوش رکھنے کی ضرورت کے معتقد تھے۔چنانچہ وہ اپنے بتوں، دیوتاؤں اور فرشتوں کو اس نیت سے پوجتے تھے اور کہتے تھے: ''یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں''۔

آیت 45:۔ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (یونس:۱۸)

ترجمہ یہ لوگ اللہ کے سوا اُن کی پرستش کر رہے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں نہ نفع، اور کہتے یہ ہیں: ''یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں''۔اے نبی ﷺ! ان سے کہو: ''کیا تم اللہ کو اُس بات کی خبر دیتے ہو جسے وہ نہ آسمانوں میں جانتا ہے نہ زمین میں؟''۔پاک ہے وہ اور بالا و برتر ہے اس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے جب ان کی اس بت پرستی پر ان کو ملامت کی، تو انھوں نے صاف کہا: ''ہم ان کو اسی لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے تقرب میں نزدیک کر دیں''۔

آیت 46:۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ ○ (الزمر: ۳)

ترجمہ خبردار! دین خالص اللہ کا حق ہے۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اُس کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں (اور اپنے اس فعل کی توجیہہ یہ کرتے ہیں کہ) ہم تو اُن کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تک ہماری رسائی کرا دیں۔ اللہ یقیناً اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکرِ حق ہو۔

□ یہودیوں میں بھی اسی قسم کی دوسری غلط فہمی تھی۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ بنی اسرائیل کا گھرانا اللہ تعالیٰ کا خاص کنبہ اور خاندان ہے اور ان کے خاندان کے پیغمبر اور نبی چونکہ اللہ کے پیارے اور محبوب ہیں، اس لیے ان کی اولاد اور نسل بھی دنیا اور آخرت میں یہی درجہ رکھتی ہے۔ اگر ان پر کوئی مصیبت بھی پڑے گی، تو ان کے خاندان کے بزرگ جو اللہ کے مقرب اور برگزیدہ ہیں، وہ ہر طرح ان کو اس سے بچا لیں گے۔ اللہ نے ان کے دعوے کا رد کیا ہے:

آیت 47:۔ وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ وَالنَّصٰرٰی نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ ؕ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُکُمْ بِذُنُوْبِکُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا ۫ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ○ (المائدہ: ۱۸)

ترجمہ یہود اور نصاریٰ کہتے ہیں: ''ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں''۔ ان سے پوچھو: پھر وہ تمہارے گناہوں پر تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ درحقیقت تم بھی ویسے ہی انسان ہو جیسے اور انسان اللہ نے پیدا کیے ہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے معاف کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے۔ زمین اور آسمان اور ان کی ساری موجودات اس کی ملک ہیں،

اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے۔

اسی بنا پر ان کا دعویٰ تھا:

آیت 48:۔ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

(البقرہ:۸۰)

ترجمہ وہ کہتے ہیں: ''دوزخ کی آگ ہمیں ہرگز چھونے والی نہیں مگر یہ کہ چند روز کی سزا مل جائے تو مل جائے''۔ ان سے پوچھو: ''کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے، جس کی خلاف ورزی وہ نہیں کر سکتا؟ یا بات یہ ہے کہ تم اللہ کے ذمے ڈال کر ایسی باتیں کہہ دیتے ہو جن کے متعلق تمہیں علم نہیں ہے کہ اس نے ان کا ذمہ لیا ہے؟''۔

آیت 49:۔ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۠ وَغَرَّھُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (آل عمران: ۲۴)

ترجمہ اُن کا یہ طرزِ عمل اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں: ''آتشِ دوزخ تو ہمیں مس تک نہ کرے گی اور اگر دوزخ کی سزا ہم کو ملے گی بھی، تو بس چند روز''۔ ان کے خود ساختہ عقیدوں نے ان کو اپنے دین کے معاملے میں بڑی غلط فہمیوں میں ڈال رکھا ہے۔

- عیسائیوں کا عقیدہ یہ تھا اور ہے کہ باپ (خدا) نے تمام انسانوں کی طرف سے جو موروثی و طبعی طور سے گنہگار ہیں، اپنے اکلوتے بیٹے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو قربانی دے کر ان کے گناہوں کا کفّارہ دے دیا اور وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو گئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد ان کے جانشین پوپوں کو گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جو زمین پر کھولیں گے، وہ آسمان پر کھولا جائے گا۔ اسی لیے پوپوں کے سامنے اعترافِ گناہ کا عقیدہ عیسائیوں میں پیدا ہوا، اور ان کو بندوں کے گناہوں کے معاف کرنے کا دنیا میں حق ملا۔

پیغامِ محمدی نے ان کو ملزم قرار دیا اور کہا:

آیت 50:۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا

يُشْرِكُوْنَ ○ (التوبة:٣١)

ترجمہ انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا ربّ بنالیا ہے۔ اور اسی طرح مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بھی۔ حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

اصولی طور پر اس نے یہ بتادیا:

آیت 51:۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ (آل عمران:١٣٥)

ترجمہ اور جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً (فوراً) اللہ انہیں یاد آجاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کے سوا اور کون ہے جو گناہ معاف کرسکتا ہو؟۔ اور وہ کبھی دانستہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔

آیت 52:۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (الزمر:٥٣)

ترجمہ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم:) کہہ دو: ''اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کردیتا ہے وہ تو غفور، رحیم ہے''۔

ان کا عقیدہ تھا کہ بیٹا قیامت کے دن باپ کے داہنے بازو پر برابر بیٹھ کر خلق کا عدل وانصاف کرے گا، قرآن پاک نے ایک بڑے مؤثر طرز میں اس کی تردید کی ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا:

آیت 53:۔ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۤ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ

اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ○مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ‌ۚ وَكُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ‌ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ وَاَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ○اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ○ (المائدہ:۱۱۶ تا ۱۱۸)

ترجمہ غرض جب (یہ احسانات یاد دلاکر) اللہ فرمائے گا: ''اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو بھی خدا بنالو؟'' تو وہ جواب میں عرض کریں گے: ''سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو کچھ آپ کے دل میں ہے، آپ تو ساری پوشیدہ حقیقتوں کے عالم ہیں۔ میں نے اُن سے اُس کے سوا کچھ نہیں کہا جس کا آپ نے حکم دیا تھا، یہ کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ میں اُسی وقت تک ان کا نگران تھا جب تک کہ میں اُن کے درمیان تھا۔ جب آپ نے مجھے واپس بلایا تو آپ اُن پر نگران تھے اور آپ تو ساری ہی چیزوں پر نگران ہیں۔ اب اگر آپ انہیں سزا دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کردیں تو آپ غالب اور دانا ہیں''۔

- ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ گناہوں کی مغفرت اور معافی یا گناہوں پر سزا اور عذاب دینا صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، کسی دوسرے کو اس میں کوئی دخل نہیں۔
- بت پرست عربوں کا یہی عقیدہ تھا کہ یہ دیوتا اور ان کے یہ بت اللہ کی طرف سے دونوں عالم میں مختارِ کل ہیں، وہ یہاں دینے، نہ دینے کا اور اس عالم میں بخشنے کا اختیار رکھتے ہیں، اس عقیدہ کا نام ان کے یہاں شفاعت تھا۔ یہ دیوتا ان کے شفیع تھے۔ قرآن مجید نے کفّارہ، غیر خدا کے اختیارِ مغفرت اور بت پرستانہ طریقہ شفاعت کے عقائدِ باطلہ کی ہر طرح سے تردید کی اور بتایا کہ یہ اختیار اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں۔ سب کے سب اس کی عظمت اور جلال کے سامنے عاجز اور درماندہ ہیں۔

آیت 54:۔ وَلَا يَمۡلِكُ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنۡ شَهِدَ بِالۡحَقِّ وَهُمۡ

يَعْلَمُوْنَ ○ (الزخرف: ۸۶)

ترجمہ اُس کو چھوڑ کر یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ کسی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، اِلّا یہ کہ کوئی علم کی بناء پر حق کی شہادت دے۔

آیت 55:۔ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ (مریم: ۸۷)

ترجمہ اُس وقت لوگ کوئی سفارش لانے پر قادر نہ ہوں گے بجز اُس کے جس نے رحمن کے حضور سے پروانہ حاصل کرلیا ہو۔

آیت 56:۔ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ○ (یٰس: ۲۳)

ترجمہ کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ حالانکہ اگر خدائے رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ اِن کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔

کفّار فرشتوں کو بھی اسی غرض سے پوجتے تھے۔

آیت 57:۔ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ○ (النجم: ۲۶)

ترجمہ آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں، اُن کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اُس کی اجازت نہ دے جس کے لیے وہ کوئی عرض داشت سننا چاہے اور اُس کو پسند کرے۔

آیت 58:۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ○ (الزمر: ۴۳)

ترجمہ کیا اُس خدا کو چھوڑ کر اِن لوگوں نے دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے۔؟ ان سے کہو: ”کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ اُن کے اختیار میں کچھ ہو نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہوں؟“۔

- اللہ تعالیٰ قیامت میں ان سے کہے گا:

آیت 59:۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ

شُرَكٰٓؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ (الانعام: ۹۴)

ترجمہ (اور اللہ فرمائے گا:) ''اب تم ویسے ہی تن تنہا ہمارے سامنے حاضر ہو گئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ اکیلا پیدا کیا تھا، جو کچھ ہم نے تمہیں دنیا میں دیا تھا وہ سب تم پیچھے چھوڑ آئے ہو، اور اب ہم تمہارے ساتھ تمہارے اُن سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھتے جن کے متعلق تم سمجھتے تھے کہ تمہارے کام بنانے میں ان کا بھی کچھ حصہ ہے، تمہارے آپس کے سب رابطے ٹوٹ گئے اور وہ سب تم سے گم ہو گئے جن کا تم زعم رکھتے تھے''۔

آیت 60:۔وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝ (الروم: ۱۲، ۱۳)

ترجمہ اور جب وہ ساعت برپا ہوگی اُس دن مجرم ہک دک (مایوس) رہ جائیں گے۔ان کے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور وہ اپنے شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔

خاص یہود کو مخاطب کر کے ان کے عقیدہ کی تردید میں کہا گیا:

آیت 61:۔يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (البقرہ: ۴۷، ۴۸)

ترجمہ اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری اُس نعمت کو، جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا اور اس بات کو کہ میں نے تمہیں دنیا کی ساری قوموں پر فضیلت عطا کی تھی۔اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا، نہ کسی کی طرف سے سفارش قبول ہوگی نہ کسی کو فدیہ لے کر چھوڑا جائے گا، اور نہ مجرموں کو کہیں سے مدد مل سکے گی۔

پھر اسی معنی کی آیت اسی سورت میں دوسری جگہ ہے:

آیت 62:۔يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۲۲، ۱۲۳)

ترجمہ اے بنی اسرائیل! یاد کرو میری وہ نعمت جس سے میں نے تمہیں نوازا تھا، اور یہ کہ میں نے تمہیں دنیا کی تمام قوموں پر فضیلت دی تھی۔ اور ڈرو اُس دن سے، جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا، نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا، نہ کوئی سفارش ہی آدمی کو فائدہ دے گی، اور نہ مجرموں کو کہیں سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔

اور اسی معنی میں مسلمانوں سے بھی کہا گیا کہ وہ عمل پیش کریں، شفاعت کے بھروسے میں نہ رہیں:

آیت 63:۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (البقرہ: ۲۵۴)

ترجمہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جو کچھ مال متاع ہم نے تم کو بخشا ہے، اِس میں سے خرچ کرو قبل اِس کے کہ وہ دن آئے، جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش چلے گی۔ اور ظالم اصل میں وہی ہیں جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے:

آیت 64:۔ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ○ (ابراہیم: ۳۱)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میرے جو بندے ایمان لائے ہیں اُن سے کہہ دو کہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے کھلے اور چھپے (راہ خیر میں) خرچ کریں قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوست نوازی ہو سکے گی۔

غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام نے ان معنوں میں شفاعت کے عقیدۂ باطل کی ہر جگہ تردید کی ہے، اور اعلان کیا ہے کہ اس شفاعت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے:

آیت 65:۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـــًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ○ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (الزمر: ۴۳، ۴۴)

ترجمہ کیا اُس خدا کو چھوڑ کر اِن لوگوں نے دوسروں کو شفیع بنا رکھا ہے۔؟ ان سے کہو: ''کیا وہ شفاعت کریں گے خواہ اُن کے اختیار میں کچھ ہو نہ ہو اور وہ سمجھتے بھی نہ ہوں؟''۔
کہو: '' شفاعت ساری کی ساری اللہ کے اختیار میں ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی کا وہی مالک ہے پھر اُسی کی طرف تم پلٹائے جانیوالے ہو''۔

اس آیت نے کفار و مشرکین کے عقیدۂ شفاعت کی قطعی طور سے تردید کی۔ دوسری آیت میں یہود و نصاریٰ کے عقیدۂ شفاعت کا صرف اتنا حصہ تسلیم کیا کہ اللہ کے نیک بندے اپنے دوسرے بھائیوں کے حق میں شفاعت کریں گے۔

آیت 66:۔ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ○ (الزخرف:۸۶)

ترجمہ اُس کو چھوڑ کر یہ لوگ جنہیں پکارتے ہیں وہ کسی شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے، اِلّا یہ کہ کوئی علم کی بنا پر حق کی شہادت دے۔

دوسری جگہ اسی شہادت کو اقرار کر لینا کہا گیا ہے:

آیت 67:۔ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا ○ (مریم:۸۷)

ترجمہ اُس وقت لوگ کوئی سفارش لانے پر قادر نہ ہوں گے بجز اُس کے جس نے رحمٰن کے حضور سے پروانہ حاصل کر لیا ہو۔

لیکن اس شہادتِ حق اور عہدِ الٰہی کے باوجود اس اختیار کے استعمال کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت اور رضامندی شرط ہے:

آیت 68:۔ مَا مِن شَفِيعٍ إِلَّا مِن بَعْدِ إِذْنِهِ (یونس:۳)

ترجمہ کوئی شفاعت (سفارش) کرنے والا نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے۔

آیت 69:۔ مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (البقرہ:۲۵۵)

ترجمہ کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟۔

آیت 70:۔ وَكَم مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمَاوَاتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِن بَعْدِ أَن يَأْذَنَ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ وَيَرْضَىٰ ○ (النجم:۲۶)

ترجمہ آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں، اُن کی شفاعت کچھ بھی کام نہیں آسکتی جب تک کہ اللہ کسی ایسے شخص کے حق میں اُس کی اجازت نہ دے جس کے لیے وہ کوئی عرض داشت سننا چاہے اور اُس کو پسند کرے۔

آیت 71:۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۗ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○ (النباء:۳۸)

ترجمہ یہ وہ دن ہوگا جب حضرت جبریل علیہ السلام اور فرشتے (اللہ کے حضور) صف کھڑے بستہ ہوں گے، کوئی بلا اجازت زبان تک نہ کھول سکے گا سوائے اس کے جس کو رحمن اجازت دے گا اور وہ بالکل ٹھیک بات کہے گا۔

□ پھر یہ شفاعت بھی ان ہی لوگوں کے حق میں ہو سکے گی، جس کے حق میں اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کو شفاعت کی اجازت دے گا:

آیت 72:۔ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ط (سبا:۲۳)

ترجمہ اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہوسکتی بجز اُس شخص کے جس کے لیے اللہ نے سفارش کی اجازت دی ہو۔

بلکہ خود انبیاء علیہم السلام بھی سفارش انہیں کی کریں گے، جن کی سفارش خود اللہ تعالیٰ پسند کرے گا:

آیت 73:۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ○ (الانبیاء:۲۸)

ترجمہ جو کچھ اُن کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے اس سے بھی وہ باخبر ہے۔ وہ کسی کی سفارش نہیں کرتے بجز اُس کے جس کے حق میں سفارش سننے پر اللہ راضی ہو، اور وہ اس کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔

□ پھر ایک جماعت ایسی بھی ہے جس کے افراد کے لیے ازل ہی سے یہ اعلان عام ہو چکا ہے کہ ان کے لیے مغفرت اور شفاعت کا دروازہ بند ہے، اور یہ وہ مجرم ہیں جن کے دل حق کی شہادت سے محروم رہ گئے۔

آیت 74:۔ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ○ (المدثر:۴۸)

ترجمہ اُس وقت سفارش کرنے والوں کی کوئی سفارش ان کے کسی کام نہ آئے گی۔

آیت 75:۔مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ○(المؤمن:۱۸)

ترجمہ ظالموں کا نہ کوئی مشفق دوست ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مانی جائے۔

وہ بدنصیب گروہ جس کے حق میں رحمت کا یہ دروازہ بند رہے گا، مشرکین ہیں، جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے:

آیت 76:۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○(النساء:۴۸)

ترجمہ اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا، اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اُس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

آیت 77:۔اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ○(النساء:۱۱۶)

ترجمہ اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے، اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہوسکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

لیکن ایسی حالت میں جب کہ وہی شفاعت کریں گے جن کو اللہ تعالیٰ اس کی اجازت دے گا اور وہ بھی انہیں کی شفاعت کریں گے جن کی شفاعت کرانا خود اللہ کو منظور ہوگا، تو حقیقت میں خود اللہ ہی اپنے دربار میں اپنا آپ شفیع ہوگا۔ صوفیانہ اصطلاح میں یوں کہو کہ جلالِ الٰہی کی بارگاہ میں اس کی صفتِ کریمی اور رحیمی خود شفیع بن کر کھڑی ہو گی۔ اس لیے ارشاد ہوا:

آیت 78:۔وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ○(الانعام:۵۱)

ترجمہ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم اس (علمِ وحی) کے ذریعہ سے اُن لوگوں کو نصیحت کرو جو اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے سامنے کبھی اس حال میں پیش کیے جائیں

گے کہ اُس کے سوا وہاں کوئی (ایسا ذی اقتدار) نہ ہوگا جو ان کا حامی و مددگار ہو، یا ان کی سفارش کرے، شاید کہ (اس نصیحت سے متنبہ ہو کر) وہ خدا ترسی کی روش اختیار کرلیں۔

آیت 79:۔ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ○ (السجدہ: ۴)

ترجمہ اُس کے سوا نہ تمہارا کوئی حامی و مددگار ہے اور نہ کوئی اُس کے آگے سفارش کرنے والا، پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے؟

- اللہ تعالیٰ کی اس صفتِ کریمی و رحیمی کے مظہر اس دنیا میں بھی وہی ہوں گے جو اس دنیا میں اس کے مظہر بن کر آئے تھے اور وہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم ہی کے سبب سے جو اس دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ ہے، اُن کی بعثت ہوئی اور وہ اپنی اپنی اُمت پر شاہد قرار پائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بعد اس دنیا میں بھی وہی اللہ تعالیٰ کے اس رحم و کرم اور فضل عمیم کے مظہر قرار پائیں گے۔ نیز رحمت کے فرشتے اور اُمّت کے نیکوکار اور صالح افراد بھی جن کو رحمتِ الٰہی نے چنا ہو، اس منصب پر ممتاز ہو سکیں گے، خصوصاً وہ سراپا رحمت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جو دنیا میں رحمۃ للعالمین کا مظہر بن کر آیا۔

6.11:۔ اجرامِ سماوی کی قدرت کا انکار

بظاہر اس دنیا میں بہت سی باتیں آفتاب و ماہتاب کی گردش اور ان کے سبب سے اختلافِ موسم کے اثرات سے ہوتی ہیں۔ اس لیے ستارہ پرست قوموں میں یہ اعتقاد پیدا ہو گیا تھا کہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ ستاروں کی گردش کے اثر سے ہوتا ہے۔ یہی اعتقاد عرب کے مشرکوں میں بھی پھیلا ہوا تھا، وہ سورج اور چاند کو سجدے کرتے تھے۔ اسلام نے ان کو اس شرک سے روکا اور کہا:

آیت 80:۔ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (حم سجدہ: ۳۷)

ترجمہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند۔ سورج اور چاند کو سجدہ

نہ کرو بلکہ اُس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے، اگر فی الواقع تم اُسی کی عبادت کرنے والے ہو۔

اسی طرح وہ زمانہ کو دنیا کے کاروبار میں حقیقی مؤثر جانتے تھے اور یہ کہتے تھے:

آیت 81:۔وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ○ (الجاثیہ:۲۴)

ترجمہ یہ لوگ کہتے ہیں: ''زندگی بس یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے، یہیں ہمارا مرنا اور جینا ہے اور گردشِ ایام کے سوا کوئی چیز نہیں جو ہمیں ہلاک کرتی ہو''۔ درحقیقت اِس معاملہ میں اِن کے پاس کوئی علم نہیں ہے۔ یہ محض گمان کی بنا پر یہ باتیں کرتے ہیں۔

اسی کا اثر ہے کہ ہماری شاعری کی زبان میں ''فلک کج رفتار'' اور ''دہر ناہنجار'' کی شکایت اب تک چلی آرہی ہے۔ عرب کے مشرکین بھی اسی طرح بولا کرتے تھے۔ ان کو جب کوئی خلاف توقع تکلیف پہنچتی تھی تو وہ زمانہ کی شکایت کیا کرتے تھے اور اس کو برا کہتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا:

حدیث 35:۔حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ، فَإِنَّ اللهَ هُوَ الدَّهْرُ"۔ (مسلم رقم 5-2246)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''زمانہ کو گالی نہ دیا کرو کہ زمانہ خود خدا ہے''۔

حدیث 36:۔حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ، وَحَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى، قَالَا: أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، حَدَّثَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، قَالَ: قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: "يَسُبُّ ابْنُ آدَمَ الدَّهْرَ، وَأَنَا الدَّهْرُ بِيَدِيَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ"۔

□ حَدَّثَنَاهُ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ - وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي عُمَرَ، قَالَ إِسْحَاقُ، أَخْبَرَنَا وقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ - حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنِ ابْنِ

الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: "يُؤْذِينِي ابْنُ آدَمَ، يَسُبُّ الدَّهْرَ وَأَنَا الدَّهْرُ، أُقَلِّبُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ"۔ (مسلم رقم 2,1:2246)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: آدم کا بیٹا مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، وہ زمانہ کو برُا کہتا ہے، زمانہ میں ہوں، میرے ہاتھ میں تمام کام ہیں۔ میں شب وروز کا انقلاب کرتا ہوں''۔

یعنی جن تکلیفوں اور مصیبتوں کا خالق زمانہ کو سمجھ کر لوگ اس کو برا کہتے ہیں، حقیقت میں ان کا پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ اس لیے یہ گالی حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو دی جاتی ہے۔

اس خیال کا یہ بھی اثر تھا کہ اہل عرب بارش کو نچھتر کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ فلاں نچھتر کے سبب سے ہم پر پانی برسایا گیا۔

حدیث 37:۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: صَلَّى لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالْحُدَيْبِيَةِ عَلَى إِثْرِ سَمَاءٍ كَانَتْ مِنَ اللَّيْلَةِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ، فَقَالَ: "هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟"۔ قَالُوا: "اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ"۔ قَالَ: "أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ"۔ (بخاری رقم 846)

ترجمہ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حدیبیہ کے مقام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اس رات بارش ہوئی تھی۔ پھر نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا: ''تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا کہا؟''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتا ہے''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: آج صبح کو

میرے بندوں میں سے کچھ مؤمن ہو کر اُٹھے اور کچھ کافر ہو کر۔ جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے ہم پر پانی برسا، وہ تو اللہ پر ایمان لانے والے اور ستارہ کے انکار کرنے والے ہیں اور جنھوں نے یہ کہا کہ فلاں نچھتر سے پانی ہم پر برسا، تو وہ اللہ کے انکار کرنے والے اور ستارہ پر ایمان لانے والے ہیں''۔

- سورج اور چاند گرہن کو بھی لوگ عظیم الشان واقعات اور انقلابات کی علامت سمجھتے تھے۔ کم و بیش دنیا کی تمام قوموں میں وہ آسمانی دیوتاؤں کے غیظ و غضب کے مظہر یقین کیے جاتے تھے۔ ۹ھ میں اتفاق سے ایک دن سورج میں گرہن لگا۔ اسی دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خیال کیا کہ یہ سورج گرہن لگنے کا سبب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی موت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو تمام مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا اور ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس خیال کی تردید فرمائی۔

حدیث 38:۔ حَدَّثَنَا شِهَابُ بْنُ عَبَّادٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ، عَنْ قَيْسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا مَسْعُودٍ يَقُولُ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِنَ النَّاسِ، وَلَكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمَا، فَقُومُوا، فَصَلُّوا".
(بخاری رقم 1041؛ مسلم رقم 911)

ترجمہ: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سورج اور چاند کسی بھی انسان کی موت سے گرہن نہیں لگتا، لیکن یہ دونوں اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پھر جب تم ان دونوں میں سے کسی کو گرہن لگا ہوا دیکھو، تو اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو جاؤ اور نماز ادا کرو''۔

6.12:۔ غیر خدا کی قسم سے روکنا

شرک کی ایک نہایت ہی باریک صورت یہ تھی کہ لوگ غیر خدا کی قسمیں کھاتے تھے۔ قسم کھانے کے معنی حقیقت میں شہادت کے ہیں، جس کی قسم کھائی جاتی تھی، اس کو

واقعہ پر گواہ بنایا جاتا تھا۔ عربوں میں بت پرستی کے رواج کے باعث بتوں اور دیوتاؤں کی قسمیں کھائی جاتی تھیں، جو صریح کفر تھیں۔ قریش اپنے دیوتا: لات اور عزیٰ کی قسمیں کھایا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔ لیکن رواج اور عادت کے باعث مسلمان ہونے کے بعد بھی بے اختیار ان کی زبان سے ان کی قسمیں نکل جاتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کی زبان سے لات اور عزیٰ کی قسم نکل جائے، تو وہ فوراً لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ پڑھ لے''۔ یہ گویا اس کفر کے کلمہ سے توبہ ہے۔

حدیث 39:۔ أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ، عَنِ الزُّبَيْدِيِّ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ حَلَفَ مِنْكُمْ فَقَالَ: بِاللَّاتِ، فَلْيَقُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ"۔ الحدیث (نسائی رقم 3775؛ بخاری رقم 6650)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی تم میں سے قسم اُٹھاتا ہے، پھر یوں کہتا ہے: لات کی قسم، تو اس کو چاہیے: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ پڑھ لے۔

حدیث 40:۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا مَخْلَدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: حَلَفْتُ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى، فَقَالَ لِي أَصْحَابِي: "بِئْسَ مَا قُلْتَ: قُلْتَ هُجْرًا"۔ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: "قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وَانْفُثْ عَنْ يَسَارِكَ، ثَلَاثًا، وَتَعَوَّذْ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ، ثُمَّ لَا تَعُدْ"۔ (نسائی رقم 3777)

ترجمہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے لات اور عزیٰ کی قسم کھالی۔ میرے ساتھی نے مجھے کہا: ''بہت بری بات تونے کہہ دی، تم نے ہذیان کی بات کہہ دی''۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر

کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ" پڑھ لو۔ اپنے بائیں طرف تین دفعہ تھوک دو، اور اللہ تعالیٰ سے شیطان سے پناہ طلب کرو۔ پھر ایسی بات کبھی نہ کہنا"۔

☐ قریش میں باپ کی قسم کھانے کا بھی رواج تھا۔ اس سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

حدیث 41:۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ، عَنْ مَالِكٍ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَهُوَ يَسِيرُ فِي رَكْبٍ، يَحْلِفُ بِأَبِيهِ، فَقَالَ: "أَلَا إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ"۔

(بخاری رقم 6646: ترمذی رقم 1534)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے قافلہ میں سفر کرتے ہوئے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے منع کیا ہے کہ اپنے باپ کی قسم کھایا کرو۔ جس کو قسم کھانی ہو، اللہ کی قسم کھائے ورنہ چپ رہے"۔

حدیث 42:۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنْ أَبِيهِ، سَمِعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُمَرَ وَهُوَ يَقُولُ: "وَأَبِي، وَأَبِي". فَقَالَ: "أَلَا إِنَّ اللهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ"۔ فَقَالَ عُمَرُ: "فَوَاللهِ! مَا حَلَفْتُ بِهِ بَعْدَ ذٰلِكَ ذَاكِرًا وَلَا آثِرًا"۔

وَفِي الْبَابِ عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ، وَابْنِ عَبَّاسٍ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، وَقُتَيْلَةَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ: حَدِيثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: مَعْنٰى قَوْلِهِ: "وَلَا آثِرًا"، أَيْ: لَمْ آثُرْهُ عَنْ غَيْرِي، يَقُولُ: لَمْ أَذْكُرْهُ عَنْ غَيْرِي۔ (ترمذی رقم 1533)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "میرے باپ کی قسم! میرے باپ کی قسم!" کہتے ہوئے سنا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے تم کو اس بات سے منع کیا ہے کہ اپنے باپ کی قسم کھایا کرو"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ اس وقت سے آج تک میں نے نہ تو اپنی بات میں اور نہ کسی اور کی بات دہرانے میں کبھی باپ کی قسم کھائی''۔

- اسی طرح کعبہ کی بھی قسم لوگ کھایا کرتے تھے۔

حدیث 43:۔ أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى، قَالَ: حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ، عَنْ مَعْبَدِ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ قُتَيْلَةَ، امْرَأَةٍ مِنْ جُهَيْنَةَ: أَنَّ يَهُودِيًّا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "إِنَّكُمْ تُنَدِّدُونَ، وَإِنَّكُمْ تُشْرِكُونَ تَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللهُ وَشِئْتَ، وَتَقُولُونَ: وَالْكَعْبَةِ". فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادُوا أَنْ يَحْلِفُوا أَنْ يَقُولُوا: "وَرَبِّ الْكَعْبَةِ!، وَيَقُولُونَ: مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ شِئْتَ". (نسائی رقم 3773)

ترجمہ حضرت قُتَيْلَةُ بِنْتُ صَيْفِيٍّ جُهَنِيَّةَ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک یہودی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تم بھی شرک کرتے ہو، تم کہتے ہو: ''جو اللہ چاہے، اور جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں، تم کعبہ کی قسم کھاتے ہو''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمایا: ''کعبہ کی نہیں بلکہ کعبہ والے رب کی قسم کھایا کرو، یعنی وَرَبِّ الْكَعْبَةِ! کہا کرو۔ اور یوں کہا کرو: جو اللہ چاہے، پھر جو آپ چاہیں''۔

حدیث 44:۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ الأَحْمَرُ، عَنِ الحَسَنِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، أَنَّ ابْنَ عُمَرَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُولُ: "لَا وَالكَعْبَةِ". فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: "لَا يُحْلَفُ بِغَيْرِ اللهِ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ". هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ. (ترمذی رقم 1535)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کعبہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا۔ تو اس کو منع کیا، اور فرمایا: ''غیر اللہ کی قسم نہ کھائی جائے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس نے غیر خدا کی قسم کھائی، اس نے کفر کیا، یا شرک کیا''۔

حدیث 45:۔أَخْبَرَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ دُحَيْمٍ الشَّيْبَانِيُّ، بِالْكُوفَةِ، ثنا أَحْمَدُ بْنُ حَازِمِ بْنِ أَبِي غَرْزَةَ الْغِفَارِيُّ، ثنا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى، أَنْبَأَ إِسْرَائِيلُ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: "لَا وَأَبِي" فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ، مَنْ حَلَفَ بِشَيْءٍ دُونَ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ".

□ أَخْبَرَنَا أَبُو زَكَرِيَّا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَنْبَرِيُّ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى، ثنا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَنْبَأَ سُفْيَانُ، عَنْ أَبِيهِ، وَالْأَعْمَشِ، وَمَنْصُورٍ، عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَحْلِفُ وَأَبِي فَنَهَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَنْ حَلَفَ بِشَيْءٍ مِنْ دُونِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ". وَقَالَ الْآخَرُ: "فَهُوَ شِرْكٌ".

(المستدرك علی الصحیحین، ج ۱ ص ۱۱۷ رقم 167، 168)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کی قسم کھائی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کیا اور ارشاد فرمایا: ''ہر وہ قسم جو غیر خدا کی کھائی جائے، شرک ہے''۔

6.13:۔اللہ کی مشیت میں کوئی شریک نہیں

اکثر نیک لوگوں کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کی مشیت عین خدا کی مشیّت ہے۔ اس میں نہ صرف بدعقیدہ لوگ بلکہ اہل توحید بھی غلطی سے مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو اس دقیق غلطی سے بھی آگاہ کیا اور بتایا کہ دنیا میں مشیت صرف اللہ کی ہے، اسی کی خواہش کے مطابق دنیا چل رہی ہے۔ تمام مشیتیں اور خواہشیں اسی کی مشیت اور خواہش کے ماتحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کسی مخلوق کی مشیّت عالم کے کاروبار میں شریک نہیں، لیکن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے ساتھ اوروں کی مشیّت کو بھی شریک کر لیا تھا۔ توحید کامل کے معلّم نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی سختی سے تردید کی۔ قرآن مجید نے جابجا اس حقیقت کو واضح کیا کہ مشیّت الٰہی

کے علاوہ کوئی اور حقیقی مشیت نہیں۔تمام دیگر مشیتیں اس کی تابع اور ماتحت ہیں۔ عقیدہ کی یہ غلطی اس قدر عام تھی کہ جولوگ یہ عقیدہ نہیں رکھتے تھے وہ بھی سلاطین، حکام اور بزرگوں کے ساتھ گفتگو میں یہ کہنا حسنِ ادب سمجھتے تھے کہ جو اللہ چاہے اور جو حضور چاہیں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرزِ کلام سے منع فرمایا، یہاں تک کہ اللہ کی مشیت کے ساتھ برابری سے خود اپنی مشیت کے ذکر سے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روکا۔اس قسم کا طرزِ کلام لوگوں کی زبانوں پر چڑھ گیا تھا۔اس میں یہ تصحیح فرمائی کہ اللہ اور غیر کی مشیت کے درمیان عطف کا واؤ (اور) نہ لایا جائے کہ اس سے برابری کا شائبہ نکلے بلکہ "پھر" کا لفظ بولا جائے تا کہ معلوم ہو کہ اللہ کی مشیت کے بعد اوروں کی مشیت کا درجہ ہے۔

حدیث 46:۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللهُ، وَشَاءَ فُلَانٌ، قُولُوا: مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ".

(صحيح:مسند أحمد رقم23265، 23347، 23381؛ الطيالسي رقم430،أبو داود رقم4980،النسائي في "عمل اليوم والليلة" رقم985،الدينوري في "المجالسة" رقم1988،البيهقي في "السنن" 216/3،"الأسماء والصفات" ص 144، "الاعتقاد" ص156۔157)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "ایسا نہ کہا کرو: جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے، بلکہ یوں کہا کرو: جو اللہ چاہے، پھر اس کے بعد جو فلاں چاہے"۔

حدیث 47:۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مَعْبَدُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ قُتَيْلَةَ بِنْتِ صَيْفِيٍّ الْجُهَنِيَّةِ، قَالَتْ: أَتَى حَبْرٌ مِنَ الْأَحْبَارِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: "يَا مُحَمَّدُ! نِعْمَ الْقَوْمُ أَنْتُمْ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تُشْرِكُونَ". قَالَ: "سُبْحَانَ اللهِ! وَمَا ذَاكَ؟". قَالَ: "تَقُولُونَ إِذَا حَلَفْتُمْ وَالْكَعْبَةِ". قَالَتْ: فَأَمْهَلَ رَسُولُ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا ثُمَّ قَالَ: "إِنَّهُ قَدْ قَالَ: فَمَنْ حَلَفَ فَلْيَحْلِفْ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ". ثُمَّ قَالَ: "يَا مُحَمَّدُ! نِعْمَ الْقَوْمُ أَنْتُمْ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَجْعَلُونَ لِلهِ نِدًّا". قَالَ: "سُبْحَانَ اللهِ! وَمَا ذَاكَ؟". قَالَ: "تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللهُ وَشِئْتَ". قَالَ: فَأَمْهَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا ثُمَّ قَالَ: "إِنَّهُ قَدْ قَالَ، فَمَنْ قَالَ مَا شَاءَ اللهُ فَلْيَفْصِلْ بَيْنَهُمَا ثُمَّ شِئْتَ".

(صحیح: مسند أحمد رقم 27093؛ ابن سعد فی "الطبقات" 309/8؛ الطبرانی فی "الکبیر" 25/ رقم (5)، (6)، (7)؛ الحاکم 297/4: صحح الحاکم إسنادہ ووافقه الذہبی؛ النسائی فی "المجتبی" رقم 3773؛ "عمل الیوم واللیلة" نسائی رقم 986، 987)

ترجمہ حضرت قُتَيْلَةُ بِنْتُ صَيْفِيٍّ جُهَنِيَّةُ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں یہودی علماء میں سے ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہنے لگا: "تم بہت اعلیٰ قوم ہو، اگر تم شرک نہ کرو"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سُبْحَانَ اللهِ!، وہ کیا ہے؟"۔ وہ یہودی کہنے لگا: "تم جب قسم کھاتے ہو، تو کہتے ہو: کعبہ کی قسم!"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر توقف فرمایا، پھر مسلمانوں کو فرمایا: "تم لوگ اس کی بات کو سن رہے ہو، پس جو تم میں سے قسم کھائے، تو اس کو رب کعبہ کی قسم کھانی چاہیے، یعنی وَرَبِّ الْكَعْبَةِ! کہا کرو"۔ پھر وہ یہودی عالم کہنے لگا: "اے محمد! تم کیسی اچھی قوم ہو، اگر تم اللہ کا شریک نہ بنایا کرو"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سُبْحَانَ اللهِ!، وہ کیا ہے؟"۔ وہ کہنے لگا: "تم کہتے ہو: جو اللہ چاہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر توقف فرمایا، پھر مسلمانوں کو فرمایا: "تم لوگ اس کی بات کو سن رہے ہو، پس جو کوئی کہے: جو اللہ چاہے، پھر ان دونوں میں فصل کرتے ہوئے کہے: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں"۔

حدیث 48:۔ حَدَّثَنَا بَهْزٌ، وَعَفَّانُ، قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ، عَنْ طُفَيْلِ بْنِ سَخْبَرَةَ، أَخِي عَائِشَةَ لِأُمِّهَا،

أَنَّهُ رَأَى فِيمَا يَرَى النَّائِمُ، كَأَنَّهُ مَرَّ بِرَهْطٍ مِنَ الْيَهُودِ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قَالُوا: "نَحْنُ الْيَهُودُ". قَالَ: "إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الْقَوْمُ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَزْعُمُونَ أَنَّ عُزَيْرًا ابْنُ اللهِ". فَقَالَتِ الْيَهُودُ: "وَأَنْتُمُ الْقَوْمُ لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللهُ، وَشَاءَ مُحَمَّدٌ". ثُمَّ مَرَّ بِرَهْطٍ مِنَ النَّصَارَى، فَقَالَ: "مَنْ أَنْتُمْ؟". قَالُوا: "نَحْنُ النَّصَارَى". فَقَالَ: "إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الْقَوْمُ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُولُونَ الْمَسِيحُ ابْنُ اللهِ". قَالُوا: "وَأَنْتُمُ الْقَوْمُ، لَوْلَا أَنَّكُمْ تَقُولُونَ مَا شَاءَ اللهُ، وَمَا شَاءَ مُحَمَّدٌ". فَلَمَّا أَصْبَحَ أَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ، ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخْبَرَهُ، فَقَالَ: "هَلْ أَخْبَرْتَ بِهَا أَحَدًا؟". قَالَ عَفَّانُ: قَالَ: "نَعَمْ". فَلَمَّا صَلَّوْا، خَطَبَهُمْ فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: "إِنَّ طُفَيْلًا رَأَى رُؤْيَا فَأَخْبَرَ بِهَا مَنْ أَخْبَرَ مِنْكُمْ، وَإِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَقُولُونَ كَلِمَةً كَانَ يَمْنَعُنِي الْحَيَاءُ مِنْكُمْ، أَنْ أَنْهَاكُمْ عَنْهَا". قَالَ: "لَا تَقُولُوا: مَا شَاءَ اللهُ، وَمَا شَاءَ مُحَمَّدٌ".

(صحيح: مسند أحمد رقم 20694؛ ابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" رقم 2743؛ ابن قانع في "معجم الصحابة" 50/2؛ الحاكم 463/3؛ البيهقي في "دلائل النبوة" 22/7؛ الخطيب في "موضح الأوهام" 303/1؛ الحازمي في "الاعتبار" ص 242-243؛ المزي في ترجمة طفيل بن سخبرة من "تهذيب الكمال" 391/13؛ الدارمي رقم 2699؛ البخاري معلقاً في "التاريخ الكبير" 363/4-364؛ الطبراني في "الكبير" رقم 8214؛ الخطيب في "الموضح" 303/1؛ المزي 391/13؛ ابن ماجه رقم 2118؛ ابن قانع 50/2؛ الطبراني رقم 8215؛ الحاكم 462/3-463؛ ابن الأثير في "أسد الغابة" 78/3؛ الجامع معمر (منشور كملحق بمصنف عبد الرزاق)، ج ۱۱ ص ۲۸ رقم 19813 مرسلاً؛ عن حذيفة أبو داود رقم 4980؛ النسائي في "اليوم والليلة" رقم 985؛ الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" رقم 236؛ البيهقي 216/3 مختصراً بالمرفوع منه)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ماں شریک بھائی حضرت طُفَیْل بْنُ سَخْبَرَۃ أزدی رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ وہ یہود کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے، ان سے

پوچھا: ”تم کون ہو؟“۔ انھوں نے کہا: ”ہم یہود ہیں“۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے کہا: ”تم بہت اچھی قوم تھے اگر تم لوگ یہ عقیدہ نہ رکھتے کہ حضرت عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں“۔ اس پر یہود کہنے لگے: ”تم لوگ بھی بہت اچھی قوم ہو، اگر تم لوگ یہ نہ کہتے: جو اللہ چاہے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہے“۔ پھر ان کا گزر نصاریٰ کی جماعت کے پاس ہوا، تو انھوں نے پوچھا: ”تم کون ہو؟“۔ انھوں نے کہا: ”ہم نصاریٰ ہیں“۔ انھوں نے ان سے کہا: ”تم بہت اچھی قوم تھے، اگر تم یہ نہ کہتے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں“۔ وہ کہنے لگے: ”تم مسلمان اچھی جماعت ہو، اگر تم یہ نہ کہتے: جو اللہ چاہے اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں“۔ پھر جب صبح ہوئی تو انھوں نے کچھ لوگوں کو یہ خواب کا واقعہ سنایا۔ پھر حضرت طفیل رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خواب کا واقعہ بیان کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: ”کیا تم نے خواب کا واقعہ کسی اور کو سنایا ہے؟“۔ انھوں نے جواب دیا: ”ہاں“۔ پھر جب لوگوں نے نماز پڑھ لی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی۔ پھر فرمایا: ”حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا ہے۔ پھر انھوں نے اس کی خبر کچھ لوگوں کو دی ہے۔ بے شک تم ایک کلمہ کہتے ہو، مجھے اس سے حیا مانع ہوئی کہ میں تم کو اس سے منع کروں۔ تم ایسا نہ کہو: ”جو اللہ چاہے، اور جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہیں“۔

□ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی مشیت کا نام بھی نہ لینا چاہئے۔

حدیث 49: ۔حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا أَجْلَحُ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِّ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا شَاءَ اللهُ، وَشِئْتَ". فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَجَعَلْتَنِي، وَاللهِ! عَدْلًا، بَلْ مَا شَاءَ اللهُ وَحْدَهُ".

(صحيح لغيره: مسند أحمد رقم 1839؛ ابن أبي شيبة 346/10، ابن ماجه رقم 2117، النسائي في "عمل اليوم والليلة" رقم 988، ابن أبي الدنيا في "الصمت" رقم 345،

الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" رقم 235، الطبرانی رقم 13006، البیهقی 217/3؛ سلسلة الأحادیث الصحیحة، ج ۱ ص ۲۶۶ رقم 139)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: ''جو اللہ چاہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں''۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی قسم! کیا تو نے مجھے اللہ کا شریک بنالیا ہے، بلکہ جو اکیلا اللہ چاہے''۔

☐ اس سلسلہ میں یہاں تک اہتمام مدنظر تھا کہ اس سے بھی منع فرمایا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک ضمیر پھیر کر ایک فعل لایا جائے تا کہ یہ سمجھا جائے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ برابر ہے۔

حدیث 50:۔ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ رُفَيْعٍ، عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَرَفَةَ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ، أَنَّ رَجُلًا خَطَبَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "مَنْ يُطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ، وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوَى". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "بِئْسَ الْخَطِيبُ أَنْتَ، قُلْ: وَمَنْ يَعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ".

(صحیح علی شرط مسلم: مسند أحمد رقم 18247؛ ابن أبي شيبة 347/10، مسلم رقم 870، ابن حبان رقم 2798، البیهقی فی "السنن" 86/1، 216/3، "معرفة السنن والآثار" رقم 6497،6496؛ أبو داود رقم 4981،1099، الطبرانی 17/ (رقم 234، 235)، الحاکم 289/1؛ الطیالسی رقم 1026، الشافعی فی "المسند" 147/1 (بترتیب السندی)، البغوی فی "شرح السنة" 360/12 رقم 3391)

ترجمہ حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ کے دوران یہ فقرہ کہا: جس نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی، اس نے ہدایت پائی اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی، وہ گمراہ ہو گیا''۔ یہاں تک اس نے کہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روک دیا اور فرمایا: ''تم برے خطیب ہو، یوں کہو: جس شخص نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی''۔

☐ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزردگی کا اظہار اس لیے فرمایا کہ ان ''دونوں'' کو ساتھ کہنے سے

سامعین پر یہ اثر پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے کا حکم برابر ہے۔ اس میں شرک کا شائبہ ہے۔ اس لیے خطیب کو یوں کہنا چاہیئے تھا کہ "اور جو اللہ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا وہ گمراہ ہوگا"، جیسا کہ قرآن پاک میں بار بار آیا ہے اور ماثورہ خطبوں میں منقول ہے۔

6.14:۔ مشتبہاتِ شرک کی ممانعت

جن باتوں میں شرک کا ذرا سا بھی شائبہ پایا جاتا تھا، اُن سے بالکل منع کر دیا۔ لوگ اولاد کا نام آفتاب، ماہتاب وغیرہ کی عبدیت کے ساتھ رکھتے تھے، مثلاً عبد الشمس، عبد مناف۔ ان ناموں سے سخت منع فرمایا اور فرمایا: "بہترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں"۔

حدیث 51:۔ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الْعُمَرِيُّ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ مِنْ أَحْسَنِ أَسْمَائِكُمْ عَبْدَ اللهِ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ".

(صحیح: مسند أحمد رقم 4774؛ مسلم رقم 2-2132، الترمذی رقم 2833، 2834، ابن ماجه رقم 3828، الطبرانی فی "الکبیر" رقم 13374، ابن عدی فی "الکامل" 1460/4، الحاکم 274/4، البیهقی 309/6، البغوی رقم 3367، الخطیب فی "تاریخه" 323/10؛ أبو داود رقم 4949، الدارمی 294/2، البیهقی 309/6، البغوی رقم 3367، الخطیب فی "تاریخه" 323/10)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بہترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں"۔

- اہل عجم اپنے سلاطین کو شہنشاہ یعنی تمام بادشاہوں کا بادشاہ کہتے تھے، چونکہ اس میں شرک کا احتمال تھا، حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا: "یہ نام اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے"۔

حدیث 52:۔ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَخْنَعُ اسْمٍ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، رَجُلٌ

تَسَمّٰى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ".

(صحيح على شرط الشيخين:مسند أحمد رقم7329؛البخاري رقم6205،6206؛ مسلم رقم20 ـ 2143؛ أبو داود رقم4961؛أبو نعيم في "الحلية" 317/2، 233-232/9؛الخطيب في "تاريخه" 330/6 ؛ الحميدي رقم1127؛ترمذي رقم2837؛ الطحاوي في "مشكل الآثار" رقم1076؛ابن حبان رقم5835؛الحاكم 274/4؛ البيهقي في "السنن" 307/9؛"الأسماء والصفات" ص 30 ؛ "الأدب المفرد" رقم817؛ البغوي رقم3369)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند نام ملک الاملاک یعنی شہنشاہ ہوگا''۔

حدیث53:۔ أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ بَالَوَيْهِ، ثَنَا مُوسَى بْنُ الْحَسَنِ، ثَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، ثَنَا عَوْفٌ، عَنْ خِلَاسٍ، وَمُحَمَّدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى رَجُلٍ قَتَلَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى رَجُلٍ تَسَمّٰى مَلِكَ الْأَمْلَاكِ لَا مَلِكَ إِلَّا اللهُ عَزَّ وَجَلَّ".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

[التعليق-من تلخيص الذهبي]-على شرط البخاري ومسلم

(المستدرك على الصحيحين، ج ۴ ص ۳۰۶ رقم7724)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس شخص پر اللہ کا بہت زیادہ غضب ہوا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیا، اور اس پر اللہ کا بیحد غضب ہوا جس نے اپنے آپ کو شہنشاہ کہا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں''۔

□ غلاموں کو بندہ اور مالک کو ربّ کہنے سے منع کر دیا گیا۔

حدیث54:۔ حَدَّثَنَا غَسَّانُ بْنُ الرَّبِيعِ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنِ ابْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ: عَبْدِي وَأَمَتِي، وَلَا يَقُولَنَّ الْمَمْلُوكُ: رَبِّي وَرَبَّتِي،

لِيَقُلِ الْمَالِكُ: فَتَايَ وَفَتَاتِي، وَلْيَقُلِ الْمَمْلُوكُ: سَيِّدِي وَسَيِّدَتِي، فَإِنَّهُمُ الْمَمْلُوكُونَ وَالرَّبُّ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ".

(صحيح: مسند أحمد رقم 9451، 10368، 10603، 10604؛ البخاري في "الأدب المفرد" رقم 210؛ أبو داود رقم 4975؛ النسائي في "عمل اليوم والليلة" رقم 243؛ ابن السني في "عمل اليوم والليلة" (390)، والبيهقي في "الآداب" (395)؛ ابن أبي الدنيا في "الصمت" رقم 365؛ عبد الرزاق رقم 19868 موقوفاً)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص غلاموں کو عبد یعنی بندہ نہ کہنے پائے، بلکہ یوں کہے: میرا ''بچہ یا بچی''، اور اسی طرح غلام اور باندیاں اپنے آقا کو رب نہ کہیں، مالک کہیں، کہ تم سب غلام ہو اور رب اللہ ہے''۔

حدیث 55:۔ حَدَّثَنَا الرَّبِيعُ بْنُ نَافِعٍ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ هَانِئٍ أَنَّهُ لَمَّا وَفَدَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ قَوْمِهِ سَمِعَهُمْ يَكْنُونَهُ بِأَبِي الْحَكَمِ، فَدَعَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "إِنَّ اللهَ هُوَ الْحَكَمُ، وَإِلَيْهِ الْحُكْمُ، فَلِمَ تُكْنَى أَبَا الْحَكَمِ؟". فَقَالَ: "إِنَّ قَوْمِي إِذَا اخْتَلَفُوا فِي شَيْءٍ أَتَوْنِي، فَحَكَمْتُ بَيْنَهُمْ فَرَضِيَ كِلَا الْفَرِيقَيْنِ". فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا أَحْسَنَ هٰذَا، فَمَا لَكَ مِنَ الْوَلَدِ؟". قَالَ: "لِي شُرَيْحٌ، وَمُسْلِمٌ، وَعَبْدُ اللهِ". قَالَ: "فَمَنْ أَكْبَرُهُمْ؟". قُلْتُ: "شُرَيْحٌ". قَالَ: "فَأَنْتَ أَبُو شُرَيْحٍ".

قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "شُرَيْحٌ هٰذَا هُوَ الَّذِي كَسَرَ السِّلْسِلَةَ، وَهُوَ مِمَّنْ دَخَلَ تُسْتَرَ". قَالَ أَبُو دَاوُدَ: "وَبَلَغَنِي أَنَّ شُرَيْحًا كَسَرَ بَابَ تُسْتَرَ، وَذٰلِكَ أَنَّهُ دَخَلَ مِنْ سِرْبٍ".

(صحيح: سنن أبي داود ج ۷ ص ۳۰۹ رقم 4955؛ البخاري في "الأدب المفرد" رقم 811، النسائي في "الكبرى" رقم 5907؛ ابن حبان في "صحيحه" رقم 504)

ترجمہ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کے ساتھ آئے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں سے سنا کہ وہ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کو ابوالحکم کی کنیت سے پکارتے ہیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کو

بلایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''حکم اللہ کا ہے اور اللہ ہی حکم دینے والا ہے، تم کو لوگ ابوالحکم کیوں کہتے ہیں؟''۔ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میرے قبیلہ میں جب کوئی نزاع ہوتی ہے تو لوگ مجھ کو حکم یعنی ثالث بناتے ہیں اور میں جو فیصلہ کرتا ہوں، اس کو سب تسلیم کر لیتے ہیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کتنی اچھی یہ بات ہے! تمہارے بچوں کے کیا نام ہیں؟''۔ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''میرے بیٹے: شریح رحمۃ اللہ علیہ، مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب میں بڑا کون ہے؟''۔ میں نے عرض کیا: ''شریح رحمۃ اللہ علیہ''۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھاری کنیت ابوشریح رضی اللہ عنہ ہے''۔

☐ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی برا کام کرتے ہیں، تو شیطان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ گویا اس نے برائی کرائی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے،

حدیث 56:۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيِّ، عَمَّنْ كَانَ رَدِيفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: كُنْتُ رَدِيفَهُ عَلَى حِمَارٍ، فَعَثَرَ الْحِمَارُ، فَقُلْتُ: "تَعِسَ الشَّيْطَانُ". فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَقُلْ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ: تَعِسَ الشَّيْطَانُ، تَعَاظَمَ الشَّيْطَانُ فِي نَفْسِهِ، وَقَالَ: صَرَعْتُهُ بِقُوَّتِي، فَإِذَا قُلْتَ: بِسْمِ اللهِ، تَصَاغَرَتْ إِلَيْهِ نَفْسُهُ حَتَّى يَكُونَ أَصْغَرَ مِنْ ذُبَابٍ".

(صحيح: مسند أحمد رقم 20591؛ عبد الرزاق رقم 20899؛ البغوي رقم 3384؛ الضياء في "المختارة" رقم 1412، 1413؛ الحاكم 292/4؛ أبو داود رقم 4982؛ النسائي في "عمل اليوم والليلة" رقم 554، 555؛ ابن أبي عاصم في "الآحاد والمثاني" رقم 1068؛ أبو يعلى في "معجم شيوخه" رقم 71؛ الطحاوي في "شرح مشكل الآثار" رقم 368؛ الطبراني في "الكبير" رقم 516؛ ابن السني في "عمل اليوم والليلة" رقم 509؛ ابن الأثير في "أسد الغابة" 82/1)

ترجمہ حضرت أَبُو تَمِيمَةَ الْهُجَيْمِيُّ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وہ صحابی رضی اللہ عنہ، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پچھلی جانب سواری پر سوار تھے، فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے

گدھے پر سوار تھا۔ گدھے نے ٹھوکر کھائی۔ میں نے کہا: ''شیطان کا بُرا ہو!''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ''شیطان کا بُرا ہو'' نہ کہو، اس لیے کہ جب تو نے کہا: شیطان کا بُرا ہو، تو شیطان غرور سے پھول جائے گا اور کہے گا: میں نے اپنی قوت سے اسے گرادیا ہے۔ پھر جب تو نے کہا: بِسْمِ اللهِ، تو شیطان دب کر مکھی کے برابر ہو جائے گا''۔

□ تصویر بنانے سے سخت منع کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اوّل اوّل لوگ کسی بزرگ اور مقتداء کی تصویر گھر میں رکھتے تھے، تو محبت یا یادگار کے طور پر رکھتے تھے، لیکن رفتہ رفتہ انہی تصویروں کی پرستش ہونے لگی تھی۔ اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرے سے تصویر کھینچنے سے منع فرمایا۔

حدیث 57: حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَقَالَ عَطَاءٌ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "صَارَتِ الأَوْثَانُ الَّتِي كَانَتْ فِي قَوْمِ نُوحٍ فِي العَرَبِ بَعْدُ. أَمَّا وَدٌّ كَانَتْ لِكَلْبٍ بِدَوْمَةِ الجَنْدَلِ، وَأَمَّا سُوَاعٌ كَانَتْ لِهُذَيْلٍ، وَأَمَّا يَغُوثُ فَكَانَتْ لِمُرَادٍ، ثُمَّ لِبَنِي غُطَيْفٍ بِالْجُوفِ، عِنْدَ سَبَإٍ، وَأَمَّا يَعُوقُ فَكَانَتْ لِهَمْدَانَ، وَأَمَّا نَسْرٌ فَكَانَتْ لِحِمْيَرَ لِآلِ ذِي الكَلاَعِ، أَسْمَاءُ رِجَالٍ صَالِحِينَ مِنْ قَوْمِ نُوحٍ، فَلَمَّا هَلَكُوا أَوْحَى الشَّيْطَانُ إِلَى قَوْمِهِمْ، أَنِ انْصِبُوا إِلَى مَجَالِسِهِمُ الَّتِي كَانُوا يَجْلِسُونَ أَنْصَابًا وَسَمُّوهَا بِأَسْمَائِهِمْ، فَفَعَلُوا، فَلَمْ تُعْبَدْ، حَتَّى إِذَا هَلَكَ أُولَئِكَ وَتَنَسَّخَ العِلْمُ عُبِدَتْ". (بخاری رقم 4920)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''وہ پانچ بت (وَدّ، سُوَاع، يَغُوث، يَعُوق، نَسْر) جو قوم نوح میں تھے، وہ بعد میں عرب میں بھی آگئے تھے ------

یہ پانچ بزرگ قومِ نوح کے صالحین لوگوں میں سے تھے۔ پھر جب یہ بزرگ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے معتقدین کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ ان کی مجالس کی جگہ ان کی تصویریں اور مجسمے نصب کردیں، اور ان کو ان کے ناموں سے موسوم کردیں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت ان کی عبادت نہیں کی گئی۔ پھر جب یہ

لوگ دنیا سے رخصت ہو گئے، اور علم مٹ گیا، تو ان کی عبادت شروع ہو گئی"۔

حدیث 58:۔وَقَالَ ابْنُ جَرِيرٍ: حَدَّثَنَا ابْنُ حُمَيْدٍ، حَدَّثَنَا مِهْرَانُ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ مُوسَى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسٍ: "يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا" قَالَ: كَانُوا قَوْمًا صَالِحِينَ بَيْنَ آدَمَ وَنُوحٍ، وَكَانَ لَهُمْ أَتْبَاعٌ يَقْتَدُونَ بِهِمْ، فَلَمَّا مَاتُوا قَالَ أَصْحَابُهُمُ الَّذِينَ كَانُوا يَقْتَدُونَ بِهِمْ: لَوْ صَوَّرْنَاهم كَانَ أَشْوَقَ لَنَا إِلَى الْعِبَادَةِ إِذَا ذَكَرْنَاهُمْ. فَصَوَّرُوهُمْ. فَلَمَّا مَاتُوا وَجَاءَ آخَرُونَ دَبَّ إِلَيْهِمْ إِبْلِيسُ فَقَالَ: "إِنَّمَا كَانُوا يَعْبُدُونَهُمْ وَبِهِمْ يُسْقَوْنَ الْمَطَرَ، فَعَبَدُوهُمْ". (تفسیر الطبری، ج ۲۳ ص ۳۰۳) بتفسیر ابن کثیر، ج ۸ ص ۲۳۵، ۲۳۶)

ترجمہ حضرت محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یغوث، یعوق اور نسر، تینوں بزرگ بہت نیک لوگ تھے، جن کا زمانہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کا تھا۔ ان کے بہت سے متبعین تھے، جو ان کی پیروی کرتے تھے، پھر جب وہ فوت ہو گئے، تو ان کے اصحاب، جو ان کی اتباع کرتے تھے، کہنے لگے: "اگر ہم ان کی تصاویر بنا لیں، تو ہمارا عبادت میں ذوق وشوق اور اخلاص زیادہ ہو جائے گا، جب ہم ان کے زمانے کو یاد کریں گے۔ پھر جب یہ لوگ دنیا سے چلے گئے، اور ان کے بعد دوسرے لوگ آ گئے، تو ابلیس نے ان کے اندر غلط فہمی پیدا کر دی، اور ان سے کہا: "وہ پہلے لوگ ان کی عبادت کرتے تھے، اور انہی کے ذریعے ان پر بارش برسائی جاتی تھی"۔ پس اس طرح انھوں نے ان کی عبادت شروع کر دی۔

اثر 1:۔وَقَالَ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ: حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، عَنْ أَبِي الْمُطَهِّرِ قَالَ: ذَكَرُوا عِنْدَ أَبِي جَعْفَرٍ -وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي- يَزِيدَ بْنَ الْمُهَلَّبِ، قَالَ: فَلَمَّا انْفَتَلَ مِنْ صَلَاتِهِ قَالَ: ذَكَرْتُمْ يَزِيدَ بْنَ الْمُهَلَّبِ، أَمَا إِنَّهُ قُتِلَ فِي أَوَّلِ أَرْضٍ عُبِدَ فِيهَا غَيْرُ اللهِ. قَالَ: ثُمَّ ذَكَرَ وَدًّا -قَالَ: وَكَانَ وَدٌّ رَجُلًا مُسْلِمًا وَكَانَ مُحَبَّبًا فِي قَوْمِهِ، فَلَمَّا مَاتَ عَسْكَرُوا حَوْلَ قَبْرِهِ فِي أَرْضِ بَابِلَ وَجَزِعُوا عَلَيْهِ، فَلَمَّا رَأَى إِبْلِيسُ جَزَعَهم عَلَيْهِ، تَشَبَّهَ فِي صُورَةِ إِنْسَانٍ، ثُمَّ قَالَ: "إِنِّي أَرَى جَزَعَكُمْ عَلَى

هٰذَا الرَّجُلِ فَهَلْ لَكُمْ أَنْ أُصَوِّرَ لَكُمْ مثله، فيكون في ناديكم فتذ كرونه؟"۔ قالوا: "نَعَمْ"۔ فصُوِّرَ لَهُمْ مَثَلُهُ۔ قَالَ: وَوَضَعُوهُ فِي نَادِيهِمْ وَجَعَلُوا يَذْكُرُونَهُ۔ فَلَمَّا رَأَى مَا بِهِمْ مِنْ ذِكْرِهِ قَالَ: "هَلْ لَكُمْ أَنْ أَجْعَلَ فِي مَنْزِلِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْكُمْ تِمْثَالًا مِثْلَهُ، فَيَكُونَ لَهُ فِي بَيْتِهِ فَتَذْكُرُونَهُ؟"۔ قَالُوا: "نَعَمْ"۔ قَالَ: فَمَثَّلَ لِكُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ تِمْثَالًا مِثْلَهُ، فَأَقْبَلُوا فَجَعَلُوا يَذْكُرُونَهُ بِهِ۔ قَالَ: وَأَدْرَكَ أَبْنَاؤُهُمْ فَجَعَلُوا يَرَوْنَ مَا يَصْنَعُونَ بِهِ۔ قَالَ: وَتَنَاسَلُوا وَدَرَسَ أَمْرُ ذِكْرِهِمْ إِيَّاهُ حَتَّى اتَّخَذُوهُ إِلٰهًا يَعْبُدُونَهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْلَادُ أَوْلَادِهِمْ۔ فَكَانَ أَوَّلَ مَا عُبِدَ مِنْ غَيْرِ اللّٰهِ: الصَّنَمُ الَّذِي سَمَّوْهُ وَدًّا۔

(تفسیر ابن کثیر، ج۸ ص۲۳۵، ۲۳۶؛ تفسير القرآن العظيم لابن أبي حاتم، ج۱۰ ص ۳۳۷۵ رقم 18997)

ترجمہ: حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وَدّ'' مسلمان آدمی تھا، وہ اپنی قوم میں بہت محبوب اور پسندیدہ تھا۔ پھر جب یہ شخص دنیا سے رخصت ہوگیا، تو بابل کی سرزمین میں لوگ اس کی قبر کے چاروں اطراف میں جمع ہو گئے، انھوں نے اس پر خوب جزع فزع کی۔ پھر جب ابلیس نے ان کی یہ آہ وزاری دیکھی، وہ انسانی صورت میں ان کے پاس آکر ان سے کہنے لگا: ''میں تمہاری اس نیک آدمی کے بارے جزع فزع اور بے چینی دیکھ رہا ہوں، پس کیا تم اس کو پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے لیے اس کی تصویر بنادوں، کہ وہ تمہاری مجالس میں تمہارے ساتھ رہے گی، پھر تم اس سے اس کی یاد تازہ کروگے؟''۔ وہ لوگ کہنے لگے: ''ہاں''۔ پس ان کے لیے انہی کی مثل تصویر بنادی گئی۔ ان لوگوں نے اس تصویر کو اپنی مجالس میں نصب کر دیا اور اس سے تذکیر ونصیحت حاصل کرنے لگے۔ پھر جب ابلیس نے ان کی اس تذکیر ونصیحت والی حالت کو دیکھا، تو ان سے کہنے لگا: ''کیا میں تم میں سے ہر شخص کے لیے ہر گھر میں اس کی مثل تصویریں نہ بنادوں کہ وہ ہر ایک کے گھر میں موجود ہوگی، تو وہ اس سے تذکیر ونصیحت حاصل کرلے گا؟''۔ ان لوگوں نے کہا: ''ہاں''۔ پس اس طرح ابلیس نے ہر

گھر والوں کے لیے اس کی مثل تصویریں بنا دیں۔ وہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس سے تذکیر و نصیحت حاصل کرتے۔ ان لوگوں کے بیٹوں نے ان کا زمانہ پایا، تو وہ ان کو ایسے اعمال کرتے دیکھتے تھے۔ پھر کئی نسلیں گزر گئیں، ان تصویروں سے تذکیر و نصیحت کے حصول کی بات مٹ گئی، وہ یہ بات بھول گئے، یہاں تک کہ اگلی نسلوں نے ان کو معبود بنا لیا اور اللہ کے ورے ان کی عبادت کی جانے لگی۔ پس اس طرح جس بت کی سب سے پہلے اللہ کے سوا عبادت کی گئی، اس کا نام انھوں نے ''وَدّ'' رکھا۔

6.15: قبر پرستی اور یادگار پرستی سے روکنا

شرک کا بڑا ذریعہ قبر پرستی اور یادگار پرستی ہے۔ قبروں اور یادگاروں کو لوگ عبادت گاہ بنا لیتے ہیں۔ سالانہ مجمع کرتے ہیں، دور دور سے سفر کر کے آتے ہیں، قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں، منتیں مانتے ہیں، نذریں چڑھاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام افعال سے منع کیا ہے۔

حدیث 59:۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ هِشَامٍ قَالَ: أَبِي، وَوَكِيعٌ، حَدَّثَنَا هِشَامٌ الْمَعْنَى قَالَ: حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ، وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ، فِيهَا تَصَاوِيرُ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ أُولَئِكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ، بَنَوْا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وَصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"۔ قَالَ أَحْمَدُ: قَالَ وَكِيعٌ: إِنَّهُمْ تَذَاكَرُوا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ، فَذَكَرَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأُمُّ حَبِيبَةَ كَنِيسَةً رَأَيْنَهَا فِي أَرْضِ الْحَبَشَةِ۔

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد رقم 24252؛ البخاری رقم 427، 434، 1341، 3873، مسلم رقم 16 ـ 528، 17 ـ 528، 18 ـ 528؛ النسائی فی "المجتبی" 41/2؛ أبو عوانة 400/1 ـ 401، 401/1؛ ابن حبان رقم 3181؛ البیہقی فی "السنن"

80/4؛البغوی فی "شرح السنة"، رقم509)

ترجمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کنیسہ یعنی گرجا گھر کا ذکر کیا جو انھوں نے حبشہ میں قیام کے دوران دیکھا تھا۔ اس میں تصاویر تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک اور صالح آدمی وفات پا جاتا تھا، تو یہ لوگ اس نیک آدمی کی قبر پر عبادت گاہ (مسجد) بنا دیتے تھے۔ اور اس عبادت گاہ میں ان کی تصویروں کو بنا کر رکھ دیتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے برے اور بدبخت ہوں گے''۔

حدیث 60:۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ، قَالَ: آخِرُ مَا تَكَلَّمَ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَخْرِجُوا يَهُودَ أَهْلِ الْحِجَازِ، وَأَهْلِ نَجْرَانَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَاعْلَمُوا أَنَّ شِرَارَ النَّاسِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ"۔

(صحیح:مسند أحمد رقم1691، 1694، 1699؛ الدارمی رقم2498؛البخاری فی "التاریخ الکبیر" 57/4؛ابن أبی عاصم فی "الآحاد والمثانی" رقم235، 236؛البزار (رقم439- کشف الأستار)؛أبو یعلی رقم872؛الطحاوی فی "شرح مشکل الآثار" 13،12/4؛البیهقی 208/9؛الطیالسی رقم229؛الحمیدی رقم85؛الشاشی رقم264؛أبو نعیم فی "معرفة الصحابة" رقم596)

ترجمہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آخری گفتگو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی، وہ یہ ہے: ''حجاز اور نجران کے یہودیوں کو جزیرۂ عرب سے نکال دو۔ اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ مخلوق میں سب سے برے لوگ وہ ہیں جنھوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا''۔

حدیث 61:۔حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ - وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحَاقُ: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: - حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ عَدِيٍّ، عَنْ

عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ، عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ النَّجْرَانِيِّ، قَالَ: حَدَّثَنِي جُنْدَبٌ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ، وَهُوَ يَقُولُ: "إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ"۔

(مسلم 23ـ532؛ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۲ ص ۱۵۰ رقم 7546)

ترجمہ حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پانچ دن پہلے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "خبردار! تم سے پہلے لوگ انبیائے کرام علیہم السلام اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجدیں بنا لیتے تھے۔ دیکھو! میں تم کو منع کرتا ہوں کہ قبروں کو مسجد نہ بنانا"۔

حدیث 62:۔ حَدَّثَنَا هَاشِمٌ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ يَعْنِي شَيْبَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي حُمَيْدٍ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ الَّذِي لَمْ يَقُمْ مِنْهُ: "لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ، وَالنَّصَارَى، فَإِنَّهُمُ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ"۔ قَالَتْ: "وَلَوْلَا ذٰلِكَ أُبْرِزَ قَبْرُهُ، غَيْرَ أَنَّهُ خَشِيَ أَنْ يُتَّخَذَ مَسْجِدًا"۔

(صحيح على شرط الشيخين: مسند أحمد رقم 24513؛ البخاری رقم 1330؛ مسلم رقم 19ـ529؛ ابن أبي شيبة فی "مصنفه" 2 / 376؛ أبو عوانة فی "مسنده" 1 / 399؛ البغوی فی "شرح السنة" رقم 508؛ الطبرانی فی "الأوسط" رقم 7730؛ الخطيب البغدادی فی "تاريخ بغداد" 13 / 52، 183؛ مشکوٰۃ رقم 712)

حدیث 63:۔ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ ابْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، أَنَّ عَائِشَةَ، قَالَتْ: كَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمِيصَةٌ سَوْدَاءُ حِينَ

اشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ، قَالَتْ: فَهُوَ يَضَعُهَا مَرَّةً عَلَى وَجْهِهِ، وَمَرَّةً يَكْشِفُهَا عَنْهُ وَيَقُولُ: "قَاتَلَ اللهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ"، يُحَرِّمُ ذٰلِكَ عَلَى أُمَّتِهِ۔ (صحيح: مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج ۴۳ ص ۷۰ ۳ رقم 26350)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا جس سے اُٹھے نہیں تھے: ''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''۔

حدیث 64: ۔حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَعَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهُمَا قَالَا: لَمَّا نُزِلَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَفِقَ يُلْقِي خَمِيصَةً عَلَى وَجْهِهِ، فَلَمَّا اغْتَمَّ رَفَعْنَاهَا عَنْهُ، وَهُوَ يَقُولُ: "لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ". تَقُولُ عَائِشَةُ: "يُحَذِّرُهُمْ مِثْلَ الَّذِي صَنَعُوا"۔

(صحيح على شرط الشيخين: مسند أحمد، ج ۳ ص ۴۷ ۳ رقم 1884؛ ج ۴۰ ص ۶۶ رقم 24060؛ عبد الرزاق رقم 1588، 9754، 15917؛ أبو عوانة 399/1؛ ابن حبان رقم 6619؛ ابن سعد 258/2؛ النسائي 40/2-41؛ الدارمي 326/1؛ بخاري رقم 435، 3453، 4443، 5815؛ مسلم رقم 22 - 531؛ البيهقي في "السنن" 80/4، "دلائل النبوة" 203/7؛ البغوي رقم 3825)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الوفات طاری تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرۂ مبارک سے چادر اُلٹ دیتے تھے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی شدت ہوگئی، تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹایا، تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: '' آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو ان کے اس برے عمل سے ڈرا رہے تھے''۔

حدیث 65: ۔حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ حَمْزَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ، عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ، عَنْ

أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلْ قَبْرِي وَثَنًا. لَعَنَ اللهُ قَوْمًا اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ".

(مسند أحمد، رقم 7358؛ الحميدي رقم 1025؛ ابن سعد 2/241-242؛ ابن عبد البر في "التمهيد" 5/43،44)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: "اے اللہ! میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا جس کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی اس قوم پر لعنت ہو جس نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا"۔

حدیث 66: ۔مَالِكٌ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "أَللّٰهُمَّ! لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ. اشْتَدَّ غَضَبُ اللهِ عَلَى قَوْمٍ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ".

(الموطأ، ج ۲ ص ۲۴۰، ۲۴۱، رقم 593/183)(مشکوۃ رقم 750)

ترجمہ حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی: "اے اللہ! میری قبر کو بت خانہ نہ بنانا جس کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا غضب اس قوم پر بہت شدید ہے جس نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا"۔

حدیث 67: ۔حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا رَبَاحٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيِّبِ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "قَاتَلَ اللهُ الْيَهُودَ، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ". (صحیح: مسند أحمد رقم 7826؛ مسلم رقم 21-530؛ أبو يعلى رقم 5844)

حدیث 68: ۔حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ".

(صحیح علی شرط الشیخین: مسند أحمد رقم 10716؛ بخاری رقم 437، مسلم رقم 20-530، أبو داود رقم 3227، النسائي في "الكبرى" رقم 7092، ابن حبان رقم 2326،

البیهقی 80/4؛ "موطأ امام محمد" رقم 321؛ ابن عبد البر فی "التمهید" 166/1)

ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''۔

حدیث 69:۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا جَامِعُ بْنُ شَدَّادٍ عَنْ كُلْثُومٍ الْخُزَاعِيِّ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَدْخِلْ عَلَيَّ أَصْحَابِي". فَدَخَلُوا عَلَيْهِ فَكَشَفَ الْقِنَاعَ ثُمَّ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ".

(صحيح لغيره: مسند أحمد رقم 21774؛ الطيالسي رقم 634؛ البزار في "مسنده" رقم 2609؛ الطبراني في "الكبير" رقم 411,393؛ أبو نعيم في "معرفة الصحابة" رقم 770؛ الضياء في "المختارة" رقم 1355)

ترجمہ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا: ''میرے پاس میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلا کر لے آؤ''۔ پھر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر سے کپڑا ہٹایا اور ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا''۔

حدیث 70:۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ ثَوْبَانَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَعَنَ اللهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ". (صحيح لغيره: مسند أحمد رقم 21604، 21625؛ عبد بن حميد رقم 244)

ترجمہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا''۔

6.16:۔ ریا اور عدمِ اخلاص بھی معنوی شرک ہے

یہ توحید کے متعلق وہ اصلاحات تھیں جن کا تعلق زیادہ تر اعمال اور روز مرہ کی بول چال سے تھا، لیکن حقیقی اصلاح جس سے توحید کی تکمیل ہوتی ہے، وہ قلب وروح کی توحید ہے۔ انسان کے تمام کاموں کا کوئی نہ کوئی نفسیاتی محرک ہوتا ہے، کوئی طلبِ شہرت کے لیے کام کرتا ہے، کوئی دنیاوی معاوضہ کے لیے کرتا ہے، کوئی نمائش اور دکھاوے کے لیے کرتا ہے، کوئی غیر کی محبت یا عداوت میں کرتا ہے۔ ان تمام کاموں کا محرک درحقیقت غیر خدا ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کی جگہ لے لی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے کہا:

آیت 81:۔ اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِ وَكِيۡلًا ۝

(الفرقان: ۴۳)

ترجمہ کبھی تم نے اُس شخص کے حال پر غور کیا ہے جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا خدا بنا لیا ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کا ذمہ لے سکتے ہو؟۔

اسی لیے بڑا بت وہی ہے جس کو انسان نے خود اپنے دل کے بت خانے میں چھپا رکھا ہے۔ اس بت کو توڑنا توحید کی اصلی تکمیل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ انسان کے تمام کاموں کا دارومدار خود اس کے دل کے عمل پر ہے:

حدیث 71:۔ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ (بخاری رقم 1)

اس لیے ایک مسلمان کے ہر قسم کے کاموں کا اصلی محرک صرف اللہ کا حکم، اللہ کا خوف، اللہ کی اطاعت، اللہ کی خوشنودی، اللہ کی محبت، غرض صرف اللہ ہونا چاہیے۔ جس درجہ تک ایک مؤمن کی اس قلبی کیفیت میں ترقی ہوگی، اس کے ایمان وتوحید کی تکمیل بھی پایۂ تکمیل کو پہنچتی جائے گی۔ اسی بنا پر وحی محمدی نے ہر جگہ اور ہر موقع پر انسان کو اس کے عمل کی غرض وغایت ''مَرۡضَاتِ اللّٰهِ'' اللہ کی خوشنودی ''مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ'' خالص اللہ کے لیے اور ''وَجۡهِ رَبِّهِ الۡاَعۡلٰى'' ذاتِ خدا قرار دینے کی تعلیم دی ہے۔ اس بنا پر انسان جو کام اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور غرض ونیت سے کرے، درحقیقت اس کام کے لیے اس نے ایک مؤقت خدا الگ بنا لیا ہے۔ وہ گو اس وقت

لفظی اور قانونی شرک کا مجرم نہیں، لیکن معنوی ونفسی شرک کے ارتکاب کا یقیناً مجرم ہے۔ ایک آیت اور ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

آیت 83:۔ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهِۦ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَٰلِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ أَحَدًۢا ۝

(الکہف:۱۱۰)

ترجمہ اے نبی ﷺ! کہو: ''میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے''۔ پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

حدیث 72:۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ - بِحِفْظِهِ - قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ أَبُو يَحْيَى، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو مَرْحُومٍ عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ مُعَاذٍ الْجُهَنِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ أَعْطَى لِلهِ تَعَالَى، وَمَنَعَ لِلهِ، وَأَحَبَّ لِلهِ، وَأَبْغَضَ لِلهِ، وَأَنْكَحَ لِلهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ إِيمَانَهُ».

(حسن: مسند أحمد رقم 15617، 15638؛ الترمذی رقم 2521؛ أبو یعلٰی رقم 1485، 1500؛ الحاکم 164/2: صححه الحاکم علی شرط الشیخین، ووافقه الذهبی، البیهقی فی "الشعب" رقم 15؛ الطبرانی فی "الکبیر" 20/ (412)؛ المستدرك علی الصحیحین، ج ۲ ص ۱۷۸ رقم 2694: قال الحاکم: حَدِيثٌ صَحِيحٌ عَلَى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ، ووافقه الذهبی؛ تعظیم قدر الصلاة، ج ۱ ص ۴۰۵ رقم 395: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْكَبِيرِ، وَفِي إِسْنَادِهِ ابْنُ لَهِيعَةَ. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج ۱ ص ۶۱ رقم 211)

ترجمہ حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے دیا اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے روکیا، اللہ تعالیٰ کے لیے چاہا اور اللہ ہی کے لیے عداوت کی، اور اللہ ہی کے لیے شادی کی۔ اس نے اپنے ایمان کو کامل کرلیا''۔

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ریا چھپا ہوا شرک ہے''۔

حدیث 73:۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، سَمِعْتُ الْعَلَاءَ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْوِيهِ عَنْ رَبِّهِ عَزَّ وَجَلَّ، أَنَّهُ قَالَ: "أَنَا خَيْرُ الشُّرَكَاءِ، فَمَنْ عَمِلَ عَمَلًا فَأَشْرَكَ فِيهِ غَيْرِي، فَأَنَا بَرِيءٌ مِنْهُ، وَهُوَ لِلَّذِي أَشْرَكَ"۔

(صحيح على شرط مسلم: مسند أحمد رقم 7999؛ ابن خزيمة رقم 938؛ ابن حبان رقم 395؛ الطيالسي رقم 2559؛ مسلم رقم 46-2985؛ ابن ماجه رقم 4202؛ البيهقي في "الشعب" رقم 6815، 6816؛ البغوي رقم 4136)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں تمام شریکوں میں سب سے زیادہ بے نیاز ہوں، تو جس نے اپنے کسی کام میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرلیا، تو میں اس سے الگ ہوں، اور وہ اسی کا ہے جس کو اس نے میرا شریک بنایا''۔

حدیث 74:۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ الْبُرْسَانِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبِي، عَنْ زِيَادِ بْنِ مِينَاءَ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ أَبِي فَضَالَةَ الْأَنْصَارِيِّ، وَكَانَ مِنَ الصَّحَابَةِ، أَنَّهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِذَا جَمَعَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ الْأَوَّلِينَ، وَالْآخِرِينَ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ، نَادَى مُنَادٍ: مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلهِ أَحَدًا، فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ، فَإِنَّ اللهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ"۔

(صحيح لغيره: مسند أحمد رقم 15838؛ ترمذی رقم 3154؛ ابن ماجه رقم 4203؛ الدولابي في "الكنى" 35/1؛ ابن حبان رقم 404، 7345؛ الطبراني في "الكبير" 22/ (رقم 778)؛ البيهقي في "الشعب" رقم 6817)

ترجمہ حضرت ابو سعید بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت میں جب اللہ تعالیٰ اگلوں اور پچھلوں کو اکٹھا کرے گا، تو ایک

منادی آکر پکارے گا کہ جس کسی نے اپنے عمل میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک بنالیا ہو، تو وہ اپنا ثواب اس غیر سے مانگے، کہ اللہ تعالیٰ شرکت سے بے نیاز ہے"۔

حدیث 75:۔حَدَّثَنَا يُونُسُ، حَدَّثَنَا لَيْثٌ، عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ الْهَادِ، عَنْ عَمْرٍو، عَنْ مَحْمُودِ بْنِ لَبِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ". قَالُوا: "وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، يَا رَسُولَ اللهِ!؟". قَالَ: "الرِّيَاءُ، يَقُولُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: إِذَا جُزِيَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاءُونَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً"۔

(حسن: مسند أحمد رقم 23630؛ البغوي في "شرح السنة" رقم 4135؛ ابن أبي شيبة 481/2؛ ابن خزيمة رقم 937)

ترجمہ: حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "مجھ کو سب سے زیادہ جس کا تم پر خوف ہے، وہ شرکِ اصغر ہے"۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! شرک اصغر کیا ہے؟"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ریا۔ قیامت کے دن جب لوگوں کو اپنے اپنے عمل کا بدلہ مل رہا ہوگا، اللہ تعالیٰ ریاکار لوگوں سے کہے گا کہ تمہارے لیے ہمارے ہاں کچھ نہیں۔ تم انہیں لوگوں کے پاس جاؤ، جن کے دکھانے کو دنیا میں یہ کام کیا کرتے تھے"۔

حدیث 76:۔حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ، قَالَ: كُنَّا نَتَنَاوَبُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَنَبِيتُ عِنْدَهُ تَكُونُ لَهُ الْحَاجَةُ، أَوْ يَطْرُقُهُ أَمْرٌ مِنَ اللَّيْلِ، فَيَبْعَثُنَا فَيَكْثُرُ الْمُحْتَسِبِينَ، وَأَهْلُ النُّوَبِ. فَكُنَّا نَتَحَدَّثُ فَخَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ، فَقَالَ: "مَا هٰذِهِ النَّجْوَى؟ أَلَمْ أَنْهَكُمْ عَنِ النَّجْوَى". قَالَ: قُلْنَا: "نَتُوبُ إِلَى اللهِ، يَا نَبِيَّ اللهِ! إِنَّمَا كُنَّا فِي ذِكْرِ الْمَسِيحِ فَرَقًا مِنْهُ". فَقَالَ:

"أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ مِنَ الْمَسِيحِ عِنْدِيْ". قَالَ: قُلْنَا: "بَلَى". قَالَ: "الشِّرْكُ الْخَفِيُّ: أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يَعْمَلُ لِمَكَانِ رَجُلٍ".

(مسند أحمد رقم11252؛البزار مختصراً رقم2447 (زوائد)،الطحاوی فی "شرح مشكل الآثار" رقم1781؛ابن عدی فی "الكامل" 1034/3؛ابن ماجه رقم4204؛ الحاكم 329/4: صححه الحاكم، ووافقه الذهبی؛ الهيثمی فی "مجمع الزوائد" فی موضعين 315/1، وقال: رواه أحمد رجاله موثقون، و22/9 وقال: رواه البزار، رجاله ثقات، وفی بعضهم خلاف)

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ہم رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ہی قیام کرتے تھے تاکہ رات کو کوئی ضرورت ہو، یا رات کے وقت کوئی معاملہ پیش آجائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بیدار کرلیں۔ بہت سے لوگ اس کام کے لیے موجود رہتے تھے۔ہم آپس میں باتیں کررہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو ہمارے پاس تشریف لائے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''یہ کیا سرگوشیاں ہیں؟ کیا میں نے تمہیں سرگوشی کرنے سے منع نہیں کردیا ہے؟''۔ہم نے عرض کیا:''اے اللہ کے نبی! ہم اللہ کے حضور توبہ کرتے ہیں۔ہم تو مسیح دجال کے فتنہ کے خوف سے اس کا ذکر کررہے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''کیا میں اس فتنہ کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک دجال سے بھی بڑا ہے''۔ہم نے عرض کیا:''ہاں،ضرور بتلایئے''۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:''وہ شرک خفی ہے ہے،وہ چھپا ہوا شرک یہ ہے کہ انسان کوئی کام دوسرے کی موجودگی کے سبب سے کرے''۔

☐ ان تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے ہر عمل میں اس شرکِ خفی سے ڈرتے تھے۔

حدیث 77:۔حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حَمْشَاذَ الْعَدْلُ، ثَنَا عُبَيْدُ بْنُ شَرِيكٍ، ثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، حَدَّثَنِي عُمَارَةُ بْنُ غَزِيَّةَ، حَدَّثَنِي يَعْلَى بْنُ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، عَنْ أَبِيهِ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: "كُنَّا نَعُدُّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الرِّيَاءَ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ

[التعليق - من تلخيص الذهبي] - صحيح

(المستدرك على الصحيحين، ج ۴ ص ۳۶۵ رقم 7937)

ترجمہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں ریا کو شرکِ اصغر گنا کرتے تھے"۔

حدیث 78:۔ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ الْعَنَزِيُّ، ثَنَا عُثْمَانُ بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ، ثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ، أَنْبَأَ نَافِعُ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنِي عَيَّاشُ بْنُ عَبَّاسٍ، عَنْ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَرَجَ إِلَى مَسْجِدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ بِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عِنْدَ قَبْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْكِي. فَقَالَ: "مَا يُبْكِيكَ يَا مُعَاذُ؟". قَالَ: "يُبْكِينِي شَيْءٌ سَمِعْتُهُ مِنْ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ". قَالَ: "وَمَا سَمِعْتَهُ؟". قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: "إِنَّ الْيَسِيرَ مِنَ الرِّيَاءِ شِرْكٌ، وَإِنَّ مَنْ عَادَى وَلِيَّ اللهِ فَقَدْ بَارَزَ اللهَ تَعَالَى بِالْمُحَارَبَةِ، وَإِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْأَتْقِيَاءَ الْأَخْفِيَاءَ الَّذِينَ إِنْ غَابُوا لَمْ يُفْتَقَدُوا وَإِنْ حَضَرُوا لَمْ يُدْعَوْا وَلَمْ يُعْرَفُوا. قُلُوبُهُمْ مَصَابِيحُ الْهُدَى يَخْرُجُونَ مِنْ كُلِّ غَبْرَاءَ مُظْلِمَةٍ".

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ.

[التعليق - من تلخيص الذهبي] - صحيح

(المستدرك على الصحيحين، رقم 7933؛ سنن ابن ماجه، ج ۵ ص ۱۲۶ رقم 3989)

ترجمہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک دن مسجدِ نبوی میں آئے، وہاں انھوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے دریافت کیا: "تمہارے اس رونے کا سبب کیا ہے؟"۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا: "مجھے ایک بات رُلا رہی ہے، جو میں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''تھوڑا سا ''ریا'' بھی شرک ہے۔ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے کسی دوست سے دشمنی کی، تو اُس نے خود اللہ تعالیٰ کو جنگ کی دعوت دی اور بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، اُن نیکوکار متقی بندوں سے جو ایسے چھپے ہوئے اور نامعروف ہوں کہ جب غائب ہوں، تو ان کو تلاش نہ کرے، اور حاضر ہوں تو کوئی اُن کو دعوت دے کر اپنے پاس نہ بُلائے، اُن کے دل ہدایت کے روشن چراغ ہیں، نکل جاتے ہیں کالی آندھیوں میں سے''۔

حدیث 79:۔ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زَيْدٍ، أَخْبَرَنَا عُبَادَةُ بْنُ نُسَيٍّ، عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ، أَنَّهُ بَكَى، فَقِيلَ لَهُ: "مَا يُبْكِيكَ؟". قَالَ: شَيْئًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهُ، فَذَكَرْتُهُ، فَأَبْكَانِي، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "أَتَخَوَّفُ عَلَى أُمَّتِي الشِّرْكَ، وَالشَّهْوَةَ الْخَفِيَّةَ". قَالَ: قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! أَتُشْرِكُ أُمَّتُكَ مِنْ بَعْدِكَ؟". قَالَ: "نَعَمْ". قَالَ: "أَمَا إِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُونَ شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلَا وَثَنًا، وَلَكِنْ يُرَاءُونَ بِأَعْمَالِهِمْ، وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ: أَنْ يُصْبِحَ أَحَدُهُمْ صَائِمًا، فَتَعْرِضُ لَهُ شَهْوَةٌ مِنْ شَهَوَاتِهِ، فَيَتْرُكُ صَوْمَهُ".

(مسند أحمد رقم 17120؛ البيهقي في "الشعب" رقم 6830؛ الطبراني في "الكبير" رقم 7144، 7145؛ "مسند الشاميين" رقم 2236؛ الحاكم 330/4؛ أبو نعيم في "الحلية" 268/1؛ ابن ماجه (4205)؛ وأخرجه موقوفاً أبو نعيم في "الحلية" 268/1، وإسناده صحيح)

ترجمہ حضرت عبادہ بن نُسَیّ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا۔ تو حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایک چیز کو یاد کر کے رو رہا ہوں، جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''مجھے اپنی اُمت پر ایک چیز کا خوف ہے: شرک اور نفسانی خواہش''۔ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد شرک میں مبتلا ہو گی؟''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میری اُمت یقیناً سورج، چاند، پتھر اور بت کی پرستش نہیں کرے گی، لیکن وہ اپنے عمل کی نمائش اور ریا کرے گی، اور چھپی نفسانی خواہش میں مبتلا ہو جائے گی۔ وہ یہ ہے کہ روزہ دار روزے کی حالت میں صبح کرے گا، پھر اس کو نفسانی خواہش مجبور کر دے گی، جس کی وجہ سے وہ روزے کو چھوڑ دے گا''۔

خلاصہ ان واقعات اور تعلیمات کو پڑھ کر ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح ہر پہلو سے شرک کی تردید اور توحید کی تکمیل فرمائی ہے۔ وہی عرب جو پہلے اللہ تعالیٰ کے نیچے ہر چیز کی پرستش کرتے تھے، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے اثر سے خدا پرستی اور توحید کی انتہائی معراج حاصل کر لی۔

باب 7

صفاتِ باری تعالیٰ

7.1:۔ حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ عقائد

حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے، یہ اہل السنت والجماعت کے اُس عقیدہ کا بیان ہے، جو فقہاءِ ملت ائمہ احناف حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ نیز اس میں وہ اصولِ دین بھی ذکر کیے گئے ہیں جن پر یہ ائمہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی توفیق سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارہ میں یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ:

1 إنَّ الله تعالیٰ واحد، لا شریك له.
اللہ تعالیٰ واحد (تنہا) ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

2 ولا شیٔ مثله.
کوئی چیز اس کے مانند نہیں ہے۔

3 ولا شیٔ یُعجزه.
نہ کوئی چیز اس کو عاجز کرسکتی ہے۔

4 ولا إله غيرُه.
اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

5 قديم بلا ابتداء، دائمٌ بلا انتهاء.
وہ قدیم ہے، جس کی کوئی ابتداء نہیں۔ وہ ازلی ہے، جس کی کوئی انتہاء نہیں۔

6 لا يفنى، ولا يبيد.
اس پر فنا اور ہلاکت نہیں۔

7 ولا يكون إلّا ما يريد.
کوئی بات اس کے ارادہ کے بغیر نہیں ہوتی۔

8 لاتبلغه الأوهامُ، ولا تُدرِكه الأفهام.
اس تک وہم وخیال کی رسائی نہیں۔ اور نہ عقل وفہم اس کا ادراک کر سکتے ہیں۔

9 ولا يكون يُشْبِهُ الأَنَامُ.
مخلوقات بھی اس کے مانند نہیں۔

10 حَيٌّ لا يموتُ، قَيُّومٌ، لا ينامُ.
وہ زندہ ہیں جس پر موت نہیں۔ وہ قیوم (خود قائم اور سب چیزوں کو قائم رکھنے والا) ہے، جس پر نیند طاری نہیں ہوتی۔

11 خالق بلا حاجةٌ، رزاقٌ بلا مُؤنَةٌ.
وہ خالق (یعنی پیدا کرنے والا) ہے، لیکن بغیر احتیاج کے (یعنی اس کو کسی کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں)۔ وہ رازق ہے بغیر تکلیف اُٹھائے (یعنی روزی بہم پہنچانے میں اسے کوئی تکلیف اور مشقت اُٹھانا نہیں پڑتی)۔

12 مميتٌ بلا مخافة، باعث بلا مَشقة.
وہ مارنے والا ہے بغیر کسی خوف کے۔ وہ دوبارہ اُٹھانے والا ہے بغیر مشقت کے۔

13 مَا زَالَ بِصِفَاتِهِ قَدِيمًا قَبلَ خَلْقِهِ. لَمْ يَزْدَدْ بِكَوْنِهِمْ شَيْئًا. لَمْ يَكُنْ قَبْلَهُمْ مِنْ صِفَاتِهِ. وَكَمَا كَانَ بِصِفَاتِهِ أَزَلِيًّا كَذٰلِكَ لَا يزال عليها أبديا.

مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بھی وہ ہمیشہ سے اپنی صفات کے ساتھ قدیم ہے۔ مخلوقات کے پیدا کرنے سے اس کی صفات میں کسی چیز کا بھی اضافہ نہیں ہوا جو پہلے نہ تھا۔ اور جیسا کہ وہ اپنی صفات کے ساتھ ازلی ہے اسی طرح ان صفات کے ساتھ ابدی بھی ہے۔

14 ليس بعد خَلَقَ الْخَلْقَ اسْتَفَادَ اسْمَ "الْخَالِقِ"، وَلَا بِإِحْدَاثِهِ البريّة استفاد اسم "البارى".

وہ ایسا نہیں کہ مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اس نے "خالق" کا اسم استفادہ کیا ہو۔ اور نہ مخلوق کو بنانے کے بعد اس نے "باری" کے اسم کا استفادہ کیا ہے۔

15 لَهُ مَعْنَى الرُّبُوبِيَّةِ، وَلَا مَرْبُوبَ. وَمَعْنَى الْخَالِقِيَّة، ولا مخلوق.

اس کے لیے اس وقت بھی معنی ربوبیت، یعنی صفت ربوبیت، کی تھی، جبکہ کوئی مربوب (پرورده) نہ تھا۔ اور معنیٰ خالقیت اس کے لیے تھا جب کوئی مخلوق نہ تھی۔

16 و كما أنه محيي الموتى بعدما أَحْيَاهم، اسْتَحَقَّ هٰذَا الِاسْمَ قَبْلَ إِحْيَائِهِمْ. كَذٰلِكَ استحق اسم الخالق قَبْلَ إنشائهم.

وہ مُحْيِ الْمَوْتٰی (مردوں کو زندہ کرنے والا) ہے جس طرح وہ مردوں کو زندہ کرنے کے بعد اس اسم کا حق دار ہے، اسی طرح ان کے زندہ کرنے سے پہلے بھی تھا۔ اسی طرح اسم خالق کا مستحق وہ ان کے پیدا کرنے سے پہلے بھی تھا۔

17 ذٰلِكَ بِأَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. وَكُلُّ شيء إليه فَقِيرٌ. وَكُلُّ أَمْرٍ عَلَيْهِ يَسِيرٌ. لَا يَحْتَاجُ إِلٰى شَيْءٍ: "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيعُ البصير". (الشورى:١١).

اس لیے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور ہر چیز اس کی محتاج ہے۔ اس پر ہر کام آسان ہے۔ وہ کسی چیز کا محتاج نہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ. وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ:١١)، اور اس کی مانند کوئی چیز نہیں۔ وہی سننے اور دیکھنے والا ہے۔

18 خلقَ الخَلقَ بعلمه.

اس نے مخلوق کو اپنے علم کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

19 وقدّرلهم أقداراً۔

اور سب کی اس نے تقدیر ٹھہرائی ہے۔

20 وضرب لهم آجالاً۔

اور ان کی عمریں مقرر کی ہیں۔

21 وَلَمْ يَخْفَ عَلَيْهِ شَيْءٌ من أفعالهم، قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ. وَعَلِمَ مَا هُمْ عَامِلُونَ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَهُمْ۔

ان کے پیدا کرنے سے پہلے بھی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہ تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے پیدا کرنے سے پہلے بھی جانتا تھا، کہ وہ کیا کچھ کرنے والے ہیں۔

22 وأَمَرَهُمْ بِطَاعَتِهِ، وَنَهَاهُمْ عَنْ مَعْصِيَتِهِ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی معصیت سے منع کیا ہے۔

23 وَكُلُّ شَيْءٍ يَجْرِي بِتَقْدِيرِهِ وَمَشِيئَتِهِ، وَمَشِيئَتُهُ تَنْفُذُ، لَا مَشِيئَةَ لِلْعِبَادِ إِلَّا مَا شَاءَ لَهُمْ، فَمَا شَاءَ لَهُمْ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لم يكن۔

ہر چیز اس کی قدرت اور مشیت سے جاری ہوتی ہے۔ اور اس کی مشیت نافذ ہے۔ اور بندوں کی مشیت کوئی نہیں بجز اس کے جو وہ چاہے ان کے لیے۔ پس وہ ان کے لیے جو چاہے، وہی ہوتا ہے اور جو نہ چاہے، وہ نہیں ہوتا۔

24 يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ، وَيَعْصِمُ وَيُعَافِيْ فَضْلًا، وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ، ويخذلُ ويبتلي عدلا۔

اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور (گناہ کی آلودگی سے) بچاتا ہے اور اپنے فضل سے اسے عافیت بخشتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے (اس کو سوءِ استعداد کی وجہ سے) گمراہ اور رسوا کرتا ہے۔ اور عدل سے اسے ابتلاء و آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔

25 وَكُلُّهُمْ يَتَقَلَّبُونَ فِي مَشِيئَتِهِ بَيْنَ فَضْلِهِ وَعَدْلِهِ۔

سب پلٹتے ہیں اس کی مشیت میں اس کے فضل وعدل کے درمیان۔

26 وَهُوَ مُتَعَالٍ عن الأضداد والأنداد۔

وہ شریکوں سے پاک ہے۔

27 لَارَادَّلِقَضَائِهِ، وَلَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ، وَلَا غالب لأمره۔
اس کے فیصلہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

28 آمَنَّا بِذٰلِكَ كُلِّهِ۔ وَأَيْقَنَّا أَنَّ كُلًّا مِنْ عنده۔
ہم ان سب باتوں پر ایمان لائے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں اسی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

29 وَإِنَّ الْقُرْآنَ كَلَامُ اللهِ تعالىٰ، مِنْهُ بَدَأَ بِلَا كَيْفِيَّةٍ قَوْلًا، وَأَنْزَلَهُ عَلىٰ رَسُولِهِ وَحْيًا، وَصَدَّقَهُ الْمُؤْمِنُونَ عَلىٰ ذٰلِكَ حَقًّا، وَأَيْقَنُوا أَنَّهُ كَلَامُ اللهِ تَعَالىٰ بِالْحَقِيقَةِ، لَيْسَ بِمَخْلُوقٍ كَكَلَامِ الْبَرِيَّةِ، فَمَنْ سَمِعَهُ فَزَعَمَ أَنَّهُ كَلَامُ الْبَشَرِ فَقَدْ كَفَرَ۔ وَقَدْ ذَمَّهُ اللهُ وَعَابَهُ، وَأَوْعَدَهُ بِسَقَرَ، حَيْثُ قَالَ تَعَالىٰ: "سَأُصْلِيهِ سَقَرَ" (الْمُدَّثِّر:٢٦)۔ فَلَمَّا أَوْعَدَ اللهُ بِسَقَرَ لِمَنْ قَالَ: "إِنْ هٰذَآ إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ" (الْمُدَّثِّر:٢٥)۔ عَلِمْنَا وَأَيْقَنَّا أَنَّهُ قَوْلُ خَالِقِ الْبَشَرِ، وَلَا يُشْبِهُ قَوْلَ البشر۔

ترجمہ بے شک قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہی ظاہر ہوا ہے، قول کی شکل میں لیکن بلا کیفیت (قرآن کے نزول اور حروف کی شکل میں متشکل ہونا اس کی کیفیت کوئی نہیں جان سکتا)۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی شکل میں نازل فرمایا ہے اور مؤمنین نے ٹھیک طریق پر اس کی تصدیق کی ہے اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ مخلوق نہیں جیسا کہ مخلوقات کا کلام ہوتا ہے، جس نے اس قرآن کو سنا اور یہ خیال کیا کہ یہ بشر (انسان) کا کلام ہے، تو وہ کافر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت کی ہے، اس کی برائی بیان کی ہے اور اسے عذاب کی وعید سنائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

آیت 1 "سَأُصْلِيهِ سَقَرَ"۔ (الْمُدَّثِّر:٢٦):
ترجمہ میں ایسے شخص کو دوزخ میں داخل کروں گا۔
پس جب اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کو جو قرآن کے بارہ میں کہتا ہے:

آیت 2 "إِنْ هٰذَآ إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ" (الْمُدَّثِّر:٢٥)

ترجمہ یہ تو ایک انسانی کلام ہے۔

یہ انسان کا کلام ہے، دوزخ کی وعید سنائی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ انسان کا کلام نہیں بلکہ انسانوں کو پیدا کرنے والے کا کلام ہے اور انسان کا کلام اس سے مشابہت نہیں رکھتا۔

30 وَمَنْ وَصَفَ اللهَ بِمَعْنًى مِنْ مَعَانِي الْبَشَرِ فقد كفر. فَمَنْ أَبْصَرَ هٰذَا اعْتَبَرَ، وَعَنْ مِثْلِ قَوْلِ الكفار انزجر، وعلم أن الله تعالىٰ بصفاته ليس كالبشر.

ترجمہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کا وصف ایسے معنی اور صفت کے ساتھ کیا جو انسانوں میں پایا جاتا ہے تو ایسا شخص کافر ہوگا۔ پس جس شخص نے اس بات کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھا اس نے عبرت حاصل کی اور کافروں جیسی بات کہنے سے باز آیا اور اس نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ انسانوں کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتا۔

31 وَالرُّؤْيَةُ حَقٌّ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ إِحَاطَةٍ وَلَا كَيْفِيَّةٍ كَمَا نَطَقَ بِهِ كِتَابُ رَبِّنَا "وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ. إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" (الْقِيَامَةِ:٢٢،٢٣) وَتَفْسِيرُهُ على ما أراده اللهُ تَعَالَىٰ وَعَلِمَهُ. وَكُلُّ مَا جَاءَ فِي ذلك من الحديث الصحيح عن الرسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ كَمَا قَالَ. وَمَعْنَاهُ عَلَىٰ مَا أَرَادَ لا ندخل في ذلك متأولين بآرائنا وَلَا مُتَوَهِّمِينَ بِأَهْوَائِنَا. فَإِنَّهُ مَا سَلِمَ فِي دِينِهِ إِلَّا مَنْ سَلَّمَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ ولرسوله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَرَدَّ عِلْمَ مَا اشْتَبَهَ عَلَيْهِ إِلَىٰ عَالِمِهِ.

ترجمہ اللہ تعالیٰ کا دیدار اہل جنت کے لیے بغیر احاطہ کرنے کے اور بغیر کیفیت کے برحق ہے، جیسا کہ ہمارے پروردگار کی کتاب قرآن مجید نے اس کو بیان کیا ہے:

آیت 3 وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ. إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ. (القیامۃ: ٢٢، ٢٣)

ترجمہ اُس دن بہت سے چہرے شاداب ہوں گے، اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

اور دیدار ورؤیت کی تفسیر وتشریح اسی طرح درست ہوگی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ اس بارہ میں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث آئی ہے، تو وہ اسی طرح برحق ہے اور اس کا معنی وہی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ کیا ہے۔ ہم اس سلسلہ میں اپنی رائے کے ساتھ تاویل نہیں کرتے اور نہ اپنی خواہشات کے ساتھ وہم میں پڑتے ہیں، کیونکہ دین میں وہی آدمی بچا ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا ہے۔ اور جو چیز اس کے نزدیک مشتبہ ہو اس کو جاننے والے کی طرف سونپ دے۔

32 وَلَا تَثْبُتُ قَدَمُ الْإِسْلَامِ إِلَّا عَلَى ظَهْرِ التسليم والاستسلام. فَمَنْ رَامَ عِلْمَ مَا حُظِرَ عَنْهُ عِلْمُهُ، وَلَمْ يَقْنَعْ بِالتَّسْلِيمِ فَهْمُهُ، حَجَبَهُ مَرَامُهُ عَنْ خالص التوحيد، وصافي المعرفة، وصحيح الإيمان، فَيَتَذَبْذَبُ بَيْنَ الْكُفْرِ وَالْإِيمَانِ، وَالتَّصْدِيقِ وَالتَّكْذِيبِ، وَالْإِقْرَارِ والإنكار، موسوساً تائهاً، شاكاً، لا مؤمناً مصدقاً، ولا جاحداً مُكَذِّباً.

ترجمہ اور اسلام کا قدم پختہ اور ثابت نہیں رہ سکتا مگر تسلیم اور انقیاد کی پشت پر۔ اب جو آدمی اس چیز کے علم کا قصد کرتا ہے جس کے علم سے اُسے منع کیا گیا ہے اور اس کا فہم تسلیم پر قناعت نہ کرے تو اس کو یہ مقصد خالص توحید، صاف معرفت اور صحیح ایمان سے روک دے گا۔ تو ایسا آدمی کفر وایمان، تصدیق وتکذیب، اقرار وانکار کے درمیان متذبذب، متردد اور وسوسہ میں مبتلا ہو کر حیران وسرگردان رہے گا۔ شک میں پڑا ہوا، کج رو اور گمراہ ہوگا۔ نہ تو وہ مؤمن تصدیق کرنے والا ہوگا اور نہ منکر جھٹلانے والا ہوگا۔

33 وَلَا يَصِحُّ الْإِيمَانُ بِالرُّؤْيَةِ لِأَهْلِ دَارِ السَّلَامِ لمن اعتبرها مِنْهُمْ بِوَهْمٍ، أَوْ تَأَوَّلَهَا بِفَهْمٍ، إِذْ كَانَ تَأْوِيلُ الرُّؤْيَةِ وَتَأْوِيلُ كُلِّ مَعْنًى يُضَافُ إِلَى الربوبية بترك التَّأْوِيلِ وَلُزُومَ التَّسْلِيمِ. وَعَلَيْهِ دِينُ المرسلين وشرائع النبيين والْمُسْلِمِينَ.

وَمَنْ لَمْ يَتَوَقَّ النَّفْيَ وَالتَّشْبِيهَ زَلَّ وَلَمْ يُصِبِ التَّنْزِيه. فَإِنَّ رَبَّنَا جَلَّ وَعَلَا مَوْصُوفٌ بِصِفَاتِ الْوَحْدَانِيَّةِ، مَنْعُوتٌ بِنُعُوتِ الْفَرْدَانِيَّةِ. لَيْسَ فِي مَعْنَاهُ أَحَدٌ من البرية.

ترجمہ اور اہل ایمان میں سے جو آدمی اپنے وہم کے ساتھ رؤیت کا اعتبار کرے گا۔ اپنے فہم (ناقص) کے ساتھ اس کی تاویل کرے گا تو اس کا ایمان صحیح نہ ہوگا۔ اس لیے کہ رؤیت کی تاویل کرنا، اور ہر اس صفت کی تاویل کرنا جو ربوبیت کی طرف منسوب ہے، اس سے ایمان درست نہیں ہوگا، سوائے اس کے کہ تاویل ترک کر دے اور تسلیم کو لازم پکڑے، انبیاء اور رسل علیہم السلام کا دین اسی عقیدہ پر ہے۔

اور جو آدمی (جن چیزوں کی نفی کرنا اللہ تعالیٰ کی ذات سے ضروری ہے ایسی چیزوں کی) نفی سے نہیں بچے گا اور اسی طرح جو تشبیہ (اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دینے) سے نہیں بچے گا، تو ایسا آدمی راہِ راست سے پھسل جائے گا۔ اور (اللہ تعالیٰ کی) تنزیہ کو نہیں پا سکے گا۔ کیونکہ ہمارا پروردگار وحدانیت کی صفات کے ساتھ موصوف ہے اور فردانیت کی نعوت کے ساتھ متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کی طرح مخلوق میں سے کوئی نہیں ہے۔

34 وَتَعَالَى عَنِ الْحُدُودِ وَالْغَايَاتِ وَالْأَرْكَانِ وَالْأَعْضَاءِ وَالْأَدَوَاتِ، لَا تَحْوِيهِ الجهاتُ الستُّ كَسَائِرِ الْمُبْتَدِعَاتِ.

اللہ تعالیٰ حدو غایت، اعضاء وارکان اور آلات سے بلند و برتر ہے۔ جہاتِ ستہ (فوق، تحت، قدام، خلف، یمین، یسار) اس کا احاطہ نہیں کرتیں، جیسا کہ تمام مخلوقات کا احاطہ کرتی ہیں۔

35 وَالْمِعْرَاجُ حَقٌّ وَقَدْ أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَعُرِجَ بِشَخْصِهِ فِي الْيَقَظَةِ إِلَى السَّمَاءِ. ثُمَّ إِلَى حَيْثُ شَاءَ اللهُ مِنَ الْعُلَى. وَأَكْرَمَهُ اللهُ بِمَا شَاءَ، وَأَوْحَى إِلَيْهِ مَا أَوْحَى: "ما كذب الفؤاد ما رأى" (النجم: ۱۱). فَصَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الآخرة والأولى.

ترجمہ اور معراج برحق ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کو رات کے وقت سیر کرائی، بیداری

کی حالت میں آپ کے شخص یعنی جسد مبارک کو آسمان دنیا تک اوپر لے جایا گیا۔ پھر وہاں سے آگے جہاں تک اللہ تعالیٰ نے چاہا بلندیوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے جایا گیا اور جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بزرگی بخشی اور اللہ تعالیٰ نے (وہاں) اپنے بندہ پر جو چاہا وحی نازل فرمائی۔

آیت4 فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ. مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ. (النجم:١١)

ترجمہ اس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے پر جو وحی فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔ جو کچھ انھوں نے دیکھا، دِل نے اُس میں کوئی غلطی نہیں کی۔

پس اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا اور آخرت میں درود وسلام بھیجے۔

36 والعرش والكرسی حقٌّ، كما بيّن الله تعالىٰ فی كتابه.

عرش اور کرسی برحق ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کا بیان فرمایا ہے۔

37 وهو عزَّ وَجَلَّ مُسْتَغْنٍ عن العرش وما دونه.

باوجود اس کے اللہ تعالیٰ عرش اور مادون عرش سے مستغنی ہے۔

38 مُحِيطٌ بِكُلِّ شَيْءٍ وَبِمَا فَوْقَهُ وَقَدْ أَعْجَزَ عَنِ الإِحاطة خلقَهُ.

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہر جانب سے احاطہ کرنے والا ہے، اور اس کی مخلوق اس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔

39 وَلَا نَخُوضُ فِي اللهِ وَلَا نُمَارِي فِي دين الله تعالىٰ.

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارہ میں ہم خوض نہیں کرتے (کیونکہ عقل انسانی اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھنے سے درماندہ اور عاجز ہے) اور ہم دین کے بارہ میں جھگڑا بھی نہیں کرتے۔

(بيان اعتقاد أهل السنة والجماعة على مذهب الفقهاء الملة أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد بن الحسن، المعروف عقيدة الطحاوی ص٦ تا ١٢ طبع مكتبة البشرىٰ كراچی؛ مترجم ص٢٨ تا ٦٥ طبع ادارہ نشر واشاعت، مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ)

7.2:۔ حضرت امام عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل، ابو حفص، نجم الدین النسفی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ عقائد

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ عقائدِ نسفیہ میں فرماتے ہیں:

1 والمحدث للعالم هو الله تعالى، الواحد، القديم، القادر، الحي، العليم، السميع، البصير، الشائي، المريد، ليس بعرض، ولا جسم، ولا جوهر، ولا مصور، ولا محدود، ولا معدود، ولا متبعض، ولا متجز، ولا متركب، ولا متناه، ولا يوصف بالمائية، ولا بالكيفية، ولا يتمكن في مكان، ولا يجري عليه زمان، ولا يشبهه شيءٌ، ولا يخرج عن علمه وقدرته شيءٌ۔

2 وله صفات أزلية قائمة بذاته، وهي لا هو ولا غيره، وهي العلم والقدرة، والحياة، والسمع، والبصر، والارادة، والمشئية، والفعل، والتخليق، والترزيق، والكلام۔

3 وهو متكلم هو صفة له أزلية، ليس من جنس الحروف والأصوات، وهو صفة منافية للسكوت والآفة۔

4 والله تعالى متكلم بها آمر، وناه، ومخبر۔

5 القرآن كلام الله تعالى غير مخلوق، وهو مكتوب في مصاحفنا، محفوظ في قلوبنا، مقروء بألسنتنا، مسموع بآذاننا، غير حال فيها۔

6 والتكوين صفة لله تعالى أزلية، وهو تكوينه للعالم، ولكل جزء من أجزائه لوقت وجوده، وهو غير المكون عندنا۔

7 والارادة صفة لله تعالى أزلية قائمة بذاته۔

8 ورؤية الله تعالى جائزة في العقل، واجبة بالنقل، وقد ورد الدليل السمعي بايجاب رؤية الله تعالى في دار الآخرة، فيرى لا في مكان، ولا جهة

ومقابلة، واتصال شعاع، وثبوت مسافة بين الرائي وبين الله تعالى۔

9 والله تعالى خالق لأفعال العباد، من الكفر، والإيمان، والطاعة، والعصيان۔ وهي كلها بإرادته، ومشيئته، وحكمه، وقضيته، وتقديره۔

10 وللعباد أفعال اختيارية، يثابون بها، ويعاقبون عليها۔ والحسن منها برضاء الله تعالى، والقبيح منها ليس برضائه تعالى۔ والاستطاعة مع الفعل، وهي حقيقة القدرة التي يكون بها الفعل، ويقع هذا الاسم على سلامة الأسباب، والآلات، والجوارح۔

(متن العقائد لعمر النسفی رحمہ اللہ، ملحق شرح العقائد النسفية، ص۴۰۹، ۴۱۰،
المؤلف: عمر بن محمد بن أحمد بن إسماعيل، أبو حفص، نجم الدين النسفي رحمہ اللہ
(المتوفی ۵۳۷ھ)۔ الناشر: مكتبة البشرى، کراچی، ۱۴۳۲ھ)

ترجمہ

1 عالم کا صانع صرف اللہ تعالیٰ ہے، جو واحد ہے، قدیم ہے، قدرت والا، سدا زندہ رہنے والا، علم والا، سمع والا، بصر والا، مشیت والا اور ارادہ والا ہے۔ وہ عرض نہیں ہے، وہ جسم نہیں ہے، نہ وہ جوہر ہے، وہ صورت اور شکل والا نہیں ہے۔ اور وہ حد و نہایت والا بھی نہیں ہے، اور عدد و کثرت والا بھی نہیں ہے۔ اور وہ نہ متبعّض اور متجزی (یعنی حصوں اور اجزاء والے نہیں)، اور نہ ان سے مرکب ہیں۔ اور وہ متناہی بھی نہیں ہے (اس لیے کہ یہ مقدار اور عدد کی صفت ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ ماہیت کے ساتھ متصف نہیں ہے (یعنی اشیاء کے ہم جنس ہونے کے ساتھ)، اور نہ وہ کیفیت سے متصف ہے (مثلاً رنگ، مزہ، بو، حرارت، برودت، رطوبت، یبوست وغیرہ کیفیات کے ساتھ متصف ہے جو اجسام کی صفات ہیں اور مزاج اور ترکیب کے تابع ہیں)۔ اور وہ کسی مکان میں نہیں ہے۔

(اور جب وہ کسی مکان میں نہیں ہے تو کسی جہت میں بھی نہیں ہے، نہ فوق میں اور نہ تحت میں، نہ ان دونوں کے علاوہ میں کیونکہ جہات یا تو مکان کے حدود اور اطراف ہیں یا عین مکان ہیں کسی اور دوسری چیز کی طرف منسوب ہونے کے اعتبار سے)۔

اور اس پر زمانہ جاری نہیں ہوتا ہے۔

اور کوئی شی اس کے مشابہ نہیں ہے (یعنی مماثل نہیں ہے)۔ اور کوئی بھی شی اس کے علم اور اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے (کیونکہ بعض چیزوں سے جاہل ہونا اور بعض چیزوں سے عاجز ہونا نقص ہے)۔

2 اور خاص اس کے لیے کچھ صفات ہیں۔ وہ صفات ازلی ہیں۔ وہ صفات اس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات نہ عین ذات ہیں، نہ غیر ذات ہیں۔ اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ازلیہ) علم ہے۔ (دوسری صفت) قدرت ہے۔ اور (تیسری صفت) حیات ہے۔ اور (چوتھی صفت) سمع ہے۔ اور (پانچویں صفت) بصر ہے۔ اور (چھٹی صفت) ارادہ اور مشیت ہے۔ اور (صفات ازلیہ حقیقیہ میں سے) فعل اور تخلیق ہے (جس کو تکوین بھی کہا جاتا ہے) اور ترزیق بھی ہے (یہ ایک مخصوص تکوین ہے)۔ اور (آٹھویں صفت) کلام ہے۔

3 اور وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) متکلم ہے، ایسے کلام کے سبب جو اس کی صفت ہے۔ وہ صفت ازلی ہے۔ حروف واصوات کی جنس سے نہیں ہے (کیونکہ حروف واصوات حادث ہیں)۔ اور وہ (یعنی کلام) ایک ایسی صفت ہے (یعنی ایک ایسا معنی ہے جو ذات واجب کے ساتھ قائم ہے) جو (اس) سکوت کے منافی ہے (جو تکلم نہ کرنے کا نام ہے باوجود اس پر قدرت ہونے کے) اور آفت کے منافی ہے (جو آلات کے کام نہ کرنے کا نام ہے)۔

4 اللہ تعالیٰ اسی صفت کے ساتھ متکلم ہیں، آمر، ناہی اور مخبر ہیں (یعنی کلام ایک ہی صفت ہے جو تعلقات کے مختلف ہونے کی وجہ سے امر ونہی کے لحاظ سے کثرت والا ہے)۔

5 قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ وہ (یعنی قرآن جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے) ہمارے مصاحف میں مکتوب ہے۔ ہمارے دلوں میں محفوظ ہے۔ ہماری زبانوں سے پڑھا جاتا ہے۔ ان میں حلول کرنے والا نہیں۔

6 اور تکوین اللہ تعالیٰ کی صفت ہے (جس سے مراد وہ صفت ہے جس کو فعل، خلق، تخلیق،

ایجاد، احداث، اختراع وغیرہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور جس کا مطلب معدوم کو عدم سے نکال کر وجود کی طرف لانا بیان کیا جاتا ہے)۔ وہ صفتِ تکوین ازلی ہے۔ اور وہ تکوین اللہ تعالیٰ کا عالم اور اس کے ہر ہر جزء کو مکوّن اور مخلوق فرمانا ہے (لیکن ازل میں نہیں بلکہ اس کے علم اور قدرت کے مطابق اس کے وجود کے وقت میں (تو تکوین ازل سے ابد تک باقی ہے) اور وہ (تکوین) ہم ماتریدیہ کے نزدیک مکوّن کا غیر ہے۔

7 اور ارادہ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔

8 اور اللہ تعالیٰ کی رؤیت عقلاً ممکن ہے۔ اور نقل سے ثابت ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کو مؤمنین کا دیکھنا ثابت ہونے کے متعلق نقلی دلیل وارد ہے۔ اللہ تعالیٰ دکھائی دیں گے دراں حالیکہ نہ وہ مکان میں ہونے کے ساتھ متصف ہے، نہ رائی (دیکھنے والے) اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مسافت کا ثبوت ہے۔

9 اور اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال: کفر، ایمان، طاعت اور معصیت کے خالق ہیں۔ اور وہ (یعنی تمام افعالِ عباد) اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے سبب موجود ہیں اور اس کے حکم سے ہیں اور اس کی قضاء سے موجود ہیں، اور (تمام افعالِ عباد) اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ہیں۔

10 اور بندوں کے کچھ اختیاری افعال ہیں جو اگر طاعت اور عبادت کے قبیل سے ہیں تو ان پر انھیں ثواب دیا جائے گا اور اگر معصیت کے قبیل سے ہیں تو ان پر انھیں سزا دی جائے گی۔ اور بندوں کے اچھے افعال اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہیں اور قبیح اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا سے نہیں ہیں۔ اور استطاعت فعل کے ساتھ ہے۔ اور درحقیقت وہ قدرت ہے، جس کے ذریعہ فعل کا وجود ہوتا ہے۔ یہ لفظ (یعنی لفظ استطاعت) بولا جاتا ہے: اسباب وآلات، اور اعضائے ظاہری کی سلامتی پر۔

7.3:۔علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ عقائد

ایمان باللہ: سب سے پہلا اور سب سے اہم بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے معنیٰ یہ ہیں: ''ہم اللہ تعالیٰ کو ان صفات کے ساتھ مانیں جن کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا ہے، یعنی ہم یہ دل سے مانیں اور زبان سے اقرار کریں کہ اللہ ایک ہے، وہ ہمیشہ سے ہے، اور ہمیشہ رہے گا، وہ کسی کا محتاج نہیں، اور ساری چیزیں اس کی محتاج ہیں، اس کی تمام صفتیں اچھی ہیں، وہ ہر برائی سے پاک ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ سنتا اور دیکھتا ہے، وہ چھپے اور کھلے ہر شے کا علم رکھتا ہے، اس کو موت نہیں آتی، اس کو نیند نہیں آتی، دنیا اور دنیا کی ساری چیزیں پہلے ناپید تھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادے اور مشیت سے ان کو پیدا کیا، اور وہ جب چاہے ان کو فنا کردے۔ وہ کلام کرتا ہے۔ اس کا کوئی ساجھی اور ساتھی نہیں، اس جیسا کوئی نہیں، نہ اس کے ماں اور باپ ہے، اور نہ اس کی کوئی اولاد ہے۔ وہ سارے جسمانی رشتوں سے پاک ہے، وہ ساری دنیا کا بادشاہ ہے، اس کے حکم سے کوئی باہر نہیں، نہ اس کی قدرت سے کوئی چیز خارج ہے، وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے، وہی پیدا کرتا ہے، اور وہی موت دیتا ہے۔ وہی اپنے بندوں کو سب آفتوں سے بچاتا ہے، اور وہی عزت والا ہے، بڑائی، عظمت اور کبریائی والا ہے، گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ زبردست ہے، بہت دینے والا ہے، روزی پہنچانے والا ہے، جس کی روزی چاہے تنگ کردے، جس کی چاہے فراخ کردے، جس کو چاہے عزت دے، اور جس کو چاہے، ذلت دے، جس کو چاہے پست کردے، جس کو چاہے بلند کردے۔

صفات اللہ تعالیٰ میں مخلوق کی سی کوئی صفت نہیں پائی جاتی، اور نہ اللہ تعالیٰ کی سی کوئی صفت مخلوق میں پائی جاتی ہے۔ قرآن اور حدیث میں بعض جگہ جو ایسی باتوں کی خبر دی گئی ہے، تو یا تو ان کے معنیٰ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں کہ وہی اس کی حقیقت جانتا ہے، اور ہم کھود کرید کیے ہوئے ایمان اور یقین کرلیں، اور یہی بہتر ہے، یا پھر کچھ مناسب معنیٰ اس کے لگالیے جائیں، جس سے وہ سمجھ میں آجائے، جیسا کہ علمائے متاخرین نے

اختیار کیا ہے۔

(اہل السنۃ والجماعۃ، ص ۸۳، ۸۴۔ المؤلف: علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۷۳ھ)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ اسلام، کراچی ۱۹۹۷ء)

صفات اللہ تعالیٰ کے صفات اور اسماءِ حُسنیٰ کے متعلق صحیح راستہ یہ ہے کہ قرآن پاک نے صفات کے دو اصول بتائے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے صفات بیان کیے ہیں۔ سَمِیْعٌ (سننے والا) بَصِیْرٌ (دیکھنے والا) وغیرہ صفات اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کیے ہیں۔ اس لیے وہ ان صفات حسنہ کمالیہ سے متصف ہے۔ وہ صفات اس کے لیے ثابت ہیں۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (الشوریٰ: ۱۱) (اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں)۔ اس لیے ان صفات کی صورت اللہ تعالیٰ میں ایسی نہیں جو بندوں کی صفات کے مثل ہو۔ لَهٗ سَمْعٌ لَا كَسَمْعِنَا وَلَهٗ بَصَرٌ لَا كَبَصَرِنَا۔ وہ سنتا ہے، مگر ہمارے سننے کی طرح نہیں، وہ دیکھتا ہے مگر ہمارے دیکھنے کی طرح نہیں، بلکہ وہ اس طرح سنتا اور دیکھتا ہے جو اُس کی شانِ عالی کے لائق ہے۔ اس کی کوئی صفت بندہ میں نہیں پائی جاتی، اور نہ بندہ کی کوئی صفت اس میں پائی جاتی ہے۔

آیت 1: ۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (الطور: ۴۳)

ترجمہ اللہ تعالیٰ پاک ہے، اس سے جس کو مشرک اللہ میں شریک بتاتے ہیں۔

(اہل السنۃ والجماعۃ، ص ۷۱، ۷۲۔ المؤلف: علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۷۳ھ)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ اسلام، کراچی ۱۹۹۷ء)

7.4:۔صفات باری تعالیٰ اور اس کی اقسام

اللہ تعالیٰ کیلئے خاص صفات ہیں۔
نصوص باری تعالی کے لئے علم، قدرت وغیرہ کے ثبوت پر ناطق ہیں۔
آیت 1:۔اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ○(طٰہٰ:۸)
ترجمہ وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں، اس کے لیے بہترین نام ہیں۔
اسی طرح: علیم قدیر، العلیم القدیر، العزیز العلیم، الخلاق العلیم، علیم حلیم، علیما حلیما، شاکرا علیما، لطیف خبیر" وغیرہ بھی ہیں۔
پھر ان صفات میں بعض ذاتی صفات ہیں اور بعض صفات افعال ہیں۔ صفات ذاتی اشاعرہ کے نزدیک سات اور ماتریدیہ کے نزدیک آٹھ ہیں۔

1 اقسام صفات

باری تعالی کی صفات دو قسم پر ہیں: (۱) صفات سلبیہ (۲) صفات وجودیہ
صفات سلبیہ: وہ صفات ہیں جن کی باری تعالی سے سلب اور نفی کی جائے جیسے کہا جاتا ہے "اللہ لیس بجوھر، ولا بعرض، ولا بممکن" یہ صفات سلبیہ ہیں۔
صفات وجودیہ: وہ صفات ہیں جن کا ذات باری تعالی کیلئے اثبات کیا جائے۔
پھر صفات وجودیہ کی دو قسمیں ہیں: (۱) صفات حقیقیہ (۲) صفات غیر حقیقیہ۔
صفات حقیقیہ کا دوسرا نام صفات ذاتیہ، جمالیہ، اور صفات جلالیہ۔ صفات غیر حقیقیہ کو صفات اضافیہ افعالیہ بھی کہا جاتا ہے۔
امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی دو قسمیں ذکر کرتے ہیں۔ ایک صفات ذاتیہ اور دوسری صفات فعلیہ۔
صفات ذاتیہ: ان صفات کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان کی ضد کے ساتھ موصوف نہ ہو سکے، اور اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ حیات، علم قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تو متصف ہے، ان کی ضد یعنی موت، جہل، عجز وغیرہ کے

ساتھ متصف نہیں ہوسکتا۔ یہ امہات الصفات یعنی بنیادی صفات بھی کہلاتی ہیں کیونکہ یہ صفات فعلیہ اور دیگر صفات کیلئے بمنزلہ بنیادی صفات بھی کہلاتی ہیں۔اس لئے کہ اگر حیات ہی نہ ہوتو خدا ہی نہ رہے اور علم وارادہ نہ ہوتو کوئی فعل وجود میں نہ آئے۔

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صفات ذاتیہ سات ہیں۔

(۱)حیات (۲)علم (۳) قدرت (۴) سمع (۵) بصر (۶) (ارادہ (۷) مشیت

یہ صفات نہ اللہ کی ذات میں داخل ہیں اور نہ ہی خارج ہیں، مفہوم ایک بھی نہیں، غیر بھی نہیں۔اسی کو اہل علم لا عین ولا غیر سے تعبیر کرتے ہیں۔

صفات فعلیہ: ان صفات کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ان کی ضد کے ساتھ موصوف ہو سکے اور اللہ تعالی کیلئے کمال ہو اور ان کا تعلق غیر کے ساتھ ہو۔ جیسے مارنا اور جلانا، عزت دینا، ذلت دینا، رزق دینا اور نہ دینا وغیرہ۔

امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ سب صفات فعلیہ کو بنیادی صفت قدرت کے ماتحت اور اس سے متعلق مانتے ہیں۔

امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ آٹھ صفات کو بنیادی قرار دیتے ہیں جن میں سے سات تو وہ ہیں جو اوپر صفات ذاتیہ میں مذکور ہوئیں اور آٹھویں تکوین ہے۔

اسماء الٰہیہ

اسماء الٰہی (یعنی اللہ کے ناموں) میں سے صرف لفظ اللہ ذاتی نام ہے، بقیہ تمام نام صفتوں کی وجہ سے ہیں اور یہ صفاتی نام بھی توقیفی ہیں یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے جانے اور بتائے جانے پر موقوف ہیں۔عربی میں انہی ناموں سے اللہ کو پکارنا جائز ہے کہ جو شریعت نے بتادیئے ہیں، اپنی طرف سے کسی عربی لفظ سے اللہ کو پکارنا جائز نہیں، چاہے خواہ اس عربی لفظ کا معنی کتنا ہی عمدہ واعلیٰ کیوں نہ ہو۔ مثلاً طبیب عاقل وغیرہ۔

لیکن عربی کے علاوہ ہر زبان میں اللہ کی عظمت کے ساتھ جن ناموں سے بھی

پکارا جائے، وہ جائز ہے ان کو رد نہ کیا جائے ہوسکتا ہے کہ بے تعظیمی ہو جائے۔
اور حدیث میں جن ننانوے ناموں کے یاد کرنے اور محفوظ کرنے پر جنت ملنے کا وعدہ ہے، وہ ننانوے اصلیں اور بنیادیں ہیں، بقیہ تمام صفاتی نام انہی کی جزئیات ہیں۔
پھر معنی اور مفہوم کے اعتبار سے صفات کی دو قسمیں ہیں:
(۱) محکمات (۲) متشابہات

1 محکمات: صفات محکمات وہ ہیں کہ جن کا معنی ظاہر اور واضح ہے اور سمجھ میں آنے والا ہے۔ ان کو واضحات بھی کہتے ہیں۔ مثلاً سمع، بصر، علم، قدرت اور ارادہ وغیرہ۔

حکم ان کا حکم یہ ہے کہ ان کے ظاہر پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور اس میں تاویل نہ کی جائے گی۔

2 صفات متشابہات: وہ صفات ہیں کہ جن کے معنی غیر واضح اور مبہم ہیں۔ سمجھ کی وہاں تک رسائی نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفات ہیں جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں جیسے: وجہ (چہرہ)، ید (ہاتھ)، عین (آنکھ)، ساق (پنڈلی) اور عرش پر مستوی ہونا۔ ان صفات کو متشابہات کہتے ہیں، کیونکہ اگر ان کے ظاہری معنی مراد لیں، تو اللہ تعالیٰ کا عاجز اور محتاج ہونا لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے کام میں ان اعضاء کے محتاج ہیں کیونکہ انسان دیکھنے کیلئے آنکھ کا، کام کے لیے ہاتھ کا، چلنے کے لیے پنڈلی کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر انہی چیزوں کو ان کے ظاہری معنی پر ہی مان لیں تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بھی بندوں کی طرح ان اعضاء کے محتاج ہیں، جو بالکل ہی غلط ہے۔ لہٰذا یہ صفات متشابہات میں سے ہیں۔

حکم اہل سنت والجماعت کے ہاں صفات متشابہات کو جوں کا توں سچ تسلیم کریں گے اور اس کے صحیح حقیقی معانی کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردیں گے۔ فضول تاویلات سے احتراز کریں گے، اور ان کو ناقص بتانے کی بجائے اپنے عقل کے ناقص ہونے کا اقرار کریں گے۔ یہ ذہن میں رکھیں گے کہ جو اعضاء اللہ نے قرآن میں ذکر فرمائے ہیں وہ اسی کے شان کے لائق ہیں، نہ وہ اعضاء مخلوق ہیں، نہ مخلوق کی طرح کے ہیں۔

□ یہ بات تو مسلّم ہے کہ متقدمین اور متاخرین اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ

مخلوق کی ہر قسم کی مشابہت سے منزہ ہے، یعنی تنزیہ کے نکتہ میں دونوں متفق ہیں۔ اب حوادثِ زمانہ کی وجہ سے متقدمین نے صفاتِ متشابہات سے ایک قسم کی تعبیر کی، اور متاخرین نے دوسری طرز سے، لیکن مقصود دونوں کا ایک ہے۔

متقدمین اور متاخرین دونوں صفاتِ متشابہات کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کرتے۔ البتہ متقدمین اور متاخرین کے درمیان طرقِ دفاع میں اختلاف ہے کہ متقدمین تاویل اجمالی کرتے ہیں، اور متاخرین تاویلِ تفصیلی۔

تاویلِ اجمالی یہ ہے کہ قرآن میں مثلاً ''ید'' کا لفظ آیا ہے۔ تو متقدمین کے ہاں اُس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے وہ معنی مراد ہے جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان ہو، اور ہمیں اس کا علم نہیں۔

تاویلِ تفصیلی یہ ہے کہ ''ید'' سے ظاہری معنی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نعمت مراد ہے۔ یہ تاویل اس لیے کرتے ہیں تاکہ عوام کی سمجھ میں بات آسکے۔

متقدمین کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ صفات کا ظاہری معنی مراد نہیں لیتے بلکہ اس سے ایک اور معنی مراد لیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان اور لائق ہو، اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے خود لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جس طرح مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے، اسی طرح لوازماتِ مخلوق سے بھی منزہ ہے۔ مثلاً کیفیات وغیرہ۔ تو اس کی نفی بھی اللہ تعالیٰ سے ضروری ہے، اس لیے کہ یہ کیفیات حوادث کے قبیل سے ہیں۔

متقدمین کا مذہب کا خلاصہ یہ ہے:

التفویض مع تنزیه الباری تعالیٰ عن مشابهة المخلوقات ومع نفی الکیفیة عنه تعالیٰ وعن صفاته.

گویا ان کے مذہب میں تین باتیں ہیں: (1) تفویض۔ (2) اللہ تعالیٰ کی تنزیہ مخلوقات سے۔ (3) کیفیت کی نفی۔

3 اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم ہیں

اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم یعنی ازلی اور ہمیشہ ہمیشہ سے ہیں۔ جب مخلوق ابھی پیدا بھی نہیں کی گئی تھی، اللہ تعالیٰ اس وقت بھی خالق تھے، کیونکہ تخلیق کی بنیاد جو کہ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صفت قدرت ہے، اور امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صفت تکوین ہے، ازل سے موجود ہے۔ اس وجہ سے خالق اس کی صفت قدیم ہے۔ اس کا خالق ہونا مخلوق کے پیدا ہونے پر موقوف نہیں بلکہ مخلوق کا پیدا ہونا اس کے خالق ہونے پر موقوف ہے۔ اگر اس میں پیدا کرنے کی صفت نہ ہوتی تو یہ مخلوق کیسے پیدا ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں، کیونکہ یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ جب کسی شی کی کوئی صفت ہوگی تو وہ اسی کے علاوہ کسی اور کے ساتھ قائم نہیں ہوسکتی۔

معلوم ہوا کہ صفات باری تعالیٰ لازمی اور قطعی طور پر باری تعالیٰ کے ساتھ قائم ہیں۔

4 اللہ تعالیٰ کی صفات نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات بلکہ لازم ذات ہیں

اس بات پر تمام اہل السنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ واجب تعالیٰ کے لیے ایسی صفات ثابت ہیں، جو واجب الوجود کے مفہوم سے زائد ہیں، عین ذات واجب نہیں ہیں۔

5 اللہ تعالیٰ کی صفات میں ترتیب نہیں ہے

یہ بھی جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں ترتیب زمانی نہیں ہے (البتہ سمجھنے کے طور پر ترتیب عقلی ہوسکتا ہے)، یعنی یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی فلاں صفت (زمانہ کے اعتبار سے) پہلے ہے اور فلاں صفت بعد میں۔ اس کی تمام صفات ازلی اور قدیم ہیں۔ یہ کہنا درست نہیں کہ اس کا علم اس کی قدرت سے پہلے ہے، اس کی قدرت اس کے علم کے بعد ہے یا اس کی حیات اس کے علم سے پہلے ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ سے حی اور علیم اور قدیر ہے۔

7.5:۔صفاتِ محکمات: بنیادی صفات کا بیان

اشاعرہ کے نزدیک باری تعالیٰ کی صفات حقیقیہ سات ہیں: حیات، علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ، کلام۔ اور ماتریدیہ کے نزدیک صفات حقیقیہ کی تعداد آٹھ ہے، جن میں سات تو وہی مذکور صفات ہیں اور آٹھویں صفت ''تکوین'' ہے۔ ان سات یا آٹھ کا نام صفات ذاتیہ ہے، ان کے علاوہ دوسری صفات کو صفات افعال کہا جاتا ہے۔ اشاعرہ کہتے ہیں کہ تکوین مستقل صفت نہیں جبکہ ماتریدیہ صفت تکوین کو مستقل صفت مانتے ہیں۔

1 صفتِ حیات

پس ضروری ہے کہ باری تعالیٰ میں صفت حیات اس درجہ کامل اور اکمل ہو کہ واہمہ موت سے بھی پاک ہو، اور تمام عالم کی حیات اسی کی حیات کا پرتو اور فیض ہو۔ حیات اس کے لئے ذاتی اور اصلی اور خانہ زاد ہو، اور کیوں نہ ہو اس لئے کہ ایسے بدیع عالم کا ایک میت اور جماد سے صادر ہونا عقل محال سمجھتی ہے اور باقی عالم کی حیات اسی کی بخشش اور عطا کا ثمرہ ہو۔

آیت 2:۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ (البقرۃ:۲۵۵)

ترجمہ اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

آیت 3:۔ آیت 3 وَهُوَ الَّذِیۡۤ اَحۡیَاكُمۡ ثُمَّ یُمِیۡتُكُمۡ ثُمَّ یُحۡیِیۡكُمۡ ؕ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَكَفُوۡرٌ ○ (الحج:۶۶)

ترجمہ وہی ہے جس نے تمہیں زندگی بخشی ہے، وہی تم کو موت دیتا ہے اور وہی پھر تم کو زندہ کرے گا۔ سچ یہ ہے کہ انسان بڑا ہی منکرِ حق ہے۔

آیت 4:۔ الٓمّٓ ○ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ○ (آل عمران:۱،۲)

ترجمہ الف۔ لام۔ میم۔ اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو نظامِ کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے،

حقیقت میں اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

آیت 5:۔هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (المؤمن:٦٥)

ترجمہ وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود (اِلٰہ) نہیں۔ اُسی کو تم پکارو اپنے دین کو اسی کے لیے خالص کر کے۔ ساری تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔

آیت 6:۔وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَا ۚ ○ (الفرقان:٥٨)

ترجمہ اے نبی ﷺ! اُس اللہ پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے۔ اور کبھی مرنے والا نہیں۔ اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو۔ اپنے بندوں کے گناہوں سے بس اُسی کا باخبر ہونا کافی ہے۔

آیت 7:۔وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ؕ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ○ (طٰہٰ:١١١)

ترجمہ لوگوں کے سر اُس حی و قیوم کے آگے جھک جائیں گے۔ نامراد ہوگا جو اُس وقت کسی ظلم کا بارِ گناہ اٹھائے ہوئے ہو۔

حدیث 1:۔حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي مُسْلِمٍ، سَمِعَهُ مِنْ طَاوُسٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ يَتَهَجَّدُ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ: "أَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ مَلِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ الْحَقُّ، وَوَعْدُكَ حَقٌّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ. أَللّٰهُمَّ! لَكَ أَسْلَمْتُ، وَبِكَ آمَنْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ، وَبِكَ خَاصَمْتُ، وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ، فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ، وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَوْ: لَا إِلٰهَ غَيْرُكَ".

(صحیح: مسند احمد، ج ۵ ص ۳۶۴، ۳۶۵ رقم 3368، 2710، 2812؛ موطا مالک رقم 728/

241؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم 29335؛ مسلم رقم 199 ۔ 769؛ ترمذی رقم 3418؛ نسائی رقم 1619؛ ابوداؤد رقم 771؛ ابن ماجہ رقم 1355؛ ابن خزیمہ رقم 1151؛ ابن حبان رقم 2597)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب رات کو تہجد پڑھنے کھڑے ہوتے تو یہ دعا کرتے:

''اے میرے اللہ! ساری حمد وستائش تیرے ہی لئے ہے اور تو ہی اس کا مستحق ہے، تو ہی قائم رکھنے والا ہے زمین وآسمان کا اور ان سب چیزوں کا جو ان میں ہیں (یعنی سارے عالم علوی اور سفلی کا وجود تیرے ہی ارادہ سے قائم ہے)۔ مولا! ساری حمد و ستائش کا تو ہی مستحق ہے، تو ہی نور ہے زمین وآسمان کا اور ان سب کا جو زمین وآسمان میں ہیں (یعنی سارے عالم میں جہاں بھی نور کی کوئی کرن ہے وہ تیرے ہی نور سے ہے) اور ساری حمد وستائش تیرے ہی لئے ہے، تو فرماں رَوا ہے زمین وآسمان اور اس ساری کائنات کا جو زمین وآسمان میں ہے، ساری حمد وستائش تیرے ہی لئے سزاوار ہے، تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے، مرنے کے بعد تیرے حضور حاضری اور تیری ملاقات حق ہے، اور تیرا فرمان حق ہے اور جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور سارے نبی برحق ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی برحق ہیں اور قیامت کا آنا برحق ہے۔ اے اللہ! میں نے اپنے کو تیرے سپرد کر دیا اور میں تجھ پر ایمان لایا اور میں نے تیرا سہارا پکڑ لیا اور پورا بھروسہ تجھ پر کر لیا اور اپنا رخ تیری طرف کر دیا اور (مخالفین حق سے) تیری ہی مدد سے میری ٹکر ہے، اور میں نے اپنا مقدمہ فیصلے کے لئے تیری ہی بارگاہ میں پیش کر دیا ہے، پس اے میرے اللہ! بخش دے میرے وہ سب قصور جو مجھ سے پہلے سرزد ہوئے اور جو پیچھے ہوئے اور جو میں نے پوشیدہ کئے اور جو اعلانیہ کئے اور جن کے بارے میں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے، تو جسے چاہے آگے بڑھانے والا ہے اور جسے چاہے پیچھے ڈال دینے والا ہے، تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ صرف تو ہی معبود برحق ہے''۔

2 صفتِ علم

وہ علم والا ہے جس سے آسمانوں اور زمین کی کوئی شے اور ذرہ پوشیدہ نہیں ہے۔

آیت 8:۔اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ○(المجادلۃ: ۷)

ترجمہ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے، یا ہوگا، ازل ہی میں ان سب باتوں کا اس کو تفصیل سے علم تھا۔

ے بر و علم یک ذرہ پوشیدہ نیست کہ پیدا و پنہاں بہ نزدش یکے ست

ترجمہ اس سے ایک ذرہ کا علم بھی پوشیدہ نہیں ہے کیونکہ کھلی اور چھپی چیز اس کے لئے یکساں ہے۔

لہٰذا جو کچھ ہو رہا ہے، اور ہوا ہے، اور ہوگا، ان سب باتوں کو پوری تفصیلات کے ساتھ ازل ہی میں جان لیا تھا کہ فلاں وقت فلاں شخص یہ کام کرے گا اور فلاں وقت میں یہ کچھ ہوگا یہاں تک کہ اگر ساتویں آسمان پر یا تحت الثریٰ میں مچھر اپنے پر کو ہلائے، یا کوئی شخص اپنے دل میں کسی طرح کا وسوسہ لائے، وہ بھی اس کو معلوم ہے۔

اور وہ کیوں عالم نہ ہو، جب اسی نے تمام عالم کو پیدا کیا اور وہی اس کو باقی رکھتا ہے اور وہی اس کی تربیت کرتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ ان چیزوں کا جاننے والا نہ ہو؟ کسی شے کو موجود کر دینا، یا اس کو باقی رکھنا، یا اس کی تربیت کرتے رہنا بغیر علم کے محال ہے۔

آیت 9:۔اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَ ہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ○(الملک: ۱۴)

ترجمہ کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے۔

علاوہ ازیں علم کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ معلومات عالم کے سامنے موجود ہوں۔ کوئی شے اس سے مخفی نہ ہو۔ جہل کی حقیقت یہ ہے کہ معلومات اس کے سامنے موجود نہ ہوں، بلکہ غائب اور مخفی نہ ہوں۔ یہ ظاہر ہے کہ مصنوع صانع سے غائب نہیں ہو سکتا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جن حقائق کو وہ وجود عطا کرتا ہے، وہ حقیقتیں اس سے محجوب

اور مستور ہوں۔

پس یقیناً عالم کی تمام چیزیں اس وجود کے عطا کرنے کے سامنے بے حجاب اور بے نقاب ہوں گی۔ اسی بے حجاب اور بے نقاب ہونے کا نام علم ہے۔

آیت 10:۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ (آل عمران:۵)

ترجمہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

آیت 11:۔ وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۝ (یونس:۶۱)

ترجمہ اے نبی ﷺ! تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو، اور لوگو! تم بھی جو کچھ کرتے ہو، اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کوئی ذرہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے، نہ چھوٹی نہ بڑی، جو تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو، اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔

- ایک معمولی گھڑی اور گھنٹہ کو دیکھ کر ہم کو اس کا یقین آجاتا ہے کہ اس کا موجد ضرور علمِ ہندسہ کا بڑا حاذق اور ماہر ہوگا کہ جس نے اوقات معلوم کرنے کے لیے یہ عجیب وغریب آلہ ایجاد کیا۔ لہٰذا اس عالم کا نظامِ شمسی اور قمری دیکھ کر یہ کیسے یقین نہ آئے کہ اس کا بنانے والا بڑا ہی علیم وحکیم ہے۔

(علم الکلام، ص ۶۷ تا ۶۸۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۲ء)

7.6:۔ اللہ تعالیٰ علیم کل ہے، کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں

آیت 12:۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ (آل عمران:۵)

ترجمہ زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ سے پوشیدہ نہیں۔

آیت 13:۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا

تَكْسِبُوْنَ ○ (الانعام: ۳)

ترجمہ وہی ایک اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی، تمہارے کھلے اور چھپے سب حال جانتا ہے اور جو بُرائی یا بھلائی تم کماتے ہو، اس سے خوب واقف ہے۔

آیت 14 :۔ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ○ (الانعام: ۷۳)

ترجمہ وہی ہے جس نے آسمان و زمین کو برحق پیدا کیا ہے۔ اور جس دن وہ کہے گا کہ حشر ہو جائے اسی دن وہ ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد عین حق ہے اور جس روز صور پھونکا جائے گا اس روز بادشاہی اُسی کی ہوگی، وہ غیب اور شہادت ہر چیز کا عالم ہے اور دانا اور باخبر ہے۔

آیت 15 :۔ وَرَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ○ وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

(القصص: ۶۹، ۷۰)

ترجمہ تیرا رب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہی ایک اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں۔ اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، فرماں روائی اسی کی ہے اور اسی کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔

آیت 16 :۔ وَمَا تَكُوْنُ فِیْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَیْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِیْضُوْنَ فِیْهِ ؕ وَمَا یَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○ (یونس: ۶۱)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے جو کچھ بھی سناتے ہو، اور لوگو! تم بھی جو کچھ کرتے ہو، اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔ کوئی ذرہ برابر چیز آسمان اور زمین میں ایسی نہیں ہے، نہ چھوٹی نہ بڑی، جو

تیرے رب کی نظر سے پوشیدہ ہو، اور ایک صاف دفتر میں درج نہ ہو۔

آیت 17:۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۸۶)

ترجمہ اور اے نبی ﷺ! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں، تو انہیں بتادو کہ میں ان سے قریب ہی ہوں۔ پکارنے والا جب مجھ پکارتا ہے، میں اس کی پکار سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ لہٰذا انہیں چاہیے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ (یہ بات تم انہیں سنادو) شاید کہ وہ راہِ راست پالیں۔

آیت 18:۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۖۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ ○ (ق:۱۶)

ترجمہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اُس کے دل میں اُبھرنے والے وسوسوں تک کو، ہم جانتے ہیں۔ ہم اُس کی رگِ گردن سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔

آیت 19:۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ○ (المجادلۃ:۷)

ترجمہ کیا تم کو خبر نہیں ہے کہ زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا اللہ کو علم ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ہو اور ان کے درمیان چوتھا اللہ نہ ہو، یا پانچ آدمیوں میں سرگوشی ہو اور ان کے اندر چھٹا اللہ نہ ہو۔ خفیہ بات کرنے والے خواہ اس سے کم ہوں یا زیادہ، جہاں کہیں بھی وہ ہوں، اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ (ملک میں، ملک سے باہر) پھر قیامت کے روز وہ ان کو بتادے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے۔ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

آیت 20:۔ یَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا یَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ یُبَیِّتُوْنَ مَا لَا یَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطًا ○

(النساء:۱۰۸)

ترجمہ یہ لوگ انسانوں سے اپنی حرکات چھپا سکتے ہیں مگر خدا سے نہیں چھپا سکتے۔ وہ تو اُس وقت بھی اِن کے ساتھ ہوتا ہے جب یہ راتوں کو چھپ کر اُس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ ان کے سارے اعمال پر اللہ محیط ہے۔

3 صفتِ قدرت

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، قدرت والا ہے۔ کوئی شی اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔

آیت 21:۔اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ○ (البقرۃ:۱۰۹)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

وہ موجود کو معدوم (ختم) اور معدوم کو موجود کر سکتا ہے۔

آیت 22:۔اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ○ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ○ (ابراہیم:۱۹، ۲۰)

ترجمہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے آسمان و زمین کی تخلیق کو حق پر قائم کیا ہے؟ وہ چاہے تو تم لوگوں کو لے جائے اور ایک نئی خلقت تمہاری جگہ لے آئے۔ ایسا کرنا اس پر کچھ دشوار نہیں ہے۔

آیت 23:۔وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا○ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِیْرًا○

(النساء:۴: ۱۳۲، ۱۳۳)

ترجمہ اللہ ہی مالک ہے ان سب چیزوں کا جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور کارسازی کے لیے بس وہی کافی ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو ہٹا کر تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے، اور وہ اس کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

آیت 24:۔قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ○ (الانعام:۴۶)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان سے کہو: ''کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر اللہ تمہاری بینائی اور

سماعت تم سے چھین لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ کے سوا اور کون سا خدا ہے جو یہ قوتیں تمہیں واپس دلا سکتا ہو؟''۔ دیکھو کس طرح ہم بار بار اپنی نشانیاں ان کے سامنے پیش کرتے ہیں اور پھر یہ کس طرح ان سے نظر چرا جاتے ہیں۔

آیت 25:۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (یٰس:۸۲،۸۳)

ترجمہ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔ پاک ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اِقتدار ہے، اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جانے والے ہو۔

آیت 26:۔ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ○ (فاطر:۴۴)

ترجمہ کیا یہ لوگ زمین میں کبھی چلے پھرے نہیں ہیں کہ اِنہیں اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو اِن سے پہلے گزر چکے ہیں اور وہ اِن سے بہت زیادہ طاقت ور تھے؟ اللہ کو کوئی چیز عاجز کرنے والی نہیں ہے، نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ سب کچھ جانتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

□ مخلوقات میں جو کچھ بھی قدرت اور اختیار ہے، وہ سب اسی کا فیض اور عطیہ ہے۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے کہ مخلوقات تو اپنے افعال میں قادر اور مختار ہوں اور خدا تعالیٰ اپنے افعال میں مجبور اور مضطر ہو۔ ہر سلیم الفطرت جانتا ہے کہ قدرت اور اختیار صفت کمال ہے اور ایجاب اور اضطرار کھلا ہوا عیب ہے۔

آیت 27:۔ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ وَيَخْتَارُ ۭ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (القصص:۶۸)

ترجمہ تیرا رب پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے، یہ انتخاب ان لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ اللہ پاک ہے اور بہت بالاتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

وہ قادر ومختار ہے، جس طرح چاہے تصرف کرے۔

آیت 28:۔لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ○(الانبیاء:۲۳)

ترجمہ وہ اپنے کاموں کے لیے (کسی کے آگے) جواب دِہ نہیں ہے اور سب جواب دِہ ہیں۔

حدیث 3:۔حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى، وَأَبُو سَعِيدٍ-يَعْنِي مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ-الْمَعْنَى، وَهٰذَا لَفْظُ إِسْحَاقَ، قَالَا: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الْمَوَالِ الْمَدَنِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ مِنَ الْقُرْآنِ، يَقُولُ: "إِذَا هَمَّ أَحَدُكُمْ بِالْأَمْرِ، فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيضَةِ، ثُمَّ لِيَقُلْ: أَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْتَخِيرُكَ بِعِلْمِكَ، وَأَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيمِ، فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ، وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. أَللّٰهُمَّ! فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ هٰذَا الْأَمْرَ-يُسَمِّيهِ بِاسْمِهِ-خَيْرًا لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي"-قَالَ أَبُو سَعِيدٍ: "وَمَعِيشَتِي-وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ، ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ. أَللّٰهُمَّ! وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُهُ شَرًّا لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ"-وَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ: "وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاقْدُرْهُ لِي، وَيَسِّرْهُ لِي، وَبَارِكْ لِي فِيهِ"-أَللّٰهُمَّ! وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُهُ شَرًّا لِي فِي دِينِي وَمَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي، فَاصْرِفْنِي عَنْهُ، وَاصْرِفْهُ عَنِّي، وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ رَضِّنِي بِهِ"۔

(مسند احمد رقم 14707؛ عبد بن حمید رقم 1089؛ بخاری رقم 1162، 6382، 7390؛ الأدب المفرد رقم 703؛ أبو داود رقم 1538؛ ابن ماجه رقم 1383؛ ترمذی رقم 480؛ النسائی فی "المجتبی" 80/6؛ "عمل اليوم والليلة" نسائی رقم 498؛ أبو يعلی رقم 2086؛ ابن حبان رقم 887؛ البيهقی فی "السنن" 52/3؛ "الأسماء والصفات" ص 124، 125؛ "شرح السنة" رقم 1016)

ترجمہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنے معاملات میں استخارہ کرنے کا طریقہ اسی اہتمام سے سکھاتے تھے جس اہتمام سے قرآن کی سورتوں کی تعلیم فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بتاتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کام کا ارادہ کرے (اور اس کے انجام کے بارے میں فکر مند ہو تو اس کو اس طرح استخارہ کرنا چاہئے)۔ پہلے وہ دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح عرض کرے:

''اے میرے اللہ! میں تجھ سے تیری صفت علم کے وسیلے سے خیر اور بھلائی کی رہنمائی چاہتا ہوں اور تیری صفت قدرت کے ذریعے تجھ سے قدرت کا طالب ہوں اور تیرے عظیم فضل کی بھیک مانگتا ہوں کیوں کہ تو قادر مطلق ہے اور میں بالکل عاجز ہوں۔ اور تو علیم کل ہے اور میں حقائق سے بالکل ناواقف ہوں اور تو سارے غیبوں سے باخبر ہے۔ پس اے میرے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے بہتر ہو، میرے دین، میری دنیا اور میری آخرت کے لحاظ سے تو اس کو میرے لیے مقدر کر دے اور آسان بھی فرمادے اور پھر اس میں میرے لیے برکت بھی دے۔ اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے برا ہے (اور اس کا نتیجہ خراب نکلنے والا ہے)، میرے دین، میری دنیا اور میری آخرت کے لحاظ سے، تو اس کام کو مجھ سے الگ رکھ اور مجھے اس سے روک دے اور میرے لیے خیر و بھلائی کو مقدر فرمادے، وہ جہاں اور جس کام میں ہو۔ پھر مجھے اس خیر والے کام کے ساتھ راضی اور مطمئن کر دے"۔

حوالہ جات: وقادر بقدرته التي هي صفته الازلية السرمدية۔ والمعنى: أنه اذا قدر على شيء فانما يقدر عليه بقدرته القديمة، لا بالقدرة الحادثة، كما توجد للاشياء الممكنة، فهو الحي القيوم۔

(شرح ملّا علی القاری علی الفقه الأكبر للامام الأعظم أبي حنيفة النعمان بن ثابت رحمه الله (المتوفى ١٥٠ھ)، ص ٣٣۔ المؤلف: المؤلف: علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري رحمه الله (المتوفى ١٠١٤ھ)۔ حققه وخرّج أحاديثه وعلّق عليه: علي محمد دندل۔ الناشر: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

الکلام فی القدرۃ: ھی الاختیار فی الفعل والترک۔ واجمع أھل السنۃ علی ان الحق سبحانہ فاعل بالقدرۃ فان شاء لم یفعل۔

(مرام الکلام فی عقائد الاسلام، ص ۳۳۔ المؤلف: محمد عبد العزیز بن أحمد بن الحامد القرشی الفریھاری الملتانی أبو عبد الرحمن (المتوفی: بعد ۱۲۳۹ھ)۔ الناشر: مکتبہ امدادیہ ملتان)

7.7:۔قدرت کاملہ اورکل اختیارات کا مالک صرف اللہ ہے

آیت29:۔قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ○

(آل عمران:۲۶،۲۷)

ترجمہ کہو: ''اے اللہ! ملک کے مالک ،تو جسے چاہے حکومت دے ،اور جس سے چاہے چھین لے۔ جسے چاہے، عزت بخشے اور جس کو چاہے ذلیل کر دے۔ بھلائی تیرے اختیار میں ہے۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ رات کو دن میں پروتا ہوا لے آتا ہے اور دن کو رات میں، بے جان میں سے جان دار کو نکالتا ہے اور جان دار میں سے بے جان کو۔ اور جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

آیت30:۔وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○(الانعام:۱۷)

ترجمہ اگر اللہ تمہیں کسی قسم کا نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمہیں اس نقصان سے بچا سکے، اور اگر وہ تمہیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے، تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آیت31:۔وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○

(یونس:۱۰۷)

ترجمہ اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے، تو خود اُس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے، تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے، اپنے فضل سے نوازتا ہے۔ اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

□ تو تکلیف وراحت، بھلائی، برائی، نفع، وضرر پر کامل اختیار اور قبضہ تامہ اللہ ربّ العزت کا ہے اس ذات پاک کے سوا کسی کو بھی سود وزیان اور دکھ، سکھ پر قطعًا کوئی اختیار نہیں۔ اس کی بھیجی ہوئی تکلیف اور دُکھ درد کو کوئی نہیں ہٹا سکتا، اور جس پر وہ فضل وکرم فرمائیں کسی کو طاقت نہیں کہ روک دے۔ مالک علی الاطلاق اور قادر مطلق فقط ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

آیت 32:۔ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ○ (الشوریٰ:۴۹،۵۰)

ترجمہ اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جسے چاہتا ہے، لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے، لڑکے دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے، لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے۔ وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے۔

□ زمین وآسمانوں کی حکومت اللہ ہی کی ہے۔ وہ اپنی مرضی کا مالک ہے۔ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ علیم بھی ہے اور قدیر بھی، علم کل اور قدرت کاملہ خاص اس کی صفات ہیں۔ وہ اپنے علم کی بناء پر اپنی قدرت سے جس کو چاہے اولاد دے یا مطلق نہ دے۔

4 صفت ارادہ

ارادہ کے معنی کسی شے کے وجود اور عدم کو جو کہ قدرت کے اعتبار سے برابر تھے، ان میں سے کسی ایک جانب کو اپنے اختیار سے ترجیح دینے کے ہیں۔ پس جو کچھ ہوتا ہے وہ اسی کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ ازل میں جو کچھ ارادہ کر لیا تھا، اب اسی کے مطابق ہو رہا ہے۔

آیت 33:۔فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ○ (البروج:۱۶)

ترجمہ اور جو کچھ چاہے کرڈالنے والا ہے۔

عالم میں اس قسم کا انضباط اور استحکام بغیر ارادہ اور اختیار کے پیدا ہونا یقیناً محال ہے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال بدوں ارادہ اور اختیار خود بخود مثل حرکت مرتعش کے صادر ہوتے، تو عالم میں اس قسم کا انضباط، استحکام اور حسن انتظام ہرگز نہ ہوتا۔

آیت 34:۔بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ○ (البقرة:۱۱۷)

ترجمہ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اور جس بات کا وہ فیصلہ کرتا ہے، اس کے لیے بس یہ حکم دیتا ہے کہ ''ہوجا'' اور وہ ہوجاتی ہے۔

آیت 35:۔اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ○ (آل عمران:۴۷)

ترجمہ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو بس کہتا ہے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتا ہے۔

آیت 36:۔ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ○ (آل عمران:۵۹)

ترجمہ پھر حکم دیا کہ ہوجا اور وہ ہوگیا۔

آیت 37:۔اِنَّمَا قَوۡلُنَا لِشَیۡءٍ اِذَاۤ اَرَدۡنٰہُ اَنۡ نَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ○ (النحل:۴۰)

ترجمہ ہمیں کسی چیز کو وجود میں لانے کے لیے اس سے زیادہ کچھ کرنا نہیں ہوتا کہ اسے حکم دیں ''ہوجاؤ'' اور بس وہ ہوجاتی ہے۔

آیت 38:۔مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ○ (مریم:۳۵)

ترجمہ اللہ کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ذات ہے۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو کہتا ہے کہ ہوجا، اور بس وہ ہوجاتی ہے۔

آیت 39:۔اِنَّمَاۤ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ○ (یٰس:۸۲)

ترجمہ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہوجا اور وہ ہوجاتی ہے۔

آیت 40:۔ہُوَ الَّذِیۡ یُحۡیٖ وَیُمِیۡتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ○

(المؤمن:٦٨)

ترجمہ وہی ہے زندگی دینے والا، اور وہی موت دینے والا ہے۔ وہ جس بات کا بھی فیصلہ کرتا ہے، بس ایک حکم دیتا ہے کہ وہ ہوجائے اور وہ ہوجاتی ہے۔

آیت 41:۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرۃ:١٨٥)

ترجمہ اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔

آیت 42:۔ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ط اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ (یونس:٩٩)

ترجمہ اگر تیرے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن وفرماں برادر ہی ہوں) تو سارے اہلِ زمین ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہوجائیں؟

آیت 43:۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ○ (البقرۃ:٢٥٣)

ترجمہ مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

آیت 44:۔ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○ (ہود:١٠٧)

ترجمہ بے شک تیرا ربّ پورا اختیار رکھتا ہے کہ جو چاہے کرے۔

آیت 45:۔ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ○ (المائدہ:١)

ترجمہ بے شک اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

□ بندہ جس کام کا ارادہ کرتا ہے اسی کے مطابق اعضاء حرکت کرنے لگتے ہیں لیکن یہ کوئی نہیں بتلاسکتا کہ اعضاء کو اس ارادہ کا علم کس طرح ہوجاتا ہے۔ پس جب کہ بندہ ہی کے ارادہ کے تعلق کی کیفیت نہیں بتلائی جاسکتی، تو خداوند ذوالجلال کے ارادہ کے تعلق کی حقیقت کون بتلاسکتا ہے؟ بلکہ جو شخص ارادہ کرتا ہے، وہ خود اپنے ارادے کے تعلق کی کیفیت سمجھانے سے قاصر اور عاجز ہے۔

ثبوتِ تقدیر

جو کام ارادہ اور اختیار سے کیا جاتا ہے، پہلے اس کو سمجھ لیتے ہیں۔ مکان اگر بناتے ہیں، تو پہلے اس کا نقشہ تیار کر لیتے ہیں تاکہ مکان کی تعمیر نقشہ کے مطابق ظہور میں

آئے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس عالم کا نقشہ بھی اللہ تعالیٰ کے یہاں پہلے ہی سے ایک پنہاں وجود رکھتا ہو، اور اس نقشہ ہی کے مطابق اس وجودِ ظاہری کا کارخانہ برقرار ہوتا ہو۔ اہل اسلام اسی وجود پنہانی کو تقدیر کہتے ہیں۔

(علم الکلام، ص ۸۲، ۸۳۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۲ء)۔

☐ مذهب أهل الحق أن كل ماأراد الله تعالى فهو كائن، وأن كائن فهو مراد له، وان لم يكن مرضيا، ولامامورا به، بل منهيا عنه. وهذا مااشتهر من السلف أن ماشاء الله كان ومالم يشأ لم يكن.

(شرح المقاصد: ج ۳ ص ۱۰۰)

5 صفت سمع

صفت سمع یعنی اس کو شنوائی اور سننے کا وصف حاصل ہے۔ وہ تمام مخلوق کی بیک وقت دعا اور آواز کو سنتا ہے، اور ایک بات کا سننا اس کو دوسری بات کے سننے سے مانع نہیں ہوتا۔ عالم کی مختلف زبانیں اس کو اشتباہ میں نہیں ڈالتیں۔ وہ بیک لحظ پرندوں کے چہچہانے اور پہاڑوں کے اندر کیڑوں کا بھنبھانا اور صاف چکنے پتھر پر چیونٹی کے چلنے کی آواز اور دریا میں مچھلیوں کی آواز سنتا ہے یہاں تک کہ مچھر اور چیونٹی کی باریک نسوں میں جب خون دوران کرتا ہوا ایک بند اور جوڑ سے منتقل ہو کر دوسرے جوڑ کی طرف جاتا ہے، تو وہ اس خون کے چلنے کی آواز کو صاف سنتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

آیت 46:۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ: ۲۲۴، ۲۵۶) (آل عمران: ۱۲۱)

ترجمہ اللہ تمہاری ساری باتیں سن رہا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

آیت 47:۔ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ: ۲۲۷)

آیت 48:۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ: ۱۸۱؛ الانفال: ۱۷)

ترجمہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

آیت 48:۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (البقرۃ: ۲۴۴)

ترجمہ اور خوب جان رکھو کہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت 49:۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (البقرۃ:۱۲۷)

ترجمہ توسب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

آیت 50:۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (البقرۃ:۱۳۷)

ترجمہ وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

آیت 51:۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (آل عمران:۳۴)

ترجمہ اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

آیت 52:۔ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (آل عمران:۳۵)

ترجمہ تو سننے اور جاننے والا ہے۔

آیت 53:۔ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ (آل عمران:۳۸)

ترجمہ تو ہی دعا سننے والا ہے۔

آیت 54:۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ (النساء:۵۸)

ترجمہ یقیناً اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

آیت 55:۔ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ (المائدہ:۱۳۴)

ترجمہ اور اللہ سمیع و بصیر ہے۔

آیت 56:۔ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (المائدہ:۷۶)

ترجمہ سب کی سننے والا اور سب کچھ جاننے والا تو اللہ ہی ہے۔

آیت 57:۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (الانعام:۱۳، ۱۱۵)

ترجمہ اور وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔

آیت 58:۔ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ (الاعراف:۲۰۰)

ترجمہ وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

آیت 59:۔ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ○ (ابراہیم:۳۹)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ میرا رب ضرور دعا سنتا ہے۔

آیت 60:۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (الشعراء:۲۲۰)

ترجمہ وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

آیت 61:۔ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ۝ (سبا:٥٠)

ترجمہ وہ سب کچھ سنتا ہے اور قریب ہی ہے۔

☐ اتنی زبردست قوت سماعت کے باوجود وہ کانوں سے پاک ہے:

آیت 62:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝ (الشوریٰ:١١)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

حدیث 2:۔ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَاصِمٍ يَعْنِي الْأَحْوَلَ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ، فَأَشْرَفْنَا عَلَى وَادٍ، فَذَكَرَ مِنْ هَوْلِهِ فَجَعَلَ النَّاسُ يُكَبِّرُونَ وَيُهَلِّلُونَ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّهَا النَّاسُ! ارْبَعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ". وَرَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ. فَقَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّكُمْ لَا تَدْعُونَ أَصَمَّ وَلَا غَائِبًا. إِنَّهُ مَعَكُمْ".

(صحيح على شرط الشيخين: مسند أحمد رقم 19520؛ عبد الرزاق في "المصنف" رقم 9244؛ البخاري رقم 2992، 4205، 6384، 7386؛ مسلم رقم 2704 (44)، (45)؛ أبو داود رقم 1528؛ ترمذي رقم 3374، 3461؛ ابن أبي عاصم في "السنة" رقم 618؛ النسائي في "الكبرى" رقم 8823، 10372، 11427، 10188، 10386)

ترجمہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (جہاد کے) ایک سفر میں تھے۔ پھر ہم ایک وادی میں بلندی پر چڑھے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی ہولنا کی کو بیان کیا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلند آواز سے تکبیرات اور "لا حول ولا قوة إلا بالله" پڑھنے لگے۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی اختیار کرو''۔ لوگوں نے اپنی آوازوں کو بلند کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے ہو، وہ تو تمہارے ساتھ ہی ہے''۔

☐ فانه تعالى سميع بالاصوات والحروف والكلمات بسمعه القديم الذى

ھو نعت لہ فی الازل۔

(شرح مُلّا علی القاری علی الفقہ الأکبر للامام الأعظم أبی حنیفة النعمان بن ثابت رحمه الله (المتوفی ۱۵۰ھ)،ص۳۸۔ المؤلف: علی بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدین الملا الھروی القاری رحمه الله (المتوفی ۱۰۱۴ھ)۔ حقّقه وخرّج أحادیثه وعلّق علیه: علی محمد دَنْدَل۔ الناشر: قدیمی کتب خانہ، کراچی)

- انہ حی سمیع بصیر شھدت بہ الکتب الالھیة واجمع علیہ الانبیاء، بل جمھور العقلاء۔ (شرح المقاصد: ۳/۱۰۰)

6 صفت بصر

یعنی اس کو وصف بصارت حاصل ہے جس کے سبب ہر چیز کو دیکھتا ہے خواہ کوئی چیز اندھیرے میں ہو، خواہ نزدیک ہو، خواہ دور ہو، خواہ دن میں ہو، خواہ رات میں ہو، خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو، خواہ بڑی ہو، مخلوق کو نظر آئے یا نہ آئے، اللہ تعالیٰ سب کو ہر وقت بلا تفاوت یکساں طور پر دیکھتا ہے، کسی وقت کوئی شے اس سے چھپی نہیں ہے۔ بایں ہمہ وہ مخلوق جیسی آنکھوں سے اور آنکھوں کی ہر قسم کی شکل وصورت سے پاک ہے۔

آیت 63:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

قرآن مجید میں اس صفت کا ذکر کئی آیات میں آیا ہے۔ مثلاً:

آیت 64:۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (البقرة: ۲۳۳)

ترجمہ اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔

آیت 65:۔ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (البقرة: ۲۳۷)

ترجمہ تمہارے اعمال کو اللہ دیکھ رہا ہے۔

آیت 66:۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (البقرة: ۲۶۵)

ترجمہ تم جو کچھ کرتے ہو، سب اللہ کی نظر میں ہے۔

آیت 67:۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ○ (البقرة: ۹۶)

ترجمہ جیسے کچھ اعمال یہ کر رہے ہیں، اللہ تو انہیں دیکھ ہی رہا ہے۔

آیت 68:۔اِنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ (البقرۃ:۱۱۰)

ترجمہ جو کچھ تم کرتے ہو، وہ سب اللہ کی نظر میں ہے۔

آیت 69:۔وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ○ (آل عمران:۱۵)

ترجمہ اللہ اپنے بندوں کے رویے پر گہری نظر رکھتا ہے۔

آیت 70:۔وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ○ (آل عمران:۲۰)

ترجمہ آگے اللہ خود اپنے بندوں کے معاملات دیکھنے والا ہے۔

آیت 71:۔وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ (آل عمران:۱۵۶)

ترجمہ اور تمہاری تمام حرکات پر وہی نگران ہے۔

آیت 72:۔هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ○ (آل عمران:۱۶۳)

ترجمہ اور اللہ سب کے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔

آیت 73:۔اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ○ (النساء:۵۸)

ترجمہ اور یقینا اللہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔

آیت 74:۔وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا ○ (النساء:۱۳۴)

ترجمہ اور ثوابِ آخرت بھی، اور اللہ سمیع و بصیر ہے۔

آیت 75:۔وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ○ (المائدہ:۷۱)

ترجمہ اللہ اُن کی یہ سب حرکات دیکھتا رہا ہے۔

آیت 76:۔فَاِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ (الانفال:۳۹)

ترجمہ تو ان کے اعمال کا دیکھنے والا اللہ ہے۔

آیت 77:۔وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ (الانفال:۷۲)

ترجمہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔

آیت 78:۔اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ (ھود:۱۱۲)

ترجمہ جو کچھ تم کر رہے ہو اس پر تمہارا رب نگاہ رکھتا ہے۔

آیت 79:۔اِنَّہٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (بنی اسرائیل:۱)

ترجمہ حقیقت میں وہی ہے سب کچھ سننے اور دیکھنے والا۔

آیت 80:۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ○ (بنی اسرائیل:١٧)

ترجمہ تیرا رب اپنے بندوں کے گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

آیت 81:۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ○ (بنی اسرائیل:٣٠)

ترجمہ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور انہیں دیکھ رہا ہے۔

آیت 82:۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ○ (بنی اسرائیل:٩٦)

ترجمہ اے نبی ﷺ! ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان بس ایک اللہ کی گواہی کافی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور سب کچھ دیکھ رہا ہے۔

آیت 83:۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○ (الحج:٦١)

ترجمہ یہ اس لیے کہ رات سے دن اور دن سے رات نکالنے والا اللہ ہی ہے اور وہ سمیع وبصیر ہے۔

آیت 84:۔ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○ (الحج:٧٥)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی وہ سمیع اور بصیر ہے۔

آیت 85:۔ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ○ (الفرقان:٢٠)

ترجمہ تمہارا رب سب کچھ دیکھتا ہے۔

آیت 86:۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○ (لقمان:٢٨)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 87:۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ○ (الاحزاب:٩)

ترجمہ اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا جو تم لوگ اس وقت کر رہے تھے۔

آیت 88:۔ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ (سبا:۱۱)

ترجمہ جو کچھ تم کرتے ہو اُس کو میں دیکھ رہا ہوں۔

آیت 89:۔ اِنَّ اللّٰہَ بِعِبَادِہٖ لَخَبِیْرٌ بَصِیْرٌ ○ (فاطر:۳۱)

ترجمہ بے شک اللہ اپنے بندوں کے حال سے باخبر ہے اور ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے۔

آیت 90:۔ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیْرًا ○ (فاطر:۴۵)

ترجمہ تو اللہ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔

آیت 91:۔ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (المؤمن:۲۰)

ترجمہ بلاشبہ اللہ ہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 92:۔ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ○ (المؤمن:۴۴)

ترجمہ یقیناً اللہ اپنے بندوں کا نگہبان ہے۔

آیت 93:۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (المؤمن:۵۶)

ترجمہ بس اللہ کی پناہ مانگ لو، وہ سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔

آیت 94:۔ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ (حم سجدۃ:۴۰)

ترجمہ تمہاری ساری حرکتوں کو اللہ دیکھ رہا ہے۔

آیت 95:۔ اِنَّہٗ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرٌ بَصِیْرٌ ○ (الشوریٰ:۲۷)

ترجمہ یقیناً! وہ اپنے بندوں سے باخبر ہے اور اُن پر نگاہ رکھتا ہے۔

آیت 96:۔ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 97:۔ وَکَانَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ○ (الفتح:۲۴)

ترجمہ اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ اسے دیکھ رہا تھا۔

آیت 98:۔ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○ (الحجرات:۱۸)

ترجمہ اللہ زمین اور آسمانوں کی ہر پوشیدہ چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب اس کی نگاہ میں ہے۔

آیت 99 :۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (الحدید:۴)

ترجمہ وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ جو کام بھی تم کرتے ہواسے وہ دیکھ رہا ہے۔

آیت 100 :۔ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ ○ (المجادلۃ:۱)

ترجمہ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 101 :۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (الممتحنۃ:۳)

ترجمہ اور وہی تمہارے اعمال کا دیکھنے والا ہے۔

آیت 102 :۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ (التغابن:۲)

ترجمہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن، اور اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے جو تم کرتے ہو۔

آیت 103 :۔ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ ۢ بَصِيْرٌ ○ (الملک:۱۹)

ترجمہ وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔

آیت 104 :۔ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ○ (الانشقاق:۱۵)

ترجمہ ہاں! اُس کا ربّ اُس کے کرتوت دیکھ رہا تھا۔

□ الحاصل وہ سمیع بھی ہے اور بصیر بھی، اور کیوں نہ ہو؟ اس لئے کہ جب مخلوق اس صفت کمال سے موصوف ہے۔ سو اگر خالق اس صفت کمال سے عاری ہے، تو مخلوق کا خالق سے بھی اکمل اور بہتر ہونا لازم آتا ہے۔ نیز سمع اور بصر سے خالی ہونا ایک عیب ہے کہ جس کا بارگاہ خداوندی میں گزر ہی محال اور ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے کہ سمع اور بصر نہ ہونا عیب ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی عبادت کرنے والوں سے فرمایا:

آیت 105 :۔ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْــًٔـا ○ (مریم:۴۲)

ترجمہ (انہیں ذرا اس موقع کی یاد دلاؤ) جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا: ''ابا جان، آپ کیوں ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں نہ دیکھتی ہیں اور نہ آپ کا کوئی کام بنا سکتی ہیں؟

نیز اگر خالق ان صفات کمال سے عاری ہے تو مخلوق میں سمع بصر کا کمال کہاں سے آ گیا۔

آیت 106:۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○ (المومنون:۷۸)

ترجمہ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہیں سننے اور دیکھنے کی قوتیں دیں اور سوچنے کو دل دیے۔ مگر تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو۔

آیت 107:۔ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ○ (فاطر:۴۵)

ترجمہ تو اللہ اپنے بندوں کو دیکھ لے گا۔

- عن ابی هریرة ﷺ عن النبی ﷺ فی حدیث الایمان قال: "یا محمد! ما الاحسان؟"۔ قال: "ان تعبد الله كانك تراه فانك ان لم تكن تراه فانه یراك"۔ (صحیح بخاری: ج۱ ص ۱۲ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

- وبصیر بالاشكال والالوان بابصاره القدیم الذی هو له صفة فی الازل فلا یحدث له سموع ولا بصر بحدوث مبصر، فهو السمیع البصیر، یسمع ویری، لا یعزب علی سمعه سموع وان خفی غایة السر، ولایغیب عن رؤیته مرئی، وان دق فی النظر، بل یری دبیب النملة السوداء فی اللیلة الظلماء علی الصخرة الصمّاء"۔

(شرح ملّا علی القاری علی الفقه الأكبر، ص ۳۸)

7 صفت کلام

یعنی اس کی ایک صفت کلام بھی ہے، جس سے چاہتا ہے کلام کرتا ہے، کیونکہ گونگا ہونا عیب اور نقص ہے اور ذات خداوندی ہر عیب سے پاک ہے۔

آیت 108:۔ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ○

(الاعراف:۱۴۸)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے اس کی قوم کے لوگوں نے اپنے زیوروں سے ایک

بچھڑے کا پتلا بنایا جس میں سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی۔ کیا انہیں نظر نہ آتا تھا کہ وہ نہ ان سے بولتا ہے نہ کسی معاملہ میں ان کی رہنمائی کرتا ہے؟ مگر پھر بھی انہوں نے اسے معبود بنالیا اور وہ سخت ظالم تھے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو ذات صفت کلام سے عاری ہو، اس کو خدا بنانا انتہا درجہ کا ظلم ہے۔

لہٰذا قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ کے لئے صفتِ کلام کو ثابت کیا گیا ہے۔

آیت 109 :- وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○ (النساء: ۱۶۴)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

اور جس طرح اس کا وجود دوسروں کے وجود کے مشابہ نہیں، اسی طرح اس کا کلام دوسروں کے کلام کے مشابہ نہیں۔ جس طرح خداوند ذوالجلال کی صفت علم، صفت قدرت وغیرہ بے چون وچگون، قدیم اور غیر مخلوق ہیں۔ اسی طرح اس کی صفت کلام بھی قدیم اور غیر مخلوق اور بے چون وچگون ہے۔

(علم الکلام، ص ۱۳۶، ۱۳۷۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۲ء)

اللہ تعالیٰ متکلم ہیں، یعنی ازل سے ابد تک اس کو صفتِ کلام حاصل ہے۔ کبھی تکلم سے خالی نہیں رہا۔ ایک ہی وقت میں تمام مخلوق کی آوازوں اور دعاؤں کو سنتا ہے۔ سب کا جواب دیتا ہے۔ ایک جانب دوسری جانب سے اس کو مشغول اور غافل نہیں کرتی۔ جس طرح چاہتا ہے کلام کرتا ہے۔ تورات، انجیل، زبور، فرقان اور تمام کتابیں اور صحیفے جو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہوئے، وہ سب اسی کے کلام کی تفصیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک ہے اور بسیط ہے۔ اور یہ تمام کتب منزلہ اور صحفِ مرسلہ اس کے کلام بسیط کے اوراق ہیں، جو نزول میں مختلف الآثار ہیں۔

کلام ایک صفتِ کمال ہے اور گونگا ہونا عیب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے تمام صفات کمال ثابت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تمام صفاتِ نقص سے پاک اور منزہ ہے۔ اور کلام چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ ذاتی ہے، اس لیے وہ قدیم ہوگی، حادث نہ ہوگی، کیونکہ قدیم

کی صفت بھی قدیم ہوتی ہے۔

بعض اہلِ بدعت کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معنی میں متکلم ہے کہ وہ خالقِ کلام ہے۔ یعنی دوسرے میں کلام کو پیدا کر دیتا ہے۔ یہ سراسر جہالت اور نادانی ہے اور لغتِ عرب سے بے خبری ہے۔ متحرک لغت میں اس کو کہتے ہیں جو خود حرکت کے ساتھ موصوف ہو۔ جو دوسرے میں حرکت پیدا کرے، اس کو متحرک نہیں کہا جاتا۔ اسی طرح خالق کلام کو متکلم نہیں کہا جاتا۔

جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام میں کسی کو کلام نہیں۔ مطلقاً کلام کرنا تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلّم اور متفق علیہ ہے۔ البتہ اختلاف اس کی حقیقت اور کیفیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام کس طرح ہے؟ اور کیوں کر ہے؟ حضرات متکلمین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حروف اور اصوات سے مرکب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ایک صفت ہے جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اس میں نہ حرف ہے اور نہ آواز ہے اور یہ حروف عربیہ اور نقوشِ کتابیہ اس کے کلام قدیم کی دلالات اور عبارات ہیں۔ جن کے ذریعہ اس کا کلام قدیم پڑھا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے۔ اور جن حروف اور کلمات کے ذریعہ ہم کلام خداوندی کی تلاوت اور قراءت کرتے ہیں، یہ حروف اس کے کلام قدیم کا لباس ہیں، اس کا عین نہیں۔ عقلاً یہ بات محال ہے کہ امرِ قدیم کسی حادث اور فانی ذات کی حادث اور فانی زبان اور فانی حلقوم کے ساتھ قائم ہو سکے۔ یا کوئی امرِ قدیم کسی حادث اور فانی میں حلول کر سکے۔ حادث قدیم کا محل نہیں ہو سکتا۔ البتہ ایک حادث چیز قدیم کے لیے آئینہ اور مظہر اور تجلی گاہ بن سکتی ہے۔ آنکھ کی پتلی میں آسمان دکھلائی دے سکتا ہے مگر آنکھ کی پتلی آسمان کا محل اور ظرف نہیں ہو سکتی۔ اس لیے تمام حضراتِ متکلمین اور تمام اولیاء و عارفین اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے، اس میں نہ حرف ہے اور نہ آواز ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں حروف بھی ہیں اور صوت بھی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے کلام کے حروف اور الفاظ اور اس کی صوت و آواز ہمارے الفاظ اور صوت کی طرح نہیں۔ جس طرح ذاتِ خداوندی بے چون و چگون ہے اسی طرح اس

کا کلام بھی بے چون وچگون ہے:

آیت 110:۔لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ○(شوریٰ:۱۱)

ترجمہ کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

حضرات متکلمین کہتے ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات بے چون وچگون ہے۔ اسی طرح اس کی صفتِ کلام بھی بے چون وچگون ہے۔ ان کو اس کے عالمِ امکان کے ساتھ کوئی مناسبت اور مشابہت نہیں اور گرفتاراں چونی وچندی کو اس بے چون حقیقتِ ازلیہ تک رسائی ممکن نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت بے غایت سے زبانِ عربی کے لباس میں اپنے اس وصفِ ذاتی اور کمالِ ذاتی کو نازل فرما کر اس کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان واسطہ بنایا تا کہ اس کے ذریعہ سے بندے اللہ تعالیٰ سے اپنا رابطہ قائم کرسکیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس بے چون حقیقتِ ازلیہ کو عرب کے حروف اور کلماتِ مستعملہ کے لباس اور صورت میں ظاہر فرمایا اور یہی وجہ کہ آیاتِ قرآنیہ باوجود ان حروفِ مستعملہ سے مرکب ہونے کے حدِ اعجاز کو پہنچی ہوئی ہیں۔ ان جیسے ایک جملہ کی ترکیب غیرِ خدا سے ممکن نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ نظمِ عربی جو اس کی خاص صفتِ کلام کا آئینہ اور مظہر ہے، اس میں اللہ تعالیٰ بے چون وچگون کی شانِ بے چونی وبے چگونی امانت اور ودیعت رکھی ہوئی ہے۔ جہاں کسی کی رسائی ممکن نہیں۔ اس لیے تمام جن وانس اس جیسے ایک جملہ کی ترکیب سے عاجز ہوگئے۔ چونکہ یہ نظمِ عربی اس کی شان بے چونی وبے چگونی کی امانت گاہ ہے۔ اس لیے شرعاً اس کا ادب واحترام واجب ہوا، اور بغیر وضوء کے اس کو ہاتھ لگانا ناجائز ہوا۔ شریعت کی طرف سے تلاوت کے آداب مقرر ہوئے۔ لہٰذا اس نظمِ عربی کو اس کے بے چون وچگون کی ایک صورت اور لباس جانو۔ اور یہ سمجھو کہ اس کا بے چون وچگون کلام اس پردہ میں مستور ہے اور یہ نظمِ عربی اس کے کلام قدیم کا عین نہیں بلکہ اس کا ایک لباس ہے۔ جس طرح ''الکلمة لفظ وضع لمعنیً مفردٍ'' میں لفظ معنیٰ کے لیے لباس ہے اور معنیٰ اس پردۂ لفظ میں مستور ہے۔ مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ الفاظ عین معنیٰ ہے۔ واللہ أعلم وعلمہ أتم واحکم۔

(عقائد الاسلام، ص ۶۰ تا ۶۲۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔
الناشر: مکتبہ یادگارِ شیخ، اردو بازار، لاہور۔ ۱۴۳۱ھ)

اللہ تعالیٰ کے لیے کلام ہونے کے دلائل یہ ہیں:

آیت 111:۔ قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۴۴)

ترجمہ فرمایا: ''اے موسیٰ! میں نے تمام لوگوں پر ترجیح دے کر تجھے منتخب کیا کہ میری پیغمبری کرے اور مجھ سے ہم کلام ہو۔ پس جو کچھ میں تجھے دُوں اسے لے اور شکر بجالا''۔

آیت 112:۔ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ (البقرۃ: ۲۵۳)

ترجمہ یہ رسول (جو ہماری طرف سے اِنسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) ہم نے اِن کو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کیے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے اللہ خود ہم کلام ہوا، کسی کو اُس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیئے۔

آیت 113:۔ وَقُلْنَا يٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (البقرۃ: ۳۵)

ترجمہ اور پھر ہم نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا: ''تم اور تمہاری بیوی، دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ، مگر اِس درخت کا رُخ نہ کرنا، ورنہ ظالموں میں شمار ہوگے''۔

آیت 114:۔ وَيٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۹)

ترجمہ ''اور اے آدم! تو اور تیری بیوی، دونوں اس جنت میں رہو، جہاں جس چیز کو تمہارا جی چاہے، کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ ظالموں میں سے ہو جاؤ گے''۔

اہل حق کے نزدیک جو کلام اللہ کی صفت ہے وہ حروف و آواز سے مرکب نہیں بلکہ وہ ایک صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس کو کلام نفسی کہتے ہیں کیونکہ کلام اصل میں دل میں موجود مضمون اور معانی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ شاعر کہتا

ہے:

إِنَّ الْكَلَامَ لَفِي الْفُؤَادِ وَإِنَّمَا جُعِلَ اللِّسَانُ عَلَى الْفُؤَادِ دَلِيلًا

ترجمہ کلام دل میں ہوتا ہے اور زبان تو محض اسی دل کے مضمون پر دلالت کرتی ہے۔

ہم لوگ دل کے اس مضمون کو کبھی زبان سے ادا کرتے ہیں۔ کبھی لکھ کر بتا دیتے ہیں اور کبھی اشاروں سے ظاہر کرتے ہیں۔

ہم کلام کی ادائیگی یعنی تکلم میں مخارج، حروف اور صوت (یعنی آواز) کے محتاج ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہیں، وہ ہماری طرح حروف و آواز سے تکلم نہیں فرماتے۔

اللہ تعالیٰ نے جب کسی سے کلام فرمایا ہیں مثلاً جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا:

آیت 115 :۔ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۖ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ○ (طٰہٰ:۱۲)

ترجمہ میں ہی تیرا رب ہوں، جوتیاں اتار دے۔ تو وادی مقدس طویٰ میں ہے۔

آیت 116 :۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ○ (طٰہٰ:۱۷)

ترجمہ اور اے موسیٰ! یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے؟"۔

تو یہاں چند باتیں قابل لحاظ ہیں:

1 امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کلام نفسی ہی قابل سماع ہے اگر چہ یہ عام عادت کے خلاف ہے جبکہ امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ بھی کلام نفسی کے سننے کو ممکن مانتے ہیں۔

2 کسی خاص شخص کے ساتھ کلام میں جیسا کہ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو میں ہوا۔ امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ تو یہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام نفسی کو ہی سنا۔ البتہ امام ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسی آواز سنی جو کلام الٰہی پر دلالت کررہی تھی اور امام تریدی رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کتاب یا فرشتے کے واسطے کے بغیر کلام کیا۔

3 اللہ تعالیٰ کا کلام دو طرح کا ہے۔ ایک تو وہ ہے جو احکام و نواہی پر مشتمل ہے۔ یہ تو قدیم ہے اور اس کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہیں دوسرا وہ ہے جو کسی مخلوق

سے کسی خاص موقع پر کیا۔ مثلاً:

آیت 117:۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○ (النساء: ۱۶۴)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام فرمایا۔

حضرت امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ کلام کرنا بھی قدیم ہے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہیں، البتہ اس شرط کے ساتھ کہ جب وہ مخاطب پایا جائے گا تو اس خاص کلام کا تعلق اس مخاطب کے ساتھ ہوگا۔ مثلاً:

آیت 118:۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ○ (النساء: ۱۶۴)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کلام فرمایا۔

کلام نفسی میں اس قید کے ساتھ ہمیشہ سے موجود ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وجود حاصل ہوگا اور وہ ایک خاص موقع پر پہنچیں گے تو اس وقت اس کلام کا ربط و تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ اکثر ماتریدیہ کہتے ہیں کہ تکلیم اس وقت کہتے ہیں جب دوسرے کو سنائے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ سے متکلم نہیں کہا جائے گا، بلکہ صرف اسی وقت کہا جائے گا جب مخاطب کو وہ کلام سنایا جائے گا۔

(اسلامی عقائد، ص ۲۶، ۲۷۔ المؤلف: ڈاکٹر مفتی عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ۔ الناشر: الناشر: مجلسِ نشریاتِ اسلام، کراچی۔ ۱۴۳۳ھ)

7.8:۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام، قدیم اور غیر مخلوق ہے

قرآن پاک بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، صفت قدیم ہے۔ اس لئے اصل کے اعتبار سے تو یہ کلام نفسی پر مشتمل ہے۔ البتہ بندے چونکہ اپنی قراءت اور تلاوت میں اور اپنی سماعت میں حروف اور صوت کے محتاج ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کو (جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے) حروف اور کلمات کے لباس میں نازل کیا تاکہ بندے اس کو پڑھ سکیں اور سن سکیں۔

1 علامہ عبد العزیز فریہاروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الكلام هو صفة ازلية، عبر عنها بالنظم، المسمى بالقرآن، المركب من الحروف۔ يريد ان الكلام المعدود من الصفات الالهية هو المعنى القديم القائم بذاته تعالىٰ۔ واما هذا القرآن المركب من الحروف الهجاء فحادث، وليس صفة قديمة قائمة بذاته تعالىٰ، بل هو دال عليها، ويسمى الاول بالكلام النفسي، والثاني بالكلام اللفظي۔

(النبراس شرح: شرح العقائد النسفية، ص ۲۲۲۔ المؤلف: محمد عبد العزيز بن أحمد بن الحامد القرشي الفريهاري الملتاني أبو عبد الرحمن ﷫ (المتوفى: بعد ۱۲۳۹ھ)۔ الناشر: مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ ۱۴۳۶ھ)

ترجمہ کلام اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے، جس کو نظم سے تعبیر کیا گیا، اس کا نام قرآن رکھا گیا، جو حروف سے مرکب ہے: اس سے مقصد یہ ہے کہ کلام صفاتِ الٰہی میں سے ہے، جو اس کی صفتِ قدیم ہے، جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ یہ قرآن جو حروفِ تہجی سے مرکب ہے، یہ حادث ہے، یہ اس کی صفتِ قدیم نہیں ہے، جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہو، بلکہ وہ اس کے کلام پر دلالت کرتا ہے۔ پہلی قسم کے کلام کو کلامِ نفسی کہتے ہیں، جب کہ دوسری قسم کے کلام کو کلامِ لفظی کہتے ہیں۔

2 حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے حرف اور آواز کا لباس دے کر ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے، اور بندوں کو اس کے ساتھ امر و نہی کا مخاطب بنایا ہے۔ جس طرح ہم اپنے نفسی کلام کو کام اور زبان کے ذریعہ حرف اور آواز کے لباس میں لا کر ظاہر کرتے ہیں، اور اس طرح اپنے پوشیدہ مقاصد اور مطالب کو عرصۂ ظہور میں لاتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کو بغیر کام وزبان کے وسیلہ کے محض اپنی قدرتِ کاملہ سے حروف اور آواز کا لباس عطا فرما کر اپنے بندوں پر بھیجا ہے۔ اور اپنے پوشیدہ اوامر ونواہی کو حروف اور آواز کے ضمن میں لا کر ظہور کے میدان میں جلوہ گر کیا ہے۔ پس کلام کی دونوں قسمیں یعنی کلامِ نفسی اور کلامِ لفظی حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا کلام ہیں۔ اور دونوں قسموں پر کلام کا اطلاق حقیقت کے طور پر ہے جس

طرح کہ ہمارے کلام کی دونوں قسمیں نفسی اور لفظی حقیقت کے طور پر ہمارا کلام ہیں۔ نہ یہ کہ قسمِ اوّل (نفسی) تو حقیقت ہے اور دوسری قسم (لفظی) مجاز ہے۔ اس لیے کہ مجاز کی علامت ہی یہ ہے کہ اس کی نفی جائز ہو، اور کلام لفظی کی نفی کرنا اور اس کو کلامِ خداوند کہنا بلاشبہ کفر ہے۔

(مکتوباتِ امامِ ربانی مجدد الف ثانی فارسی۔ المولف: حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ)۔ دفتر دوم حصہ ہفتم مکتوب نمبر ۶۷ ص ۴۷، ۴۸ طبع رؤف اکیڈمی، لاہور)

3 غرض کلام الٰہی کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے:

اول یہ کہ کلام اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بسیط ہے، جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور اس کے قدیم ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ کلام سے وہ کلمات مراد لئے جاتے ہیں۔ جن کو سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے کلام نفسی کے لئے بطور لباس مقرر فرمایا ہے۔

قرآن کو اللہ کا کلام اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ کلمات پر مشتمل ہے، جو اللہ تعالیٰ کے کلام نفسی کے لئے بطور لباس ہیں۔ بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن الفاظ اور معانی کے مجموعہ کا نام ہے۔ البتہ قرآن کی قراءت، سماعت اور کتابت یہ حادث اور مخلوق ہے۔ اس لئے کہ قراءت اور سماعت اور کتابت یہ بندے کے افعال ہیں اور بندے کے افعال حادث اور مخلوق ہوتے ہیں۔

(اسلامی عقائد، ص ۲۸، ۲۹۔ المؤلف: ڈاکٹر مفتی عبد الواحد رحمہ اللہ۔ الناشر: الناشر: مجلسِ نشریاتِ اسلام، کراچی۔ ۱۴۳۳ھ)

4 حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جاننا چاہئے کہ کلام الٰہی کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے:

اول کلام اللہ تعالیٰ کی ایک صفت قدیمہ ہے، جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور بسیط ہے۔

دوم وہ کلمات جس کا حق سبحانہ وتعالیٰ نے تکلم فرمایا۔ قرآن کو اسی معنی میں کلام الٰہی کہا جاتا ہے۔ یہ کلمات بھی قدیم اور مجرد عن المادۃ ہیں اسلئے کہ پروردگار عالم سے ان کا ظہور اور صدور ہوا ہے، اور جو شے قدیم سے ظاہر اور صادر ہوگی وہ بھی قدیم ہوگی۔ ہمارے الفاظ اور حروف اور ہمارے آواز ان کلمات الٰہیہ کیلئے بمنزلہ آئینہ کے ایک مظہر اور تجلی گاہ ہیں۔

اگر کسی شے کا عکس آئینہ میں پڑے تو اصل شے کو عکس کے عوارض سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہماری قراءت اور کتابت میں جو حدوث کے لوازم پائے جاتے ہیں، کلمات الٰہیہ کو ان سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ قدیم اپنے قدم پر رہے گا، حادث اپنے حدوث پر رہے گا۔ حدوث اور امکان کے تمام عوارض بندہ کی طرف متوجہ ہوں گے اور خدا اور اس کا کلام ان سب سے منزہ اور مقدس ہوگا۔ اِدھر تنزیہ ہوگی، اُدھر تشبیہ وتمثیل ہوگی۔ اِدھر وجوب اور قدم ہوگا۔ اُدھر حدوث اور امکان ہوگا۔

دوسرے عنوان سے اس کو یوں سمجھو کہ الفاظ اور عبارات معانی کیلئے بمنزلہ آئینہ کے ہیں، معانی الفاظ میں حلول کئے ہوئے نہیں ہوتے، اور نہ الفاظ اور عبارات معانی کیلئے محل اور ظرف ہیں بلکہ الفاظ معانی کیلئے مظہر اور تجلی گاہ اور ایک آئینہ ہیں لفظ اور معنی میں ظاہر اور مظہر ہونے کا علاقہ ہے، حال اور محل، ظرف اور مظروف جیسا علاقہ نہیں۔ کوئی شخص یہ نہیں سمجھا سکتا کہ معانی، الفاظ کے آئینہ میں کس طرح عکس افگن اور جلوہ گر ہیں۔ فقط اجمالاً اتنا جانتا ہے کہ الفاظ کے آئینہ میں معانی کے ظاہر کرنے کا ایک آئینہ ہے۔ اور الفاظ وعبارات کی صفات اور کیفیات سے معانی کو کوئی تعلق نہیں۔

اسی طرح ہماری زبانیں، ہمارے کتابی نقوش کلمات قدسیہ کیلئے ایک آئینہ ہیں حدوث اور امکان کے تمام عوارض ہماری زبان اور کتاب کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس کا کلام پاک، ان تمام عوارض سے پاک اور منزہ ہوگا۔

(علم الکلام، ص ۱۳۷، ۱۳۸۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قدیم اور غیر مخلوق ہے۔ قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا کلام کہا ہے۔ اور اس کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے: "حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ" (التوبہ:٦) (جب تک وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سن لے)۔ اسی پر تمام اُمت کا اجماع ہے کہ قرآنِ کلامِ خداوندی اور صفتِ خداوندی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات میں قدیم ہے۔ قرنِ اوّل میں قرآن کے غیر مخلوق ہونے میں کسی کو اختلاف نہ تھا۔ عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد سلف بھی اس کے غیر مخلوق ہونے پر متفق رہے۔

1 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 119:۔ إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ. (النحل:٤٠)

ترجمہ جب ہم کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو صرف یہ کہہ دیتے کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے۔

پس جب کہ ہر چیز "قول کُن" سے پیدا ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول اور یہ کلام مخلوق نہیں۔ ورنہ اس قول کے پیدا کرنے کے لیے ایک دوسرے "قول کُن" کی ضرورت ہوگی۔ دوسرے کے لیے تیسرے کی۔ غرض یہ کہ غیر متناہی سلسلہ چلے گا۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔

2 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آیت 120:۔ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ. (الزمر:٢٨)

ترجمہ یہ عربی قرآن جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں، تا کہ لوگ تقویٰ اختیار کریں۔

میں قرآن کے غیر مخلوق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ "إِذْ مَا مِنْ مَخْلُوقٍ إِلَّا فِيهِ عِوَجٌ"۔ کوئی مخلوق شی ایسی نہیں ہے جس میں کجی نہ ہو۔ قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "غَيْرَ ذِي عِوَجٍ"۔ اس میں کوئی کجی نہیں۔

3 حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو خانہ کعبہ کے سامنے "یا رب القرآن" کہتے ہوئے سنا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ کلمہ زبان سے مت نکال۔ "إِنَّ كُلَّ مَرْبُوبٍ مَخْلُوقٌ" کیونکہ ہر مربوب مخلوق ہوتا ہے اور قرآن غیر مخلوق ہے۔

4 نیز اگر قرآن مخلوق ہوتا تو اس کی مثل لانا بھی ممکن ہوتا۔ یہ حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام

کا خلاصہ ہے۔

اس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب سے نقل کیا ہے جس کو اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ اس بعد فرماتے ہیں:

5 جیسے قران کریم میں ہے کہ کافر کہتے ہیں:

آیت 121 :۔ إِنْ هٰذَآ إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ۔ (المدثر:۲۵)

ترجمہ یہ قرآن بشر (انسان) کا قول ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں۔ نیز اگر قرآنِ مجید مخلوق ہوتا تو اس کا مثل لانا ممکن ہوتا۔ اور جب اس کا مثل لانا ناممکن ہوا، تو معلوم ہوا کہ قدیم اور غیر مخلوق ہے۔

آیت 122 :۔ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ۔ (البقرہ:۷۵)

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتے ہیں اور پھر اس میں تحریف کرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ کلام لفظی کی طرح کلامِ نفسی بھی حقیقتاً کلام ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 123 :۔ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ۔ (المجادلہ:۸)

ترجمہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے کہے ہوئے پر کیوں عذاب نہیں دیتا۔

آیت 124 :۔ وَأَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ۔ (الملک:۱۳)

ترجمہ آہستہ بات کہو یا آواز سے۔

9 وَقَالَ عمر یوم السقیفة: زَوَّرْتُ فی نفسی مقالةً۔

ترجمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سقیفۂ بنی ساعدہ والے دن یہ فرمایا کہ میں نے اپنے دل میں کچھ کلام تیار کیا ہے۔

ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کلامِ لفظی اور کلامِ نفسی دونوں پر کلام کا اطلاق حقیقت ہے۔

جاننا چاہیے کہ کلامِ الٰہی کا اطلاق دو معنی پر ہوتا ہے:

اول یہ کہ کلام اللہ تعالیٰ کی ایک صفتِ بسیط ہے۔ جو اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے۔ اس کے قدیم ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ کلام سے وہ کلماتِ

الٰہیہ مراد لیے جاتے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تکلم فرمایا ہے۔ قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کا کلام اسی معنی پر کہا جاتا ہے۔ یہی قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا۔ اور جس کو ہم اپنی زبانوں سے پڑھتے ہیں۔ اور کانوں سے سنتے ہیں۔ اور ہمارے سینوں میں محفوظ ہے اور ہمارے مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ یہ قدیم اور غیر مخلوق ہے (یعنی باعتبار مدلول کے، نہ کہ باعتبار ہماری زبانوں اور کتابت کے)، مگر قرآن کی قراءت اور اس کی سماعت اور اس کی کتابت حادث اور مخلوق ہے۔ اس لیے کہ قراءت، سماعت اور کتابت یہ بندے کے افعال ہیں اور بندے کے افعال حادث اور مخلوق ہیں۔ امام بخاری اور دیگر علمائے محققین کا یہی مسلک ہے۔

امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ تھا کہ جو شخص یہ کہے کہ لفظی بالقرآن حادث یعنی قرآن کا تلفظ اور اس کی سماعت حادث ہے تو وہ شخص مبتدع ہے۔ جو لوگ لفظی بالقرآن حادث کہنے کو بدعت کہتے تھے ان کو اصطلاحِ علماء میں فرقہ لفظیہ کہا جاتا ہے۔

یہی مسئلہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان میں تکدر اور تنافر کا باعث بنا۔ حقیقت وہی ہے جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم قدیم ہے مگر قرآن کی قراءت اور اس کی سماعت حادث اور مخلوق ہے، اس لیے کہ قراءت اور سماعت بندہ کا فعل ہے۔ لیکن امام ذہلی رحمۃ اللہ علیہ لفظی بالقرآن حادث کہنے کو اس لیے ناپسند فرماتے تھے کہ ان الفاظ سے کسی کو ملفوظ اور مقروء کے حادث اور مخلوق ہونے کا شبہ نہ ہو جائے۔ اس احتیاط کی بنا پر اس لفظ کے استعمال سے منع فرماتے اور چونکہ اس قسم کی تعبیر عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں نہ تھی۔ اس لیے اس کو بدعت فرماتے۔ اس قسم کا اطلاق اگرچہ بدعتِ شرعیہ کی حدود سے باہر ہے لیکن امام ذہلیؒ جیسے امام عالی مقام کی بارگاہ میں اتنا تغیر بھی بدعت سمجھا گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ تھا کہ صفتِ خداوندی اور فعلِ عبد کا فرق واضح ہو جائے۔ اور تعبیر ایسی صاف ہو جائے کہ کوئی قصورِ فہم کی وجہ سے حادث کو قدیم اور قدیم کو حادث نہ سمجھ جائے۔

آیت 125: ۔وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۔ (البقرہ:۱۴۸)۔

(عقائد الاسلام، ص ۶۲ تا ۶۵۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: مکتبہ یادگارِ شیخ، اردو بازار، لاہور۔ ۱۴۳۱ھ)

7.9:۔ حضرت عبد العزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرہ

اس مسئلہ کے بارے میں بہت عمدہ قول شیخ امام أبو الحسن عبد العزیز بن یحیی بن مسلم بن میمون الکنانی المکی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۰ھ) کا ہے یہ قول ان کی کتاب: ''الحیدۃ والاعتذار فی الرد علی من قال بخلق القرآن'' میں ہے، جو انھوں نے معتزلہ کے رئیس بشر المریسی سے خلیفہ مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں منعقدہ مناظرہ کے وقت کہا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

قال فصاح المأمون: "یا محمد بن الجهم! مالك وللكلام خل بين الرجل وصاحبه حتى يكلمه". وأقبل على بشر فقال: "يا بشر! هل عندك شيء تناظر به عبد العزيز قبل أن نصرفه ونقوم فقد طال المجلس وصليت الظهر". فقال بشر: "يا أمير المؤمنين! عندي أشياء كثيرة إلا أنه يقول بنص التنزيل وأنا أقول بالنظر والقياس، فليدع مطالبتي بنص التنزيل ويناظرني بغيره فإن لم يدع قوله ويرجع عنه ويقول بقولي ويقر بخلق القرآن الساعة فدمي حلال".

فقال المأمون: "لهذا مجلس تناظرون فيه". قال عبد العزيز فقلت: "يا أمير المؤمنين! أطال الله بقاءك! إن رأيت أن تأذن لي فأناظره كما سأل على جهة النظر والقياس وأدع مطالبته بالقرآن ونص التنزيل ويكون أمير المؤمنين أطال الله بقاءه الشاهد علينا والمحتفظ لكلامنا فإن أقام بشر على الحجة كما زعم وأقررت بشيء مما قال ورجعت عن شيء مما قلت، فدمي حلال كما قال بشر، وإن ثبتت الحجة عليه من القياس والنظر كما ثبتت عليه من القران والسنة وشهد عليه أمير المؤمنين بذلك فقد حل دمه بما شرط على نفسه".

قال عبد العزيز:فقال المأمون: "أنا الشاهد عليكما والحاكم بينكما، فأوجزا واقتصرا ولا تطيلا فيخرج وقت الصلاة". قال عبد العزيز لبشر: "أتسألني أم أسألك؟". فقال: "سل أنت". فطمع في هو وجميع أصحابه وتوهموا أني إذا خرجت عن التنزيل لم أحسن أن أتكلم بشيء غيره. قال عبد العزيز فقلت لبشر: "تقول إن كلام الله مخلوق". فقال: "إن القرآن مخلوق". قال عبد العزيز فقلت له: "يلزمك واحدة من ثلاث لابد أن تقول أن الله عز وجل خلق القرآن وهو عندي أنا كلامه في نفسه، أو خلقه في غيره، أو خلقه قائما بذاته ونفسه فقل ما عندك". قال بشر: "أقول: إنه مخلوق وإنه خلقه كما خلق الأشياء كلها". قال عبد العزيز: فقلت: "يا أمير المؤمنين! تركنا القرآن والسنن والأخبار عند هربه منها وناظرناه بالقياس والكلام لما ادعاه وذكر أنه يقيم الحجة علي به وإني أقر معه بخلق القرآن، فقد رجع بشر إلى الحيدة عن الجواب وانقطع الكلام فإن كان يريد مناظرتي على أنه يجيبني عما أسأله عنه وإلاّ فأمير المؤمنين أعلا عينا في ما يراه في صرفي، فإنما يريد بشر أن يقع معه من لا يفهم فيحيد عن دينه ويحتج عليه بما لا يعقله فتظهر حجته عليه فيبيح بذلك دمه".

قال فأقبل عليه المأمون فقال: "أجب عبد العزيز عما سألك فقد ترك قوله ومذهبه وناظرك على مذهبك وما ادعيت أنك تحسنه وتقيم الحجة به عليه".

فقال بشر: "قد أجبته ولكنه يتعنت". فقال له المأمون: "يأبى عليك عبد العزيز إلا أن تقول واحدة من ثلاث".

قال: "هذا شر من مطالبته بالتنزيل ما عندي غيرها أجبت به".

قال عبد العزيز: "فأقبل على المأمون، فقال: "يا عبد العزيز! تكلم أنت في شرح هذه المسألة وبيانها ودع بشرا، فقد انقطع عن الجواب

من كل جهة".

فقلت: "يا أمير المؤمنين! سألته عن كلام الله عز وجل أمخلوق هو؟".

قال: "نعم". فقلت له: "ما صح يلزمك في هذا القول وهو واحدة من ثلاث لابد منها أن تقول: "إن الله خلق كلامه في نفسه، أو خلقه في غيره، أو خلقه قائما بذاته". فإن قال: "إن الله خلق كلامه في نفسه"، فهذا محال لا يجد السبيل إلى القول به من قياس ولا نظر معقول لأن الله عز وجل لا يكون مكانا للحوادث ولا يكون فيه شيء مخلوق ولا يكون ناقصا فيزيد فيه شيء مخلوق، ولا يكون ناقصا فيزيد فيه شيء إذا خلقه. تعالى ذاته عن ذلك وجل وتعاظم".

وإن قال: "خلقه في غيره فيلزمه في النظر والقياس أن يمل كلام خلقه الله في غيره هو كلام الله، لا يقدر أن يفرق بينهما، فيجعل الشعر كلاما لله تعالى، ويجعل قول الكفر والفحش وكل قول ذمه الله وذم قائله كلاما لله عز وجل. وهذا محال، لا يجد السبيل إليه ولا إلى القول به لظهور الشناعة والفضيحة على قائله، تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا".

وإن قال: "خلقه قائما بنفسه وذاته"، وهذا هو المحال الباطل الذى لا يجد إلى القول به سبيلا في قياس ولا نظر ولا معقول لأنه لا يكون الكلام إلا من متكلم كما لا تكون الإرادة إلا من مريد ولا العلم إلا من عالم ولا القدرة إلا من قادر ولا رئي ولا يرى كلام قط قائم بنفسه يتكلم بذاته وهذا مالا يعقل ولا يعرف ولا يثبت في نظر ولا قياس ولا غير ذلك فلما استحال من هذه الجهات أن يكون مخلوقا ثبت أنه صفة لله عز وجل وصفات الله عز وجل كلها غير مخلوقة فبطل قول بشر يا أمير المؤمنين من جهة النظر كما بطل من جهة القرآن والتنزيل".

فقال المأمون: "أحسنت، يا عبد العزيز!".

(الحيدة والاعتذار في الرد على من قال بخلق القرآن، ص۸۱ تا ۸۳۔ المؤلف: أبو الحسن عبد العزيز بن يحيى بن مسلم بن ميمون الكناني المكي رحمه الله (المتوفى: ۲۴۰ھ)۔ المحقق: علي بن محمد بن ناصر الفقيهي۔ الناشر: مكتبة العلوم والحكم، المدينة المنورة، المملكة العربية السعودية۔ الطبعة: الثانية، ۱۴۲۳ھ)

ترجمہ پھر مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے پکار کہا: ''اے محمد بن جہم! تو ان (عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) سے مناظرہ اور گفت وشنید نہیں کر سکتا۔ تو اس شخص اور اپنے (معتزلی) ساتھی (بشر) کو چھوڑ دے تاکہ وہ اس بارے میں گفتگو کرلیں۔ پھر خلیفہ مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ بشر مریسی کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہنے لگا: ''اے بشر! کیا تیرے پاس کچھ علم ہے کہ تم عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ کرو، شرط یہ ہے کہ ہماری اس مجلس کے اختتام سے پہلے بات پوری ہو جائے، اس لیے کہ بات بہت لمبی ہو گئی ہے اور میں ظہر کی نماز وقت پر پڑھ سکوں''۔ یہ سن کر بشر کہنے لگا: ''اے امیر المؤمنین! میرے پاس اس بارے میں بہت کچھ ہے، مگر بات یہ ہے کہ وہ (عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) قرآن مجید کی نص سے بات کرتا ہے اور میں نظر وقیاس یعنی عقلی دلائل سے بات کرتا ہوں۔ اس لیے اس (عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) کو چاہیے کہ میرے مطالبہ پر قرآن وسنت کے دلائل کو پیش کرنا چھوڑ دے، اور اس کے بغیر میرے ساتھ عقلی دلائل کے ساتھ مناظرہ کر لے۔ پھر اگر وہ اپنے قول کو نہ چھوڑے، اور اپنے قول سے رجوع نہ کرے، میرے قول کو اختیار نہ کرلے اور اسی گھڑی قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار نہ کرے، تو میرا خون بہانا حلال ہے''۔ یہ سن کر مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگا: ''تم دونوں کو اسی مجلس میں مناظرہ کرنا ہو گا''۔ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے: ''اے امیر المؤمنین! اللہ آپ کی زندگی دراز کرے! اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے اجازت دیں تو میں اس کے ساتھ نظر وقیاس یعنی عقلی دلائل کے ساتھ مناظرہ کرتا ہوں۔ میں اس سے قرآن مجید سے دلائل اور وحی کی نصوص کے دلائل کا مطالبہ نہیں کرتا۔ امیر المؤمنین (اللہ ان کی زندگی کو دراز فرمائے) ہمارے اوپر گواہ اور ہمارے مناظرہ وکلام کے محافظ ونگران ہوں گے۔ پھر اگر بشر دلائل سے غالب آگیا جیسا کہ وہ دعویٰ کرتا ہے، اور میں نے اس کے قول

کا اقرار کرلیا اور میں نے اپنے قول سے رجوع کرلیا، تو پھر میرا خون بہانا حلال ہے، جیسا کہ بشر نے کہا ہے، اور اگر قیاس ونظر یعنی عقلی دلائل سے میں اس پر غالب آگیا جیسا کہ میں قرآن وسنت کے دلائل سے اس پر غالب آگیا ہوں اور امیر المؤمنین نے بھی اس پر گواہی دے دی ہے، تو پھر اس کی اپنی طے کردہ شرط کے مطابق اس کا خون بہانا حلال ہو جائے گا''۔ اس پر مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''میں تم دونوں پر گواہ اور منصف ہوں گا۔ لہٰذا تم دونوں بات کو مختصر اور موضوع پر منحصر رکھو، طوالت سے گریز کرو، ایسا نہ ہو کہ نماز کا وقت چلا جائے''۔

حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بشر مریسی سے کہا: ''تم مجھ سے سوال کرو گے یا میں تجھ سے سوال کروں؟''۔ اس پر بشر مریسی کہنے لگا: ''تم ہی سوال کرو''۔ کیونکہ بشر اور اس کے سب ساتھی یہ امید لگائے ہوئے تھے اور ان کا یہ گمان تھا کہ جب میں نے قرآن و سنّت کے دلائل پیش کرنے سے دست برداری اختیار کر لی ہے، تو میں ان کے دوسرے دلائل کے ساتھ عمدہ گفتگو نہیں کرسکوں گا۔ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بشر سے کہا: ''تم یہ کہتے ہو کہ قرآن مخلوق ہے''۔ اس پر بشر کہنے لگا: ''بے شک قرآن مجید مخلوق ہے''۔ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''تین باتوں میں سے ایک کو تجھے ماننا ہوگا، اس لیے کہ تُو کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔ جب کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ اس کا کلام اس کی ذات سے ہے، یا اس نے اس کو اپنے غیر سے پیدا کیا ہے، یا اس کلام کو اس کی ذات اور نفس سے پیدا کیا ہے۔ اس لیے جو بھی تیرے دلائل ہیں، ان کو بیان کردے''۔ بشر کہنے لگا: ''میں تو یہی کہتا ہوں: قرآن مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے جیسا کہ باقی تمام اشیاء کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے''۔

حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! قرآن وسنت اور اخبارِ ماثورہ کے دلائل سے اس کے شکست کھا جانے کے بعد اس کے کہنے سے ہم نے ان کو چھوڑ دیا اور ہم نے اس کے ساتھ اس کے مطالبے پر قیاس وکلام یعنی عقلی دلائل کے ساتھ اس کے ساتھ مناظرہ کو قبول کرلیا۔ اس نے پہلے یہ کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ دلائل کے ساتھ مجھ پر غالب آجائے گا اور میں ان دلائل کو تسلیم کرکے قرآن کے مخلوق

ہونے کا قائل ہو جاؤں گا۔ مگر اب یقیناً بشر مریسی جواب دینے سے پہلو تہی کر رہا ہے۔ اس کا کلام کرنا منقطع ہو گیا ہے۔ پھر اب اگر یہ مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتا ہے میرے ان سوالوں کا جواب دے دے جو میں اس سے پوچھ رہا ہوں، ورنہ پھر امیر المؤمنین تو اس کی حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں جو وہ میرے دلائل سے پہلو تہی کر رہا ہے۔ اس لیے کہ بشر مریسی کا ارادہ تو یہ ہے کہ دوسرے بھی اس میں گر جائیں جس کی بالکل اس کو سمجھ نہیں ہے، پھر وہ اپنے دین سے رُوگردانی کر رہا ہے اور ان دلائل کو پیش کر رہا ہے جن کی اس کو بالکل سمجھ نہیں ہے۔ پس اس طرح اس پر حجت قائم ہو گئی ہے۔ پس اس کا خون بہانا بالکل حلال ہو گیا ہے''۔

بشر مریسی کہنے لگا: ''اس کا یہ مطالبہ تو تنزیل (قرآن وسنت) کے دلائل سے بھی زیادہ سخت ہے۔ میرے پاس اس کے علاوہ کوئی دوسرا جواب نہیں ہے جس کو میں پیش کر سکوں''۔ پھر مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہنے لگے: ''اے عبد العزیز! تو اس مسئلہ میں تفصیل سے کلام کر، اور اس کو شرح وبسط سے بیان کر۔ بشر کو چھوڑ دے۔ وہ یقیناً ہر جہت سے جواب دینے سے عاجز ہو گیا ہے''۔ پھر مامون الرشید اس کی طرف متوجہ ہوا، اور اس سے کہا: ''تم عبد العزیز کے سوالوں کا جواب دو، کیونکہ اس نے اپنے قول ودلائل اور طریقے کو چھوڑ دیا ہے اور تجھ سے تیرے طریقے کے مطابق مناظرہ کیا ہے، اور جو تُو نے مطالبہ کیا ہے، اس کو پورا کیا ہے۔ اب تجھے عمدہ طریقے سے جواب دینا ہوگا اور تجھے اس کے خلاف دلائل قائم کرنا ہوں گے''۔ یہ سن کر بشر مریسی کہنے لگا: ''میں نے اسے جواب دے دیا، لیکن وہ ہٹ دھرمی دکھا رہا ہے''۔ اس پر مامون الرشید نے اس کو کہا: ''عبد العزیز کا تجھ سے یہی مطالبہ ہے کہ تُو ان میں سے ایک بات کے بارے میں جواب دے''۔

میں نے کہا: ''اے امیر المؤمنین! آپ نے کلام اللہ کے بارے میں سوال کیا ہے، کیا وہ مخلوق ہے؟''۔ مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''ہاں''۔ پھر میں نے بشر المریسی سے کہا: ''تیری بات (قرآن مخلوق ہے) کو صحیح مان لینے کی صورت میں اس مسئلہ میں تین اقوال میں سے ایک کا صحیح ہونا لازمی اور ضروری ہے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو اپنی

ذات میں پیدا کیا، یا دوسری ذات میں پیدا کیا، یا اللہ تعالیٰ نے اس کو الگ ذات کے ساتھ قائم کیا ہے''۔

پھر اگر وہ کہے: ''اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو اپنی ذات میں پیدا کیا ہے''۔ تو یہ محال ہے۔ عقل وقیاس اور معقول نقطۂ نظر سے ایسا کہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ ذات حوادث کی جگہ نہیں ہے، اس کی ذات میں مخلوق قسم کی کوئی شے نہیں ہے، وہ ذات ناقص بھی نہیں ہے، پھر کوئی مخلوق اس میں زیادہ کرنے کا باعث ہو۔ اس میں نقص نہیں ہے کہ اس کو کوئی چیز پیدا کر کے کمی کو دور کرنا پڑے۔ اللہ کی ذات اس سے بہت بلند وبالا ہے۔ اس کی ذات بزرگی اور عظمت والی ہے۔

پھر اگر وہ یوں کہے: ''اللہ نے کلام کو اپنے غیر میں پیدا کیا ہے''۔ تو نظر وقیاس سے یہ بات لازم ہوگی کہ اس نے اس کلام کو املاء کسی غیر میں کیا ہے۔ اللہ نے اپنے علاوہ کسی غیر میں پیدا کیا ہے، اور وہ اللہ کا کلام ہے۔ ان دونوں کلاموں میں فرق پر قدرت نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح شعر بھی اللہ تعالیٰ کا کلام ہوجائے گا۔ اور کفر اور فحش کا قول بھی اس کا کلام ہوجائے گا۔ ہر قول جس کی اللہ نے مذمت کی ہے، اور ہر قول کرنے والا کا قول بھی اللہ کا کلام ہوجائے گا۔ یہ محال ہے۔ اس کی کوئی صورت نہیں ہے اور نہ ایسا قول کرنے کی کوئی گنجائش ہے، کیونکہ اس قول کے قائل کی شناعت، قباحت اور فضیحت بڑی واضح ہے۔ اللہ کی ذات اس سے بہت بلند ہے۔

اور اگر وہ کہے: ''اللہ نے اس کلام کو اس کی کلام کی علیحدہ جان اور ذات کے ساتھ پیدا کیا ہے'' (یعنی اس کلام کو مستقل بغیر کسی ذات اور شخص کے پیدا کیا ہے، وہ ذات اور شخص سے بالکل علیحدہ ہے)۔ یہ بھی محال اور باطل ہے، ایسا قول کرنے کی قیاس، نظر اور عقل کی رُو سے بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے کہ کلام متکلم کے بغیر نہیں ہو سکتا جیسا کہ ارادہ کسی ارادہ کرنے والے کے بغیر نہیں ہوسکتا، علم عالم کے بغیر نہیں ہو سکتا، قدرت بھی قادر کے بغیر نہیں ہے، کلام بھی متکلم کی ذات کے بغیر دیکھا اور سنا نہیں جا سکتا، نہ عقل اس کو مانتی ہے، نہ یہ معروف ہے اور نہ عقل، نظر وقیاس سے یہ ثابت ہے۔ جب یہ ہر لحاظ سے محال ہے کہ کلام اللہ مخلوق ہو، تو یہ ثابت ہوا کہ وہ اللہ

کی صفت ہے۔اور اللہ تعالیٰ کی ساری صفات مخلوق نہیں ہیں، تو پھر اے امیر المؤمنین! عقل ونظر سے بھی بشر مریسی کا قول باطل ہوا، جیسا کہ اس کا قول قرآن وسنت سے بھی باطل ہو چکا ہے۔

اس پر مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگا: ”اے عبدالعزیز! تم نے بہت اچھے طریقے سے اس کو بیان کر دیا ہے“۔

8 صفت تکوین

امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ صفت بھی قدیم اور ازلی ہے، یعنی ہمیشہ ہمیشہ سے ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب کسی بھی شے کے وجود کا وقت (جو کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہے) آجاتا ہے، تو اس صفت کے تحت اللہ تعالیٰ اس شے کو عدم سے وجود میں لے آتے ہیں۔

تخلیق یعنی کسی شے کو پیدا کرنا، ترزیق یعنی جانداروں کو رزق دینا، تصویر یعنی جاندار وغیرہ کو صورت دینا، سبزہ اگانا، زندہ کرنا اور موت دینا، یہ سب صفت تکوین ہی کے تحت داخل ہیں۔

آیت 126 :۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (یٰس:۸۲)

ترجمہ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

آیت 127 :۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ (فاطر:۳)

ترجمہ لوگو! تم پر اللہ کے جو احسانات ہیں انہیں یاد رکھو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ کوئی معبود اس کے سوا نہیں، آخر تم کہاں سے دھوکا کھا رہے ہو؟

آیت 128 :۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (الحشر:۲۴)

ترجمہ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اُس کی تسبیح کر رہی ہے۔ اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔

□ والتكوين:وهو المعنى الذى يعبر عنه بالفعل والخلق والتخليق والايجاد والإحداث والاختراع ونحو ذلك. ويفسر بإخراج المعدوم من العدم الى الوجود. صفة الله تعالى، لإطباق العقل والنقل على انه خالق للعالم، مكون له.

(شرح العقائد النسفية، ص ۱۷۲۔ المؤلف: سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۹۳ھ)۔ الناشر: مکتبۃ البُشریٰ، کراچی۔ ۱۴۳۲ھ)

امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ صفت تکوین کو علیحدہ سے مستقل صفت نہیں مانتے، بلکہ تکوین کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت ہی کے ساتھ متعلق مانتے ہیں۔

7.10:۔اشیاء کے وجود کا تعلق کیا کلمہ کن کے ساتھ ہے؟

قرآن پاک میں ہے:

آیت 129 :۔ إِنَّمَآ أَمۡرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيۡـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ۝ (یٰس: ۸۲)

ترجمہ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

(۱) امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اشیاء کے وجود کا تعلق اللہ تعالیٰ کے کلام ازلی کے ساتھ ہوتا ہے اور کلمہ کن اس کلام ازلی پر دلالت کرتا ہے۔

(۲) امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کلمہ سے مقصود صرف یہ بتانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت سے وہ شے بلا کسی تاخیر کے وجود میں آجاتی ہے۔ غرض محض اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کا اظہار ہے، خاص یہ کلمہ کہنا مراد نہیں ہے۔

(۳) امام فخر الاسلام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اشیاء کا وجود تکوین وایجاد اور کلمہ کن کے

ساتھ خطاب دونوں سے ہی ہوتا ہے۔

(اسلامی عقائد،ص ۳۳۔المؤلف: ڈاکٹر مفتی عبد الواحد ﷫۔الناشر: الناشر: مجلس نشریات اسلام، کراچی۔ ۱۴۳۳ھ)

7.11:۔صفات خداوندی غیر محدود ہیں

کمالات خداوندی کا انحصار کچھ صفات مذکورہ ہی پر نہیں، اس کے کمالات تو بے حد بے پایاں کم اور کیف سب سے بالا اور برتر ہیں۔جس طرح اس کی ذات بابرکات بے حد اور بے پایاں اور کیف اور این سے منزہ ہے۔اسی طرح اس کی صفات بھی بے پایاں اور بے چون وچگون ہیں۔اس لئے کے اگر کوئی زمان یا مکان اس کا احاطہ کر سکے،تو پھر خدا کو خدا نہ کہنا چاہیئے، بلکہ اس کیف وکم کو یا اس زمان ومکان کو خدا کہنا چاہیئے جو خدا کو بھی محیط ہے۔ وہ خدا ہی کیا ہوا جو کسی کے احاطہ میں آجائے۔اسی طرح اگر کمالات خداوندی بھی کسی زمان یا مکان کے احاطہ میں آجائیں تو وہ خدائی کمالات کیا ہوئے؟

علاوہ ازیں ہر شئے کے اوصاف اور کمالات اس کی ذات کے مناسب ہوتے ہیں۔ اوصاف اور کمالات کا ذات کے مناسب نہ ہونا نقص اور عیب ہے۔انسان میں اگر وہ کمالات نہ ہوں جو عقلاً انسان کے لئے ہونا ضروری ہیں،تو وہ انسان ناقص ہے۔اس طرح اگر ذات خداوندی جو کہ بے حد اور بے پایاں اور بے کم اور بے کیف ہے، اس کے اوصاف اور کمالات بے حد و بے پایاں نہ ہوں،تو اس کے لئے ایک عظیم نقص ہوگا کیونکہ ذات کے لیے محدود کمالات کا ہونا کسی طرح مناسب نہیں۔

(علم الکلام،ص ۱۷۰، ۱۷۱۔المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ﷫ (التوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۲ء)

7.12:۔صفات خداوندی مخلوق نہیں

اور جب وہ ثابت ہوگیا کہ کمالات ذات کے مناسب ہونے چاہئیں،تو مخلوق شے کے کمالات مخلوق ہونے چاہئیں اور غیر مخلوق ذات کے کمالات غیر مخلوق یعنی قدیم ہونے چاہیں

کیونکہ قطع نظر اس سے کہ کمالات خداوندی مثلاً علم اور سمع کے مخلوق اور حادث ہونے سے خدا کا اصل میں جاہل اور اندھا ہونا لازم آتا ہے، یہ خرابی لازم آتی ہے کہ کمالات خداوندی ذات کے مناسب نہ رہیں۔ اس لئے کہ ذات خداوندی تو قدیم اور غیر مخلوق ہے اور اس کے اوصاف اور کمالات کو مخلوق فرض کیا گیا ہے۔

(علم الکلام، ص ۱۷۱۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۲ء)

7.13:۔ ازل سے ابد تک اُس کی سب صفات بے تفاوت اُس میں موجود ہیں

اس کی صفات کا ازلی ہونا تو پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے اور ابدی ہونا اس لئے کہ جو قدیم اور ازلی ہوتا ہے، وہ کبھی فنا نہیں ہوتا۔ پس اُس کی صفات بھی کبھی فنا نہ ہوں گی۔ ثابت ہوا کہ ابدی ہیں، کیونکہ ابدی وہ ہے کہ جو کبھی فنا نہ ہو، اور ہمیشہ رہے۔ دوسری یہ وجہ ہے کہ اگر اُس کی صفات کبھی اُس سے دور ہو جائیں تو لازم آئے گا کہ اس وقت وہ اُن صفات سے خالی ہو، اور یہ واجب تعالیٰ کے لئے محال ہے۔

آیت 130:۔ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○
(الحدید: ۳)

ترجمہ۔ وہی اوّل بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی، اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

یعنی وہ اوّل حقیقی یعنی ازلی ہے اور آخر حقیقی یعنی ابدی ہے۔ پس جب وہ ابدی اور ازلی ہوا تو اُس کی صفات بھی ابدی ازلی ہیں کیونکہ اُس کا بے صفات کے کسی وقت میں پایا جانا محال ہے۔ پس تفاوت اور تغیر بھی اُس کی صفات میں محال ہے، کیونکہ تغیر یا تو یوں ہوگا کہ اُس کی کوئی صفت بالکل جاتی رہے، سو یہ محال ہے اور منافی ابدیت۔ یا کوئی صفت کم یا زیادہ ہو جائے، سو یہ بھی محال ہے، کیونکہ زیادہ ہونا دلالت کرتا ہے کہ پہلے یہ صفت ناقص تھی اور نقصان اُس کے لئے منافی وجوب ہے۔ اور کم صفت کا ہونا تو صریح البطلان ہے۔ پس اُس

کی حیات، علم، قدرت و ارادہ، سمع و بصر و کلام و تکوین ازل سے ابد تک یکساں ہیں۔ کبھی اُن میں کمی زیادتی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ ہاں ممکنات میں تغیر ہوتا ہے مثلاً اگر زید پہلے کافر تھا پھر مؤمن ہوگیا، یا کھڑا تھا بیٹھ گیا۔ یہ زید میں تغیر ہوا۔ علم الٰہی میں کچھ بھی تغیر نہیں آیا علی ہذا القیاس۔ اُس کی صفت تکوین بھی ازل سے ابد تک یکساں ہے۔ پس جب اس نے زید کو پیدا کیا یا عمر کو بیمار کر دیا، تو اس کے پیدا کرنے کی اور بیمار کرنے کی صفت ہمیشہ سے ہے، اور کچھ تفاوت بھی اُس میں نہیں، لیکن اُس کے تعلقات حادث ہیں۔

فائدہ اللہ تعالیٰ سب عالم کا خالق اور صانع ہے۔ پس جس طرح اس کی ذات کسی کے ساتھ مشابہ اور کسی کی مانند نہیں ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

آیت 131:۔لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

یعنی کوئی اس کی مثل نہیں، بلکہ سب سے الگ ہے۔ اسی طرح اس کے اوصاف بھی کسی کے اوصاف کے ساتھ مشابہ اور مانند اور متحد الحقیقت نہیں۔ پس اس کی زندگی ہماری زندگی کی طرح نہیں اور اس کی قدرت اور اس کا ارادہ اور علم بھی ہماری قدرت، ارادہ اور علم سے مشابہ نہیں اور اس کا سننا، دیکھنا اور کلام کرنا بھی ہمارے سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کے غیر ہے۔ ہم کان سے سنتے ہیں اور آنکھ سے دیکھتے ہیں اور زبان سے بولتے ہیں، وہ واجب الوجود جس نے ہمارے گوشت کے ٹکڑے میں جس کو کان کہتے ہیں ایک قوت سامع رکھ دی ہے اور دوسری جگہ قوت بصر اور تیسری جگہ قوت نطق رکھ دی ہے۔ وہ بے کان کے سنتا ہے اور بے آنکھ کے دیکھتا ہے اور بے زبان کے بولتا ہے اور ان اعضاء کا محتاج نہیں۔ پس اُس کے اوصاف میں اور ہمارے اوصاف میں لفظ میں شرکت ہے۔ اور دونوں کی حقیقت جدا ہے سُننا ہمارے لئے بھی ثابت ہے اُس کے لئے بھی، لیکن اس کا سننا ہمارے سننے سے مغائر ہے۔ فقط نام سننے کا دونوں کو شامل ہے۔

(عقائد الاسلام، ص ۲۷، ۲۸۔ المؤلف: حضرت مولانا عبد الحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۶ھ)۔
الناشر: ادارۂ اسلامیات، لاہور۔ ۱۹۸۸ء)

7.14:۔ تنزیہ و تقدیس

اللہ تعالیٰ کی صفات میں ایک قسم ایجابی صفات کی ہے، جس کا کچھ بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ علیمِ کل ہے، کوئی چھوٹی، بڑی اور کھلی یا چھپی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ وہ قادرِ مطلق ہے، سب کچھ اس کی قدرت میں ہے، وہ سب کا خالق و رازق اور سب کا کارساز و پروردگار ہے۔ ساری کائنات کا وہی مالک اور حاکم ہے اور ہر چیز اس کے زیرِ حکومت ہے۔ کوئی چیز بھی اس کے تصرف اور اقتدار سے باہر نہیں۔ پھر وہ بڑی رحمت والا اور نہایت مہربان ہے اور اسی کے ساتھ اس میں عدالت کی صفت بھی ہے، یعنی نیکوکاروں اور فرماں برداروں کو وہ اپنے خاص فضل و انعام سے نوازنے والا ہے اور سرکش مجرموں کو اپنی شان کے مطابق سزا اور عذاب دینے والا بھی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان اور اس کا تعارف ناقص اور نامکمل رہتا ہے، جب تک کہ ان چیزوں اور ان باتوں سے اس کا منزہ اور مبرا ہونا بھی بیان نہ کیا جائے، جو اس کی شانِ قدوسیت اور عظمت و کبریائی کے خلاف ہیں اور جن کے بارے میں جاہلوں اور خدا ناشناس لوگوں کو کبھی مغالطہ ہوا، یا ہو سکتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید میں صرف ایجابی صفاتِ کمال کے بیان پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ اس کی تنزیہ و تقدیس کو بھی پوری طرح نمایاں کیا گیا ہے۔

آیت 132:۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ○ (بنی اسرائیل:111)

ترجمہ اور کہو: ”تعریف ہے اس اللہ کے لیے جس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا (نہ اولاد ہے)، نہ کوئی بادشاہی میں اس کا شریک ہے، اور نہ وہ عاجز ہے کہ کوئی اس کا پشتیبان (ولی) مددگار ہو“ اور اس کی بڑائی بیان کرو، کمال درجے کی بڑائی۔

- سورت انعام میں ایک موقع پر یہ بیان کرنے کے بعد کہ جاہلوں اور خدا ناشناس نے اللہ تعالیٰ کے لیے شریک، ساجھی، بیٹیاں اور بیٹے ٹھہرائے۔

آیت 133:۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَیْرِ

عِلۡمٍؕ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوۡنَ ○ بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِؕ اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ
وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ○ ذٰلِكُمُ
اللّٰهُ رَبُّكُمۡۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ فَاعۡبُدُوۡهُۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ
وَّكِيۡلٌ ○ (الانعام: ۱۰۰ تا ۱۰۲)

ترجمہ اِس پر بھی لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا، حالانکہ وہ اُن کا خالق ہے، اور بے جانے بوجھے اُس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تصنیف کر دیں، حالانکہ وہ پاک اور بالاتر ہے اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کا کوئی بیٹا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ کوئی اس کا شریکِ زندگی ہی نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا ربّ، کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے، ہر چیز کا خالق۔ لہٰذا تم اسی کی بندگی کرو اور وہ ہر چیز کا کفیل ہے۔

☐ اس سب کے بعد تنزیہ کے سلسلہ میں آخری بات یہ فرمائی:

آیت 134:۔ لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَۚ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ○
(الانعام: ۱۰۳)

ترجمہ نگاہیں اس کو نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بیں اور باخبر ہے۔

☐ ان آیتوں میں قریب قریب ان سب باتوں سے اللہ تعالیٰ کا منزہ اور مبرا ہونا بیان فرما دیا گیا ہے، جو اس کی شانِ اُلوہیت وقدوسیت کے خلاف ہیں اور جن کے بارے میں خدا ناشناسوں اور مشرکوں نے عام طور سے غلطی کھائی ہے۔ پھر قرآن مجید کے اس تنزیہی بیان کی آخری بات:

''لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ''

بلاشبہ بڑی اعلیٰ اور بڑی لطیف اور بڑی جامع تنزیہ ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی اس قدر لطیف اور وراء الوراء ہے کہ ہر وقت قریب تر اور بالکل ساتھ ہونے کے باوجود کوئی نگاہ اس کو نہیں پا سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا رہا ہے۔
اسی طرح سورت شوریٰ کی ایک جگہ گنتی کے دو حرفوں میں حق تعالیٰ کی پوری تنزیہ

وتقدیس بیان فرمادی گئی ہے:

آیت 135: لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ (الشوریٰ:11)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔

قرآن مجید کے اس دو (۲) حرفی بیان پر غور کیجئے۔ حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی تنزیہ وتقدیس کا کوئی پہلو اس سے باہر نہیں رہا۔ ان ہی دو حرفوں نے ان سب چیزوں سے حق تعالیٰ کا منزہ اور مبرا ہونا بیان کر دیا جو اس کی شانِ اُلوہیت وقدوسیت کے خلاف ہیں، کیونکہ اس باب میں جتنی بھی غلطیاں اور گمراہیاں ہوئی ہیں، یا ہوتی ہیں، ان کی جڑ اور بنیاد یہی ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے افعال وصفات کو اس عالم کی اپنی دیکھی بھالی اور جانی پہچانی چیزوں پر اور اُن کے افعال وصفات پر قیاس کر لیتے ہیں۔

پس قرآن مجید نے ''لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ'' فرما کر اس غلط بنیاد ہی کو اکھاڑ دیا اور بتلا دیا کہ اس کی کوئی مثال اور کوئی نمونہ نہیں۔ وہ موجود ہے، لیکن اس کا وجود اس طرح کا نہیں، جس طرح کا دوسری موجودات کا ہے۔ وہ ''الحی'' یعنی زندہ ہے، لیکن دوسرے زندوں کی زندگی اور اس کی زندگی میں کوئی مشارکت اور مشابہت نہیں۔ وہ علیم ہے، سمیع وبصیر ہے، لیکن اس کا علم اور اس کا سننا اور دیکھنا ہمارے علم اور ہماری سماعت و بصارت سے وراء الوراء ہے۔ وہ سب کے قریب ہے، سب کے ساتھ ہے، لیکن یہ قریب اور ساتھ ہونا ایسا نہیں، جیسا کہ اس دنیا کی کوئی چیز کسی کے قریب اور کسی کے ساتھ ہوتی ہے۔ اسی طرح رحمت ومحبت اور غضب وانتقام اس کی صفتیں ہیں، لیکن ان کی نوعیت وہ بالکل نہیں جو ہماری ان صفتوں کی ہے۔

بہرحال قرآن مجید کے اس نہایت مختصر تنزیہی بیان نے ان سب چیزوں کی نفی کر دی جو حق تعالیٰ کی شانِ قدوسیت کے خلاف تشبیہ وتمثیل کی وجہ سے خدا ناشناس لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

آیت 136: لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (الشوریٰ:11)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

7.15:۔ تسبیحات وتقدیسات یعنی تنزیہات باری تعالیٰ

خداوند ذوالجلال کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام صفات کمال کے ساتھ موصوف ہو، اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تمام عیوب اور نقائص سے پاک اور منزہ ہو۔ خدائی کے ساتھ کسی عیب اور نقصان کا جمع ہونا ناممکن اور محال ہے۔ انسان قاصر اللسان اپنے خیال کے مطابق خدا تعالیٰ کی کتنی ہی ثنا اور ستائش کیوں نہ کرتے، مگر پھر بھی بعض مرتبہ خیالات اور اوہام خداوند ذوالجلال کی عظمت اور جلال کو جسمانی قالب میں ڈھال لیتے ہیں، اور اس کے لئے جسمانی اور امکانی صفات اور خصوصیات ثابت کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم نے جا بجا خداوندی ذوالجلال کی تسبیح وتقدیس، نزاہت اور لطافت کو خاص انداز سے بیان کیا ہے تا کہ محض لفظی اور اسمی اشتراک سے (مثلاً جیسے کہتے ہیں کہ خدا سنتا اور دیکھتا ہے اور بندہ کو بھی کہتے ہیں کہ سنتا اور دیکھتا ہے حالانکہ بندہ کے دیکھنے اور سننے کو خدا کے دیکھنے اور سننے سے کوئی نسبت نہیں)۔

خدا اور بندہ کے درمیان میں کسی قسم کی مماثلت اور مشابہت کا شبہ نہ ہو، اور خوب سمجھ لیں کہ وہ خداوند پرودگار بے مثل اور بے چون وچگون ہے، زمان اور مکان کیف اور این سب سے بالاتر ہے، طائر عقل کی وہاں رسائی نہیں، کیونکہ زمان اور مکان کیف اوز این، عقل اور ادراک سب اسی کے پید کیے ہوئے ہیں۔ بھلا واجب اور ممکن، قدیم اور حادث، باقی اور فانی میں کیسے مماثلت ممکن ہے؟ اور جب قدیم اور حادث حقیقت اور ذات کے اعتبار سے مختلف اور مباین ہیں، تو صفات اور افعال میں کیسے ایک دوسرے کے مشابہ اور مماثل ہوسکتے ہیں۔

آیت 137:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:١١)

ترجمہ: کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 138:۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ (الاخلاص:۴)

ترجمہ: اور کوئی اس کا ہمسر (کُفو) نہیں ہے۔

آیت 139:۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ○ (مریم:٦٥)

ترجمہ کیا ہے کوئی ہستی تمہارے علم میں اس کی ہم پایہ؟۔

آیت 140 :۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○
(الروم:۲۷)

ترجمہ آسمانوں اور زمین میں اس کی صفت سب سے برتر ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔

آیت 141 :۔ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ (النحل:۱۷)

ترجمہ پھر کیا وہ جو پیدا کرتا ہے اور وہ جو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے، دونوں یکساں ہیں؟

آیت 142 :۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــُٔـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○
(البقرة:۲۵۵)

ترجمہ اللہ، وہ زندۂ جاوید ہستی، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے اُونگھ لگتی ہے۔ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، اُسی کا ہے کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے، اُس سے بھی وہ واقف ہے اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفتِ ادراک میں نہیں آسکتی مگر یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اُن کو دینا چاہے۔ اُس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور اُن کی نگہبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے۔ بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔

آیت 143 :۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○
(الانعام:۱۰۳)

ترجمہ نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے۔

حق جل وعلا کی حقیقت تو درکنار انسان اپنی ہی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہے۔ حکماء

نے بہت کچھ عقل کو دوڑایا، مگر آج تک روح اور عقل اور قوت ادراکیہ کی حقیقت نہ معلوم کر سکے۔ صرف چند خواص اور آثار معلوم کر سکے۔

عقل اور روح تو بڑی چیز ہے لیکن وہ مادہ جس کے وہ پرستار ہوئے ہیں، اس کی حقیقت نہ معلوم کر سکے۔ بلکہ آج تک اس کے وجود کو بھی ثابت نہ کر سکے۔

پس جب انسان باوجود ہر وقت کے مشاہدہ کے اپنی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکا، تو اس وراء الوراء ثم وراء الوراء کی حقیقت پر کیسے مطلع ہو سکتا ہے؟

اسی وجہ سے علامہ احمد بن مسکویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت ایجابی اور اثباتی طریقہ سے ناممکن ہے۔ ایجابی اور اثباتی طریقہ سے معرفت کی صورت یہ ہے کہ اس شے کی حقیقت یا صفت بیان کر دی جائے اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت اور کنہ تو کون بتلا سکتا ہے۔ رہی صفات تو یہ انسان ضعیف البیان قاصر اللسان کہاں خداوند عالم کے اوصاف اور محامد بیان کر سکتا ہے۔

البتہ جو صفات ممکنات اور مخلوقات میں کمال سمجھی جاتی ہیں، انہیں کو اپنی بساط اور مقدور کے موافق خداوند عالم کے لئے ثابت کرے گا اور ظاہر ہے کہ وہ ذات مقدس ان صفات سے کہیں اعلیٰ اور اشرف ہے۔

آیت 144:۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ (الانعام:۱۰۰)

ترجمہ وہ پاک اور بالاتر ہے اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔

اس لیے کہ بندوں میں جو صفات کمال ہیں وہ سب اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے کہ خالق اور مخلوق میں مشابہت اور مماثلت ناممکن ہے۔ لہٰذا اس خداوند قدوس کی صحیح معرفت کا طریقہ یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ وہ بے مثل اور بے چون وچگون ہے:

آیت 145:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

خدا کے جاننے کا سب سے بہتر طریق یہی سلبی طریق ہے۔ ایجابی اور اثباتی طریق میں اندیشہ ہے کہ تنزیہ کا حق ادا نہ ہو۔ **واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔**

اور اگر بالفرض خدا کے لیے بے مثل ہونا ضروری نہ ہو، بلکہ خالق کا مخلوق کے مشابہ اور مماثل

ہونا ممکن ہوتا، پھر (معاذ اللہ) خداوند ذوالجلال پر تغیر اور تبدل، فنا اور زوال تمام جسمانی اور امکانی عوارض کا طاری ہونا ممکن ہوگا، کیونکہ دو مماثل اور مشابہ چیزیں حکم میں بھی مماثل اور مشابہ ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں مماثلت وہاں ممکن ہے کہ جہاں کسی قسم کی شرکت ممکن ہو، اور ظاہر ہے کہ مخلوق خالق کے ساتھ کسی چیز میں شریک نہیں۔ لہٰذا مماثلت بھی ناممکن ہوگی۔ اور جب ثابت ہوگیا کہ خالق مخلوق کے مشابہ نہیں ہوسکتا، تو ثابت ہوگیا کہ خالق مخلوقات کی تمام خصوصیات سے مبرا اور منزہ ہوگا۔

(علم الکلام، ص ۱۷۳ تا ۱۷۷۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی، ۲۰۱۲ء)

باب 8

صفاتِ متشابہات

8.1: محکم و متشابہ کی توضیح

اس کائنات کی بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی وحدانیت تو ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر انسان اپنی عقل سے معلوم کر سکتا ہے، لیکن اس کی ذات اور صفات کی تفصیلات انسان کی محدود عقل سے ماوراء ہیں۔ قرآن کریم نے جہاں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا ذکر فرمایا ہے، ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ ظاہر کی گئی ہے، لیکن کوئی شخص ان صفات کی حقیقت اور کنہ کی فلسفیانہ کھوج میں پڑ جائے تو حیرانی یا گمراہی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، کیونکہ وہ اپنی محدود عقل سے اللہ تعالیٰ کی اِن لامحدود صفات کا احاطہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو اس کے ادراک سے باہر ہیں۔ مثلاً قرآن کریم نے کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک عرش ہے اور یہ کہ وہ اس عرش پر مستوی ہوا۔ اب یہ بات کہ وہ عرش کیسا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب انسان کی عقل اور سمجھ سے بالاتر ہے، اور انسان کی زندگی کا کوئی عملی مسئلہ اس پر موقوف بھی نہیں۔ ایسی آیات جن میں اس قسم کے حقائق بیان کیے گئے ہیں، متشابہات کہلاتی ہیں۔ اسی طرح مختلف سورتوں کے شروع میں جو حروف الگ الگ نازل کیے گئے ہیں اور جنہیں حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے، وہ بھی

متشابہات میں داخل ہیں۔ان کے بارے میں قرآنِ کریم نے سورت آلِ عمران میں یہ ہدایت دی ہے:

آیت 1:۔هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○

(آل عمران:۷)

ترجمہ (اے رسول!) وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔اب جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تا کہ فتنہ پیدا کریں اوران آیتوں کی تاویلات تلاش کریں، حالانکہ ان آیتوں کا ٹھیک مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ:''ہم اس (مطلب) پر ایمان لاتے ہیں (جو اللہ کو معلوم ہے)۔سب کچھ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے''۔اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

متشابہات کے بارے میں قرآنِ کریم کی اس آیت نے یہ ہدایت دی ہے کہ ان کی کھود کرید میں پڑنے کے بجائے ان پر اجمالی طور سے ایمان رکھ کر ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہیے۔اس کے برعکس قرآنِ کریم کی دوسری آیات ایسی ہیں جن کا مطلب واضح ہے، اور درحقیقت وہی آیات ہیں جو انسان کے لیے عملی ہدایات فراہم کرتی ہیں، انہی آیات کو''محکم'' آیتیں کہا گیا ہے۔ایک مؤمن کو انہی پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

8.2:۔صفاتِ متشابہات

ے اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم وز ہر چہ گفتہ اند،شنیدیم،خواندہ ایم

ے قدرت جو ہے خدا کی، وہ آ ہی نہیں سکتی — عقلِ بشر، فہمِ بشر، ادراکِ بشر میں

خدا کی ذات کو اپنی ذات پر اور اس کی صفات کو اپنی صفات پر قیاس کرنا سخت نادانی ہے۔ ہر جگہ مخلوق کو بھی مخلوق پر قیاس نہیں کر سکتے۔ خالق تو درکنار پیشاب کو پیشاب پر بدبو میں قیاس کر سکتے ہیں، مگر گلاب کو پیشاب پر قیاس نہیں کر سکتے۔ مردہ کو مردہ پر قیاس کر سکتے ہیں مگر زندہ کو مردہ پر قیاس نہیں کر سکتے۔ قیاس وہاں ہوسکتا ہے جہاں کسی قسم کی مشابہت ہو اور مخلوق کو خدائے بے مثل سے کچھ بھی مشابہت نہیں۔

آیت 2:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

آیت 3:۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ (الاخلاص:۴)

ترجمہ اور کوئی اس کا ہمسر (کفو) نہیں ہے۔

آیت 4:۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ○ (مریم:۶۵)

ترجمہ کیا ہے کوئی ہستی تمہارے علم میں اس کی ہم پایہ؟۔

آیت 5:۔ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

(الروم:۲۷)

ترجمہ آسمانوں اور زمین میں اس کی صفت سب سے برتر ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔

□ اور اگر مخلوقات کو خالق کے ساتھ وجود، علم، قدرت اور حیات میں کچھ مشابہت ہے تو برائے نام۔ زمین کی روشنی اور چمک کو آفتاب کی روشنی سے کیا نسبت؟ اگر ہے تو وہ برائے نام۔ سب جانتے ہیں کہ وہ آفتاب ہی کا فیض ہے، ورنہ زمین کی روشنی کجا اور نورِ آفتاب کجا۔ پس اس کی حیات ہماری حیات کی طرح نہیں اور اس کا سننا اور دیکھنا اور کلام کرنا ہمارے سننے اور دیکھنے اور کلام کرنے کے مشابہ نہیں۔ وہ اپنے سننے اور دیکھنے اور ادراک اور علم میں جوارح کا محتاج نہیں۔ اس کے علو کے لئے کوئی مکان اور جہت نہیں۔ اس کے نزولِ اجلال کے لئے حرکت نہیں۔ اس کی رضاء و غضب کی کوئی کیفیت نہیں۔

بہر حال اس کی شانِ اعلیٰ اس سے برتر ہے کہ کسی عقلی یا حسی شے کو اس پر قیاس کرسکیں

لیکن تقرب الی الفهم کے لئے اس کی شوؤن اور صفات کو انہی کی زبان اور محاورات میں ذکر کیا جاتا ہے۔

علی جهة التقریب للذهن اذلنا عقول علیها فهم ما ثم یعسر

یعنی چونکہ اس کی صفات اور شوؤن کا سمجھنا بہت دشوار تھا اس لئے تقریب الی الاذهان کے لئے اس قسم کے محاورات استعمال میں لائے گئے۔

آیت 6:۔وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ (ابراہیم:۴)

ترجمہ ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے، اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا ہے تا کہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔

تمام ملتیں اور ادیان سماویہ اس پر متفق رہی کہ خدا کی صفات کمال کو محاورات معروف الفاظ میں ذکر کیا جائے، تا کہ عام عقلیں اللہ تعالیٰ کو پہچان سکیں اور ساتھ ہی ساتھ ''لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ'' سے بھی آگاہ کر دیا تا کہ خالق اور مخلوق میں کسی قسم کا قیاس نہ جاری کر سکیں اور زیادہ بحث و تفتیش میں نہ پڑیں۔ انسان اپنی محدود اور ناقص اور قلیل علم سے اس خداوند قدوس کے بے کم و کیف او بے حد و بے پایاں ذات اور صفات کا تو درکنار اپنی ہی ذات کا پورا ادراک نہیں کر سکتا کہ تمام حکماء ختم ہو گئے مگر جسم اور روح کی حقیقت آج تک نہیں سمجھا سکے۔

ہاں! اجمالی طور سے اس قدر معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ذات جامع کمالات ہے، اور اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے بے مثل اور یکتا ہے۔

آیت 7:۔وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○ (بنی اسرائیل:۸۵)

ترجمہ تم لوگوں نے علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔ (تمہیں تو تھوڑا ہی سا علم عطا ہوا ہے)

آیت 8:۔وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ (البقرۃ:۲۵۵)

ترجمہ اور اس کی معلومات میں سے کوئی چیز ان کی گرفتِ ادراک میں نہیں آسکتی مگر یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اُن کو دینا چاہے۔

اور اسی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق زیادہ بحث و تفتیش کرنا اس کی کیفیتوں میں غور و خوض کرنا محض لا حاصل ہی نہیں بلکہ کج فہمی کی دلیل ہے۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حکم فرمایا:

حدیث 1:۔حَدَّثَنَا الصَّائِغُ، نا مَهْدِيُّ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّمْلِيُّ، نا عَلِيُّ بْنُ ثَابِتٍ، عَنِ الْوَازِعِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "تَفَكَّرُوا فِي آلَاءِ اللهِ، وَلَا تَتَفَكَّرُوا فِي اللهِ".

(حسن: معجم اوسط طبرانی رقم 6319؛ العظمة لأبي الشيخ ج1 ص ۲۱۰ رقم 1؛ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة رقم 927؛ شعب الایمان رقم 119؛ سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، ج4 ص ۳۹۵، تا ۳۹۷ رقم 1788؛ الفتح الكبير في ضم الزيادة إلى الجامع الصغير، ج2 ص ۳۲ رقم 5426؛ (صحيح الجامع الصغير وزياداته، ج1 ص ۵۷۲ رقم 2975)

حدیث 2:۔ "تَفَكَّرُوا فِي خَلْقِ اللهِ وَلَا تَفَكَّرُوا فِي اللهِ". (حل) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ.

(الفتح الكبير في ضم الزيادة إلى الجامع الصغير، ج2 ص ۳۲ رقم 5427)

☐ "تفكروا في آلاء الله ولا تفكروا في الله".

(حسن)... [أبو الشيخ طس عد هب] عن ابن عمر. الأحاديث الصحيحة 1788.

☐ "تفكروا في خلق الله ولا تفكروا في الله".

(حسن)... [حل] عن ابن عباس. الأحاديث الصحيحة 1788.

(صحيح الجامع الصغير وزياداته، ج1 ص ۵۷۲ رقم 2976)

ترجمہ "اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں غور وفکر کرو، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے غور وفکر نہ کرو"۔

☐ "اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور وفکر کرو، لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے غور وفکر نہ کرو"۔

اور اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تمام قرن اسی طرح گزرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمالیہ پر ایمان رکھتے تھے اور تنزیہ اور تقدیس کے لئے "لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ" پڑھ لیا کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان صفات کے ذکر کرنے سے مقصد صرف اس قدر ہے کہ ہم ان صفات کے ذریعہ سے اپنے خالق کو پہچان سکیں اور

یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہماری طرح آنکھ سے دیکھتا ہے اور سنتا ہے۔ اس لیے کہ جس طرح اس کی ذات بے چون و چگون ہے۔ اسی طرح اس کی صفات اور شؤون بھی بے چون و چگون ہیں۔ انہی صفات متشابہات میں سے استواء علی العرش بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جو اس کی شایانِ شان ہے۔

(علم الکلام، ص ۱۸۳ تا ۱۸۵۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۲ء)

☐ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے لیے "ید" (ہاتھ)، "وجہ" (چہرہ)، "ساق" (پنڈلی) اور "استوی علی العرش" (عرش پر مستوی ہوا) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ چونکہ کلامِ الٰہی میں ان کا ذکر ہے، اس لئے ان پر ایمان ضروری ہے۔ لیکن چونکہ ان کا معنی اور ان کی کیفیت ہمیں بتائی نہیں گئی، اس وجہ سے ان کو متشابہات کہا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان پر ایمان اس طور سے ضروری ہے کہ ان سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے وہ حق ہے۔

☐ حضرت مولانا عبدالحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے لیے مکان نہیں ہے، کیونکہ مکان جسم دار چیز کے لیے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے۔ پس نہ وہ آسمانوں میں رہتا ہے، نہ زمین میں، نہ مشرق میں ہے، نہ مغرب میں، بلکہ تمام عالم اُس کے آگے ایک ذرّے کے برابر ہے، وہ اس میں کیوں کر سمائے، لیکن ہر جگہ اُس کا ظہور ہے، کوئی جگہ اس سے غائب نہیں ہے۔ ہر جگہ اور ہر مکان اُس کی نسبت برابر ہے۔

سوال قرآن مجید کی بعض آیات اور احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" یعنی اللہ تعالیٰ عرش پر قائم ہوا۔ مشکوٰۃ میں ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا" (مشکوٰۃ رقم 1223)

ترجمہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر شب آسمان دنیا پر اُترتا ہے۔

جواب یہ آیت وحدیث اور اسی طرح وہ آیات واحادیث کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے لیے منہ،

ہاتھ، پاؤں، انگلیاں، پنڈلی، آنکھ، نفس وغیرہ ثابت ہے، ان کو متشابہات کہتے ہیں۔
فرقہ قدریہ ان کے ظاہری معنی چھوڑ کرتا ویلات کرتا ہے مثلاً ید سے قبضہ اور وجہ سے اس کی ذات مراد لیتا ہے اور یہ آیت پیش کرتا ہے:

آیت 9:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اگر اُس کے لئے ہاتھ اور منہ وغیرہ چیزیں ثابت ہوں تو ممکنات کے مشابہ ہو جائے۔
فرقہ مشبہہ کہ جس کو مجسمہ بھی کہتے ہیں، اُن کا یہ قول ہے کہ ہاتھ منہ وغیرہ اعضا جو آیات واحادیث میں آئے ہیں اُس کے لئے ثابت ہیں اور وہ عرش پر ایسا ہی بیٹھا ہے کہ جس طرح کوئی بادشاہ دنیا میں اپنے تخت پر بیٹھتا ہے۔ دلیل اُن کی یہی آیات واحادیث ہیں کہ جن میں ان امور کا ذکر ہے مگر وہ پہلی آیت اُن کے قول کو بالکل رد کرتی ہے۔
اور فرقہ اہل حق کہ جس کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں جس میں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور اہل بیت رضی اللہ عنہم داخل ہیں، وہ ان دونوں فریق کی افراط وتفریط کو ناپسند رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ دونوں فریق ایک آیت کا انکار اور ایک کا اقرار کرتے ہیں مثلاً قدریہ کو آیات متشابہات کا انکار لازم آتا ہے اور مجسمہ کو آیات تنزیہہ:

آیت 10:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

کا انکار لازم آتا ہے۔ اور مذہب اہل حق کا یہ ہے کہ یہ صفات خدا کے لئے ثابت ہیں، تاکہ قدریہ کی مانند ان آیات واحادیث کا کہ جن میں یہ صفات ہیں، انکار لازم نہ آئے اور حقیقت ان صفات کی اللہ ہی کو معلوم ہے۔ ہمارے ہاتھ منہ کی مانند اور ہمارے استوٰی کی مانند اس کے لئے ہاتھ منہ اور استوی ہرگز نہیں، تاکہ مجسمہ کی مانند اس آیت

آیت 11:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

کا انکار آئے کیونکہ وہ کسی ممکن کی مثل اور مانند نہیں جمہور امت اور ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کا یہی عقیدہ ہے، چنانچہ فقہ اکبر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

فما ذکر اللہ فی القرآن من ذکر الوجہ والید والنفس والعین فھولہ صفات ولا یقال ان یدہ قدرۃ اور نعمتہ لان فیہ ابطال الصفۃ وھو قول اھل القدر والاعتزال ولکن یدہ صفۃ بلا کیف۔ انتھی

کہ قرآن میں جو اللہ تعالیٰ نے وجہ اور ید اور نفس اور عین ذکر کیا ہے سو یہ سب اُس کی صفات ہیں۔ اور معتزلہ اور قدریہ کی طرح یوں نہ کہنا چاہئے کہ ہاتھ سے مراد اُس کی قدرت اور نعمت ہے کیونکہ اس سے اللہ کی صفات باطل کرنا ثابت ہوتا ہے۔ پس ید سے مراد اس کی ایک صفت بلا کیف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی مذہب ہے۔ کذا فی النظامیہ۔

(عقائد الاسلام، ص ۳۰، ۳۱۔ المؤلف: حضرت مولانا عبدالحق حقانی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۳۶ھ)۔ الناشر: ادارۂ اسلامیات، لاہور۔ ۱۹۸۸ء)

8.3:۔ صفاتِ متشابہات میں متاخرین علماء کا مسلک

1 اہل سنت اور معتزلہ کی تاویل میں فرق

معتزلہ جب تاویل کرتے ہیں تو جزم ویقین کے درجے میں کرتے ہیں، اور حقیقت کو بالکل چھوڑ دیتے ہیں۔ مثلاً: استویٰ کا معنی غلبہ لیتے ہیں اور حقیقی معنی بالکل متعذر کرتے ہیں کہ استویٰ سے بس یہی غلبہ کا معنی مراد ہے۔ اہل السنت والجماعت جب تاویل کرتے ہیں، تو احتمال اور ظن کے درجے میں کرتے ہیں، نہ کہ حتمی اور یقین کے درجے میں۔ جب احتمال کے درجے میں ہے تو حقیقی معنی متعذر نہیں ہوا۔ تو ان کے نزدیک استویٰ کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے، لیکن احتمال غلبے کا رکھتا ہے۔

1 علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۶۱ھ) فرماتے ہیں:

و هٰذا التأويل لهٰذه الألفاظ لما ذكرنا من صرف فهم العامة عن الجسمية، وهو ممكن أن يراد ولا يجزم بإرادته.

(المسايرة في العقائد المنجية في الآخرة، ص ٦٢)

ترجمہ ان الفاظ کی تاویل اس لیے ہے کہ عام لوگوں کو مجسمہ سے مذہب سے بچایا جائے۔ اور یہ تاویل ان صفات میں ان معانی کے ممکن ہونے کے غالب گمان کے طور پر ہے، نہ کہ جزم اور یقین کے ارادہ سے ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ تاویل جزم اور یقین کے درجے میں نہیں کہ اصل صفت کا معطّل ہونا لازم آجائے۔

2 شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں:
اعتراض ہوتا ہے کہ جس طرح گروہ اشاعرہ، ماتریدیہ تاویلات کرتے ہیں، معتزلہ اور جہمیہ بھی تاویلات کرتے ہیں، اِن میں اور اُن میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں کی تاویلات میں فرق ہے۔ اشاعرہ اور ماتریدیہ تاویلات پر جزم نہیں کرتے، برخلاف معتزلہ وغیرہ (اہل باطل) کے کہ وہ تاویلات کرتے ہیں اور ان کے متعلق کہتے ہیں کہ بس یہی معنی مراد ہے۔ (معارف مدنیہ ص ۴۷)

2 متاخرینِ اہل سنت کی تاویل کی وجہ

متاخرین کی تاویل کی وجہ یہ بنی کہ متقدمین کے دور میں چونکہ مجسمہ نہیں تھے بلکہ بعد میں متاخرین کے دور میں پیدا ہوئے۔ وہ صفات کو اپنے ظاہری معنی پر حمل کرکے عوام کا ذہن خراب کرتے تھے۔ تو متاخرین نے عوام کو ان کے غلط عقائد سے بچانے کے لیے تاویل شروع کی کہ "" کا معنی ہے: اللہ تعالیٰ نے عرش پر قبضہ فرمایا۔ اور "ید" کا معنی قدرت ہے۔ اس میں وہ ان چیزوں کو ملحوظ رکھتے تھے:

1 تاویل بہر حال کرنی چاہیے، ورنہ تجسیم کی بیماری میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ سلف نے صفات متشابہات میں جو سکوت کیا ہے اور تفویض کی صورت اختیار کی ہے، تو وہ اس لیے کہ ان کے زمانے میں تجسیم کی بیماری اور مجسمہ کے شبہات وقوع پذیر نہیں ہوئے

تھے۔

2 اگر ضرورت ہو، تو تاویل کی جائے، ورنہ تفویض ہی درست ہے۔

3 تاویلی معنیٰ اگر کیا جائے تو وہ معنیٰ عرب کے اشعار یا قرآن وسنت سے ثابت ہونا ضروری ہے۔

8.4:۔اکابر علمائے اُمت کی تحقیقات

1 حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الجام العوام عن علم الکلام'' میں مذہبِ سلف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مذہبِ سلف کی حقیقت یہ ہے اور وہی ہمارے نزدیک حق ہے کہ ان احادیثِ صفات میں سے جو حدیث بھی کسی عامی شخص کو پہنچے، تو اس کے لیے مندرجہ ذیل باتیں ضروری ہیں:

(۱) تقدیس، (۲) تصدیق، (۳) اعترافِ عجز، (۴) سکوت، (۵) امساک، (۶) کف۔

1:۔تقدیس

جسمیت اور اس کے توابع سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ۔

2:۔تصدیق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر ایمان، یہ کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ حق ہے۔ وہ اپنے ارشاد میں صادق ہیں۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا اور اپنے ارشاد سے جو کچھ مراد لیا، وہ سراسر حق ہے۔

3:۔اعترافِ عجز

اس بات کا اقرار کہ الفاظِ صفات سے جو مراد ہے، اس کی معرفت ہماری قدرت اور طاقت سے باہر ہے۔

4:۔سکوت

ان صفاتِ الٰہی کے بارے میں نہ سوال کرنا چاہیے، نہ غور وغوض کرنا چاہیے، کیونکہ ان صفات کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے اور غور وخوض سے اندیشہ ہے کہ دین خطرہ میں نہ پڑ جائے۔لہٰذا غور وفکر کا نتیجہ کفر ہو سکتا ہے۔

5:۔امساک

ان الفاظِ صفات کی تصریف یا کسی دوسرے لغت سے تبدیلی، ان کے مفہوم میں کسی طرح کی زیادتی یا کمی، یا جمع وتفریق سب سے گریز کرنا چاہیے، بلکہ جو لفظ وارد ہے، اس سلسلہ میں اس کے سوا کوئی دوسرا لفظ استعمال ہی نہ کرنا چاہیے۔

6:۔کف

ان الفاظ کے باطن معنی پر بحث وگفتگو کرنے اور غور وفکر سے رکا رہنا چاہیے۔
یہ ہیں وہ چھ اُمور جن پر سب سلفِ صالحین اعتقاد رکھتے تھے، اور جملہ عوام پر ان کا اعتقاد واجب ہے۔اور یہ بات جائز نہیں کہ سلف کے بارے میں ان امور میں سے کسی کے خلاف بھی بدگمانی کی جائے۔"

ا تقدیس کی تفصیل

اس کے بعد حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، سلفِ صالحینؒ کے نزدیک تقدیس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

1 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حدیث 3:۔ان اللہ خمر آدم بیدہ وان قلب المؤمن بین اصبعین من أصابع الرحمٰن۔

ترجمہ "اللہ تعالیٰ نے آدم کا خمیر اپنے "ہاتھ" سے بنایا۔ اور مؤمن کا قلب اللہ تعالیٰ کی "انگلیوں" میں سے دو انگلیوں کے بیچ میں ہے"۔

معلوم ہونا چاہیے کہ "ہاتھ" دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

ا ایک اصلی معنی میں، جو ایک عضو مرکب ہے۔ گوشت، ہڈی، اور پٹھوں سے۔ اور

گوشت، ہڈی اور پٹھے اپنا ایک مخصوص جسم اور مخصوص صفات رکھتے ہیں، یعنی جسم عبارت ہوتا ہے ایک ایسی مقدار سے جو طول، عرض اور عمق کی حامل ہوتی ہے۔ یہ چیز کسی دوسرے جسم کے لیے اس وقت تک ممتنع ہے، جب تک وہ اپنے مکان سے جُدا نہ ہو جائے۔

۲ دوسرے یہ کہ اس لفظ کو استفادہ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں، یعنی ''ید'' (ہاتھ) ایک مخصوص عضو یا جسم کے علاوہ دوسرے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کہتے ہیں: ''البلدۃ فی ید الأمیر''۔ یعنی شہر، امیر (حاکم) کے دست (اقتدار) میں ہے۔ اگرچہ وہ امیر مقطوع الید ہی کیوں نہ ہو۔

پس عامی اور غیر عامی سب کے نزدیک یہ بات ثابت شدہ اور یقینی ہے کہ حدیث بالا میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ سے مراد ایک ایسا عضو نہیں لیا ہے جو گوشت، خون، اور پٹھوں سے مرکب ہوتا ہے، کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔ وہ ان چیزوں سے پاک ہے۔ پس اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ تصور ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جسم اعضاء سے مرکب ہے، تو وہ صنم پرست ہے، کیونکہ ہر جسم مخلوق ہے اور مخلوق کی عبادت کفر ہے۔ صنم پرستی اس لیے کفر ہے کہ بت بھی مخلوق ہوتا ہے۔ پس جس کسی نے کسی ''جسم'' کی عبادت کی وہ سلف وخلف کے اجماع کے مطابق کافر ہے۔

2 حدیثِ نبوی میں ہے:

حدیث 3:۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ

''اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا''۔ دوسری حدیث میں ہے:

حدیث 4:۔ انی رأیتُ ربّی فی أحسنِ صورۃٍ۔

ترجمہ میں نے اپنے رب کو بڑی عمدہ صورت میں دیکھا۔

جاننا چاہیے کہ ''صورت'' سے مراد ایک خاص ہیئت ہے، جو بہت سے اجسام سے مرکب ہوتی ہے۔ مثلاً ناک، آنکھ، منہ، رخسار وغیرہ۔ اور یہ ''اجسام'' گوشت، ہڈی، اور پٹھے سے مرکب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا جسم تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ پس ہر مؤمن اس اعتقاد پر مجبور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ''صورت'' پہلے (جسمی) معنی

میں استعمال نہیں ہوا ہے کیونکہ خالق، اجسام وہیئات، ہر طرح کی فانی مشابہتوں سے ماوراء اور منزہ ہے۔ پس جس کا یہ اعتقاد ہے، وہ مؤمن ہے۔ اور اگر اس کے دل میں یہ اندیشہ گزرا کہ جب یہ مراد نہیں ہے، تو پھر کیا مراد ہے؟ تو جاننا چاہیے کہ یہ سوچنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، بلکہ اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اس کو سوچا ہی نہ جائے، کیونکہ اس کی کنہ تک رسائی طاقتِ بشری سے باہر ہے۔ لہٰذا اعتقاد یہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے "صورت" کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب وہ ہے جو اس کی جلالت اور عظمت کے مطابق ہو، یعنی جسمیت سے یکسر منزہ!!"

3 ارشادِ نبوی ہے:

حدیث 5:۔ "يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا"۔ متفق علیہ۔ (مشکوٰۃ رقم 1223)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ "نزول" ایک اسم مشترک ہے جو محتاج ہے: تین اجسام کا:

جسم عالی

جسم سافل

جسم مُتَنَقِّل۔ یعنی پستی سے بلندی اور بلندی سے پستی کی طرف منتقل ہونے والا۔ یہ جسم اگر پستی سے بلندی کی طرف جائے گا تو اسے "صعود" سے تعبیر کریں گے۔ "عروج" اور "رقی" بھی ایسے مواقع پر استعمال میں آتے ہیں۔ اگر بلندی سے پستی کی طرف جائے گا تو اُسے "نزول" اور "ہبوط" سے ذکر کریں گے۔ لیکن ان معانی کے علاوہ "نزول" دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہے۔ جن کے لیے جسم کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا اور حرکت کرنا ضروری نہیں ہے۔ مثلاً:

آیت:۔ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ أَزْوَاجٍ (الزمر:٦)

ترجمہ اور تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ (۸) جوڑے اتارے یعنی پیدا کیے۔

بھلا کسی نے آج تک اونٹ یا گائے کو آسمان سے زمین پر "نازل" ہوتے دیکھا ہے۔ یہ تو رحم میں پیدا ہونے اور نشوونما پانے والی ایک مخلوق ہے۔ لہٰذا اُترنے

(نزول) کے معنی لامحالہ دوسرے ہی کیے جائیں گے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

دخلت مصر فلم یفهموا کلامی، فنزلتُ، ثم نزلتُ، ثم نزلتُ.

ترجمہ میں مصر گیا۔ وہاں کے لوگ میری بات نہ سمجھ سکے۔ تو میں (اپنے درجہ سے) نیچے اترا۔ پھر اور نیچے اُترا۔ پھر اور نیچے اُترا۔

ظاہر ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ (اوپر سے) نیچے اترتے رہے۔ لہٰذا ایک مؤمن یہ عقیدہ رکھے گا کہ یہاں ''نزول'' کے معنی اللہ تعالیٰ کے لیے وہ نہیں ہیں جو عام طور پر مراد لیے جاتے ہیں، یعنی کسی شخص یا جسم کا اوپر سے نیچے اترنا۔ کیونکہ ''شخص'' تو مجموعۂ اجسام ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم سے منزہ ہے۔ پھر اگر دل میں یہ خیال گزرے کہ اگر یہ مطلب نہیں ہے تو پھر کیا مطلب ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ جب تم یہ نہ سمجھ سکے کہ اونٹ یا دوسرے چوپاؤں (انعام) کے لیے جو نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟ پھر اللہ تعالیٰ کے لیے اس لفظ کا استعمال سمجھنے سے کیسے عاجز اور درماندہ نہ رہو گے؟ بہتر یہ ہے کہ اپنے رب کی عبادت یا اپنے کسی دوسرے کام میں مصروف رہو اور اس معاملہ میں سکوت سے کام لو۔ اور یہ سمجھ لو کہ اس لفظ کے معنی وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مطابق ہوں، اگرچہ تم ان کی کیفیت اور حقیقت سے ناواقف ہو''۔

4 اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 12:۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ

آیت 13:۔ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ

جاننا چاہیے کہ لفظ ''فوق'' بھی دو معنوں میں مستعمل ہے:

۱ ایک تو ایک جسم کی نسبت دوسرے جسم کی طرف، کہ ان میں سے ایک اونچا (فوق) اور دوسرا نیچا (اسفل) ہو۔

۲ دوسرے معنی یہ کہ فوق بہ معنی رتبہ بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے ہم کہتے ہیں: خلیفہ سلطان پر فوقیت رکھتا ہے اور سلطان وزیر پر تفوق رکھتا ہے، یا جیسے کہا جاتا ہے: العلم فوق

العلم۔ یعنی علم کے اوپر علم ہے۔

پہلے معنی کے لحاظ سے ''فوق'' ایک ایسے جسم کا محتاج ہوتا ہے جسے دوسرے جسم سے نسبت دی جا سکے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے اس کی ضرورت نہیں۔ پس مؤمن کو یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ ہرگز لفظ ''فوق'' کے پہلے معنی مراد نہیں ہیں، کیونکہ جسمیت اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے''۔

(الجام العوام عن علم الکلام، باب اول: ص ۴۲ تا ۴۵۔ المؤلف: أبو حامد محمد بن محمد الغزالی الطوسی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۰۵ھ)۔ طبع بیروت، لبنان)

2 حضرت شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

ہم استواء علی العرش پر ایمان لاتے ہیں، اس بات کے حکم کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کا استواء، جسموں کے استواء کی طرح نہیں ہے کہ کسی مکان میں بیٹھنے، چھونے یا مقابل ہونے کے معنی رکھتا ہو، بلکہ ایک ایسے معنی کے اعتبار سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہو، جس کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ استواء علی العرش پر ایمان لانا تشبیہ کی نفی کے ساتھ واجب ہے۔ ہاں! اس سے استیلاء بھی مراد لے سکتے ہیں، لیکن اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ چونکہ عام لوگوں کے بارے میں اندیشہ تھا کہ وہ استواء سے کہیں وہ معنی مراد نہ لے لیں جو جسم کے لوازم میں سے ہے۔ اس لیے ان کی فکر و سوچ کو جسمیت سے پھیرنے کے لیے استواء سے کر دی جاتی ہے، کیونکہ لغت کے اعتبار سے استواء علی العرش کے معنی استیلاء کے آتے ہیں۔۔۔۔ یہی مسلک ان تمام نصوص اور الفاظ کے بارے میں اختیار کیا جائے گا جو ظاہراً جسم کے لیے استعمال ہوتے ہیں، جیسے اصبع، قدم اور ید ہیں۔ چنانچہ ''ید'' اللہ تعالیٰ کی صفت ہے لیکن جارحہ کے معنی میں نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کے شایان شان جو معنی ہیں، وہی مراد ہوں گے۔ ''ید'' اور ''اصبع'' کی تاویل ''قدرت'' اور ''قہر'' سے بھی کی گئی ہے۔ یہ امکانی معنی تو ہو سکتے ہیں لیکن یقینی اور حتمی معنی نہیں، خاص کر ہمارے اصحاب (یعنی اشاعرہ اور ماتریدیہ) کے نزدیک یہ متشابہات میں سے ہیں۔

متشابہات کا حکم یہ ہے کہ اس دنیا کے اندر اس کی مراد کی یقینی طور پر معرفت کی امید نہیں کی جا سکتی، ورنہ اس کے معنی سب کو معلوم ہوتے"۔

(المسايرة فی العقائد المنجية فی الآخرة. (ص ۴۴ تا ۴۸). المؤلف: كمال الدين محمد بن عبد الواحد السيواسی المعروف بابن الهمام (المتوفى: 861ھ). دار الكتب العلمية. بيروت. 2001)

3 حضرت شیخ سلامة القضاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قال الأستاذ الشيخ سلامة القضاعی فی "فرقان القرآن بين صفات الخالق وصفات الأكوان (ص ۸۰، ۸۱): اذا سمعت فی عبارات بعض السلف: "انما نؤمن بأن له وجهاً لا كالوجوه ويداً لا كالأيدی". فلا تظن أنهم أرادوا أن ذاته العلية منقسمة الى أجزاء وأبعاض. فجزء منها يد وجزء منها وجه. غير أنه لا يشابه الأيدی والوجوه التی للخلق. حاشاهم من ذلك. وما هذا الا التشبيه بعينه. وانما أرادوا بذلك أن لفظ الوجه واليد قد استعمل فی معنى من المعانی وصفة من الصفات التی تليق بالذات العلية كالعظمة والقدرة. غير أنهم يتورعون عن تعيين تلك الصفة تهيباً من التهجم على ذلك المقام الأقدس. وانتهز المجسمة والمشبهة مثل هذه العبارة. فغرروا بها العوام. الى آخر ما قال.

(فرقان القرآن بين صفات الخالق وصفات الأكوان ص ۸۰، ۸۱ طبع دار احياء التراث العربي، بيروت: معارف السنن ج ۴ ص ۱۳۹، ۱۴۰ طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی کراچی)

ترجمہ استاذ، شیخ سلامہ قضاعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب: "فرقان القرآن بين صفات الخالق وصفات الأكوان" میں فرماتے ہیں: "جب تو بعض سلف کی عبارات میں یہ جملہ سنے: ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے مگر وہ مخلوق کے چہروں جیسا نہیں۔ اور اس کا ہاتھ ہے مگر وہ مخلوق کے ہاتھوں جیسا نہیں۔ تو تم یہ بات

ہرگز ذہن میں نہ لانا کہ ان کا اس سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی اجزاء اور ابعاض میں منقسم ہے۔ اس کا ایک جز ہاتھ ہے اور ایک جز چہرہ ہے، سوائے اس کے کہ وہ مخلوق کے ہاتھوں اور چہروں جیسا نہیں۔ وہ اسلاف اس سے بری ہیں۔ یہ مطلب سوائے تشبیہ دینے کے اور کچھ نہیں۔ ان اسلاف کی اس سے یہ مراد ہے کہ لفظ ''وجہ'' اور لفظ ''ید'' ان معانی اور صفات میں مستعمل ہیں جو اس کی عالی شان کے لائق ہیں جیسے عظمت اور قدرت۔ سوائے اس کے کہ اسلاف ان معانی کی تعیین کرنے سے بچتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے بارے میں کسی بھی قسم کے فیصلہ کرنے کے بارے میں ڈرتے تھے۔ اس جیسی عبارتوں سے فرقہ مجسمہ اور فرقہ مشبہہ نے فائدہ اُٹھایا ہے۔ ان کے ذریعے ان لوگوں نے عوام کو دھوکہ میں ڈال دیا''۔

4 علامہ زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اسلاف میں سے جس نے عین (آنکھ) اور ید (ہاتھ) کو صفت کہا ہے تو صفت کے لفظ سے انہوں نے جارحہ یعنی ذات کا حصہ کہنے سے براءت کا اظہار کیا ہے بلکہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عین یعنی آنکھ سے ایسا معنی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ ایسے ہی ید (ہاتھ) کا معاملہ ہے۔ ہم اس کے معنی و مراد کی تعیین نہیں کرتے کہ ہم کہیں کہ آنکھ سے مراد دیکھنا ہے یا حفاظت کرنا ہے اور ہاتھ سے مراد قدرت یا نعمت یا خاص عنایت ہے کیونکہ وہ احتمالی معنی جو تنزیہ الٰہیہ کے موافق ہوں ان میں سے کسی ایک کی تعیین کرنا اللہ تعالیٰ کی مراد پر زبردستی کرنا ہے اور ان کا ہاتھ اور آنکھ کو صفت کہنا اس بات پر واضح دلیل ہے کہ ان کو یقین تھا کہ ہاتھ اور آنکھ اللہ تعالیٰ کی ذات کے اجزاء نہیں ہیں اور (سلفیوں کی طرح) جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے جس سے وہ پکڑتا ہے اور آنکھ ہے جس سے وہ دیکھتا ہے تو اس نے ان صفات کو آلات و جوارح کے قبیل سے بنایا اور اس نے سلف صالحین رحمہم اللہ کی مخالفت کی۔

حدیث 6:۔ يَمِينُ الرَّحْمٰنِ مَلْأَىٰ سَحَّاءُ۔ (ترمذی ص ۱۱۷۱ رقم ۳۰۴۵ طبع دار المعرفہ، بیروت)

ترجمہ رحمٰن کا دایاں ہاتھ سخاوت سے بھرا ہوا ہے۔

کے بارے میں کلام کرتے ہوئے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہوا ہے کہ: ''اس حدیث کو ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ اس کے معنی کی تفسیر وتاویل یعنی حقیقی یا مجازی معنی کی تعیین کیے بغیر ہمارا اس پر ایمان ہے۔ بہت سے ائمہ حدیث مثلاً سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ اور عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ان باتوں کو جیسی وہ ہیں (یعنی ان کے حقیقی یا مجازی معنی کی تعیین کیے بغیر) روایت کریں گے اور ان پر ایمان رکھیں گے اور یہ (بھی) نہیں پوچھیں گے کہ ان کی (حقیقت و) کیفیت کیا ہے؟ (ترمذی ص ۱۱۷۲ تحت رقم ۳۰۴۵ طبع دار المعرفہ، بیروت)

(حاشیہ السَّيْفُ الصَّقِيْلِ فِي الرَّدِّ عَلَى ابْنِ زَفِيْلِ۔ المؤلف: أبو الحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۵۶ھ)۔ العقیدہ وعلم الکلام ص ۵۲۲۔ تحقیق وتحشیہ: علامہ محمد زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۷۱ھ)۔ الناشر: ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، کراچی)

5 شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کی صفات وافعال کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ نصوصِ قرآن وحدیث میں جو الفاظ حق تعالیٰ کی صفات کے بیان کرنے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں۔ اُن میں اکثر وہ ہیں جن کا مخلوق کی صفات پر بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو ''حی''، ''سمیع''، ''بصیر''، ''متکلم'' کہا گیا ہے اور انسان پر بھی یہ الفاظ اطلاق کیے گئے ہیں، تو ان دونوں مواقع میں استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔ کسی مخلوق کو سمیع وبصیر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں۔ اب اس میں دو چیزیں ہوئیں: ایک وہ آلہ جسے ''آنکھ'' کہتے ہیں اور جو دیکھنے کا مبدا اور ذریعہ بنتا ہے۔ دوسرا اس کا نتیجہ اور غرض وغایت (دیکھنا)، یعنی وہ خاص علم جو رؤیت بصری سے حاصل ہوا۔ مخلوق کو جب ''بصیر'' کہا تو یہ مبدا اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوئیں۔ اور دونوں کی کیفیات ہم نے معلوم کرلیں۔ لیکن یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کی نسبت استعمال کیا گیا، تو یقیناً وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد

نہیں ہوسکتیں جو مخلوق کے خواص میں سے ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ قطعاً منزہ ہیں۔
البتہ یہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبدا اُس کی ذاتِ اقدس میں موجود ہے اور اس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویتِ بصری سے حاصل ہوسکتا ہے، اس کو بدرجۂ کمال حاصل ہے۔ آگے یہ کہ وہ مبدا کیسا ہے؟ اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہے؟ تو بجز اس بات کے کہ اُس کا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہے، ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں؟

آیت 14:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

نہ صرف سمع و بصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدا و غایت کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ شرائع سماویہ نے اس کا مُکلّف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کی ماورائے عقل حقائق میں غور و خوض کر کے پریشان ہو۔

''استواء علی العرش'' کو بھی اسی قاعدہ سے سمجھ لو۔ ''عرش'' کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں۔ ''استواء'' کا ترجمہ اکثر مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے ''استقرار و تمکن'' سے کیا ہے (جسے مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے قرار پکڑنے سے تعبیر فرمایا)۔ گویا یہ لفظ تختِ حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطۂ نفوذ و اقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ و تسلّط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے۔ سب کام اور انتظام برابر ہو۔ اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدا اور ظاہری صورت ہوتی ہے۔ اور ایک حقیقت یا غرض و غایت یعنی ملک پر پورا تسلّط و اقتدار اور نفوذ و تصرف کی قدرت حاصل ہونا۔ حق تعالیٰ کے ''استواء علی العرش'' میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجۂ کمال موجود ہے۔ یعنی آسمان و زمین (کل علویات و سفلیات) کو پیدا کرنے کے بعد اُن پر کامل قبضہ و اقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ و شہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے، جیسا کہ سورت یونس کی اس آیت میں:

آیت 15:۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ (یونس:۳)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے سارے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر اُس نے عرش پر اس طرح استواء فرمایا کہ وہ ہر چیز کا انتظام کرتا ہے۔کوئی اس کی اجازت کے بغیر (اُس کے سامنے) کسی کی سفارش کرنے والا نہیں ۔وہی اللہ ہے تمہارا پروردگار! لہٰذا اس کی عبادت کرو۔کیا تم پھر بھی دھیان نہیں دیتے؟

میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے بعد یُدَبِّرُ الْاَمْرَ کے الفاظ ہیں اور سورت اعراف میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں:

آیت 16:۔اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○
(الاعراف:۵۴)

ترجمہ یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے سارے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔ پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔وہ دن کو رات کی چادر اُڑھا دیتا ہے، جو تیز رفتاری سے چلتی ہوئی اُس کو آدبوچتی ہے۔اور اُس نے سورج ، چاند اور ستارے پیدا کیے ہیں جو سب اُس کے حکم کے آگے رام ہیں۔یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اُسی کا کام ہے۔بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے!

اس آیت میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے بعد یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ سے اسی مضمون پر متنبہ فرمایا ہے۔

رہا ''استواء علی العرش'' کا مبدا اور ظاہری صورت، اس کے متعلق وہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو اوپر ''سمع وبصر'' وغیرہ کے متعلق بیان ہو چکا ہے کہ اس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس میں صفاتِ مخلوقین اور سماتِ حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ پھر کیسی ہے؟ اس کا جواب وہی ہے

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم　　وز ہر چہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر　　ماہم چناں دراوّلِ وصف تو ماندہ ایم

ترجمہ　اے وہ ذات جو خیال، قیاس، گمان اور وہم سے بالاتر ہے، اور اس سے بھی جو لوگوں نے کہا اور ہم نے سنا اور پڑھا ہے۔
دفتر ختم ہو گیا اور عمر آخر ہوئی اور ہم اُسی طرح تیری ابتدائی تعریف میں لگے ہوئے ہیں۔

آیت 17:۔لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○(الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ　کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

(تفسیر عثمانی ج ا ص ۱۳۳۱۔ المؤلف: مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (التوفی ۱۳۶۹ھ)۔ الناشر: مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ سنِ اشاعت: ۱۴۳۰ھ)

6　حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اس قسم کی آیتیں جن میں اللہ تعالیٰ کے منہ اور ہاتھ کا ذکر آتا ہے۔ معاذ اللہ! اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی مخلوق کی طرح کوئی جسم ہے اور جسمانی اعضاء رکھتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جسمانیت اور لوازمِ جسمانیہ سے پاک اور منزہ ہے۔ سلفِ صالحینؒ اور علماء محققین کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات، وجود، حیات، علم، سمع، بصر وغیرہ تمام صفات بے چون وچگون ہیں، اس کی ذات وصفات کی کوئی نظیر، مثال اور کیفیت اس کے سوا کچھ بیان نہیں کی جا سکتی:

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم　　وز ہر چہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر　　ماہم چناں دراوّلِ وصف تو ماندہ ایم

ترجمہ　اے وہ ذات جو خیال، قیاس، گمان اور وہم سے بالاتر ہے، اور اس سے بھی جو لوگوں نے کہا اور ہم نے سنا اور پڑھا ہے۔
دفتر ختم ہو گیا اور عمر آخر ہوئی اور ہم اُسی طرح تیری ابتدائی تعریف میں لگے ہوئے ہیں۔

اس قسم کی آیات معلوم المعنی اور مجہول الکیف ہیں یعنی یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ”ید“ کے

معنی ہاتھ اور ''وجہ'' کے معنی منہ کے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اور منہ کس طرح کا ہے۔ معاذ اللہ! اگر اس کا ہاتھ ہمارے ہاتھ جیسا ہو تو جسمیت اور تشبیہ لازم آئے گی۔ لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی حیات، سمع اور بصر اس کی شان اقدس کے لائق اور ہمارے ادراک اور بیان سے وراء الوراء ہے۔ اسی طرح اس کی صفت ید اور صفت وجہ بھی دیگر صفات کی طرح بے مثل اور بے چون ہے۔ اور اُس سے وہی معنی مراد ہیں جو اس کی شانِ اقدس کے لائق ہوں۔ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے لیے وجہ، ید، سمع، بصر، ساق اور قدم ثابت ہیں جیسے اس کی ذات والا صفات کے شایانِ شان ہیں اور اس کی حقیقت اور کیفیت کے درپے نہیں اور بایں ہمہ وہ کسی بات میں مخلوق کے مشابہ نہیں۔

آیت 18: ۔لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ‌ ۚ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۲ ص ۷ ۵۴۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: الطاف اینڈ سنز، کراچی ۱۴۳۳ھ)

7 علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ ترمذی شریف کے باب:

"في نزول الرب تبارك وتعالىٰ الى السماء الدنيا كل ليلة" کے تحت فرماتے ہیں:

"ومسئلة حديث الباب من المتشابهات. فالمنقول عن جمهور السلف والأئمة الأربعة في النزول والمجئ، والاستواء، وثبوت الوجه واليد واليمين وغيرها هوالايمان بها، كما ورد على طريق الاجمال منزهاً الله تعالىٰ عن التشبيه والتكييف من غير تعطيل ومن غير تأويل". (معارف السنن شرح جامع الترمذی ج ۴ ص ۱۳۶ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، کراچی)

ترجمہ نزول باری تعالیٰ کا مسئلہ متشابہات میں سے ہے۔ جمہور سلفؒ اور ائمہ اربعہؒ سے ان

جیسی صفات مثلاً نزول باری تعالیٰ، مجیئ (آنا)، استواء، اللہ تعالیٰ کے لیے وجہ (چہرہ)، ہاتھ، دایاں ہاتھ وغیرہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان صفات پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے جیسے وہ وارد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تشبیہ اور تکییف سے منزہ ہے۔ ان صفات کو بلا تعطیل اور بلا تاویل ماننا ضروری ہے۔

8 حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

سوال کیا یہ صحیح ہے کہ جہنم جب شور کرے گی تو اللہ پاک اپنا بایاں پیر اُس میں رکھیں گے اور اُس کا صحیح مطلب کیا ہے؟

جواب حدیث صحیح ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حدیث 7:۔فَأَمَّا النَّارُ فَلَا تَمْتَلِئُ حَتّٰى يَضَعَ اللهُ رِجْلَهٗ. تَقُوْلُ: "قَطْ قَطْ قَطْ". فَهُنَالِكَ تَمْتَلِئُ وَيُزْوٰى بَعْضُهَا إِلٰى بَعْضٍ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ؛ مشکوۃ رقم 5694)

لیکن یہ حدیث متشابہات میں سے ہے جو کہ متکلم یعنی حق تعالیٰ، اور مخاطب یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک راز ہے۔ اُمت کو اس کے معنی کی اطلاع نہیں دی گئی، بلکہ اس کے پیچھے پڑنے کی اجازت نہیں دی گئی، کیونکہ آقا کے اسرارِ مخصوصہ کی تفتیش میں لگنا ایک غلام کے لیے سخت گستاخی ہے۔ پھر بندہ اور معبود کا تو پوچھنا کیا! اس لیے جمہور کا یہی مذہب ہے کہ متشابہات کے معانی کی تحقیق میں نہ پڑنا چاہیے، بلکہ اس پر ایمان لانا چاہیے کہ جو کچھ حق تعالیٰ کی مراد ہے، وہ حق ہے۔ اگرچہ ہم نہیں جانتے اور ہمارے نہ جاننے سے کیا ہوتا ہے۔ ہم تو اپنے پیٹ کے اندر کے حالات کو بھی نہیں جانتے۔ اور بڑے سے بڑا ماہر اپنے نفس وروح کی حقیقت کو نہیں جانتا۔ حق تعالیٰ کے اسرار کو جاننے کا دعویٰ کوئی صحیح العقل انسان نہیں کرسکتا۔ اور یہ بات صرف مسلمانوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر مذہب کے لوگوں میں یہ قدر مشترک مسلّم ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال کی حقیقت کا ادراک انسان نہیں کرسکتا، کما ھو مصرح فی کتب الکلام والفلسفۃ۔ فقط۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج ۲ ص ۳۴،۳۵)

8.5:۔مَاذُکِرَ فِی الْیَدَیْنِ (صفتِ یدین کے بیان میں)

آیت 19:۔قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ (ص:۷۵)

ترجمہ اے ابلیس! تجھے کس بات نے روکا سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں (اور قدرتِ خاصہ) سے بنایا۔

فائدہ "لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ" یعنی جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ ان الفاظ کے ترجمہ میں توضیحی کلمات اور قدرتِ خاصہ ان متکلمین کے مسلک کے پیشِ نظر اضافہ کیے جو اس طرح کی صفات اور شؤونِ خداوندی کی تاویل قدرت، امر اور مشیت جیسے الفاظ سے کر لیتے ہیں۔ (معارف القرآن کاندھلوی ج ۷ ص ۵۴)

آیت 20:۔وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَیْدِیْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ یَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ یُنْفِقُ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ (المائدۃ:۶۴)

ترجمہ اور یہودی کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"۔ ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں۔ اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے، خرچ کرتا ہے۔

تشریح اور یہود بے بہود یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ (یعنی اللہ بخل کرنے لگا ہے گویا اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے۔ معاذ اللہ! خدا تو اس سے پاک اور منزہ ہے)۔ انہیں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے ہیں (یعنی وہی خیر سے محروم کر دیئے گئے۔ اللہ تو جواد اور کریم مطلق ہے۔ اس کے خزائن غیر محدود اور اس کا جود اور کرم لامتناہی ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں۔ ان کے تمرد اور طغیان کی پاداش میں حق تعالیٰ نے ان کی جبلت میں ایسا جبن اور بخل ڈال دیا ہے جس سے ان کے ہاتھ بالکل بند ہو گئے ہیں) اور اس گستاخانہ قول کی بناء پر یہ لوگ خدا کی رحمت سے دور پھینک دیئے گئے۔ (ذلت اور مسکنت کی مہر لگا دی گئی اور ان کا یہ قول کہ اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے۔ بالکل غلط ہے)، بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں (یعنی وہ غایت درجہ کریم

ہے۔ دونوں ہاتھوں سے دیتا ہے اور چونکہ وہ حکیم بھی ہے اس لیے) جس طرح چاہتا ہے وہ خرچ کرتا ہے۔ (اس کا جودوکرم حکمت اور مصلحت کے ساتھ ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، فراخی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے، تنگی دیتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 21:۔ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ○ (الشوری:۲۷)

ترجمہ اور اگر اللہ اپنے تمام بندوں کے لیے رزق کو کھلے طور پر پھیلا دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے، مگر وہ ایک خاص انداز سے جتنا چاہتا ہے (رزق) اُتارتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر، اُن پر نظر رکھنے والا ہے۔

پس یہود کو جو تنگی پیش آئی ہے، معاذ اللہ! اس کی علت بخل یا فیضانِ جود کی کمی نہیں بلکہ یہود بے بہبود کی معاندانہ تکذیب اور جحود کا وبال ہے، جو ان کو چکھایا جارہا ہے۔ وہ قابض اور باسط ہے۔ کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیتا ہے۔ یہ اس کی حکمت اور مشیت ہے:

آیت 22:۔ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (الرعد:۲۶)۔ اگر قبض ہے تو اس کی حکمتِ قاہرہ اور باہرہ سے ہے۔ اور اگر بسط ہے تو اس کی رحمتِ وافرہ سے ہے۔

الغرض حق تعالیٰ کا یہ قول بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ: اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ غایت درجہ کریم ہے۔ دونوں ہاتھوں سے دیتا ہے۔ اس کے جودوکرم کی کوئی حد اور نہایت نہیں۔ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فوائد میں یہ لکھا ہے کہ دو ہاتھوں سے مہر اور قہر کا ہاتھ مراد ہے یعنی آج کل خدا کے مہر کا ہاتھ اُمتِ محمدیہ پر کھلا ہوا ہے اور قہر کا ہاتھ بنی اسرائیل پر کھلا ہوا ہے۔

(تفسیر معارف القرآن ج ۲ ص ۵۴۶، ۵۴۷۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: الطاف اینڈ سنز، کراچی ۱۴۲۲ھ)

1 حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس کا عنوان قائم کرتے ہیں:

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِثْبَاتِ الْيَدَيْنِ صِفَتَيْنِ لَا مِنْ حَيْثُ الْجَارِحَةِ لِوُرُودِ الْخَبَرِ الصَّادِقِ بِهِ.

اللہ تعالیٰ کے لیے دونوں ہاتھوں کا اثبات۔ یہ دو صفتیں ہیں نہ کہ آلہ جارحہ ہیں۔ اس بارے میں صادق کی سچی خبر موجود ہے۔ حضرت امام بیہقی ؒ اس بارے میں موجود آیات واحادیثِ مبارکہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

قُلْتُ: وَقَدْ قَالَ بَعْضُ أَهْلِ النَّظَرِ فِي مَعْنَى الْيَدِ فِي غَيْرِ هٰذِهِ الْمَوَاضِعِ: إِنَّهَا قَدْ تَكُونُ بِمَعْنَى الْقُوَّةِ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: (وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ) (ص:١٧) أَيْ ذَا الْقُوَّةِ، وَقَدْ يَكُونُ بِمَعْنَى الْمُلْكِ وَالْقُدْرَةِ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: (قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ) (آل عمران:٧٣)؛ وَقَدْ يَكُونُ بِمَعْنَى النِّعْمَةِ، تَقُولُ الْعَرَبُ: كَمْ يَدٍ لِي عِنْدَ فُلَانٍ. أَيْ كَمْ مِنْ نِعْمَةٍ لِي قَدْ أَسْدَيْتُهَا إِلَيْهِ؛ وَقَدْ يَكُونُ بِمَعْنَى الصِّلَةِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: (مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا) (يٰس:٧١)، أَيْ مِمَّا عَمِلْنَا نَحْنُ، وَقَالَ جَلَّ وَعَلَا: (أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ) (البقرة:٢٣٧) أَيِ الَّذِي لَهُ عُقْدَةُ النِّكَاحِ؛ وَقَدْ يَكُونُ بِمَعْنَى الْجَارِحَةِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ: (وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ) (ص:٤٤). فَأَمَّا قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: (يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ) (ص:٧٥) فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُحْمَلَ عَلَى الْجَارِحَةِ، لِأَنَّ الْبَارِي جَلَّ جَلَالُهُ وَاحِدٌ لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ التَّبْعِيضُ، وَلَا عَلَى الْقُوَّةِ وَالْمُلْكِ وَالنِّعْمَةِ وَالصِّلَةِ لِأَنَّ الِاشْتِرَاكَ يَقَعُ حِينَئِذٍ بَيْنَ وَلِيِّهِ آدَمَ وَعَدُوِّهِ إِبْلِيسَ، فَيَبْطُلُ مَا ذُكِرَ مِنْ تَفْضِيلِهِ عَلَيْهِ لِبُطْلَانِ مَعْنَى التَّخْصِيصِ، فَلَمْ يَبْقَ إِلَّا أَنْ يُحْمَلَا عَلَى صِفَتَيْنِ تَعَلَّقَتَا بِخَلْقِ آدَمَ تَشْرِيفًا لَهُ دُونَ خَلْقِ إِبْلِيسَ تَعَلُّقَ الْقُدْرَةِ بِالْمَقْدُورِ، لَا مِنْ طَرِيقِ الْمُبَاشَرَةِ، وَلَا مِنْ حَيْثُ الْمُمَاسَّةِ. (الاسماء والصفات بیہقی، ج ۲ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

ترجمہ میں کہتا ہوں: بعض اہل نظر و بصیرت کہتے ہیں کہ لفظ ''ید'' کے کئی معانی ہیں:

1 کبھی اس کا معنی ''قوت'' ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 23:۔ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ. (ص:۱۷) یعنی قوت والے

ترجمہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو یاد کرو جو بڑے طاقت ور تھے۔

2 کبھی اس کا معنی ملک اور قدرت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوتا ہے:

آیت 24:۔ قُلْ إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ. (آل عمران: ۷۳)

ترجمہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیجیے کہ فضیلت تمام تر اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے، دے دیتا ہے۔

3 کبھی اس کا معنی نعمت ہوتا ہے۔ جیسا کہ اہل عرب کا کہنا ہے:

كَمْ يَدٌ لِي عِنْدَ فُلَانٍ. یعنی کتنی نعمتیں میں نے فلاں کو عطا کی ہیں۔

4 کبھی یہ ''صلۃ'' کے معنی میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 25:۔ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا (یٰس:۷۱)

ترجمہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے اُن کے لیے مویشی پیدا کیے ہیں۔

آیت 26:۔ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ. (البقرۃ:۲۳۷)

أَيِ: الَّذِي لَهُ عُقْدَةُ النِّكَاحِ

ترجمہ یا وہ (شوہر) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، رعایت کرے۔

5 کبھی اس کا معنی آلہ جارحہ ہوتا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 27:۔ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ. (ص:۴۴)

ترجمہ اپنے ہاتھوں میں تنکوں کا ایک مُٹھا لو، اور اس سے مار دو، اور اپنی قسم مت توڑو۔

6 اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

آیت 28:۔ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ. (ص:۷۵)

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ابلیس! جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، اُس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے روکا ہے؟''

میں آلہ جارحہ ہرگز مراد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک لہ ہے۔

اس پر تبعیض کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح قوت، ملک، نعمت اور صلہ کا اطلاق بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ یہاں اللہ کے دوست حضرت آدم علیہ السلام اور دشمن ابلیس کے درمیان اشتراک پایا جارہا ہے۔ پس اس سے اس فضیلت کا بطلان پایا جارہا ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخصیص نکل رہی ہے۔ پس اس سے یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ ان دونوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات سے ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر شرف وعظمت کے لحاظ سے ہے، نہ کہ ابلیس کی تخلیق کا۔ اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا ذکر قدرت کے لحاظ سے ہے نہ کہ تخلیق بطریق مباشرت (یعنی بالمشافہ) اور نہ ہی بطریق مماست (یعنی ہاتھ سے چھونے کے لحاظ سے)۔

2 علامہ بدر الدین ابن جماعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قَوْله تَعَالىٰ: "لما خلقت بيَدی"، "يَد الله فَوق أَيْدِيهِم"، "بل يَدَاهُ مبسوطتان"، "بِيَدِهِ ملكوت كل شَيْء"، "بِيَدِك الْخَيْر".

اعْلَم أَن الْيَد لُغَة حَقِيقَة فِي الْجَارِحَة الْمَعْرُوفَة وتستعمل مجَازًا فِي مَعَان مُتعَدّدَة كَمَا سنذكرهُ إِن شَاءَ الله تَعَالىٰ.

١ وَإِذا ثَبت بِالدَّلِيلِ الْعقلِيّ تَنْزِيه الله تَعَالىٰ عَن الْجَوَارِح لما فِيهِ من التجزيء الْمُؤَدِّي إِلَى التَّرْكِيب وَجب حمل اللَّفْظ على مَا يَلِيق بجلاله تَعَالىٰ من الْمعَانِي المستعملة بَين أهل اللِّسَان وَهِي النِّعْمَة، وَالْقُدْرَة، وَالْإِحْسَان.

٢ أما النِّعْمَة فكقولهم: لفُلَان عِنْدِي يَد لَا أُطِيق شكرها. وَلفُلَان على فلَان أياد يُعجز عَن شكرها. وَالْمرَاد: نعم وإحسان، ويُرِيدُونَ التَّجَوُّز. واستعماله أَن الْيَد آلَة الْإِعْطَاء غَالِباً فَأُطلقت على النِّعْمَة بِإِطْلَاق السَّبَب على الْمُسَبّب.

٣ وَأما الْقُدْرَة فكقولهم: هَذِه الْبَلدة فِي يَد السُّلْطَان. وَيُقَال: امري بِيَدِك. وَفُلَان بِيَدِهِ الْأَمر وَالنَّهْي. وَمِنْه قَوْله تَعَالىٰ: "أَو يَعْفُوَ الَّذِي

بِيَدِهٖ عقدَة النِّكَاحِ". وَالْمرَاد فِي ذَلِك كُله الْقُدْرَةُ والتمكن من التَّصَرُّف. إِذْ لَيْسَ الْبَلَد، وَالْأَمر وَالنَّهْي، وعقدة النِّكَاح فِي حَقِيقَة يَد السُّلْطَان، وَالْوَلِيّ الَّتِي هِيَ عَفْو. فتعين ان الْمرَاد قدرته وتصرفه.

٤ وَقد تسْتَعْمل الْيَد مثله للتَّأْكِيد فِي التَّقَدُّم، كَقَوْلِه تَعَالَى: "بَين يَدي رَحمته"، و"قدمُوا بَين يَدي نَجوَاكُم صَدَقَة". وَلَا يَد للرحمة والنجوى.

٥ إِذا ثَبت هَذَا فَنَقُول: قَوْله تَعَالَى: "لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ". فَلهُ ثَلَاثَة أجوبة:

أَحدهَا أَن الْمُرَاد مزِيد الْعِنَايَة بِنِعْمَة عَلَيْهِ فِي خلقه وإيجاده وتكريمه. كَمَا يُقَال: خُذ هَذَا الْأَمر بكلتا يَديك. وَأخذت وصيتك بكلتا يَدي.
وَلَا شكّ أَن الاعتناء بِخلق آدم حَاصِل بإيجاده وَجعله خَليفَة فِي الأَرْض وتعليمه الْأَسْمَاء وإسكانه الْجنَّة وَسُجُود الْمَلَائِكَة لَهُ. فَلذَلِك خصّه بِمَا يدل لُغَة على مزِيد الاعتناء.

الْجَواب الثَّانِي أَن الْمُرَاد بيديّ: الْقُدْرَة؛ لِأَن غَالب قدرَة الْإِنْسَان فِي تَصَرُّفَاته بِيَدِهِ وتُثْنِيَت الْيَد مُبَالغَة فِي عظم الْقُدْرَة. فَإِنَّهَا باليدين أَكثر مِنْهَا بالواحدة.

الثَّالِث أَن يكون ذكر الْيَدَيْنِ صلَة لقصد التَّخْصِيص بِهِ تَعَالَى، وَمَعْنَاهُ: لما خلقت أَنا دون غَيْرِي. وَمِنْه قَوْله تَعَالَى: "ذَلِك بِمَا قدمت يداك". أَي بِمَا قدمت أَنْت. وَمِنْه قَوْلهم: يداك أَوْكَتا: أَي أَنْت فعلت.

٦ وَأما قَوْله تَعَالَى: "يَد الله فَوق أَيْديهم". فقد قَالَ الْحسن وَغَيره: أَي منّته وإحسانه. وَأما قَوْله تَعَالَى: "بل يَدَاهُ مبسوطتان". فَلَا يشك عَاقل أَن الْمُرَاد بذلك النِّعْمَة وكثرتها، لِأَنَّهُ ورد رداً على الْيَهُود فِي قَوْلهم: "يَد الله مغلولة". وَلَا يشك عَاقل أَنهم لم يقصدوا بذلك الْفِعْل الْمَعْرُوف. وَإِنَّمَا قصدُوا إمْسَاك نعمه عَنْهُم وحبسها، بإمساك الْمَطَر وَنَحْو ذَلِك، فَردَّ عَلَيْهِم بقوله: "بل يَدَاهُ مبسوطتان"، أَي بِالْخَيْرِ،

وإفاضة النعم لمن شاء۔ ولذلك قال: "ينفق كيف يشاء"۔ فبين المراد به۔

٧ وأما إرادة بسط الجوارح المعروف حقيقة فلا يتوهمه عاقل فضلا عن اعتقاده۔

فإن قيل إن كان المراد بخلقت بيدي: القدرة، لم يكن لآدم مزية: لأن الخلق كلهم بقدرته۔

قلنا المراد مزيته بالخلق في الإكرام بالأنواع التي ذكرناها۔

٨ وكذلك قوله تعالى: "مما عملت أيدينا"۔

فليس لها مزية على غيرها باعتبار الخلق وحده، بل بإعتبار ما جعل في خلقها من المنافع المعدومة في غيرها۔

٩ فإن قيل: فالقدرة شيء واحد لا يثنى ولا يجمع، وقد ثنيت وجمعت؟

قلت هذا غير ممنوع، فقد نطقت العرب بذلك بقولهم: مالك بذلك يدان۔

وفي الحديث عن يأجوج ومأجوج: "ما لأحد يدان بقتالهم"۔

فثنوا عند قصد المبالغة۔

١٠ ومنه: "بين يدي نجواكم صدقة"، و "بين يدي رحمته"۔ وأيضا فقد جاء: "يد الله" وجاء: "يداه مبسوطتان"، وجاء: "بأيدينا"۔ فلو لم يحمل على القدرة وحمل على الظاهر لزم من تصوير ذلك ما يتعالى الله عنه۔ (التنزيه فى ابطال حجج التشبيه، ص ٣٨٦ تا ٣٩٢؛ إيضاح الدليل فى قطع حجج أهل التعطيل، ص ١٥٥ تا ١٦١)

ترجمہ آیات مبارکہ میں ارشادِ خداوندی ہے:

آیت 29: ۔یا إبليس ما منعك أن تسجد لما خلقت بيدي۔ (ص:٧٥)

ترجمہ اے ابلیس! تجھے کس بات نے روکا سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں (اور قدرتِ خاصہ) سے بنایا۔

آیت 30:۔إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۔(الفتح:۱۰)

ترجمہ (اے پیغمبر!) جولوگ تم سے بیعت کررہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کررہے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

آیت 31:۔وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ (المائدۃ:۶۴)

ترجمہ اور یہودی کہتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں''۔ ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں۔اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں۔وہ جس طرح چاہتا ہے،خرچ کرتا ہے۔

آیت 32:۔فَسُبْحٰنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ○ (یٰس:۸۳)

ترجمہ غرض پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے،اور اُسی کی طرف تم سب کو آخر کار لے جایا جائے گا۔

آیت 33:۔قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ (آل عمران:۲۶)

ترجمہ کہو: ''اے اللہ! اے اقتدار کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے، اقتدار بخشتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے عزّت بخشتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے رُسوا کر دیتا ہے، تمام تر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے''۔

جاننا چاہیے کہ ''ید'' کا حقیقی معنی تو عضو جارحہ یعنی ہاتھ ہی ہے۔اس کے مجازی کئی ہیں۔

1 دلیل عقلی سے جب یہ بات ثابت ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ اعضاء وجوارح سے منزہ اور پاک ہے، کیونکہ ان سے ذاتِ باری تعالیٰ کا اجزاء سے مرکب ہونا معلوم ہوتا ہے جو محال ہے۔لہٰذا ان الفاظ کو ان معانی پر محمول کرنا لازمی ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے

لائق ہوں اور وہ اہل زبان کے ہاں مستعمل بھی ہوں، جیسے نعمت، قدرت اور احسان۔

2 نعمت: جیسا کہ اہل زبان کا قول ہے:

لفُلَانٍ عِنْدِی یَدٌ لَا أُطِیقُ شکرھا:

یعنی فلاں شخص کی میرے ہاں اتنی نعمتیں ہیں کہ میں ان کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ اور

وَلفُلَانٍ عَلیّ فلان أیادٍ یُعجز عَن شکرھا

یعنی فلاں شخص کی میرے اوپر اتنی زیادہ نعمتیں ہیں کہ ان کا شکریہ ممکن ہی نہیں ہے۔

اس سے مراد انعام اور احسان ہیں۔ ان معانی کا استعمال اس لیے ہے کہ ہاتھ نعمتوں کا ایک ذریعہ ہے تو اس کا اطلاق نعمت پر کیا جاتا ہے۔ یہاں مسبب کا اطلاق سبب پر کیا گیا ہے۔

3 قدرت: جیسا کہ اہل زبان کا قول ہے: یہ شہر تو سلطان کے ہاتھ میں ہے، اور کہا جاتا ہے: میرا معاملہ تو تیرے ہاتھ ہے۔ فلاں شخص کے ہاتھ میں امر و نہی کا معاملہ ہے۔

اور اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

آیت 34:۔ أَوْ یَعْفُوَ الَّذِی بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ۔ (البقرة:۲۳۷)

ترجمہ یا وہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، رعایت کرے۔

ان سب میں تصرف کرنے کے لحاظ سے قدرت اور تمکن مراد ہے۔ اس لیے کہ شہر، امر و نہی اور نکاح کا عقدہ (اختیار) تو حقیقی طور پر سلطان اور ولی کے ہاتھ میں نہیں ہوتا جو اس کا حقیقی ہاتھ یعنی عضوِ جارحہ ہو۔ پس اس سے یہ بات متعین ہو گئی کہ یہاں مراد قدرت اور تصرف ہے۔

4 کبھی ''ید'' کا استعمال صلہ کے طور پر پہلے مذکور کی تاکید کے لیے ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 35:۔ وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ (الاعراف:۵۷)

ترجمہ اور وہی (اللہ) ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش) کے آگے آگے ہوائیں بھیجتا ہے جو (بارش) کی خوش خبری دیتی ہیں۔

آیت 36:۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ

صَدَقَةً (المجادلة:۱۲)

ترجمہ اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ ﷺ سے تنہائی میں کوئی بات کرنا چاہو تو اپنی اس تنہائی کی بات سے پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرو۔

رحمت اور نجویٰ (سرگوشی) کا تو ہاتھ نہیں ہوتا ہے۔

5 جب یہ بات ثابت ہوگئی، تو ہم کہتے ہیں: فرمان باری تعالیٰ:

آیت 37:- يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ. (ص:۷۵)

ترجمہ -اے ابلیس! تجھے کس بات نے روکا سجدہ کرنے سے اس کو جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں (اور قدرتِ خاصہ) سے بنایا۔

اس کے تین جواب ہیں:

۱ یہاں مراد پیدائش، وجود میں لانے اور عزت وشرف کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی مزید عنایت کا بیان ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: ''اس امر کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لے''۔ ''میں نے تیری وصیت کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا''۔ اس بات میں کوئی شک ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایات حضرت آدم علیہ السلام پر، ان کی پیدائش، خلیفہ بنانے، اسماء کی تعلیم، جنت میں سکونت، سجودِ ملائکہ وغیرہ کی صورت میں بے شمار ہیں۔ اسی لیے لغت کے لحاظ سے مزید عنایات کے اظہار کے لیے اس خصوصی لفظ کا انتخاب کیا گیا۔

۲ یہاں ''بِيَدَيَّ'' سے مراد قدرت ہے۔ اس لیے کہ اکثر انسان کی قدرت کا اظہار اس کے ہاتھوں کے تصرف سے ہی ہوتا ہے۔ اور تثنیہ کے صیغہ کا استعمال قدرت کے عظیم ہونے کے لحاظ سے ہے۔ اس لیے کہ دو ہاتھ ایک سے زیادہ کے لیے ہیں۔

۳ دونوں ہاتھوں کا ذکر اللہ تعالیٰ کی تخصیص بیان کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔ اس کا معنی ہے: میں نے ہی اس کو بنایا ہے، کسی اور نے نہیں۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 38:- ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (الحج:۱۰)

ترجمہ یہ سب کچھ تیرے اُس کرتوت کا بدلہ ہے جو تو نے اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجا تھا۔ اور

یہ بات طے ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم ڈھانے والا نہیں ہے۔
یعنی جو تو نے اپنے اعمال کو آگے بھیجا ہے۔ اور اسی معنی میں اہل زبان کا یہ قول بھی ہے:
"یداك أوْ كتا": یعنی تو نے ہی ایسا کیا ہے۔
6 فرمان باری تعالیٰ:
آیت 39:۔اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ (الفتح:١٠)
ترجمہ (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔
حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا احسان اور منت ہے۔
7 اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:
آیت 40:۔وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ ۭ (المائدۃ:٦٤)
ترجمہ اور یہودی کہتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"۔ ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں۔ اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے، خرچ کرتا ہے۔
کوئی عاقل اس میں شک نہیں کرسکتا کہ یہاں مراد "نعمت اور اس کی کثرت" ہے۔
اس لیے کہ اس آیت میں یہود کے اس قول: "يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ" کا رد ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ ان یہود کا مقصد ہی "بخل" معروف سے تھا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے اوپر نعمتوں کی بندش، بارش کا نہ ہونا وغیرہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رد "بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ" سے فرمایا۔ یعنی خیر و برکت اور نعمتوں کا عطا کرنا ان پر جن پر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہو۔ اسی لیے فرمایا: "يُنْفِقُ

کَیۡفَ یَشَآءُ ''۔پس اس سے مراد واضح ہوگئی۔رہا معروف جوارح کا حقیقی معنی یعنی حسی ہاتھ،تو کوئی عاقل اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا چہ جائیکہ وہ اس کا اعتقاد بھی رکھے۔

8 اگر کوئی یہ کہے:اگر ''لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ '' سے قدرت مراد ہے،تو اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی کوئی فضیلت اور مزیت ثابت نہیں ہوتی ، کیونکہ مخلوق ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی پیدا ہوئی ہے۔

جواب میں کہتا ہوں کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی فضیلت اور مزیت ثابت ہوتی ہے،ان انواع سے جس کا ذکر میں نے اوپر کر دیا ہے۔اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان:

آیت 41:۔اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا خَلَقۡنَا لَهُمۡ مِّمَّا عَمِلَتۡ اَیۡدِیۡنَاۤ اَنۡعَامًا فَهُمۡ لَهَا مٰلِکُوۡنَ ۝ (یس:۷۱)

ترجمہ اور کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی چیزوں میں سے اُن کے لیے مویشی پیدا کیے،اور یہ ان کے مالک بنے ہوئے ہیں۔

اس آیت میں انعام (مویشیوں) کو پیدائش کے لحاظ سے دوسروں پر کوئی خاص فضیلت نہیں ہے، بلکہ اس اعتبار سے ان کو دوسروں پر فضیلت ہے جو ان کے اندر منافع ہیں اور وہ دوسروں میں نہیں ہیں۔

9 اگر کوئی کہے: قدرت تو ایک ہی ہے،جس کی تثنیہ اور جمع نہیں ہے۔پھر اس کو تثنیہ اور جمع کی صورت میں کیوں بیان کیا گیا ہے؟

جواب میں کہتا ہوں: ایسا ممنوع نہیں ہے۔اہل عرب کے اقوال اس کے متعلق ناطق ہیں۔ ان کا قول ہے: ''مالك بذلك يدان ''یعنی تیرے پاس اس کی طاقت نہیں ہے۔
یاجوج ماجوج کی حدیث میں ہے:

حدیث 8:۔إِذۡ أَوۡحَى اللهُ إِلَى عِيسَى:إِنِّي قَدۡ أَخۡرَجۡتُ عِبَادًا لِي، لَا يَدَانِ لِأَحَدٍ بِقِتَالِهِمۡ، فَحَرِّزۡ عِبَادِي إِلَى الطُّورِ وَيَبۡعَثُ اللهُ يَأۡجُوجَ وَمَأۡجُوجَ وَهُمۡ مِنۡ كُلِّ حَدَبٍ يَنۡسِلُونَ.الحديث۔ (مسلم رقم الحديث:۷ ۲۹۳:۱۱۰)

ترجمہ حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کریں گے:''اے عیسیٰ!

میں ایسے بندوں کو نکالوں گا جن سے مقابلہ کرنے کی طاقت کسی میں بھی نہیں ہے۔ لہٰذا میرے بندوں کو طور پہاڑ پر جمع کرلو"۔اور اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو اٹھائیں گے اور وہ ہر اونچی جگہ سے پھسل رہے ہوں گے۔

اس حدیث میں تثنیہ کا صیغہ مبالغہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

10 اور اسی معنیٰ میں یہ آیات بھی ہیں:

آیت 42:۔وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ (الاعراف:۵۷)

ترجمہ اور وہی (اللہ) ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش) کے آگے آگے ہوائیں بھیجتا ہے جو (بارش) کی خوش خبری دیتی ہیں۔

آیت 43:۔يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (المجادلۃ:۱۲)

ترجمہ اے ایمان والو! جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں کوئی بات کرنا چاہو تو اپنی اس تنہائی کی بات سے پہلے کچھ صدقہ کردیا کرو۔

اسی معنیٰ میں بھی یہ آیات آئی ہیں:

آیت 44:۔وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭغُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘبَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙيُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاۗءُ (المائدۃ:۶۴)

ترجمہ اور یہودی کہتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"۔ ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں۔ اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں۔ وہ جس طرح چاہتا ہے، خرچ کرتا ہے۔

آیت 45:۔اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (یٰس:۷۱)

ترجمہ اور کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی چیزوں میں سے اُن کے لیے مویشی پیدا کیے، اور یہ ان کے مالک بنے ہوئے ہیں۔

ان آیات میں واحد، تثنیہ اور جمع کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں۔ اگر ان آیات میں

ہاتھ سے مراد قدرت نہ لی جائے اور ان آیات کو ظاہری معنی ہی پر محمول کیا جائے تو ان سے جو تصویر ذہن میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور اعلیٰ ہیں۔

8.6:۔مَا ذُكِرَ فِي الْوَجْهِ (صفتِ وجہ کے بیان میں)

آیت 46:۔وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ (الرحمن:۲۷)

ترجمہ بس باقی رہے گی ذات تیرے پروردگار کی جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔

آیت 47:۔كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ (القصص:۸۸)

ترجمہ سوائے ذاتِ خداوندی کے ہر چیز اپنی ذات سے فانی اور معدوم ہے۔

آیت 48:۔وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ۔ (الروم:۳۹)

ترجمہ اور جو تم زکوٰۃ (اور خیرات) دو جس سے تمہارا مقصود محض اللہ کی رضامندی اور خوشنودی ہو۔

آیت 49:۔إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ۔ (الدہر:۹)

ترجمہ (اے لوگو!) ہم تم کو کھلاتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے۔

آیت 50:۔وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ۔ (الرعد:۲۲)

ترجمہ اور جن لوگوں نے محض اپنے پروردگار کی خوشنودی طلب کرنے کے لیے (جادۂ طاعت پر قائم رہنے میں) صبر کیا۔

آیت 51:۔إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلٰى۔ (الیل:۲۰)

ترجمہ بجز اس کے کہ اپنے ربِّ اعلیٰ کی خوشنودی طلب کرنا ہے۔

آیت 52:۔يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ۔ (الانعام:۵۲)

ترجمہ صرف اس کی ذاتِ پاک (یعنی صرف اس کی رضامندی اور خوشنودی) کے طلب گار ہیں۔

1 حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عنوان باندھا ہے:

1 مَا جَاءَ فِي إِثْبَاتِ الْوَجْهِ صِفَةً لَا مِنْ حَيْثُ الصُّورَةِ لِوُرُودِ خَبَرِ الصَّادِقِ بِهِ۔ (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۸۱)

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے لیے چہرے کا اثبات۔ یہ صفت ہے نہ کہ صورت کے لحاظ۔ اس بارے میں صادق کی سچی خبر موجود ہے۔

حدیث 9:۔أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ، قَالَ: ثنا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ قَالَ: ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الصَّاغَانِيُّ، ثنا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، ثنا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ، حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي نُعَيْمٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يُصَلِّي يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ مُقْبِلٌ عَلَى عَبْدِهِ بِوَجْهِهِ مَا أَقْبَلَ إِلَيْهِ فَإِذَا الْتَفَتَ انْصَرَفَ عَنْهُ".

قُلْتُ: "لَيْسَ فِي صِفَاتِ ذَاتِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ إِقْبَالٌ وَلَا إِعْرَاضٌ وَلَا صَرْفٌ وَإِنَّمَا ذَٰلِكَ فِي صِفَاتِ فِعْلِهِ، وَكَأَنَّ الرَّحْمَةَ الَّتِي لِلْوَجْهِ تَعَلَّقُ بِهَا تَعَلُّقَ الصِّفَةِ بِمُقْتَضَاهَا، تَأْتِيهِ مِنْ قِبَلِ وَجْهِ الْمُصَلِّي، فَعَبَّرَ عَنْ إِقْبَالِ تِلْكَ الرَّحْمَةِ وَصَرْفِهَا بِإِقْبَالِ الْوَجْهِ وَصَرْفِهِ لِتَعَلُّقِ الْوَجْهِ الَّذِي هُوَ صِفَةٌ بِهَا، وَاللهُ أَعْلَمُ"۔ (الأسماء والصفات للبيهقي، ج ۲ ص ۸۹، ۹۰ رقم 656)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا جو نماز میں ادھر اُدھر توجہ کر رہا تھا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی طرف متوجہ رہتے ہیں جب تک بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ جب وہ اپنی توجہ کو ہٹا دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی توجہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں''۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ کی ذات کا اقبال واعراض وتصریف (منہ پھیر کر توجہ کرنا، منہ موڑ کر توجہ ہٹانا، ادھر اُدھر منہ پھیرنا) ہے۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی صفت فعلی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا متوجہ ہونا ہے جس کا اس کی صفت رحمت سے تعلق ہے۔ یہ صفت رحمت نمازی کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ جس کو اس حدیث میں اللہ کی رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پس اللہ

تعالیٰ کے چہرے کا متوجہ ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا متوجہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے چہرہ کا منہ پھیر لینا گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دور ہو جاتا ہے۔

3 وَالَّذِي يُبَيِّنُ صِحَّةَ هٰذَا التَّأْوِيلِ:

مَا أَخْبَرَنَا أَبُو طَاهِرٍ الْفَقِيهُ، أَخْبَرَنَا أَبُو حَامِدِ بْنُ بِلَالٍ، ثنا يَحْيَى بْنُ الرَّبِيعِ الْمَكِّيُّ، ثنا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَإِنَّ الرَّحْمَةَ تُوَاجِهُهُ فَلَا يَمَسَّ الْحَصَا".

قُلْتُ: وَشَائِعٌ فِي كَلَامِ النَّاسِ: الْأَمِيرُ مُقْبِلٌ عَلَى فُلَانٍ، وَهُمْ يُرِيدُونَ بِهِ إِقْبَالَهُ عَلَيْهِ بِالْإِحْسَانِ، وَمُعْرِضٌ عَنْ فُلَانٍ وَهُمْ يُرِيدُونَ بِهِ تَرْكَ إِحْسَانِهِ إِلَيْهِ، وَصَرْفَ إِنْعَامِهِ عَنْهُ. وَاللهُ أَعْلَمُ.

(کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۹۰ رقم ۶۵۷)

ترجمہ یہ حدیث اس تاویل کی صحت کی دلیل ہے:

حدیث 10:۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی شخص نماز ادا کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ پس وہ کنکریوں کو ہرگز نہ چھوئے''۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لوگوں کے کلام میں یہ بات شائع وذائع ہے: ''امیر فلاں شخص پر متوجہ ہے''۔ لوگوں کی مراد اس سے یہ ہوتی ہے کہ امیر اپنے جودوکرم اور احسان سے اس پر متوجہ ہے۔ اور ''امیر فلاں شخص سے منہ پھیرے ہوئے ہے''۔ اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ امیر نے فلاں شخص سے انعام واحسان کا ہاتھ کھینچ لیا ہے۔

4 وَأَمَّا نُورُ الْوَجْهِ فَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُهُمْ فِي ذٰلِكَ بِمَا:

أَخْبَرَنَا الْأُسْتَاذُ أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ فُورَكٍ، أنا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ، ثنا يُونُسُ بْنُ حَبِيبٍ، ثنا أَبُو دَاوُدَ، ثنا شُعْبَةُ وَالْمَسْعُودِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عُبَيْدَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَنَامُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَنَامَ، يَخْفِضُ الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُرْفَعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ، وَعَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ". زَادَ الْمَسْعُودِيُّ: "وَحِجَابُهُ النَّارُ لَوْ كَشَفَهَا لَأَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ كُلَّ شَيْءٍ أَدْرَكَهُ بَصَرُهُ". ثُمَّ قَرَأَ أَبُو عُبَيْدَةَ: "بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" (النمل: ۸). أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي الصَّحِيحِ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ عَنْ شُعْبَةَ. وَأَخْرَجَهُ بِطُولِهِ مِنْ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ دُونَ قِرَاءَةِ أَبِي عُبَيْدَةَ.

أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ الْكَارِزِيُّ، أَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، قَالَ: قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ: يُقَالُ: السُّبْحَةُ إِنَّهَا جَلَالُ وَجْهِهِ وَنُورُهُ، وَمِنْهُ قِيلَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ إِنَّمَا هُوَ تَعْظِيمٌ لَهُ وَتَنْزِيهٌ. قُلْتُ: إِذَا كَانَ قَوْلُهُ: سُبُحَاتُ مِنَ التَّسْبِيحِ، وَالتَّسْبِيحُ تَنْزِيهُ اللّٰهِ تَعَالَى عَنْ كُلِّ سُوءٍ، فَلَيْسَ فِيهِ إِثْبَاتُ النُّورِ لِلْوَجْهِ وَإِنَّمَا فِيهِ أَنَّهُ لَوْ كَشَفَ الْحِجَابَ الَّذِي عَلَى أَعْيُنِ النَّاسِ وَلَمْ يُثَبِّتْهُمْ لِرُؤْيَتِهِ لَاحْتَرَقُوا. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

وَفِيهِ عِبَارَةٌ أُخْرَى وَهِيَ أَنَّهُ لَوْ كَشَفَ عَنْهُمُ الْحِجَابَ لَأَفْنَى جَلَالُهُ وَهَيْبَتُهُ وَقَهْرُهُ مَا أَدْرَكَهُ بَصَرُهُ. يَعْنِي كُلَّ مَا أَوْجَدَهُ مِنَ الْعَرْشِ إِلَى الثَّرَى. فَلَا نِهَايَةَ لِبَصَرِهِ. (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۰۷، ۱۰۸ رقم ۶۷۱، ۶۷۲)

ترجمہ — اللہ تعالیٰ کے چہرے کا نور: بعض حضرات نے اس بارے میں اس حدیث سے دلیل پکڑی ہے۔

حدیث 11: ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ سوتے نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی شان کے لائق ہے کہ وہ سو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ترازو کو پست و بالا کرتے رہتے ہیں۔ اس کی طرف رات کے عمل دن کو بلند ہوتے ہیں اور دن کے عمل رات کو بلند ہوتے ہیں“۔

اس حدیث کے راوی مسعودی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں یہ الفاظ بھی زیادہ روایت کیے ہیں:

''اس کا حجاب نور کا ہے۔ اگر وہ اس کو کھول دے تو اللہ تعالیٰ کے چہرے کے انوار ہر چیز کو جلا کر رکھ دیں جس کا آنکھ ادراک کر سکتی ہو''۔ پھر ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت پڑھی:

آیت 53:۔ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (النمل:۸)

ترجمہ برکت ہوا اُن پر بھی جو اس آگ کے اندر ہیں، اور اُس پر بھی جو اس کے آس پاس ہے۔ اور پاک ہے اللہ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

حضرت ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث میں فرمایا ہے: کہا جاتا ہے: ''السُّبُحَةُ'' اللہ تعالیٰ کے چہرے کے جلال اور اس کے نور کو کہتے ہیں۔ اور اسی سے ماخوذ ''سُبْحَانَ اللهِ'' کو بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لفظ تو اس کی تعظیم اور تنزیہ کو بیان کرتا ہے۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب ''سُبُحَاتُ'' کا لفظ تسبیح سے ماخوذ ہے۔ اور تسبیح کے لفظ سے تو اللہ تعالیٰ کی ہر ناپسندیدہ چیز سے تنزیہ و پاکی بیان کرنا ہے۔ لہٰذا اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کے چہرے کے لیے نور کا اثبات نہیں ہے۔ اس میں تو یہ بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی آنکھوں سے وہ پردہ ہٹا دیں تو لوگ اللہ تعالیٰ کی رؤیت کو نہیں سہار سکیں گے اور وہ ان کو جلا ڈالیں گے۔

اس کو ایک دوسرے انداز میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے: اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے حجاب کو دور کر دے، تو اللہ تعالیٰ کا جلال، اس کی ہیبت، اور اس کا قہر ان کو فنا و برباد کر کے رکھ دے۔ مخلوق (جس کو اللہ تعالیٰ نے عرش سے زمین کی تہہ تک پیدا کیا ہے) کی نگاہ اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ پس نگاہ کے لیے کوئی حد و نہایت نہیں ہے۔

نوٹ سُبْحَةُ اللهِ: اللہ تعالیٰ کا جلال۔ ج: سُبُحَاتُ، سُبُحَاتُ وَجْهِ اللهِ: اللہ تعالیٰ کے انوار یا وہ دلائل عظمت جن سے باری تعالیٰ کی تقدیس کی جائے۔ (مصباح اللغات ص ۳۵۶)

2 حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال اللہ تعالی: "ویبقی وجه ربك ذو الجلال والإکرام"۔ (الرحمن:۲۷)

قال المفسرون: معناه يبقى ربك، وكذا قالوا في قوله: "يريدون وجهه" (الأنعام: ٥٢) أي يريدونه.
وقال الضحاك وأبو عبيدة في قوله: كل شيءٍ هالك إلا وجهه (القصص: ٨٨)، أي إلا هو۔
وقد ذهب الذين أنكرنا عليهم إلى أن الوجه صفة تختص باسم زائد على الذات.
قلت: فمن أين قالوا هذا وليس لهم دليل إلا ما عرفوه من الحسيات ....؟ وذلك يوجب التبعيض، ولو كان كما قالوا: كان المعني: أن ذاته تهلك إلا وجهه. وقال ابن حامد (المجسم): أثبتنا الله وجهاً ولا نجوّز إثبات رأس۔
قلت: ولقد اقشعر بدني من جراءته على ذكر هذا فما أعوزه في التشبيه غير الرأس۔
(دَفعُ شُبه التَشبِيهِ بِأكُفِ التَنزِيهِ ص ۱۱۳، تحقیق حسن السقّاف، طبع دارالامام الرواس بیروت، لبنان ۲۰۰۷ء)

ترجمہ: قرآن مجید کی آیت: ''وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ'' کی تفسیر میں مفسرین کرام رحمہم اللہ نے کہا کہ آپ کا رب باقی رہے گا۔ اسی طرح مفسرین نے اس آیت کی تفسیر: ''يُرِيدُونَ وَجْهَهُ۔ (الأنعام: ۵۲)'' میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوعبیدہ رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ۔ (القصص: ۸۸)''۔ مگر اس کی ذات۔
جن لوگوں پر ہم نے (اوپر) نکیر کی ہے، انہوں نے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ وجہ (چہرہ) اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت ہے جو ذات پر زائد چیز کا نام ہے۔ یہ بات انہوں نے کہاں سے کہی؟ حالانکہ اس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے سوائے محسوسات کے۔ اور یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے لیے وجہ (چہرہ) اور ید (ہاتھ) وغیرہ کو اس طرح مانتے

ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے حصے ہونا (تبعیض) ثابت ہو۔ اگر ان کی بات درست ہو تو آیت کا مطلب یہ بنے گا کہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کے سوا اس کی ذات ہلاک ہو سکتی ہے۔ اور ابن حامد نے کہا کہ ہم نے اس آیت سے اللہ تعالیٰ کے لیے چہرے کا اثبات کیا۔ البتہ سر کا اثبات جائز نہیں کیونکہ آیت میں چہرے کا ذکر ہے، سر کا نہیں۔

3 علامہ بدرالدین ابن جماعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قَوْله تَعَالَىٰ: "يُرِيدُونَ وَجهه"، "وَيبقى وَجه رَبك"، "كل شَيْء هَالك إِلَّا وَجهه"، "يُرِيدُونَ وَجه الله". وَمَا ورد فِيهِ

اعْلَم أَنه أُطلق الْوَجْه فِي هٰذِه الْآيَات، وَالْمرَاد بِهِ الذَّات المقدسة. وَعبر عَنْهَا بِالْوَجْهِ على عَادَة الْعَرَب الَّذين نزل الْقُرْآن بلغتهم. يَقُول أحدهم: فعلت لوجهك أَي لَك.

وَإِنَّمَا كنى عَن الذَّات بِالْوَجْهِ، لِأَنَّهُ هُوَ المرئي الظَّاهِر من الْإِنْسَان غَالِباً. وَبِه يتَمَيَّز الْإِنْسَان عَن غَيره. وَلِأَن الرَّأْس وَالْوَجْه مَوضِع الْفَهم وَالْعقل والحس الْمَقْصُود من الذَّات، وَلِأَن الْوَجْه مَخْصُوص بمزِيد الْحسن وَالْجمال. وَيظْهر عَلَيْهِ مَا فِي الْقلب من رَضِي وَغَضب. فَأطلق على الذَّات مجَازًا. وَقد يعبر بِالْوَجْهِ عَن الرِّضَا. وَسبب الْكِنَايَة بِهِ عَنهُ أَن الْإِنْسَان إِذا رَضِي بالشَّيْء وَمَال إِلَيْهِ أقبل بِوَجْهِهِ عَلَيْهِ. وَإِذا كرهه أعرض عَنهُ فكنى بِالْوَجْهِ عَن الرِّضَا.

إِذا أثبت ذَلِك تعين صرف الْوَجْه إِلَى الذَّات فِي قَوْله: "وَيبقى وَجه رَبك"، و"كل شَيْء هَالك إِلَّا وَجهه"، وَلَا يجوز إِرَادَة ظَاهره حَقِيقَة لوجوه:

الأول: أَن الْمَوْصُوف بِالْبَقَاءِ عِنْد فنَاء الْخلق إِنَّمَا الذَّات المقدسة لَا مُجَرّد الْوَجْه لِأَنَّهُ لَو أُرِيد ذَلِك لزم مِنْهُ هَلَاك مَا سوى الْوَجْه. تَعَالَى الله عَن

ذٰلِك وتقدس۔

الْوَجْه الثَّانِي: قَوْله: "فأينما تولّوا فثم وَجه الله"، لَو أُرِيد الْوَجْه نَفسه لزم وجوده فِي جَوَانِب الأَرْض، وَيلْزم حُصُول ذَات وَاحِدَة فِي أَمَاكِن كَثِيرَة مُتَفَرِّقَة متباعدة، وَهُوَ محَال اتِّفَاقًا۔

الْوَجْه الثَّالِث: أَنه وصف الْوَجْه بِذِي الْجلَال وَالْإِكْرَام، والموصوف بذلك هُوَ الله تَعَالَى بِدَلِيل قَوْله: "تبَارك اسْم رَبك ذِي الْجلَال وَالْإِكْرَام"، فَإِنَّهُ صفة للرب۔

وبدليل مَا ورد فِي الدُّعَاء: "يَا ذَا الْجلَال وَالْإِكْرَام"۔ فَدلَّ فِي تِلْكَ الْآيَة على أَنه وصف للذات لَا للْوَجْه خَاصَّة، لِأَن الْقُرْآن يُفَسر بعضه بَعْضًا۔

وَقَوله تَعَالَى: "يُرِيدُونَ وَجه الله"، و "إِنَّمَا نطعمكم لوجه الله"۔ فَالْمُرَاد بذلك، وَالله أعلم، تَحْصِيل رِضَاهُ تَعَالَى كَمَا تقدم، لِأَن الْإِرَادَة فِي قَوْله تَعَالَى: "يُرِيدُونَ وَجهه"۔ لَا تتَعَلَّق بِحُصُول نفس الذَّات بمجردها، وَلَا نفس ظَاهر الْوَجْه بِمُجَرَّدِهِ، وَإِنَّمَا تتَعَلَّق بِحُصُول مُرَاد يحصل لَهُم دُخُوله فِي الْوُجُود وَذَلِكَ فِي الذَّات أَو الْوَجْه الْقَدِيم الأزلي محَال. فَدلَّ على أَن الْمُرَاد حُصُول شَيْء مِنْهُ وَهُوَ رِضَاهُ عَنْهُم۔ وَعبر فِيهِ بِالْوَجْهِ كَمَا تقدم أَن الراضي يقبل بِوَجْه على من رضيه۔

وَقيل الْمُرَاد بِالْوَجْهِ: الْقَصْد۔ وَمِنْه قَول الشَّاعِر: رب الْعباد إِلَيْهِ الْوَجْه وَالْعَمَل۔

وَقيل فِي قَوْله تَعَالَى: "إِنَّمَا نطعمكم لوجه الله"، أَي لرضاه كَمَا تقدم أَن الْمُرَاد حُصُول رِضَاهُ۔

فَإِن قيل إِضَافَة الْوَجْه إِلَى الرب يشْعر بِأَن الْمُضَاف غير الْمُضَاف إِلَيْهِ۔

قُلْنَا: الْجَواب: لما تقدم من امْتنَاع ذَلِك للإلزامات الْمَذْكُورَة۔

وَقَول من قَالَ: الْمُرَاد صفة لَا يعقل مَعْنَاهَا مَرْدُود بِمَا قدمْنَاهُ، أَن

الْقُرْآن كتاب مُبين وَبَيَان للنَّاس وَهدى. وَأَنه بِلِسَان عَرَبِيّ مُبين، وَالْوَجْه فِي اللُّغَة الْعَرَبِيَّة إِمَّا الْعُضْو، وَقدمنَا أَنه محَال، أَو الذَّات، أَو الرِّضَا، كَمَا ذكرنَا. فَمن ادّعى مرَاداً لَا يعقل لُغَةً وَلَا عرفاً. فَلَا دَلِيل عَلَيْهِ لَا عقلاً وَلَا نقلًا۔ (التنزیه فی ابطال حجج التشبیه ص ۳۸۱ تا ۳۸۵؛ إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل، ص ۱۵۲ تا ۱۵۵)

ترجمہ

آیت 54:۔ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ۔ (الأنعام: ۵۲)

ترجمہ صرف اس کی ذاتِ پاک (یعنی صرف اس کی رضامندی اور خوشنودی) کے طلب گار ہیں۔

آیت 55:۔ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ (الرحمن: ۲۷)

ترجمہ بس باقی رہے گی ذات تیرے پروردگار کی جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔

آیت 56:۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ۔ (القصص: ۸۸)

ترجمہ سوائے ذاتِ خداوندی کے ہر چیز اپنی ذات سے فانی اور معدوم ہے۔

آیت 57:۔ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ (الروم: ۳۸)

ترجمہ لہٰذا تم رشتہ دار کو اس کا حق دو، اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہیں، ان کے لیے یہ بہتر ہے، اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

یہ بات جاننی چاہیے کہ ان آیات کریمہ میں ''وجہ'' (چہرے) کا اطلاق کیا گیا ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ ذات کی تعبیر چہرہ سے اہل عرب کی عادت کے مطابق اس لیے کی گئی ہے کہ قرآن پاک اہل عرب ہی کی لغت میں نازل ہوا ہے۔ اہل عرب کہتے ہیں: فعلت لوجهك أي لَكَ: میں نے تیرے چہرہ کے لیے ایسا کیا یعنی تیرے ہی لیے کیا ہے۔

ذات کی تعبیر چہرے سے اس لیے کی جاتی ہے کہ چہرہ ہی انسان کے ظاہر میں سے عام طور پر دکھائی دینے والا ہوتا ہے۔ اسی سے ہی انسان کی دوسروں سے پہچان ہوتی

ہے۔اس لیے بھی کہ سر اور چہرہ ہی فہم وفراست، عقل وشعور اور احساس کا مرکز ہے۔
یہی ذات سے مقصود ہوتا ہے۔اس لیے بھی کہ چہرہ حسن وجمال کے نکھار کے لیے
مخصوص ہے۔ چہرے ہی سے دل میں موجود رضا اور غضب کا اظہار ہوتا ہے۔اس
لیے مجازی طور پر ذات کا اطلاق چہرہ ہی سے کیا جاتا ہے۔کبھی رضا کی تعبیر بھی چہرہ
سے کی جاتی ہے۔اس کنایہ کا سبب یہ ہوتا ہے کہ انسان جب کسی چیز سے راضی ہوتا
ہے اور اپنا میلان اس کی طرف کرلیتا ہے، تو اپنے چہرے کے ساتھ اس کی طرف
متوجہ ہوتا ہے۔اور جب کسی چیز سے ناراض ہوتا ہے تو اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔اس
لیے چہرہ رضا کے لیے کنایہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔

۲ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اس سے یہ بات متعین ہوگئی کہ ''وجہ'' سے مراد ان آیات
میں ذات باری تعالیٰ ہی ہے:

آیت 58:۔ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ (الرحمن:۲۷)

ترجمہ بس باقی رہے گی ذات تیرے پروردگار کی جو بزرگی اور عظمت والا ہے۔

آیت 59:۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص:۸۸)

ترجمہ سوائے ذاتِ خداوندی کے ہر چیز اپنی ذات سے فانی اور معدوم ہے۔

ان آیات میں کئی وجوہ سے حقیقی طور پر ظاہر مراد نہیں ہے:

اول مخلوق کی فنا کے وقت بقا کی صفت سے متصف تو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ ہے، نہ کہ
صرف چہرہ۔اس لیے کہ اگر صرف چہرہ ہی مراد لیا جائے تو اس سے یہ بات لازم آئے
گی کہ چہرے کے سوا سب کچھ ہلاک ہوجائے گا۔اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت
بلند وبالا اور مقدس ہے۔

ثانی اگر اس آیت کریمہ:

آیت 60:۔ وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ
عَلِيمٌ ○ (البقرہ:۱۱۵)

ترجمہ اور مشرق اور مغرب سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں۔لہٰذا جس طرف بھی رُخ کروگے،
وہیں اللہ تعالیٰ کا رُخ ہے۔بیشک اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا، بڑا علم رکھنے والا ہے۔

میں اگر "وجہ" (چہرہ) ہی کا معنی لیا جائے تو چہرے کا وجود زمین کی تمام اطراف میں ہونا لازم آئے گا۔ اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ ایک ہی ذات دور دراز کے متفرق مقامات پر ہو اور یہ بالاتفاق محال ہے۔

ثالث اگر "وجہ" کو ذوالجلال والاکرام سے متصف کیا جائے، تو اس صفت سے موصوف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہوگی۔ اس کی دلیل یہی قول باری تعالیٰ ہے:

آیت 60:۔ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ (الرحمن:۲۷)

ترجمہ بڑا نام ہے تمہارے پروردگار کا جو عظمت والا بھی ہے، کرم والا بھی۔

اس لیے کہ یہ رب العزت کی صفت ہے۔

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے:

حدیث 12:۔ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُؤَمَّلُ، عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "أَلِظُّوا بِيَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ"۔

هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ بِمَحْفُوظٍ۔ وَإِنَّمَا يُرْوَىٰ هٰذَا عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ، عَنْ حُمَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهٰذَا أَصَحُّ۔ وَمُؤَمَّلٌ غَلِطَ فِيهِ فَقَالَ: عَنْ حُمَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، وَلَا يُتَابَعُ فِيهِ۔ (صحیح: ترمذی: رقم 3525)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اپنی دعاؤں میں: "يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ" (اے عظمت والے اور کرم والے) کو لازم کر لو۔

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہاں ذات باری تعالیٰ کی صفت بیان کی گئی ہے، نہ کہ خاص چہرہ کی۔ اس لیے کہ قرآن مجید کی بعض آیات دوسری بعض آیات کی تفسیر بیان کرتی ہیں۔

۳ اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات:

آیت 62:۔ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللهِ۔ (الروم:۳۸)

ترجمہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہیں۔

آیت 63:۔ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللهِ۔ (الروم:۳۹)

ترجمہ جس سے تمہارا مقصود محض اللہ کی رضا مندی اور خوشنودی ہو۔

آیت 64:۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ. (الإنسان:۹)

ترجمہ (اے لوگو!) ہم تم کو کھلاتے ہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔اس لیے کہ ارادے کا حصول، اس فرمان باری تعالیٰ: يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللهِ. (الروم:۳۸) میں تو صرف ذات ہی سے ممکن ہے، نہ کہ صرف چہرے سے۔مراد کا حصول تو وجود میں آنے سے ہی ہوتا ہے اور وہ ذات میں ہی ہے۔یا کہ وجہ سے جو قدیم اورازلی ہے؟ جو کہ محال ہے۔لہٰذا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مراد اس سے کسی اس چیز کا اس سے حصول ہے، اور وہ اس کا ان سے راضی ہونا ہے۔اس کی یہاں چہرہ سے تعبیر کی گئی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، کہ راضی ہونے والا اپنے چہرے سے اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس سے راضی ہو۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''وجہ'' سے مراد: قصد (ارادہ کرنا) ہے۔اسی معنی میں شاعر کا یہ قول ہے: رب الْعباد إِلَيْهِ الْوجه وَالْعَمَل.

ترجمہ قصدوارادہ اور عمل اسی کی طرف جاتا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ. (الإنسان:۹)'' سے مراد اس کی رضا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس سے مراد اس کی حصولِ رضا ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہاں ''وجہ'' کی اضافت ''رب'' کی طرف ہے جو اس کو بتلاتی ہے کہ یہاں ''مضاف''،''مضاف الیہ'' سے غیر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے کہ ایسا کہنا ممنوع ہے ان الزامات کی وجہ سے جو پہلے گزر چکے ہیں۔

اس شخص کا قول، جس نے یہ کہا: اس سے مراد صفت ہے جس کے معنی کو سمجھا نہیں جا سکتا، مردود ہے ان وجوہات کی وجہ جو پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ قرآن مجید کتاب مبین یعنی بیان کرنے والی کتاب ہے، لوگوں کے لیے بیان اور ہدایت ہے، یہ فصیح عربی زبان میں نازل ہوئی ہے۔ ''وجہ'' کا معنی عربی لغت میں اس کا معنی ''عضو''

ہے، ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ محال ہے، یا ذات ہے، یا رضا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی مراد کو لغت اور عرف کے لحاظ سے سمجھا نہیں جا سکتا، تو اس کے اس قول پر کوئی عقلی اور نقلی دلیل نہیں ہے۔

8.7:۔ بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْعَيْنِ (صفتِ عین کے بیان میں)

آیت 65:۔ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَيْنِيْ۔ (طٰہٰ:۳۹)

ترجمہ اور تا کہ تو (اے موسیٰ) میری آنکھ کے سامنے پرورش کیا جائے (یعنی تا کہ تیری پرورش میری نگرانی اور نگہبانی میں ہو)۔

آیت 66:۔ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ (الطور:۴۸)

ترجمہ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہماری حفاظت میں ہیں (پھر کس بات کا ڈر ہے)۔

آیت 67:۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا۔ (ھود:۳۷)

ترجمہ اور ہماری نظروں کے سامنے ہمارے حکم کے مطابق کشتی بناؤ۔

(ہم تم کو بتلائیں گے کہ کشتی کس طرح بنائی جاتی ہے، کیونکہ اس سے قبل کشتی کا وجود ہی نہ تھا۔ "بِأَعْيُنِنَا" کا مطلب یہ ہے کہ بے فکر ہو کر کشتی تیار کرو۔ ہماری نظرہائے عنایت و حفاظت ہر طرف تم کو اور تمہاری کشتی کو محیط ہو گی جس کے ذریعے سے تم اور تمہارے متبعین طوفان سے محفوظ رہیں گے۔ طوفان کے وقت اصل محافظ ہماری نظرِ عنایت ہو گی۔ لہٰذا جب کشتی تیار ہو جائے تو تم ہمارا نام لے کر اس میں سوار ہو جانا اور ہماری نظرِ عنایت پر نظر رکھنا، کشتی پر اعتماد نہ کرنا۔ ہماری حفاظت اور نظرِ عنایت کے بغیر کشتی بذاتِ خود کسی کو نہیں بچا سکتی)۔ (معارف القرآن کاندھلویؒ)

آیت 68:۔ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا۔ (القمر:۱۴)

ترجمہ جو چل رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے (ہماری حفاظت و نگرانی میں)۔

1 حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ باب قائم فرماتے ہیں:

بَابُ مَا جَاءَ فِي إِثْبَاتِ الْعَيْنِ صِفَةً لَا مِنْ حَيْثُ الْحَدَقَةِ۔

ترجمہ "عین" (آنکھ) کے اثبات کے بارے میں باب جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، نہ اس لحاظ سے کہ وہ حدقہ (آنکھ کی سیاہی) ہے۔

قُلْتُ: وَمِنْ أَصْحَابِنَا مَنْ حَمَلَ الْعَيْنَ الْمَذْكُورَةَ فِي الْكِتَابِ عَلَى الرُّؤْيَةِ، وَقَالَ: قَوْلُهُ: (وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي)(طه:۳۹)۔ مَعْنَاهُ: بِمَرْأًى مِنِّي۔ وَقَوْلُهُ: (وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا)(الطور:۴۸)۔ أَيْ: بِمَرْأًى مِنَّا۔ وَكَذٰلِكَ قَوْلُهُ: (تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا)(القمر:۱۴)۔ وَقَدْ يَكُونُ ذٰلِكَ مِنْ صِفَاتِ الذَّاتِ وَتَكُونُ صِفَةً وَاحِدَةً وَالْجَمْعُ فِيهَا عَلَى مَعْنَى التَّعْظِيمِ، كَقَوْلِهِ: (مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللهِ)(لقمان:۲۷)۔ وَمِنْهُمْ مَنْ حَمَلَهَا عَلَى الْحِفْظِ وَالْكِلَاءَةِ. وَزَعَمَ أَنَّهَا مِنْ صِفَاتِ الْفِعْلِ، وَالْجَمْعُ فِيهَا سَائِغٌ وَاللهُ أَعْلَمُ۔ وَمَنْ قَالَ بِأَحَدِ هٰذَيْنِ زَعَمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْخَبَرِ نَفْيُ نَقْصِ الْعَوَرِ عَنِ اللهِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى، وَأَنَّهُ لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ مَا يَجُوزُ عَلَى الْمَخْلُوقِينَ مِنَ الْآفَاتِ وَالنَّقَائِصِ، وَالَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ ظَاهِرُ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ إِثْبَاتِ الْعَيْنِ لَهُ صِفَةً لَا مِنْ حَيْثُ الْحَدَقَةِ أَوْلَى۔ وَبِاللهِ التَّوْفِيقُ۔

(کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۱۶، ۱۱۷)

ترجمہ ہمارے اصحاب میں سے بعض نے عین (آنکھ) جو کتاب اللہ میں مذکور ہے، کو رویت کے معنی میں قرار دیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

آیت69:۔ وَلِتُصْنَعَ عَلَى عَيْنِي۔ (طه:۳۹) مَعْنَاهُ: بِمَرْأًى مِنِّي۔ اس کا معنی ہے: میری نگاہوں کے سامنے

آیت70:۔ "وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا" (الطور:۴۸)۔ أَيْ: بِمَرْأًى مِنَّا۔ اس کا معنی ہے: ہماری نگاہوں کے سامنے۔ اسی طرح اس آیت کا بھی معنی ہے:

آیت71:۔ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا۔ (القمر:۱۴)

ترجمہ جو چل رہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے (ہماری حفاظت ونگرانی میں)۔

کبھی یہ صفات ذات میں سے بھی ہوتی ہے۔ اور یہ صفت واحد ہوتی ہے اور جمع کا

صیغہ تعظیم کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 72: ۔مَا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللهِ۔ (لقمان:۲۷)۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔

بعض علماء نے اس کا معنی حفظ اور نگرانی لیا ہے۔ان کا خیال ہے کہ یہ صفات فعلیہ میں سے ہے۔ان سب میں جمع وتطبیق اولیٰ ہے۔

جنہوں نے ان دونوں میں سے کسی ایک معنی کو بھی لیا ہے، انہوں نے یہ خیال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اندھے اور بھینگا ہونے کی نفی کی ہے۔اللہ تعالیٰ ہر برائی اور نقص سے پاک ہے۔اللہ تعالیٰ پر مخلوقات میں سے موجود نقص، آفات کا اطلاق جائز نہیں ہے۔

جس پر ظاہر کتاب وسنت دلالت کرتی ہیں، وہ عین کا اثبات ہے، جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، نہ کہ آنکھ کا حلقہ مراد ہے۔

2 حضرت علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قلت:ومن ذلك قوله:(ولتصنع على عيني) (طه:۳۹)،

(واصنع الفلك بأعيننا) (هود:۳۷)

قال المفسرون:بأمرنا،أي بمرأى منا۔

وقد ذهب القاضي أبو يعلي (المجسم) إلى أن العين صفة زائدة على الذات وقد سبقه أبو بكر بن خزيمة فقال في الآية:"لربنا عينان ينظر بهما"۔!!

قلت:وهذا ابتداع لا دليل لهم عليه وإنما أثبتوا عينين من دليل الخطاب في قوله عليه الصلاة والسلام:"وإن الله ليس بأعور"۔

وإنما أراد نفي النقص عنه تعالى، ومتى ثبت أنه لا يتجزأ لم يكن لما يُتَخَيَّلُ من الصفات وجه۔

(دَفْعُ شُبَهَ التَّشْبِيهِ بِأَكُفِّ التَّنْزِيهِ ص ۱۱۳، ۱۱۴، تحقیق حسن السقاف، طبع دار الامام الرواس

،بیروت،لبنان ۲۰۰۰ء)

ترجمہ فرمانِ باری تعالیٰ:

آیت 73:۔وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا۔ (هود:۳۷)

ترجمہ ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بناؤ۔

قاضی ابویعلی نے کہا کہ عین (آنکھ) ذات پر زائد صفت ہے اور ان سے پہلے ابوبکر بن خزیمہؒ نے یہی بات کہی۔ اس لیے اس آیت کے بارے میں کہا کہ ہمارے رب کی دو آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں۔ ابن حامد نے کہا کہ اس بات پر ایمان واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں۔

یہ بدعت ہے جس پر ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ اللہ تعالیٰ کانے نہیں ہیں۔ اس کے مفہومِ مخالف سے یہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ کی دو آنکھیں ہیں حالانکہ حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص وعیب سے منزہ ومبرا ہیں اور جب یہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حصے نہیں ہوسکتے تو جو صفات انہوں نے خیال کی ہیں ان کے ثبوت کی کوئی صورت نہیں ہے۔

8.8:۔بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْيَمِين

(صفتِ یمین کے بیان میں)

قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ:

آیت 74:۔وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ○ (الزمر:۶۷)

ترجمہ یہ وہی لوگ ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت نہیں کی جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق تھا اور حقِ عظمت ادا کرنا قبولِ توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، قیامت کے روز اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے، اس کے دائیں ہاتھ میں۔ پس پاکی ہے اس پروردگار کی۔ اور برتر ہے وہ ذات

ان کے ہر شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔

فائدہ اہل السنت والجماعت اور تمام ائمہ سلف رحمہم اللہ اس قسم کی جملہ آیات کو متشابہات میں سے قرار دیتے ہیں اور آیات متشابہات میں سلف کا یہی موقف ہے کہ ظاہر پر برقرار رکھتے ہوئے ان پر ایمان لایا جائے۔ اور کسی کیفیت کی تحقیق اور تعیین سے گریز کیا جائے۔ (معارف القرآن کاندھلوی ج ۷ ص ۱۰۹۔ مکتبہ حسان بن ثابت، کراچی)

آیت 75:۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ○ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ○ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ○ (الحاقۃ: ۴۴ تا ۴۶)

ترجمہ (بالفرض) اگر وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر کوئی بات گھڑ کر لے آتا، ایسی من گھڑت باتوں میں سے، تو ہم پکڑ لیتے اس کو دائیں ہاتھ سے (اور اس کو اپنی سخت گرفت میں لے لیتے، کیونکہ انسان بالعموم کسی گرفت اور پکڑنے کے وقت مدافعت کے لیے زور دائیں ہاتھ سے لگایا کرتا ہے۔ تو جب ہم دائیں ہاتھ سے اس کو پکڑ لیں گے تو اس کے بعد وہ کیا طاقت آزمائی کرے گا ہم سے بچنے کے لیے)۔ پھر ہم کاٹ ڈالتے اس کی رگِ گردن۔

1 حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ آیات واحادیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

1 قُلْتُ: أَمَّا الْمُتَقَدِّمُونَ مِنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فَإِنَّهُمْ لَمْ يُفَسِّرُوا مَا كَتَبْنَا مِنَ الْآيَتَيْنِ وَالْأَخْبَارِ فِي هٰذَا الْبَابِ مَعَ اعْتِقَادِهِمْ بِأَجْمَعِهِمْ أَنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى وَاحِدٌ لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ التَّبْعِيضُ۔ (الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

ترجمہ میں کہتا ہوں: اس اُمت کے متقدمین رحمہم اللہ، خود دو آیات اور احادیث و آثار ہم نے اس باب میں ذکر کیے ہیں، ان پر اعتقاد و یقین رکھتے ہوئے ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ احد و یکتا ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اجزاء و تبعیض کا جواز نہیں ہے۔

2 وَذَهَبَ بَعْضُ أَهْلِ النَّظَرِ مِنْهُمْ إِلَى أَنَّ الْيَمِينَ يُرَادُ بِهِ الْيَدُ وَالْكَفُّ عِبَارَةٌ عَنِ الْيَدِ وَالْيَدُ لِلّٰهِ تَعَالَى صِفَةٌ بِلَا جَارِحَةٍ، فَكُلُّ مَوْضِعٍ ذُكِرَتْ

فِيهِ مِنْ كِتَابٍ وَسُنَّةٍ صَحِيحَةٍ فَالْمُرَادُ بِذِكْرِهَا تَعَلُّقُهَا بِالْكَائِنِ الْمَذْكُورِ مَعَهَا، مِنَ الطَّيِّ وَالْأَخْذِ، وَالْقَبْضِ وَالْبَسْطِ، وَالْمَسْحِ، وَالْقَبُولِ، وَالْإِنْفَاقِ، وَغَيْرِ ذٰلِكَ تَعَلُّقَ الصِّفَةِ الذَّاتِيَّةِ بِمُقْتَضَاهَا مِنْ غَيْرِ مُبَاشَرَةٍ وَلَا مُمَاسَّةٍ، وَلَيْسَ فِي ذٰلِكَ تَشْبِيهٌ بِحَالٍ. وَذَهَبَ آخَرُونَ إِلَى أَنَّ الْقَبْضَةَ فِي غَيْرِ هٰذَا الْمَوْضِعِ قَدْ يَكُونُ بِالْجَارِحَةِ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا، وَقَدْ يَكُونُ بِمَعْنَى الْمُلْكِ وَالْقُدْرَةِ يُقَالُ: مَا فُلَانٌ إِلَّا فِي قَبْضَتِي. يَعْنِي: مَا فُلَانٌ إِلَّا فِي قُدْرَتِي. وَالنَّاسُ يَقُولُونَ: الْأَشْيَاءُ فِي قَبْضَةِ اللّٰهِ: يُرِيدُونَ فِي مُلْكِهِ وَقُدْرَتِهِ وَقَدْ تَكُونُ بِمَعْنَى إِفْنَاءِ الشَّيْءِ وَإِذْهَابِهِ يُقَالُ: فُلَانٌ قَبَضَهُ اللّٰهُ بِمَعْنَى أَنَّهُ أَفْنَاهُ وَأَذْهَبَهُ مِنْ دَارِ الدُّنْيَا فَقَوْلُهُ جَلَّ ثَنَاؤُهُ (وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)(الزمر:٦٧) يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِهِ: وَالْأَرْضُ جَمِيعًا ذَاهِبَةٌ فَانِيَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُدْرَتِهِ عَلَى إِفْنَائِهَا وَقَوْلُهُ (وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ)(الزمر:٦٧)، لَيْسَ يُرِيدُ بِهِ طَيًّا بِعِلَاجٍ وَانْتِصَابٍ، وَإِنَّمَا الْمُرَادُ بِهِ الْفَنَاءُ وَالذَّهَابُ. يُقَالُ: قَدِ انْطَوَى عَنَّا مَا كُنَّا فِيهِ، وَجَاءَنَا غَيْرُهُ، وَانْطَوَى عَنَّا دَهْرٌ بِمَعْنَى الْمُضِيِّ وَالذَّهَابِ، وَقَوْلُهُ: (بِيَمِينِهِ) (الزمر:٦٧)، يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ إِخْبَارًا عَنِ الْمُلْكِ وَالْقُدْرَةِ، كَقَوْلِهِ: (مِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ) (الروم:٢٨) يُرِيدُ بِهِ الْمِلْكَ، وَقَدْ قِيلَ: قَوْلُهُ: (مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ) (الزمر:٦٧) يُرِيدُ بِهِ ذَاهِبَاتٍ بِقَسَمِهِ، أَيْ أَقْسَمَ لَيُفْنِيَنَّهَا، وَقَوْلُهُ: (لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ) (الحاقة:٤٥) أَيْ بِالْقُوَّةِ وَالْقُدْرَةِ، أَيْ: أَخَذْنَا قُدْرَتَهُ وَقُوَّتَهُ. وَقَالَ ابْنُ عَرَفَةَ: أَيْ لَأَخَذْنَا بِيَمِينِهِ، فَمَعْنَاهُ التَّصَرُّفُ، (ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ)(الحاقة:٤٦) أَيْ عِرْقًا فِي الْقَلْبِ. وَقِيلَ: هُوَ حَبْلُ الْقَلْبِ إِذَا انْقَطَعَ مَاتَ صَاحِبُهُ. (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۵۹، ۱۶۰)

ترجمہ: بعض اہل علم ونظر اس طرف گئے ہیں کہ یمین سے مراد ید (ہاتھ) ہی ہے اور اسی طرح ''کف'' بھی ید (ہاتھ) ہی سے عبارت ہے۔ اور ''ید'' اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہی

ہے۔ آلہ جارحہ ہرگز نہیں ہے۔ پس قرآن وسنت صحیحہ میں جہاں کہیں بھی یہ لفظ وارد ہوا ہے اس سے مراد لپیٹنا اور پکڑنا، پھیلانا اور سمیٹنا، چھونا، قبول کرنا، خرچ کرنا وغیرہ، جن کا تعلق صفتِ ذاتیہ سے ہے جس کا مقتضا کسی بھی قسم کے ملنے اور چھونے کا ہرگز نہیں ہے۔ اور اس میں کسی بھی طرح کی تشبیہ کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ پکڑنا تو صرف مٹھی ہی سے ہوتا ہے، وہ تو صرف ہاتھ، جو آلہ جارحہ ہے، ہی سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو اس سے بہت بلند وبرتر ہے۔

۱ کبھی قبضہ کا معنی: ملک اور قدرت بھی ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: فلاں شخص تو میرے قبضے میں ہے یعنی فلاں شخص تو میری قدرت میں ہے۔ لوگ کہتے ہیں: تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہیں۔ اس سے ان کی مراد اللہ تعالیٰ کے ملک اور قدرت کو بیان کرنا ہوتا ہے۔

۲ کبھی اس سے کسی چیز کو فنا کرنا اور لے جانا مراد ہوتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اس کو قبض کرلیا ہے یعنی اس کو فنا کردیا اور اس کو اس دارِ دنیا سے لے گیا۔

۳ پس اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''وَالْأَرْضُ جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' کی مراد یہ ہو کہ زمین ساری کی ساری قیامت کے دن فنا ہونے والی ہے: اس کے فنا کرنے کی قدرت کو بیان کرنا ہے۔

۴ فرمان باری تعالیٰ: ''وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ'' سے مراد یہ نہیں ہے کہ آسمانوں کو بڑی مشقت سے لپیٹنا ہے بلکہ اس سے مراد ان کو فنا وبرباد کردینا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: جس میں ہم تھے اس کو لپیٹ دیا گیا اور اس کے برعکس حالات آگئے۔ ہم پر زمانہ لپیٹ دیا گیا یعنی زمانہ گزر گیا اور چلا گیا۔

۵ ''بِيَمِينِهِ'' سے مراد اللہ تعالیٰ کی مِلک اور قدرت کو بیان کرنا ہے جیسے فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ''مِنْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ'' سے مراد مِلک کا بیان کرنا ہے۔

۶ یہ بھی کہا گیا ہے: ''مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ'' سے مراد اس کے فنا کرنے کے متعلق قسم اُٹھانا مراد ہے یعنی میں قسم اُٹھاتا ہوں کہ وہ فنا ہوجائیں گے۔

۷ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ'' کا مطلب یہ ہے کہ اس کو قوت اور قدرت سے پکڑیں گے۔ یعنی ہم اس کی قدرت اور قوت وطاقت کو پکڑ لیں گے۔

۸ ابن عرفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''لَأَخَذْنَا بِيَمِينِهِ'' اس کا معنی ہے: تصرف۔ ''ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ'' یعنی دل میں رگ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے: یہ دل کی رگ ہے، جب وہ ٹوٹ جائے تو وہ شخص مرجاتا ہے۔

نص وَقَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: لَيسَ فِيمَا يُضَافُ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ صِفَةِ الْيَدَيْنِ شِمَالٌ لِأَنَّ الشِّمَالَ مَحَلُّ النَّقْصِ وَالضَّعْفِ، وَقَدْ رُوِيَ كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، وَلَيْسَ مَعْنَى الْيَدِ عِنْدَنَا الْجَارِحَةَ. إِنَّمَا هُوَ صِفَةٌ جَاءَ بِهَا التَّوْقِيفُ، فَنَحْنُ نُطْلِقُهَا عَلَى مَا جَاءَتْ وَلَا نُكَيِّفُهَا، وَنَنْتَهِي إِلَى حَيْثُ انْتَهَى بِنَا الْكِتَابُ وَالْأَخْبَارُ الْمَأْثُورَةُ الصَّحِيحَةُ وَهُوَ مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ. قُلْتُ: وَأَمَّا قَوْلُهُ: فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ. فَمَعْنَاهُ عِنْدَ أَهْلِ النَّظَرِ: فِي مِلْكِهِ وَسُلْطَانِهِ۔ (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۶۱)

ترجمہ حضرت ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی طرف دونوں ہاتھوں کی نسبت کرتے ہوئے بایاں ہاتھ نہیں کہا جائے گا کیونکہ بایاں ہاتھ نقص اور ضعف کی علامت ہے۔ حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ دائیں ہی ہیں۔ ہمارے نزدیک ہاتھ کا معنی جارحہ نہیں ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کے بارے میں توقیف ہی بہتر ہے۔ پس ہم اسی طرح بیان کریں گے جیسا کہ وہ روایت کیا گیا ہے اور ہم اس کی کیفیت کو بیان نہیں کریں گے۔ ہم بھی اتنا ہی بیان کریں گے جتنا کتاب اللہ اور سنت صحیحہ میں بیان ہوا ہے اور یہی اہل السنت والجماعت کا مذہب ہے۔

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ'' کا معنی اہل علم ونظر کی رو سے اللہ تعالیٰ کے ملک اور سلطنت میں ہونا ہے۔

2 حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قال في "الحجر الأسودُ يمينُ الله في الأرض" يظنُّ الجاهلُ أنَّهُ أراد به اليمينَ المقابلَ للشمال، الذي هي عضوٌ مركب من لحم ودم وعظم،

منقسم بخمسة أصابع، ثم إن إن فتح بصيرته.. علم أنه:ان كان على العرش.. فلا يكون يمينه في الكعبة، ثم لا يكون حجراً أسودَ فيدرك بأدنى مُسْكَةٍ أنه استعير للمصافحة؛ فإنه أمرَ باستلام الحجر وتقبيله كما يؤمر بتقبيل يمين الملوك، فاستعير اللفظ لذلك. والكاملُ العقل البصير باللغة لا تعظم عنده هذه الأمور، بل يفهم معانيها على البديهة. (الاقتصاد في الاعتقاد، ص۱۲۵)

ترجمہ حدیث نبوی: ''حجر اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے''۔ اس حدیث کے بارے میں دین سے جاہل آدمی یہی خیال کرے گا کہ اس سے مراد وہی ہاتھ ہے جس کا مقابل بایاں ہاتھ ہوتا ہے۔ وہ ہاتھ جو ایک عضو ہے جو گوشت، خون اور ہڈیوں سے مرکب ہوتا ہے، جو پانچ انگلیوں پر منقسم ہے۔ پھر اگر وہ اپنی بصیرت سے کام لے، تو یہ بات جان لے گا کہ: اگر اللہ تعالیٰ عرش پر موجود ہیں تو اس کا دایاں ہاتھ کعبہ پر نہیں ہوسکتا، پھر وہ حجر اسود پر بھی نہیں ہوسکتا، تو پھر وہ ادنیٰ سی عقل سے بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہاں مصافحہ کرنے سے استعارہ ہے۔ اس لیے کہ حجر اسود کے استلام اور اس کے بوسہ لینے کا حکم ہے، جیسا کہ بادشاہوں کے ہاتھوں کو چومنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ پس اس معنیٰ کے لیے یہ استعارہ ہے۔

تنبیہ یہ حدیث: ''الحجر الأسودُ يمينُ الله في الأرض'' اگر چہ صحیح ابن خزیمہ (رقم ۲۷۳۷)، معجم اوسط طبرانی (رقم ۵۶۳) اور خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ بغداد (ج۶ ص۳۲۶) میں موجود ہے، مگر اس کو دلیل بنانا درست نہیں ہے۔ اس کی تحقیق کے لیے ''کشف الخفاء'' (رقم ۱۱۰۹) میں بحث ملاحظہ فرمائی جائے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اس حدیث سے احتجاج درست نہیں ہے۔ بفرض صحت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دے دیا ہے۔

3 علامہ بدر الدین ابن جماعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قَوله تَعَالَى: "وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِه"، وَقَوله تَعَالَى: "لَأَخَذْنَا مِنْهُ

بِالْيَمِينِ"۔
وَقد تقدم أَن إِرَادَة الْجَوَارِح محَال؛ فَتعين أَن الْمُرَاد بِالْيَمِينِ الْأَخْذ الْأَقْوَى؛ لِأَن الْيَد الْيُمْنَى والجانب الْأَيمن أقوى بطشا من الْيُسْرَى والأيسر غَالِبا. وَهَذَا أَمر مَحْسُوس وشائع فِي لِسَان الْعَرَب. قَالَ الشَّاعِر:

إِذا مَا رَايَة رُفعت لمجد   تلقاها عرابة بِالْيَمِينِ

أَي أَخذهَا بِقُوَّة وحزم. وَيكون الْمُرَاد بالطي إذهابها كَمَا يُقَال: طوى فلَان مَا كَانَ فِيهِ, وطوى حَدِيثه: أَي أذهبه.
وَكَذَلِكَ قَوْله تَعَالَى: "لأخذنا مِنْهُ بِالْيَمِينِ". هُوَ حَال إِمَّا من الْآخِذ إِشَارَة إِلَى قُوَّة الْبَطْش وَالْأَخْذ. وَإِمَّا حَال من الْمَأْخُوذ. فَالْمُرَاد شدَّة الْقُوَّة عَلَيْهِ. كمن يَسُوق إنْسَاناً مَغْلُوبًا مَعَه: خذا بِيَمِينِهِ. الَّتِي هِيَ أقوى جانبيه. قهراً لَهُ وَغَلَبَة عَلَيْهِ. وَقيل سمي الْحلف يَمِينا لِأَنَّهُ يقوى الْعَزْم على الْمَحْلُوف عَلَيْهِ ويؤكده.
وَأما قَوْله تَعَالَى: "وَالْأَرْض جَمِيعًا قَبضته يَوْم الْقِيَامَة". فمعناه: أَن قوته وَقدرته عَلَيْهَا وعَلى إذهابها كقوة أحدكُم وَقدرته وتمكنه على مَا فِي قَبضته. وَلذَلِك أعقبه بالتنزيه عَن توهم الْجَارِحَة بقوله: "سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يشركُونَ". فمعناه: أَن الأَرْض فِي تصرفه وَملكه. كَمَا يُقَال: الْبَلدة فِي قَبْضَة السُّلْطَان, وَالْمَال فِي قَبْضَة فلَان, وَالدَّار فِي قَبضته. لم يرد بذلك الْكَوْن فِي الْكَفّ. وعطف الأنامل عَلَيْهِ قطعا, بل الْقُدْرَة والإستيلاء.
فَإِن قيل فَهِيَ فِي الدُّنْيَا كَذَلِك فَلم خص يَوْم الْقِيَامَة؟
قُلْنَا: لانفراده بِالْملكِ والاستيلاء فِي ذَلِك الْيَوْم, كَقَوْلِه تَعَالَى: "مَالك يَوْم الدّين", وَهُوَ مَالك الدُّنْيَا وَالْآخِرَة.

(التنزیہ فی ابطال حجج التشبیہ، ص ۳۹۳ تا ۳۹۵؛ إیضاح الدلیل فی قطع حجج أهل

التعطیل، ص۱۶۱ تا ۱۶۳)

ترجمہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 76:۔وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ۔ (الزمر:٦٧)

ترجمہ اور آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے، اس کے دائیں ہاتھ میں۔

آیت 77:۔لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ (الحاقۃ:۴۵)

ترجمہ تو ہم پکڑ لیتے اس کو دائیں ہاتھ سے۔

آیت 78:۔وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (الزمر:٦٧)

ترجمہ ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی، قیامت کے روز۔

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جوارح کا عقیدہ رکھنا محال ہے۔لہٰذا یہ بات متعین ہوگئی کہ ''یمین'' سے مراد طاقت اور قوت سے پکڑنا ہے۔ اس لیے کہ دایاں ہاتھ اور دائیں جانب عموماً بائیں ہاتھ اور بائیں جانب سے قوی تر ہوتی ہے۔ یہ امر محسوس ہے اور عربی زبان میں مشہور و معروف ہے۔ جیسا کہ شاعر نے کہا ہے:

إذا مَا رَأية رُفعت لمجد تلقاها عرابة بِالْيَمِين

یعنی اس کو قوت اور احتیاط سے پکڑا۔ اور ''طی'' سے مراد اس کو لے جانا ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: جو اس میں تھا فلاں شخص اس کو لے گیا۔ اور اس نے اپنی بات کو لپیٹ دیا، یعنی اس نے بات کو ختم کر دیا۔

اسی طرح فرمانِ باری تعالیٰ ہے:لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ (الحاقۃ:۴۵) (تو ہم پکڑ لیتے اس کو دائیں ہاتھ سے)۔ اس میں لفظ ''یمین'' یا تو حال ہے: ''اخذ'' سے۔ تو اس میں اشارہ ''قوة البطش و الأخذ '' (پکڑ میں سختی) کی طرف ہوگا۔ یا یہ ماخوذ سے حال ہوگا۔ تو اس سے مراد اس پکڑی ہوئی چیز کو شدت سے پکڑنا ہوگا، جیسا کہ کوئی مغلوب انسان کو لے کر چلتا ہے تو اس کو دائیں ہاتھ میں پکڑتا ہے جو اس کی طاقتور جانب ہوتی ہے، تا کہ وہ اس پر اپنے غلبے کا اظہار کرے۔ یہ بھی کہا گیا ہے: حلف (قسم اُٹھانا) کو یمین بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ وہ اس قسم کے پورا کرنے کے لیے پختہ عزم سے ارادہ کرتا ہے۔

8.9 بَابُ مَا ذُكِرَ فِي السَّاقِ (صفتِ ساق کے بیان میں)

آیت 79:۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ۝ (القلم: ۴۲، ۴۳)

ترجمہ یہ دن وہ ہوگا جب کہ کشفِ ساق فرمایا جائے گا (اور اس طرح اللہ رب العزت اپنی ایک خاص تجلی ظاہر فرماتا ہوگا) اور ان کو سجدہ کی طرف بلایا جائے گا یہ طاقت نہ رکھیں گے کہ سجدہ کرسکیں۔ ہزار کوشش کریں گے کہ جھکیں اور تجلی الٰہی کے ظہور پر اس کے سامنے سربسجود ہو جائیں لیکن ان کی کمریں ایک تختہ کی طرح ہوں گی اور کسی طرح بھی سجدہ نہ کرسکیں گے۔ اس حالت میں) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت وخواری ان کو ڈھانکے ہوئے ہوگی۔ یہ جب صحیح وسالم تھے اُس وقت اِنہیں سجدے کے لیے بلایا جاتا تھا (جبکہ وہ صحیح سالم تھے اور یہ انکار کرتے تھے)۔

1 حدیثِ بخاری کا معنی ومراد

حدیث 13:۔ حَدَّثَنَا آدَمُ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهِ، فَيَسْجُدُ لَهُ كُلُّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ، فَيَبْقَى كُلُّ مَنْ كَانَ يَسْجُدُ فِي الدُّنْيَا رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَيَذْهَبُ لِيَسْجُدَ، فَيَعُودُ ظَهْرُهُ طَبَقًا وَاحِدًا۔

(بخاری رقم 4919)

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "قیامت کے روز ہمارا رب اپنی ساق کو ظاہر فرمائے گا۔ اس کو دیکھ کر تمام مؤمنین اور مؤمنات سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر جو شخص ریا سے سجدہ کرتا تھا، اس کی کمر نہیں مڑے گی، تختہ سی ہو کر رہ جائے گی"۔

1 بعض حضرات نے کہا: یہ شدت اور سختی سے کنایہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ وقت بہت سخت، کٹھن اور مشکل ہوگا۔

(فتح الباری ج۸ ص۶۶۴ طبع دار الفکر، بیروت؛ عمدۃ القاری ج۱۹ ص۲۵۷ طبع المطبعۃ المنیریہ، بیروت)

2 علامہ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے وہ فوائد اور الطاف مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو بارہا حاصل ہوں گے۔ (کشف الباری، کتاب التفسیر ص۶۹۴)

3 قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللهُ: فَإِنَّمَا جَاءَ ذِكْرُ الْكَشْفِ عَنِ السَّاقِ عَلَى مَعْنَى الشِّدَّةِ، فَيُحْتَمَلُ وَاللهُ أَعْلَمُ أَنْ يَكُونَ مَعْنَى الْحَدِيثِ أَنَّهُ يَبْرُزُ مِنْ أَمْرِ الْقِيَامَةِ وَشِدَّتِهَا مَا تَرْتَفِعُ مَعَهُ سَوَاتِرُ الِامْتِحَانِ، فَيُمَيَّزُ عِنْدَ ذٰلِكَ أَهْلُ الْيَقِينِ وَالْإِخْلَاصِ، فَيُؤْذَنُ لَهُمْ فِي السُّجُودِ، وَيَنْكَشِفُ الْغِطَاءُ عَنْ أَهْلِ النِّفَاقِ فَتَعُودُ ظُهُورُهُمْ طَبَقًا لَا يَسْتَطِيعُونَ السُّجُودَ.

(کتاب الاسماء والصفات ج۲ ص۱۸۶، ۱۸۷)

ترجمہ حضرت امام ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کشفِ ساق کا ذکر شدت کے معنی میں آیا ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ اس حدیث کا معنی ہو کہ قیامت کا معاملہ اور اس کی شدت ظاہر ہوجائے، اس سے امتحان و آزمائش شروع ہوجائے۔ پس اس سے اہل یقین و اخلاص کی جانچ ہوجائے۔ پس ان کو سجدہ کرنے کی اجازت مل جائے اور منافق لوگوں سے پردہ ہٹ جائے۔ پس ان کی کمریں تختہ بن جائیں تو وہ سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھ سکیں۔

2 حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: هٰذَا الْحَدِيثُ مِمَّا تَهَيَّبَ الْقَوْلَ فِيهِ شُيُوخُنَا، فَأَجْرَوْهُ عَلَى ظَاهِرِ لَفْظِهِ، وَلَمْ يَكْشِفُوا عَنْ بَاطِنِ مَعْنَاهُ، عَلَى نَحْوِ مَذْهَبِهِمْ فِي التَّوَقُّفِ عَنْ تَفْسِيرِ كُلِّ مَا لَا يُحِيطُ الْعِلْمُ بِكُنْهِهِ مِنْ

هٰذَا الْبَابِ، وَقَدْ تَأَوَّلَهُ بَعْضُهُمْ عَلٰی مَعْنٰی قَوْلِهٖ:"يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ"(القلم:۴۲) فَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ قَالَ:"عَنْ شِدَّةٍ وَ كَرْبٍ". قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ:فَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ مَعْنٰی قَوْلِهٖ:يَوْمَ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ:أَيْ عَنْ قُدْرَتِهِ الَّتِي تَنْكَشِفُ عَنِ الشِّدَّةِ وَالْمَعَرَّةِ.

(کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۸۲، ۱۸۳)

ترجمہ حضرت امام ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث کے بارے میں ہمارے شیوخ کلام کرنے سے ڈرتے تھے۔ پس اس حدیث کو ظاہر الفاظ کے مطابق ہی بیان کرتے تھے۔ اور اس کے باطنی معنی کی کھوج میں پڑنے سے گریز کرتے تھے۔ جیسا کہ وہ اس قسم کی تمام صفات متشابہات کے بارے میں توقف کرتے تھے جہاں تک علم ان کی کنہ تک نہیں پہنچتا تھا۔ بعض نے اس آیت: "يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ" کے معنی میں تاویل کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے: "شدت اور کرب سے"۔ حضرت امام ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "يَوْمَ يَكْشِفُ رَبُّنَا عَنْ سَاقِهٖ" قیامت کے روز ہمارا رب اپنی پنڈلی کو کھولے گا۔ اپنی قدرت سے جس سے شدت اور کرب کا ظہور ہوگا۔

3 علامہ بدرالدین ابن جماعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قَوْله تَعَالٰی (يَوْم يكْشف عَن سَاق) وَقد ورد مثله فِي الحَدِيث الصَّحِيح من رِوَايَات عدَّة.

اعْلَم أَن نِسْبَة السَّاق الْمَعْرُوف إِلَى الله تَعَالَى محَال. تَعَالَى عَن نِسْبَة الْأَعْضَاء والتجزي إِلَيْهِ.

وَإِذا ثَبت استحالته فِي حق الله تَعَالَى، وَجب تَأْوِيله بِمَا يَسْتَعْمِلهُ فِيهِ أهل اللُّغَة بِمَا يَلِيق بِجلَال الرب تَعَالَى.

قَالَ ابْن عَبَّاس وَخلق من الصَّحَابَة رَضِي الله عَنْهُم وَالتَّابِعِينَ وَغَيرهم: إِن المُرَاد بالساق هُنَا: الشدَّة أَي شدَّة أهوال يَوْم الْقِيَامَة.

وَمَا يلقاه أهل الموقف. وَسُئِلَ مرّة عَن الآيَة فَقَالَ: أما سَمِعْتُمْ قول الشَّاعِر:

قَامَت الْحَرْب على سَاق. إِذا خَفِي عَلَيْكُم شَيْء فِي الْقُرْآن فابتغوه فِي الشّعْر فَإِنَّهُ ديوَان الْعَرَب.

وَقَالَ مرّة: يكْشف عَن سَاق عَن أَمر شَدِيد. وَعَن بعض أَئِمَّة التَّفْسِير، قَالَ: عَن سَاق: أَي عَن أَمر شَدِيد وَأنْشد:

قد جدّت الْحَرْب بكم فجدّوا و كشفت عَن سَاقهَا فشدّوا

وَقَالَ بَعضهم: يجوز أَن يكْشف الله عَن سَاق لبَعض مخلوقاته، وَيجْعَل ذَلِك سَببا لبَيَان حكمه فِي أهل الْإِيمَان وَأهل النِّفَاق.

وَقَالَ الْخطابِيّ: هَذَا الحَدِيث مِمَّا تهيب القَوْل فِيهِ بعض شُيُوخنَا على نَحْو مَذْهَبهم فِي التَّوَقُّف. وَهَذَا تقدم الْجَواب عَنهُ. وَقَالَ سعيد ابْن جُبَير: أَي يكْشف عَن أَمر عَظِيم. وَاسْتِعْمَال السَّاق فِي ذَلِك مجَاز شَائِع مُسْتَعْمل.

وَمِنْه قَوْلهم: قَامَت الْحَرْب على سَاق إِذا اشتدت على اهلها.

وأصل التَّجَوُّز بذلك أَن من قصد من الْعَرَب معاناة أَمر عَظِيم شمر عَن سَاقه ليسهل عَلَيْهِ مِنْهَا قَصده وَلَا يثبط عَن التَّمَكُّن مِنْهُ. وَلذَلِك جَاءَ بِصِيغَة مَا لم يسمَّ فَاعله، وَلم يقل يكْشف عَن سَاقه.

وَمَا رُوِيَ فِي بعض طرق الحَدِيث عَن سَاقه فَلَو ثَبت ذَلِك، كَانَت إِضَافَته إِضَافَة خلق وَملك لَا إِضَافَة جارحة. أَي عِنْد شدته الَّتِي أوجدها فِي تِلْكَ الْحَالة. فأضيف الى موجدها.

وَمن قَالَ: إِن السَّاق لَا يعقل مَعْنَاهَا مَرْدُود عَلَيْهِ بِمَا تقدم. وَصرح بعض إِلَى الْحَنَابِلَة فِيهِ بالتجسيم. وَأنكر ذَلِك عَلَيْهِ الْمُحَقِّقُونَ من أهل مذْهبه. وَالْإِمَام أَحْمد بَرِيء مِنْهُ مَعَ أَن الْوُقُوف عِنْد ظَاهره كَمَا زَعمه المجسمة يلْزم عَلَيْهِ اتِّخَاذ السَّاق، وَهُوَ نقص. تَعَالَى الله عَن ذَلِك

وتقدس۔ (التنزیہ فی ابطال حجج التشبیہ، ص ۴۰۵ تا ۴۰۹؛ إیضاح الدلیل فی قطع حجج أھل التعطیل، ص ۱۶۸ تا ۱۷۱)

ترجمہ قرآن مجید میں ہے:

آیت 81:۔ یَوۡمَ یُکۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّیُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ○ خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدۡ كَانُوۡا یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ○ (القلم: ۴۲، ۴۳)

ترجمہ جس دن ساق کھول دی جائے گی، اور ان کو سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو یہ سجدہ کر نہیں سکیں گے۔ ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ اُس وقت بھی انہیں سجدے کے لیے بلایا جاتا تھا جب یہ لوگ صحیح سالم تھے، (اس وقت قدرت کے باوجود یہ انکار کرتے تھے)۔

اسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی ایسا ہی مضمون وارد ہوا ہے۔

۱ یہ بات جاننی ضروری ہے کہ ''ساق'' کے معروف معنی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا محال ہے۔ اللہ تعالیٰ اعضاء اور تجزی سے پاک اور بلند ہیں۔

۲ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں یہ محال ہے تو اس کی تاویل کرنا واجب ہے، ان معانی کے ساتھ جو اہلِ لغت کے ہاں مستعمل ہوں اور وہ بارگاہِ رب العزت کی شانِ اقدس کے بھی مناسب ہوں۔

۳ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی بہت بڑی جماعت سے یہ مروی ہے کہ یہاں ''ساق'' سے مراد شدت ہے یعنی قیامت کے ہولناک مناظر کی شدت، اور اہلِ محشر کے حالات کی شدت۔

۴ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور مرتبہ اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: کیا تم نے شاعر کا یہ قول نہیں سنا ہے:

قَامت الحَرب علی سَاق

جب تم سے قرآن پاک کے کسی لفظ کا معنی پوشیدہ ہوجائے تو شعرِ عرب سے اس کا مفہوم سمجھ لیا کرو کیونکہ یہ عربی زبان کے سمجھنے کا دیوان ہے۔

۵ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک اور مرتبہ فرمایا: ''یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ'' کا معنی شدید معاملہ ہے۔

۶ ان سے اور بعض دوسرے ائمہ تفسیر سے مروی ہے، فرمایا: ''عَنْ سَاقٍ'' یعنی معاملہ شدید اور سخت ہے۔ اور یہ شعر پڑھا:

ے قد جدّت الحَرْب بکم فجدّوا و کشفت عَن سَاقِهَا فشدّوا

ترجمہ تحقیق لڑائی تم پر شدت سے آگئی ہے تو پھر پوری کوشش کرو۔ لڑائی نے پنڈلی سے کپڑے اُٹھا لیے ہیں تو تم بھی کمر بستہ ہو جاؤ۔

۷ بعض علماء کا یہ قول ہے: اس کا یہ معنی بھی درست ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بعض مخلوق کے لیے کشفِ ساق فرمائے گا۔ پھر اس کو مؤمنین اور منافقین کے بارے میں حکم بیان کرنے کا سبب بنائے گا۔

۸ حضرت امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہمارے بعض مشائخ اس حدیث کے بارے میں، توقف کا مذہب اختیار کرتے ہوئے، بات کرنے سے ڈرتے تھے۔ اس کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

۹ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی بہت بڑے معاملے سے پردہ اُٹھا دیا جائے گا۔

۱۰ ''ساق'' کا استعمال، مجازی معنی میں شائع اور مستعمل ہے۔ اہل عرب کا یہ قول ہے: ''قَامَت الحَرْب علی سَاق'' جب لڑائی ان پر شدت سے آگئی۔

۱۱ اس مجازی معنی کی اصل اور بنیاد یہ ہے کہ اہل عرب میں سے جو کوئی کسی مشکل معاملے کی طرف ارادہ کرتا تو وہ اپنی پنڈلی سے کپڑا اُٹھا لیتا تا کہ اس کام کو انجام دینے میں آسانی ہو اور اس کو ثابت قدمی سے نہ روکے۔

۱۲ اسی لیے صیغۂ مجہول استعمال کیا گیا اور ''یَکْشِفُ عَن سَاق'' نہ فرمایا۔

۱۳ حدیث کے جو بعض طرق میں ''عَن سَاقه'' آیا ہے۔ اگر یہ ثابت بھی ہو تو اس کی اضافت صفتِ خلق اور ملک کی طرف ہے، نہ عضوِ جارحہ کی طرف۔ یعنی اس شدت کی طرف جو اس حالت میں اللہ تعالیٰ پیدا فرمائیں گے۔ لہٰذا اس کی نسبت اس کے موجد

کی طرف ہے۔

۱۴ جس شخص نے یہ کہا کہ ''ساق'' کا معنی سمجھا نہیں جا سکتا تو یہ مردود ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۱۵ بعض حنابلہ سے اس بارے میں عقیدہ تجسیم کی صراحت بھی معلوم ہوتی ہے۔ حنابلہ میں سے ہی محققین علماء نے اس عقیدۂ تجسیم کا خوب رد بھی کیا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس عقیدہ سے بری ہیں۔ اگرچہ بعض مجسمہ اس کا ظاہری معنی لے کر ساق کو تجویز بھی کرتے ہیں۔ یہ نقص اور عیب ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور برتر ہیں۔

4 علامہ، لغوی، مجد الدین فیروز آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

السَّاقُ: ما بين الكَعْبِ والرُّكْبَةِ. ج:سُوقٌ وسِيقانٌ وأَسْؤُقٌ. هُمِزَتِ الواوُ لتَحْمِلَ الضَّمَّةَ. و"يوم يُكْشَفُ عن ساقٍ": عن شِدَّةٍ. "والتَفَّتِ الساقُ بالساقِ": آخِرُ شِدَّةِ الدُّنيا بأَوَّلِ شِدَّةِ الآخِرَةِ. يَذْكُرونَ الساقَ إذا أرادوا شِدَّةَ الأمرِ والإِخْبارَ عن هَوْلِهِ. (القاموس المحیط، ص ۸۹۵)

ترجمہ ٹخنے اور گھٹنے کے جو درمیان ہے، وہ ''ساق'' ہے۔ اس کی جمع: ''سُوقٌ وسِيقانٌ وأَسْؤُق'' ہے۔ واؤ کو ہمزہ اس لیے کیا گیا کہ ضمہ کو برداشت کر سکے۔ آیت کریمہ: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ (القلم: ۴۲) (جس دن ساق کھول دی جائے گی) کے معنی: ''عن شِدَّةٍ'' کے ہیں، (یعنی جس دن سختی ظاہر ہو)۔ دوسری جگہ ارشاد باری ہے: وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ (القیامۃ: ۲۹) (اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی)۔ یعنی دنیا کی آخری شدت، آخرت کی پہلی شدت سے لپٹ گئی۔ جب معاملہ کی شدت اور اس کی ہولناکی کی خبر دینا مقصود ہوتا ہے۔

5 کشفِ ساق اور تجلی خداوندی کے ظہور کا مفہوم

حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ بن محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

صحیح بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے: حق تعالیٰ میدان قیامت میں اپنی ساق (پنڈلی) ظاہر فرمائیں گے۔ اس وقت تمام لوگوں کو دعوت دی جائے گی کہ پروردگار کے سامنے سربسجود ہو جاؤ۔ تو اس وقت صرف وہی سجدہ کر سکیں گے جو دنیا میں ایمان لاکر اللہ کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ لیکن کافر اور منافق کہ ان کی پشت لکڑی کے تختہ کی طرح کر دی جائے گی اور وہ چاہیں گے کہ سجدہ کریں، لیکن نہ کر سکیں گے (بعض حدیث میں صرف منافق کا لفظ آیا ہے اور بعض سندوں میں کافر اور منافق دونوں منقول ہیں)۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ میدانِ حشر میں اہلِ ایمان و اخلاص کا ایمان و اخلاص ظاہر ہو جائے اور منافق وریا کار ریاکار کھل کر تمام انسانوں کے سامنے آجائے۔

لفظ ''ساق'' عربی میں پنڈلی کو کہتے ہیں۔ اس مقام پر کشفِ ساق کا مفہوم اور اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ حقیقت پر محمول ہے؟ یا مجاز اور کنایہ ہے؟ یہ عنوان اور صفت بھی صفاتِ متشابہات میں سے ہے۔ بعض لوگ جن کو فرقۂ مشبہہ کہا جاتا ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے واسطے جسم جیسے احوال کو ثابت مانتے ہیں۔ وہ اس کو حقیقت پر محمول کرتے ہیں، مگر جمہور ائمۂ مسلمین، اشاعرہ اور ماتریدیہ رحمہم اللہ، اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز اور حالت وصفت سے منزہ اور پاک ہیں جو مخلوق اور اجسام کی صفات میں سے ہو۔ تو اس کو بھی اور ''اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طٰہٰ:۵)'' اور ایسی ہی دیگر صفات کو ظاہر پر محمول کرنے کے بجائے استعارہ پر محمول کرتے ہیں اور پھر اس میں متقدمین ظاہر پر ایمان ویقین کے ساتھ تشبیہ وتمثیل سے پرہیز کرتے ہیں، یہ کہتے ہوئے کما ھو یلیق بشانہ: کہ جس طرح اس کی شانِ کبریاء کے لائق ومناسب ہو۔ اسی طرح لفظ ''ید'' (ہاتھ)، وجہ (چہرہ) کا مفہوم مانتے ہیں اور بعض ائمہ ان شئون واحوال کی تاویل کرلیا کرتے ہیں کہ استواء کا مفہوم غلبہ اور حکومت ہے۔ تو یہاں بھی اسی طرح بلاکیف وتشبیہ ایمان ویقین کے ساتھ یہ معنی بیان کیے گئے ہیں کہ کشفِ ساق اللہ تعالیٰ کی ایک خاص تجلی کا ظہور ہے جس کو دیکھ کر تمام مؤمنین سربسجود ہو جائیں گے۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کشفِ ساق قیامت کے روز کا کرب اور وہ شدت و بے چینی ہے جو ہر ایک پر طاری ہوگی۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کشفِ ساق کے معنی امرِ عظیم اور ہیبت ناک حالت بیان کرتے ہیں۔ بعض دیگر روایات میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی سے یہ معنی منقول ہیں: جس وقت حقائق کھل جائیں گے اور ہر ایک انسان کا عمل روشن وظاہر ہوگا۔

حدیث 14:۔ حَدَّثَنِي أَبُو زَيْدٍ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ، حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عُمَرَ الْمَخْزُومِيُّ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ رَوْحُ بْنِ جَنَاحٍ عَنْ مَوْلًى لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ يعني عَنْ نُورٍ عَظِيمٍ يَخِرُّونَ لَهُ سُجَّدًا۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ، عن ابیہ، مرفوعاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں: قال: يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ يعني عن نورٍ عظيمٍ۔

بعض روایات میں ہے کہ کسی نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کے معنی دریافت کیے تو آپ رضی اللہ عنہ نے شدت اور کرب کی تفسیر کی اور فرمایا: جب تم کو کسی لفظ قرآنی کے معنی واضح نہ ہو سکیں، تو عرب شعراء کے اشعار اور اہل عرب کے محاورات کو دیکھ لیا کرو اور یہ ایک شعر پڑھا:

سنّ لنا قومك ضرب الأعناقِ   وقامتِ الحَرْبُ بنا علىٰ سَاق

اسی طرح حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس معنی کے ثبوت کے لیے ابو عبید اور جریر کے چند اشعار پڑھے۔ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان کسی کام پر ہمت باندھ کر محنت صرف کرنا چاہتا ہے تو پائنچے چڑھاتا ہے اور پنڈلی کھول دیتا ہے۔ اسی وجہ سے شدت کے موقع پر کہا جاتا ہے: فلان كَشَفَ عَنْ سَاقه (قرطبی؛ روح المعانی)۔

ائمہ متکلمین رحمہم اللہ اور حضرات مفسرین رحمہم اللہ کے کلام سے جو چیز ذہن میں آتی ہے۔ وہ یہ ہے: حق تعالیٰ ذاتِ واحد ہے۔ وہ تو صرف ایک ہی ذات ہے جس میں تعدد اور کثرت کا امکان ہی نہیں۔ اس کا ادراک ممکن نہیں، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: "لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ" کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں۔ ذاتِ خداوندی کے ساتھ صفاتِ خداوندی ہیں۔ جو صفاتِ کمال ہیں، وہ صفات کمال منفرد اور تنہا نہیں ہوتیں، بلکہ عالم میں ان کا ظہور ایک دوسرے کے ساتھ مقرون اور مجتمع ہونے کی صورت میں ہوتا ہے۔ مثلاً صفتِ علم قدرت کے بغیر اور قدرت بغیر علم کے اور یہ دونوں بغیر حیات کے ظاہر نہیں ہوسکتیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صفاتِ تابع ذات ہیں۔ ذات کے بغیر کسی صفت کا استقلال نہیں۔

ان دو چیزوں کے بعد جہاتِ کمال کا درجہ ہے، جن کو حقائقِ الٰہیہ بھی کہا جاتا ہے۔ وہ بَیْنَ بَیْنَ ہیں۔ نہ صفات کی طرح تابع ذات اور محض غیر مستقل اور نہ ذات کی طرح محض مستقل۔ تو جہاتِ کمال کو اس عالم میں انسان کے اعضاء کے ساتھ مشابہت اور ایک خاص نسبت ہے، کیونکہ انسان کے اعضاء، اس کے ہاتھ، پاؤں، منہ، پنڈلی وغیرہ، نہ تو اس کے صفات کی طرح غیر مستقل محض ہیں اور نہ ذات انسان کی طرح مستقل محض، بلکہ انسان کے کمالات کے مُظہر ہیں کہ انسانی کمالات ان مظاہر سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ چنانچہ شریعت نے کمالاتِ الٰہیہ کو ظاہر و بیان کرنے کے لیے ان مظاہر کو متعدد نصوص میں ظاہر فرمایا۔ آیاتِ قرآنیہ اور احادیث میں وہ مظاہر وجہ، عین، ید، یمین، اصابع، حقو، ساق، قدم کے الفاظ سے بیان کیے گئے ہیں۔ تو درحقیقت ان کلمات میں بطورِ استعارہ حقائق و کمالاتِ الٰہیہ کو بیان کیا جارہا ہے۔ باقی یہ سمجھ لینا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے چہرہ ہے۔ اس کی آنکھ ہے، اس کے واسطے انگلیاں، کمر، پنڈلی اور قدم ہے، غلطی ہے اور محض کم عقلی ہے جس کا ارتکاب مشبہہ اور ظاہریہ نے کیا۔ اور ان کا انکار کردینا یا ایسی تاویل کرنا جو انکار ہی کے درجہ میں ہو جیسا کہ معتزلہ اور فلاسفہ نے کیا، محض غلطی ہے۔ اہل السنت اور علماء متکلمین نے افراط و تفریط سے بعید رہتے ہوئے ان حقائق و شئون کو تسلیم بھی کیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی

متعین کردیا کہ ذاتِ خداوندی مخلوق کے احوال واوصاف سے منزہ اور پاک ہے۔ چنانچہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ سمیع ہے لیکن وہ ہماری قوتِ سامعہ کی طرح کسی آلہ کے ذریعہ سمیع نہیں۔ وہ بصیر ہے لیکن وہ ہماری طرح بصیر ہونے میں آنکھ اور آنکھ کی پتلی اور شعاعِ بصریہ کا محتاج نہیں۔ تو جس قدر بھی نصوص قرآن وحدیث میں ایسے عنوانات سے وارد ہوئیں۔ اہل حق اور علماء متکلمین رحمہم اللہ نے ان کا یہی مفہوم اختیار کیا۔ الغرض محشر میں اللہ رب العزت کی ایک خاص قسم کی تجلی ظاہر ہوگی جس کی حقیقت کے ادراک سے انسانی افکار وعقول عاجز ہیں، جس کو کشفِ ساق سے تعبیر کیا گیا اور اس وقت ہر ایک کو سجدہ کے لیے پکارا جائے گا تو جو بندہ دنیاوی حیات میں ایمان واخلاص سے سجدہ کرتا تھا، اس کو وہاں سجدہ نصیب ہوجائے گا اور جو دنیا میں نفاق وریا کے ساتھ سجدہ کرتا تھا اس کو ممکن نہ ہوگا کہ وہ سجدہ کرسکے، خواہ ہزار کوشش کرلے کیونکہ دنیا میں تو ظاہر وباطن کا اختلاف ہوسکتا ہے مگر آخرت میں یہ ممکن نہیں۔ وہاں تو جو حقیقت ہوگی وہی ظاہر ہوسکے گی۔

(مقتبس من تحقیقات الأئمة المفسرین والمتکلمین من الأشاعرة والماتریدیة، وکذا یفهم من کلام امام الحرمین رحمہ اللہ وعبد الکریم شهرستانی)

(تفسیر معارف القرآن ج ۸ ص ۲۱۷ تا ۲۱۹۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)؛ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ بن محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۰۸ھ)۔ الناشر: الطاف اینڈ سنز، کراچی ۱۴۳۳ھ)

8.10: بَابُ مَا ذُكِرَ فِي النَّفْسِ

(صفت نفس کے بیان میں)

آیت مبارکہ

آیت 81: ـ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ۔ (آل عمران: ۲۸)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔

(یعنی اپنے ذاتی جلال اور قہر سے ڈراتا ہے)۔

آیت 82:۔ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (الانعام: ۵۴)

ترجمہ تمہارے پروردگار نے اپنی ذات پر (تمہارے لیے) رحمت اور مہربانی کو لکھ لیا ہے (یعنی لازم کرلیا ہے)۔

آیت 83:۔ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (طٰہٰ: ۴۱)

ترجمہ اور تجھ کو اپنی ذات کے لیے خاص کرلیا۔

(یعنی تجھ کو نبوت اور رسالت اور کلام اور وحی کے لیے منتخب کیا اور تجھ کو اپنا محب اور مخلص بنالیا تاکہ تو میری مرضی کے مطابق میرا کام انجام دے)۔

□ وَقَالَ فِيمَا أَخْبَرَ بِهِ عَنْ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ:

آیت 84:۔ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. (المائدۃ: ۱۱۶)

ترجمہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام بیان فرمارہے ہیں:

اگر (بالفرض والتقدیر) میں نے یہ بات کہی ہوگی تو تیرے علم میں ہوگی۔ (اس لیے کہ) تو تو میرے باطن اور ضمیر کی بات کو خوب جانتا ہے اور میں تیرے جی کی بات کو بالکل نہیں جانتا اس لیے کہ بے شک تو ہی تمام پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔

1 حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ الشَّيْخُ: وَمَعْنٰى قَوْلِ مَنْ قَالَ: اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰى إِنَّهُ نَفْسٌ، إِنَّهُ مَوْجُودٌ ثَابِتٌ غَيْرُ مُنْتَفٍ، وَلَا مَعْدُومٍ، وَكُلُّ مَوْجُودٍ نَفْسٌ، وَكُلُّ مَعْدُومٍ لَيْسَ بِنَفْسٍ.

(الاسماء والصفات بیہقی ج ۲ ص ۵۳، ۵۴ طبع مکتبۃ السوادی للتوزیع، جدہ ۱۴۲۷ھ)

ترجمہ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس قول کا معنی جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نفس ہے: وہ موجود ہے، منفی اور معدوم نہیں ہے۔ ہر چیز جو موجود ہو وہ نفس ہے جو

موجود نہ ہو وہ نفس نہیں ہے۔

8.11:۔مَا ذُکِرَ فِی الْقَدَمِ (صفتِ قدم کے بیان میں)

آیت 85:۔وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (یونس:۲)

ترجمہ اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، ان کو خوش خبری سنائے کہ ان کے لیے ان کے پروردگار کے ہاں پایۂ صدق (یعنی بہت بلند مرتبہ) ہے (اور کیسی سعادت اور فلاح ازل میں ان کے لیے لکھی جا چکی ہے!)۔

8.11:۔قَدَمَ صِدْقٍ کی تفسیر

قدم صدق کے معنی میں اہل تفسیر کے کئی اقوال ہیں:

۱ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس سے مراد مقامِ صدق ہے جیسا کی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ۔

۲ ایک روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ اس سے مراد سعادتِ ازلیہ ہے۔

۳ زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد درجۂ عالیہ ہے۔

۴ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اعمالِ صالحہ مراد ہے۔

۵ زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مراد ہے۔ اور قدم کی اضافت صدق کی طرف، موصوف کی صفت کی طرف ہے، چونکہ وہ مرتبہ عالیہ اور سعادتِ ازلیہ صدق واخلاص کی بدولت ملے گا یا اس کا وقوع حق اور صدق یعنی قطعی اور یقینی ہے۔ اس لیے قدم کو صدق کی طرف مضاف کر دیا گیا۔

(معارف القرآن کاندھلوی ج ۳ ص ۵۵۱ مکتبہ حسان بن ثابت، لاہور)

1 حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: "فَيُشْبِهُ أَنْ يَكُونَ مَنْ ذَكَرَ الْقَدَمَ وَالرِّجْلَ، وَتَرَكَ الْإِضَافَةَ إِنَّمَا تَرَكَهَا تَهَيُّبًا لَهَا، وَطَلَبًا لِلسَّلَامَةِ مِنْ خَطَأِ التَّأْوِيلِ فِيهَا. وَكَانَ أَبُو عُبَيْدٍ وَهُوَ أَحَدُ أَئِمَّةِ أَهْلِ الْعِلْمِ، يَقُولُ: نَحْنُ نَرْوِي هَذِهِ الْأَحَادِيثَ وَلَا نُرِيغُ لَهَا الْمَعَانِيَ. قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ: "وَنَحْنُ أَحْرَى بِأَنْ لَا نَتَقَدَّمَ فِيمَا تَأَخَّرَ عَنْهُ مَنْ هُوَ أَكْثَرُ عِلْمًا وَأَقْدَمُ زَمَانًا وَسِنًّا، وَلَكِنَّ الزَّمَانَ الَّذِي نَحْنُ فِيهِ قَدْ صَارَ أَهْلُهُ حِزْبَيْنِ: مُنْكِرٌ لِمَا يُرْوَى مِنْ نَوْعِ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ رَأْسًا، وَمُكَذِّبٌ بِهِ أَصْلًا، وَفِي ذَلِكَ تَكْذِيبُ الْعُلَمَاءِ الَّذِينَ رَوَوْا هَذِهِ الْأَحَادِيثَ وَهُمْ أَئِمَّةُ الدِّينِ وَنَقَلَةُ السُّنَنِ، وَالْوَاسِطَةُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى مُسَلِّمَةٌ لِلرِّوَايَةِ فِيهَا ذَاهِبَةٌ فِي تَحْقِيقِ الظَّاهِرِ مِنْهَا مَذْهَبًا يَكَادُ يُفْضِي بِهِمْ إِلَى الْقَوْلِ بِالتَّشْبِيهِ وَنَحْنُ نَرْغَبُ عَنِ الْأَمْرَيْنِ مَعًا، وَلَا نَرْضَى بِوَاحِدٍ مِنْهُمَا مَذْهَبًا. فَيَحِقُّ عَلَيْنَا أَنْ نَطْلُبَ لِمَا يَرِدُ مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ إِذَا صَحَّتْ مِنْ طَرِيقِ النَّقْلِ وَالسَّنَدِ، تَأْوِيلًا يَخْرُجُ عَلَى مَعَانِي أُصُولِ الدِّينِ، وَمَذَاهِبِ الْعُلَمَاءِ، وَلَا نُبْطِلُ الرِّوَايَةَ فِيهَا أَصْلًا، إِذَا كَانَتْ طُرُقُهَا مَرْضِيَّةً وَنَقَلَتُهَا عُدُولًا.

قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ: وَذِكْرُ الْقَدَمِ هَهُنَا يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِهِ: مَنْ قَدَّمَهُمُ اللهُ لِلنَّارِ مِنْ أَهْلِهَا، فَيَقَعُ بِهِمُ اسْتِيفَاءُ عَدَدِ أَهْلِ النَّارِ. وَكُلُّ شَيْءٍ قَدَّمْتَهُ فَهُوَ قَدَمٌ، كَمَا قِيلَ لِمَا هَدَمْتَهُ: هَدْمٌ، وَلِمَا قَبَضْتَهُ: قَبْضٌ، وَمِنْ هَذَا قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ: (أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ) (یونس:۲) أَيْ مَا قَدَّمُوهُ مِنَ الْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ. وَقَدْ رُوِيَ مَعْنَى هَذَا عَنِ الْحَسَنِ، وَيُؤَيِّدُهُ قَوْلُهُ فِي الْحَدِيثِ: وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا. فَاتَّفَقَ الْمَعْنَيَانِ أَنَّ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ تُمَدُّ بِزِيَادَةِ عَدَدٍ يَسْتَوْفِي بِهَا عِدَّةَ أَهْلِهَا، فَتَمْتَلِئُ عِنْدَ ذَلِكَ". (کتاب الاسماء والصفات بیہقی ج ۲ ص ۱۹۲، ۱۹۳)

ترجمہ حضرت ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس حدیث میں قدم

(پاؤں ؟) اور رِجل (ٹانگ) کا ذکر ہو۔ اور اضافت کا ترک کرنا ہو۔ اضافت کا ترک کرنا اس بارے میں تاویل کی خطا کرنے سے ڈرنا اور سلامتی کے راستے کو اختیار کرنا ہے۔ حضرت ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ، جو اہل علم ائمہ میں سے ہیں، کہا کرتے تھے: ہم احادیث کو روایت کرتے ہیں اور معانی کے درپے نہیں ہوتے۔

حضرت ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ ہم اس میں ان علماء سے آگے نہ بڑھیں جو ہم سے علم میں زیادہ، زمانے اور عمر کے لحاظ سے مقدم ہیں۔ لیکن وہ زمانہ جس میں ہم رہ رہے ہیں، اس میں لوگوں کے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو ان احادیث کا، جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں، بالکلیہ منکر ہے۔ اس میں ان علماء کی تکذیب ہے جنہوں نے ان احادیث کو روایت کیا ہے اور وہ ائمہ دین اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان کرنے والے ہیں۔ وہ ہمارے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو ان روایات کو تسلیم کرتا ہے مگر احادیث کے ظاہر کو اختیار کرتا ہے اور وہ اس کے ذریعے ایسے مذہب تک پہنچ گیا ہے جس میں تشبیہ و تجسیم ہے۔ ہم ان دونوں معاملات سے روگردانی اختیار کرتے ہیں۔ اور ہم ان دونوں مذہبوں سے راضی نہیں ہیں۔ لہٰذا ہم پر یہ بات واجب ہو گئی ہے کہ ہم ان احادیث میں، جو نقل و سند کے لحاظ سے صحیح قرار دی گئی ہیں، تاویل کریں جس سے اصول دین اور علماء کے مذاہب کے معانی واضح ہوں۔ ہم ان روایات کو بالکلیہ رد نہ کریں جب کہ ان کے طرق پسندیدہ اور راوی عادل اور ثقہ ہوں۔

امام ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں ''قدم'' سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے دوزخ والا بنا کر بھیجا دیا ہے۔ پس اہل دوزخ کے عدد کو پورا کرنا ہے۔ ہر وہ چیز جس کو آگے بھیجا جائے وہ قدم ہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: جب میں نے اسے گرا دیا تو وہ گر گئی اور جب میں نے اسے پکڑ لیا تو وہ پکڑ لی گئی۔ اور اسی سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ''أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ'' کا معنی واضح ہو گیا: جو اعمالِ صالحہ آگے بھیج دیئے گئے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہی معنی منقول ہیں۔ اسی معنی کی تائید یہ حدیث بھی کرتی ہے: ''وَأَمَّا الْجَنَّةُ فَإِنَّ اللهَ يُنْشِئُ لَهَا خَلْقًا'' اور جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نئی مخلوق پیدا کریں گے۔ پس دونوں کے معنی متفق ہو گئے کہ جنت اور دوزخ دونوں میں سے ہر ایک کی گنتی زیادہ کر کے اس کی گنتی پوری کی جائے گی۔ لہٰذا اس طرح دونوں بھر جائیں گی۔

2 حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

1 حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں:

وَاخْتُلِفَ فِي الْمُرَادِ بِالْقَدَمِ فَطَرِيقُ السَّلَفِ فِي هٰذَا وَغَيْرِهٖ مَشْهُورَةٌ وَهُوَ أَنْ تُمَرَّ كَمَا جَاءَتْ وَلَا يُتَعَرَّضُ لِتَأْوِيلِهٖ بَلْ نَعْتَقِدُ اسْتِحَالَةَ مَا يُوهِمُ النَّقْصَ عَلَى اللهِ۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۵۸۷ طبع دار السلام، ریاض)

ترجمہ ''قدم'' اور اس جیسے دوسرے الفاظ (ید، ساعد وغیرہ) میں تفسیر سے بچنا اور جیسے وارد ہوئے ہیں، اسی طرح چلانا ضروری ہے کیونکہ نقص کا شائبہ اور واہمہ جن چیزوں میں ہو، اسے اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا محال ہے۔

2 وَخَاضَ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي تَأْوِيلِ ذٰلِكَ۔

فَقَالَ الْمُرَادُ إِذْلَالُ جَهَنَّمَ فَإِنَّهَا إِذَا بَالَغَتْ فِي الطُّغْيَانِ وَطَلَبِ الْمَزِيدِ أَذَلَّهَا اللهُ فَوَضَعَهَا تَحْتَ الْقَدَمِ وَلَيْسَ الْمُرَادُ حَقِيقَةَ الْقَدَمِ وَالْعَرَبُ تَسْتَعْمِلُ أَلْفَاظَ الْأَعْضَاءِ فِي ضَرْبِ الْأَمْثَالِ وَلَا تُرِيدُ أَعْيَانَهَا كَقَوْلِهِمْ رَغِمَ أَنْفُهٗ وَسُقِطَ فِي يَدِهٖ۔

وَقِيلَ الْمُرَادُ بِالْقَدَمِ الْفَرَطُ السَّابِقُ أَيْ يَضَعُ اللهُ فِيهَا مَا قَدَّمَهٗ لَهَا مِنْ أَهْلِ الْعَذَابِ قَالَ الْإِسْمَاعِيلِيُّ الْقَدَمُ قَدْ يَكُونُ اسْمًا لِمَا قُدِّمَ كَمَا يُسَمّٰى مَا خُبِطَ مِنْ وَرَقٍ خَبَطًا فَالْمَعْنٰى مَا قَدَّمُوا مِنْ عَمَلٍ۔ وَقِيلَ الْمُرَادُ بِالْقَدَمِ قَدَمُ بَعْضِ الْمَخْلُوقِينَ فَالضَّمِيرُ لِلْمَخْلُوقِ مَعْلُومٌ أَوْ يَكُونُ هُنَاكَ مَخْلُوقٌ اسْمُهٗ قَدَمٌ أَوِ الْمُرَادُ بِالْقَدَمِ الْأَخِيرُ لِأَنَّ الْقَدَمَ آخِرُ

الْأَعْضَاءِ فَيَكُونُ الْمَعْنٰى حَتّٰى يَضَعَ اللهُ فِي النَّارِ آخِرَ أَهْلِهَا فِيهَا وَيكون الضَّمِير للمزيد وقَالَ بن حِبَّانَ فِي صَحِيحِهِ بَعْدَ إِخْرَاجِهِ هٰذَا مِنَ الْأَخْبَارِ الَّتِي أُطْلِقَتْ بِتَمْثِيلِ الْمُجَاوَرَةِ وَذٰلِكَ أَنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُلْقٰى فِي النَّارِ مِنَ الْأُمَمِ وَالْأَمْكِنَةِ الَّتِي عُصِيَ اللهُ فِيهَا فَلَا تَزَالُ تَسْتَزِيدُ حَتّٰى يَضَعَ الرَّبُّ فِيهَا مَوْضِعًا مِنَ الْأَمْكِنَةِ الْمَذْكُورَةِ فَتَمْتَلِئُ لِأَنَّ الْعَرَبَ تُطْلِقُ الْقَدَمَ عَلَى الْمَوْضِعِ قَالَ تَعَالٰى أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صدق يُرِيدُ مَوْضِعَ صِدْقٍ وَقَالَ الدَّاوُدِيُّ الْمُرَادُ بِالْقَدَمِ قَدَمُ صِدْقٍ وَهُوَ مُحَمَّدٌ وَالْإِشَارَةُ بِذٰلِكَ إِلٰى شَفَاعَتِهِ وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ فَيُخْرِجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِنَ الْإِيمَانِ وَتُعُقِّبَ بِأَنَّ هٰذَا مُنَابِذٌ لِنَصِّ الْحَدِيثِ لِأَنَّ فِيهِ يَضَعُ قَدَمَهُ بَعْدَ أَنْ قَالَتْ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ وَالَّذِي قَالَهُ مُقْتَضَاهُ أَنَّهُ يَنْقُصُ مِنْهَا وَصَرِيحُ الْخَبَرِ أَنَّهَا تَنْزَوِي بِمَا يُجْعَلُ فِيهَا لَا يَخْرُجُ مِنْهَا قُلْتُ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يُوَجَّهَ بِأَنَّ مَنْ يَخْرُجُ مِنْهَا يُبَدَّلُ عِوَضَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْكُفْرِ كَمَا حَمَلُوا عَلَيْهِ حَدِيثَ أَبِي مُوسٰى فِي صَحِيحِ مُسْلِمٍ يُعْطٰى كُلُّ مُسْلِمٍ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى فَيُقَالُ هٰذَا فداءك مِنَ النَّارِ فَإِنَّ بَعْضَ الْعُلَمَاءِ قَالَ الْمُرَادُ بِذٰلِكَ أَنَّهُ يَقَعُ عِنْدَ إِخْرَاجِ الْمُوَحِّدِينَ وَأَنَّهُ يُجْعَلُ مَكَانَ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ وَاحِدًا مِنَ الْكُفَّارِ بِأَنْ يَعْظُمَ حَتّٰى يَسُدَّ مَكَانَهُ وَمَكَانَ الَّذِي خَرَجَ وَحِينَئِذٍ فَالْقَدَمُ سَبَبٌ لِلْعِظَمِ الْمَذْكُورِ فَإِذَا وَقَعَ الْعِظَمُ حَصَلَ الْمِلْءُ الَّذِي تَطْلُبُهُ وَمِنَ التَّأْوِيلِ الْبَعِيدِ قَوْلُ مَنْ قَالَ الْمُرَادُ بِالْقَدَمِ قَدَمُ إِبْلِيسَ وَأَخَذَهُ مِنْ قَوْلِهِ حَتّٰى يَضَعَ الْجَبَّارُ فِيهَا قَدَمَهُ وَإِبْلِيسُ أَوَّلُ مَنْ تَكَبَّرَ فَاسْتَحَقَّ أَنْ يُسَمّٰى مُتَجَبِّرًا وَجَبَّارًا وَظُهُورُ بُعْدِ هٰذَا يُغْنِي عَنْ تَكَلُّفِ الرَّدِّ عَلَيْهِ وَزعم بن الْجَوْزِيِّ أَنَّ الرِّوَايَةَ الَّتِي جَاءَتْ بِلَفْظِ الرِّجْلِ تَحْرِيفٌ مِنْ بَعْضِ الرُّوَاةِ لِظَنِّهِ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْقَدَمِ الْجَارِحَةُ فَرَوَاهَا بِالْمَعْنٰى فَأَخْطَأَ ثُمَّ قَالَ وَيَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِالرِّجْلِ إِنْ كَانَتْ مَحْفُوظَةً الْجَمَاعَةَ كَمَا تَقُولُ رِجْلٌ مِنْ جَرَادٍ فَالتَّقْدِيرُ يَضَعُ فِيهَا

جَمَاعَةً وَأَضَافَهُمْ إِلَيْهِ إِضَافَةَ اخْتِصَاصٍ وَبَالَغَ بن فُورَكٍ فَجَزَمَ بِأَنَّ الرِّوَايَةَ بِلَفْظِ الرِّجْلِ غَيْرُ ثَابِتَةٍ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ وَهُوَ مَرْدُودٌ لِثُبُوتِهَا فِي الصَّحِيحَيْنِ وَقَدْ أَوَّلَهَا غَيْرُهُ بِنَحْوِ مَا تَقَدَّمَ فِي الْقَدَمِ۔

(فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۷۵۸ طبع دار السلام، ریاض)

ترجمہ کئی حضرات یعنی متاخرین نے اس قسم کے مواقع میں تاویل کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ یہاں بھی ''قدم'' کی مختلف تاویلیں کی گئی ہیں۔

۱ بعض حضرات نے کہا کہ دراصل یہ ''اذلال'' (ذلیل کرنا) سے کنایہ ہے کہ دوزخ کا طغیان جب بڑھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کریں گے۔ اس اذلال کو ''وضع قدم'' سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں: ''**وضعت فلانا تحت قدمی**'' مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ میں نے اس کو ذلیل کر کیا۔ قدم کے حقیقی معنی اس میں مراد نہیں ہوتے۔ عرب ضرب الامثال میں اعضاء جسمانی کا استعمال کیا کرتے ہیں اور ان سے ان کا مطلب حقیقی اعضاء نہیں ہوتا ہے، بلکہ ان کے معانی مراد ہوتے ہیں۔

۲ بعض حضرات نے کہا کہ قدم ایک خاص مخلوق کا نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جہنم میں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جب جہنم ''هَلْ مِنْ مَزِيدٍ'' کا مطالبہ کرے گی تو اس وقت اس کو جہنم میں داخل کیا جائے گا۔ تب اس کی شورش ختم ہو جائے گی۔

۳ داؤدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قدمؑ سے یہاں ''قدم صدق'' مراد ہے اور وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت یعنی مقامِ محمود کی طرف اشارہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے وہ تمام لوگ جہنم سے نکل جائیں گے جن کے دلوں میں تھوڑا بہت ایمان تھا اور اس کے ساتھ ساتھ جہنم کی طغیانی بھی ختم ہو جائے گی اور وہ مزید کا مطالبہ بھی ترک کر دے گی۔

۴ بخاری کی دوسری روایت میں ''قدم'' کے بجائے ''رِجْلٌ'' کا لفظ آیا ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ تحریف ہے۔ کسی راوی نے ''قدم'' کے حقیقی معنی مراد لیتے ہوئے اسے ''رِجْلٌ'' سے تعبیر کر دیا۔ ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ نے ''رِجْلٌ'' کے لفظ کو بالکل غیر ثابت قرار دیا۔

لیکن ان کی یہ بات درست نہیں کیونکہ بخاری اور مسلم دونوں میں یہ لفظ آیا ہے۔لہٰذا اس کے بارے میں یہ کہنا کہ ثابت نہیں، غلط ہے۔

قدم کی طرح ''رِجْلٌ'' کی بھی تاویل کی گئی ہے ،لیکن اس طرح کے الفاظ میں تفویض اور تسلیم ہی بہتر، مناسب اور محتاط مذہب ہے۔(ملخصاً)

8.12: بَابُ مَا ذُكِرَ فِي الْأَصَابِعِ

(صفتِ اصابع کے بیان میں)

آیت 86: وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ○ (الزمر:٦٧)

ترجمہ اور (جولوگ شرک کے مرتکب ہوتے ہیں۔حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرومنزلت کو پہچانتے ہی نہیں۔چنانچہ) یہ وہی لوگ ہیں کہ انہوں نے اللہ ﷻ کی عظمت نہیں کی جیسے کہ اللہ ﷻ کی عظمت کا حق تھا (اور حق عظمت ادا کرنا قبولِ توحید کے بغیر ممکن نہیں۔حالانکہ اس کی شان یہ ہے کہ) ساری زمین اس کی مُٹھی میں ہوگی ، قیامت کے روز۔اور تمام آسمان لپٹے ہوئے ہوں گے، اس کے دائیں ہاتھ میں ۔پس پاکی ہے اس پروردگار کی اور برتر ہے وہ ذات ان کے ہر شرک سے جو وہ کرتے ہیں۔

تفسیر وَالْاَرْضُ جَمِيْعاً قَبْضَتُهٗ کی تفسیر میں حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے متعدد روایات بیان کی ہیں اور مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔لیکن اہل السنت والجماعت اور تمام ائمہ سلف رحمہم اللہ اس قسم کی جملہ آیات کو متشابہات میں سے قرار دیتے ہیں اور آیاتِ متشابہات میں سلف رحمہم اللہ کا یہی موقف ہے کہ ظاہر پر برقرار رکھتے ہوئے ان پر ایمان لایا جائے اور کسی کیفیت کی تحقیق اور تعیین سے گریز کیا جائے۔اس آیت کے شانِ نزول میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور دیگر ائمہ محدثین رحمہم اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر

رضی اللہ عنہا سے تخریج کی ہے وہ سلف رحمہم اللہ کے اس موقف کے خلاف نہیں ہے۔

1 علامہ بدر الدین ابن جماعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

وَأما قَوله تَعَالَى: "وَالْأَرْض جَمِيعًا قَبضته يَوْم الْقِيَامَة". فَمَعْنَاه: أَن قوته وَقدرته عَلَيْهَا وعَلى إذهابها كقوة أحدكُم وَقدرته وتمكنه على مَا فِي قَبضته. وَلذَلِك أعقبه بالتنزيه عَن توهم الْجَارِحَة بقوله: "سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يشركُونَ". فَمَعْنَاه: أَن الأَرْض فِي تصرفه وَملكه، كَمَا يُقَال: الْبَلدة فِي قَبْضَة السُّلْطَان، وَالْمَال فِي قَبْضَة فلَان، وَالدَّار فِي قَبضته. لم يرد بذلك الْكَوْن فِي الْكَفّ. وَعطف الأنامل عَلَيْهِ قطعا، بل الْقُدْرَة والإستيلاء.

فَإِن قيل فَهِيَ فِي الدُّنْيَا كَذَلِك فَلم خص يَوْم الْقِيَامَة؟

قُلْنَا: لانفراده بِالْملكِ والاستيلاء فِي ذَلِك الْيَوْم. كَقَوْلِه تَعَالَى: "مَالك يَوْم الدّين"، وَهُوَ مَالك الدُّنْيَا وَالْآخِرَة.

(التنزیہ فی ابطال حجج التشبیہ، ص ۳۹۴، ۳۹۵؛ إیضاح الدلیل فی قطع حجج أهل التعطیل، ص ۱۶۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''وَالْأَرْضُ جَمِيعاً قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' کا معنی ہے: اس کی قوت اور قدرت اس کے اوپر ہے اور اس کو لے جانے کی بھی، جیسا کہ تم میں سے کسی کی قدرت اپنے قبضہ میں کی ہوئی چیز پر ہوتی ہے۔ اسی لیے اس کے بعد تنزیہ باری تعالیٰ کا مضمون ہے تاکہ عضو جارحہ کا وہم بھی نہ رہے، اس قول کے ساتھ: سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ۔

لہٰذا آیت کا معنی ہوگا: زمین ساری کی ساری اس کے تصرف اور ملک میں ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: شہر بادشاہ کے قبضہ میں ہے۔ مال فلاں کے قبضہ میں ہے۔ دار (گھر) اس کے قبضہ میں ہے۔ اس سے مراد ہتھیلی میں ہونا نہیں ہوتا ہے، اور نہ اس سے مراد انگلیوں کے پوروں میں ہونا ہے، بلکہ اس سے قدرت، غلبہ اور قبضہ ہے۔

اگر یہ کہا جائے: یہ تو دنیا میں بھی ہے، پھر قیامت کی تخصیص کیوں کی گئی ہے؟

ہم کہتے ہیں: قیامت کے دن ملک اور غلبہ کے لحاظ اللہ تعالیٰ کی ذات منفرد ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ''، حالانکہ وہ دنیا اور آخرت دونوں کا مالک ہے۔

2 احادیثِ اصابع اور فرقۂ مجسمہ کا ردّ

حدیث 15:۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، سَمِعَ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ، عَنْ سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي مَنْصُورٌ، وَسُلَيْمَانُ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: أَنَّ يَهُودِيًّا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "يَا مُحَمَّدُ! إِنَّ اللهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالجِبَالَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالشَّجَرَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالخَلاَئِقَ عَلَى إِصْبَعٍ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا المَلِكُ". فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، ثُمَّ قَرَأَ: "وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ" (الزمر:٦٧)". قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: وَزَادَ فِيهِ فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ، عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ عَبِيدَةَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ: فَضَحِكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا وَتَصْدِيقًا لَهُ۔ (بخاری رقم 7414)

حدیث 16:۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ يَقُولُ: قَالَ عَبْدُ اللهِ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ الكِتَابِ فَقَالَ: يَا أَبَا القَاسِمِ! إِنَّ اللهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالأَرَضِينَ عَلَى إِصْبَعٍ، وَالشَّجَرَ وَالثَّرَى عَلَى إِصْبَعٍ، وَالخَلاَئِقَ عَلَى إِصْبَعٍ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا المَلِكُ أَنَا المَلِكُ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ، ثُمَّ قَرَأَ: "وَمَا قَدَرُوا اللهَ حَقَّ قَدْرِهِ" (الزمر:٦٧)۔ (بخاری رقم 7415)

بخاری (رقم 7415, 7414) میں دو احادیث مروی ہیں جن میں اصابع کا لفظ آیا ہے۔ ان دونوں میں ذکر ہے کہ ایک یہودی حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہوا اور کہا: ''اے محمد! (دوسری میں ابوالقاسم سے خطاب ہے)، اللہ تعالیٰ آسمانوں کو ایک اُنگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، پہاڑوں کو ایک اُنگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر اور مخلوقات کو ایک انگلی پر اُٹھائے گا۔ پھر کہے گا: میں ہی بادشاہ ہوں''۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے کہ دندان مبارک نظر آئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ۔ (الزمر: ٦٧)

ترجمہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا حق ادا نہیں کیا۔

تلاوت فرمائی۔ نیچے کے کچھ راویوں نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہودی کی بات پر یہ ہنسی بطورِ تعجب وتصدیق کے تھی۔

دوسری حدیث میں صرف چار انگلیوں کا ذکر ہے اور وہ بھی دوسری طرح ہے یعنی اللہ آسمانوں کو ایک انگلی پر، زمینوں کو ایک انگلی پر، درختوں اور ثریٰ کو ایک انگلی پر اور مخلوقات کو ایک انگلی پر اُٹھائے گا اور دوبار کہے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں، میں ہی بادشاہ ہوں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے کہ دندانِ مبارک ظاہر ہوئے۔ پھر وہ آیت تلاوت فرمائی۔ آگے تعجب وتصدیق کا بھی ذکر نہیں ہے، جب کہ روایتیں دونوں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے ہیں۔

بخاری (رقم ۴۸۱۱، ۷۴۱۴، ۷۴۱۵، ۷۴۵۱، ۷۵۱۳) میں یہ حدیث پانچ مرتبہ آئی ہے۔ اس موقع پر محشی بخاری نے جو تحقیقی افادات علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل کیے ہیں وہ لائق مطالعہ ہیں۔ ان حدیثوں پر کلام پانچ وجوہ سے ہے:

1 محدّث شہیر ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصابع سے اللہ تعالیٰ کے لیے جسمانی اُنگلیاں تو مراد نہیں ہوسکتیں۔ لہٰذا ان کو بلا کیف وحد کے اس کی صفتِ ذات قرار دینا ہوگا اور یہی توجیہ حضرت امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بھی منسوب ہے۔ علامہ ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہوسکتا ہے، اصبع کوئی مخلوق ہو جس کو حق تعالیٰ پیدا کریں گے اور وہ انگلیوں کی طرح اُٹھانے کا کام کرے گی۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد اللہ

تعالیٰ کی قدرت ہو کہ اس سے وہ اٹھ کر سب کے سامنے ہوں گی۔ محقق خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اصبع کا لفظ قرآن مجید اور حدیثِ قطعی میں تو آیا نہیں۔ یہ بھی طے شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جو کہیں ''ید'' کا لفظ وارد بھی ہے تو وہاں جسمانی ہاتھ مراد نہیں ہے۔ جب وہ ید نہیں تو اس کے لیے جسمانی انگلیاں بھی متصور نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا یہ امر توقیفی ہے۔ جب شارع نے کوئی تشریح اس کی نہیں کی تو ہم بھی اس کو بلا کیف وتشبیہ کے ہی مانیں گے۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اصابع کا لفظ اس یہودی کی اختراع ہو، کیونکہ وہ مشبہہ ہیں اور اپنی محرف تورات سے بھی ایسے الفاظ ثابت کرتے ہیں جن سے تشبیہ وتجسیم نکلتی ہے، جبکہ اہل اسلام اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ یعنی وہ نہ ید کو جسمانی ید مانتے ہیں، نہ اصابع کو جسمانی اصابع مانتے ہیں۔ دونوں باتیں ان کے عقیدے کے خلاف ہیں۔

2

۱ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بارے میں علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ راویٔ حدیث کا قول ''تصدیقاً لہ'' یہ خود اس کا ایک ظن وگمان ہے، جبکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اس حدیث کی روایت کرنے والے دوسرے بھی ہیں جنہوں نے یہ لفظ روایت نہیں کیا ہے۔

۲ حضرت ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصدیق کا تعلق تو استعظام سے ہے کہ یہودی نے بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کو عظیم سمجھا لیکن تعجب کا تعلق اس کی جہالت سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو اس سے بھی کہیں بڑی ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۸۷)

۳ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''المفہم شرح مسلم'' میں فرمایا کہ جس راوی نے ''تصدیقا لہ'' کا لفظ زیادہ کیا ہے، اس کا کوئی وزن نہیں ہے کیونکہ یہ زیادتی صرف اس راوی کا قول ہے، جو باطل ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی محال اور غلط امر کی تصدیق نہیں فرما سکتے۔ ایسے اوصاف اللہ تعالیٰ کی شان کے قطعاً خلاف اور محال ہیں۔ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قولِ یہودی کی تصدیق کی ہوگی تو یہ تصدیق اس کے معنی ومقصد کے لحاظ سے نہ تھی بلکہ اس کے نقلِ لفظ کے اعتبار سے تھی

کہ جو اس نے اپنی (محرف) کتاب کا نقل کیا ہے، وہ نقل درست ہوسکتی ہے۔ باقی یہ امر حضور اکرم ﷺ کے ذہن میں ضرور ہوگا کہ اس لفظ کا ظاہر مراد نہیں ہے۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۸۷)

۴ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ان الله یمسك ------- سارا قول یہودی کا ہے اور وہ اپنے عقیدہ میں خدا کو جسم مانتے ہیں اور اس کے لیے اعضائے جسم بھی ثابت کرتے ہیں۔ جیسے کہ اس اُمت کے مشبہہ فرقہ کے غالی لوگ بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ کے لیے بھی ہاتھ وغیرہ دوسرے اعضاء جسم فرض کیے جائیں تو وہ بھی ہم جیسا ہی ہوگا اور اس کے لیے ہماری طرح احتیاج، حدوث، نقص و عجز ماننا پڑے گا جو اس کے الٰہ ہونے کے منافی ہے اور اگر صفاتِ حادث کے باوجود الٰہ ہوسکتا تو پھر دجال کو بھی الٰہ مان لیا جاتا۔ لہٰذا وہ محال ہے اور جو امر محال کو مستلزم ہو، وہ بھی جھوٹ اور محال ہے۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۸۷)

3 نبی اکرم ﷺ کے ضحک کے بارے میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ اس یہودی کی جہالت پر بطورِ تعجب کے تھا جس کو راوی نے تصدیق سمجھ لیا۔ علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہودی نے جو ساری مخلوق کو اس طرح اُٹھا لینے کو خدا کی قدرت کا بہت بڑا نشان سمجھ کر ذکر کیا تھا تو اس پر تعجب فرماتے ہوئے آپ ﷺ ہنسے تھے کہ یہ اس کو بہت ہی بڑی قدرت خیال کر رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو اس سے کہیں لاکھوں درجہ عظیم تر ہے۔

4 اس حدیث میں یہ اشکال بھی کیا گیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی عادتِ مبارکہ صرف تبسم کی تھی جبکہ یہاں قہقہہ کی صورت ظاہر کی گئی ہے۔ علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ توجیہ کی کہ عام عادت تو تبسم ہی کی تھی اور ایسا بطور ندرت کے ہوا ہوگا۔ یا تبسم سے کچھ اوپر ضحک کو اس طرح تعبیر کر دیا گیا ہوگا۔

5 یہ بھی سوال ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے آیت بالا تلاوت کرنے کی کیا حکمت تھی؟ ایک تو وہی امر جو اوپر ذکر ہوا کہ آپ ﷺ نے یہ تاثر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو اس بھی زیادہ عظیم ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کا ضحک یہودی

کے جہل کی وجہ سے تھا اور اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت تلاوت فرمائی ہے کہ "نہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین قدرت کو جانا اور نہ اس کی منزہ ذات کو پہچانا"۔

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۸۷)

6 قَوْلُهُ: إِنَّا نجد أَن الله يَجْعَل السَّمَاوَات عَلى إِصْبَع، الْحَدِيث. قَالَ ابن التِّين: تَكَلَّفَ الْخَطَّابِيُّ فِي تَأْوِيلِ الْإِصْبَعِ وَبَالَغَ حَتَّى جَعَلَ ضَحِكَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا وَإِنْكَارًا لِمَا قَالَ الْحَبْرُ. وَرَدَّ مَا وَقَعَ فِي الرِّوَايَةِ الْأُخْرَىٰ: "فَضَحِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا وَتَصْدِيقًا" بِأَنَّهُ عَلَى قَدْرِ مَا فَهِمَ الرَّاوِي. قَالَ النَّوَوِيُّ: وَظَاهِرُ السِّيَاقِ أَنَّهُ ضَحِكَ تَصْدِيقًا لَهُ بِدَلِيلِ قِرَاءَتِهِ الْآيَةَ الَّتِي تَدُلُّ عَلَى صِدْقِ مَا قَالَ الْحَبْرُ. وَالْأَوْلَى فِي هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ الْكَفُّ عَنِ التَّأْوِيلِ مَعَ اعْتِقَادِ التَّنْزِيهِ فَإِنَّ كُلَّ مَا يَسْتَلْزِمُ النَّقْص مِنْ ظَاهِرهَا غير مُرَاد. وَقَالَ بن فُورَكٍ يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِالْإِصْبَعِ إِصْبَعَ بَعْضِ الْمَخْلُوقَاتِ. وَمَا وَرَدَ فِي بَعْضِ طُرُقِهِ أَصَابِعُ الرَّحْمٰنِ يَدُلُّ عَلَى الْقُدْرَةِ وَالْمُلْكِ.

(فتح الباری ج ۸ تحت رقم ۴۸۱۱ ص ۷۰۰ طبع دار السلام، ریاض)

ترجمہ حضرت امام ابن تین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے "اصبع" کی تاویل میں تکلف سے کام لیا ہے۔ اور یہاں تک فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تعجب اور انکار کے لیے تھا، جو یہودی عالم نے کہا تھا۔ اور جو دوسری روایت میں "فَضَحِكَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَجُّبًا وَتَصْدِيقًا" ہے، اس کا رد کیا ہے۔ اور اس کو راوی حدیث کا فہم قرار دیا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اس حدیث کا ظاہر سیاق یہ بتلاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ضحک تصدیق کے لیے تھا۔ اس کی دلیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آیت پڑھنا ہے۔

اس قسم کی صفات متشابہات میں اولیٰ یہ ہے کہ (غلط) تاویل سے رکا جائے اور اس کے ساتھ تنزیہ باری تعالیٰ کا اعتقاد بھی رکھا جائے۔ اس لیے کہ جو ان سے ظاہری مفہوم مراد لے کر نقص معلوم ہوتا ہے، وہ مراد نہیں ہوتا۔ ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

:ہوسکتا ہے کہ اصبع سے مراد بعض مخلوق ہو۔ اور جو بعض طرق حدیث میں ''اصابع الرحمٰن'' کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد قدرت اور ملک ہے۔

بخاری شریف کی شروحِ متداولہ میں یہ بحث کئی جگہ آئی ہے۔ اس لیے عمدۃ القاری ج۱۹ ص ۲۰۵، ۲۰۶؛ ج ۲۵ ص ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۲۰۷، ۲۵۲، ۲۵۳ (مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ) اور فتح الباری ج۸ ص ۷۰۰ تحت رقم ۴۸۱۱؛ ج ۱۳ ص ۴۸۵ تا ۴۸۸، ۵۳۶، ۵۸۲ (طبع دار السلام، ریاض) میں تفصیلی مطالعہ کیا جائے۔ حاصل سب کا فرقہ مجسمہ کی تردید ہے۔

7 ترمذی شریف (رقم ۳۲۳۹) میں بھی یہ حدیث اصابع والی مع الگ دوسرے متن کے مروی ہے اور حاشیہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مختصر افادہ قابلِ ذکر ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ضحک اس امر کی تصدیق کے لیے تھا کہ سارا عالم اس کی قدرت کے تحت مسخر ہے۔ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرتا ہے لیکن یہ جانتے اور مانتے ہوئے بھی وہ یہودی وغیرہ شرک کرتے ہیں اور اس کو ایسے اوصاف سے متصف کرتے ہیں جن سے وہ ذاتِ باری منزہ ومقدس ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت تلاوت کی کہ ''جیسی قدر وعظمت اس کی پہچاننی تھی، وہ نہ پہچانی''۔ (ترمذی تحت رقم ۳۲۳۹ ج ۲ ص ۲۵۴ طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی)

8 حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ضحک یہودی کی دروغ گوئی پر مبنی تھا۔ اس کی تصدیق کے لیے نہیں تھا۔ یہود اللہ تعالیٰ کے لیے جسم اور اعضاء ثابت کرتے ہیں اور یہاں بھی اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے ''اصبع'' ثابت کیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک اور منزہ ہے۔

(کشف الباری کتاب التفسیر ص ۵۶۲ طبع مکتبہ فاروقیہ، کراچی)

3 حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

1 قَالَ الشَّيْخُ رَحِمَهُ اللهُ: أَمَّا الْمُتَقَدِّمُونَ مِنْ أَصْحَابِنَا فَإِنَّهُمْ لَمْ يَشْتَغِلُوا

بِتَأْوِيلِ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَمَا جَرَىٰ مَجْرَاهُ، وَإِنَّمَا فَهِمُوا مِنْهُ وَمِنْ أَمْثَالِهِ مَا سِيقَ لِأَجْلِهِ مِنْ إِظْهَارِ قُدْرَةِ اللهِ تَعَالَىٰ وَعِظَمِ شَأْنِهِ. وَأَمَّا الْمُتَأَخِّرُونَ مِنْهُمْ فَإِنَّهُمْ تَكَلَّمُوا فِي تَأْوِيلِهِ بِمَا يَحْتَمِلُهُ. (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۶۸)

ترجمہ ہمارے اصحاب میں سے متقدمین اس حدیث کی تاویل میں مشغول نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس حدیث کو اسی طرح بیان کیا۔ انہوں نے اس حدیث سے اور ان جیسی دوسری احادیث سے یہ بات سمجھی کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عظمت بیان کرنے کے لیے روایت کیا گیا ہے۔ متاخرین علماء میں سے بعض حضرات نے ان احادیث میں تاویلات کی ہیں۔

2 فَذَهَبَ أَبُو سُلَيْمَانَ الْخَطَّابِيُّ رَحِمَهُ اللهُ إِلَىٰ أَنَّ الْأَصْلَ فِي هٰذَا وَمَا أَشْبَهَهُ فِي إِثْبَاتِ الصِّفَاتِ أَنَّهُ لَا يَجُوزُ ذٰلِكَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ بِكِتَابٍ نَاطِقٍ أَوْ خَبَرٍ مَقْطُوعٍ بِصِحَّتِهِ، فَإِنْ لَمْ يَكُونَا فِيمَا يَثْبُتُ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ الْمُسْتَنِدَةِ إِلَىٰ أَصْلٍ فِي الْكِتَابِ أَوْ فِي السُّنَّةِ الْمَقْطُوعِ بِصِحَّتِهَا أَوْ بِمُوَافَقَةِ مَعَانِيهَا، وَمَا كَانَ بِخِلَافِ ذٰلِكَ فَالتَّوَقُّفُ عَنْ إِطْلَاقِ الِاسْمِ بِهِ هُوَ الْوَاجِبُ، وَيُتَأَوَّلُ حِينَئِذٍ عَلَىٰ مَا يَلِيقُ بِمَعَانِي الْأُصُولِ الْمُتَّفَقِ عَلَيْهَا مِنْ أَقَاوِيلِ أَهْلِ الدِّينِ وَالْعِلْمِ مَعَ نَفْيِ التَّشْبِيهِ فِيهِ. هٰذَا هُوَ الْأَصْلُ الَّذِي نَبْنِي عَلَيْهِ الْكَلَامَ، وَنَعْتَمِدُهُ فِي هٰذَا الْبَابِ. (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۶۸)

ترجمہ حضرت ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صفت اصابع اور ان جیسی دوسری صفات کے اثبات کے لیے اصل یہ ہے کہ ان صفات کے ثبوت کو ماننے کے لیے ضروری ہے کہ اس بارے میں کتاب اللہ قرآن مجید ناطق ہو یعنی صریح، قطعی الدلالت آیت ہو یا حدیث قطعی الصحت اور قطعی الدلالت ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو ایسی خبر واحد، جس کی اصل کتاب اللہ یا سنتِ صحیحہ قطعی الصحت کی طرف مستند ہو یا اس کے معانی کے موافق ہو۔ جو اس کے خلاف ہو، تو اس پر صفت باری تعالیٰ کے اطلاق سے توقف کرنا واجب ہے۔ اس صورت میں ایسی تاویل کی جائے گی جو دین کے متفق علیہ اصول اور اہل علم و دین کے اقوال کے موافق ہو۔ اور اس کے معانی بیان کرنے

میں تشبیہ کی بھی نفی ہوتی ہو۔ اسی اصول پر ہم اپنے کلام کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور اس میں اسی پر اعتماد کرتے ہیں۔

3 وَذِكْرُ الْأَصَابِعِ لَمْ يُوجَدْ فِي شَيْءٍ مِنَ الْكِتَابِ وَلَا مِنَ السُّنَّةِ الَّتِي شَرْطُهَا فِي الثُّبُوتِ مَا وَصَفْنَاهُ، وَلَيْسَ مَعْنَى الْيَدِ فِي الصِّفَاتِ بِمَعْنَى الْجَارِحَةِ حَتَّى يُتَوَهَّمَ بِثُبُوتِهَا ثُبُوتُ الْأَصَابِعِ. بَلْ هُوَ تَوْقِيفٌ شَرْعِيٌّ، أَطْلَقْنَا الِاسْمَ فِيهِ عَلَى مَا جَاءَ بِهِ الْكِتَابُ مِنْ غَيْرِ تَكْيِيفٍ وَلَا تَشْبِيهٍ فَخَرَجَ بِذٰلِكَ عَنْ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَصْلٌ فِي الْكِتَابِ أَوِ السُّنَّةِ أَوْ أَنْ يَكُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ مَعَانِيهَا، وَقَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللهِ مِنْ غَيْرِ طَرِيقِ عُبَيْدَةَ، فَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ قَوْلَهُ: تَصْدِيقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ. قَالَ الشَّيْخُ: قَدْ رُوِّينَا مُتَابَعَةَ عَلْقَمَةَ إِيَّاهُ فِي ذٰلِكَ فِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ عَنْهُ. (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۶۹)

ترجمہ اصابع (انگلیوں) کا ذکر کتاب اللہ میں ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی احادیث صحیحہ میں جن کی شرائط ہم نے اوپر ذکر کر دی ہیں، میں ہے۔ اور نہ ہی ہاتھ جو صفات میں سے ہے، کے معنی کی وضاحت آلہ جارحہ کے طور پر ہے، جس سے انگلیوں کے ثبوت کا وہم ہو۔ بلکہ یہ توقیف شرعی ہے، جس کا اطلاق ہم نے اس صورت میں کیا ہے جیسے وہ کتاب وسنّت صحیحہ میں آیا ہے، بغیر کسی کیفیت اور تشبیہ کے بیان کرنے میں۔ لہٰذا انگلیوں کے ثبوت کا اصل کتاب اللہ، سنت صحیحہ یا ان کے معانی کی صورت جو ان کی طرف مستند ہوں، میں نہ رہا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کرنے والے حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دوسرے راوی بھی ہیں، جنہوں نے یہ لفظ "تصدیقا لقول الحبر" روایت نہیں کیا ہے، (لہٰذا یہ خود اس کا ایک ظن وگمان ہے)۔

حضرت شیخ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم نے اس کی متابعت میں حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعض روایات ذکر کی ہیں۔

4 قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ: وَالْيَهُودُ مُشَبِّهَةٌ، وَفِيمَا يَدَّعُونَهُ مُنَزَّلًا فِي التَّوْرَاةِ أَلْفَاظٌ

تَدْخُلُ فِي بَابِ التَّشْبِيهِ لَيْسَ الْقَوْلُ بِهَا مِنْ مَذَاهِبِ الْمُسْلِمِينَ، وَقَدْ ثَبَتَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "مَا حَدَّثَكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا: آمَنَّا بِمَا أَنْزَلَ اللهُ مِنْ كِتَابٍ". وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلَى الْخَلْقِ بِأَنْ يَكُونَ قَدِ اسْتَعْمَلَهُ مَعَ هٰذَا الْحَبْرِ، وَالدَّلِيلُ عَلَى صِحَّةِ ذٰلِكَ أَنَّهُ لَمْ يَنْطِقْ فِيهِ بِحَرْفٍ تَصْدِيقًا لَهُ أَوْ تَكْذِيبًا، إِنَّمَا ظَهَرَ مِنْهُ فِي ذٰلِكَ الضَّحِكُ الْمُخَيَّلُ لِلرِّضَا مَرَّةً، وَالتَّعَجُّبِ وَالْإِنْكَارِ أُخْرَى، ثُمَّ تَلَا الْآيَةَ، وَالْآيَةُ مُحْتَمِلَةٌ لِلْوَجْهَيْنِ مَعًا، وَلَيْسَ فِيهَا لِلْأَصَابِعِ ذِكْرٌ۔ (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۶۹)

ترجمہ حضرت ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہود مُشَبِّہہ فرقہ ہیں۔ اور جو اس بارے میں انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ یہ تورات میں سے ہے، جو نازل کردہ کتاب ہے، اس میں انہوں نے ایسے الفاظ داخل کر دیئے ہیں جن کا تعلق تشبیہ کے باب سے ہے۔ مسلمانوں کے مذہب میں ایسا کوئی قول نہیں ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح وثابت ہے:

حدیث 17 :۔ "مَا حَدَّثَكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَلَا تُصَدِّقُوهُمْ وَلَا تُكَذِّبُوهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلَ اللهُ مِنْ كِتَابٍ"۔

ترجمہ "جو کچھ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) بیان کریں، اس کی نہ تو تصدیق کرو اور نہ ہی تکذیب۔ اور یہ بات کہو کہ جو اللہ تعالیٰ نے کتاب (قرآن مجید) میں نازل فرمایا ہے، ہم تو اس پر ایمان رکھتے ہیں"۔

پس اس بات پر سب سے زیادہ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی عمل کرنے والے ہیں۔ اور اس یہودی حبر (عالم) کی بات کو اس حدیث پر پرکھنے اور جانچنے والے ہیں۔ اس بات کی دلیل یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی صحت بیان کرنے کے لیے تصدیق یا تکذیب کا ایک حرف بھی نہیں بولا ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو صرف ضحک (ہنسنا) ہی ظاہر ہوا ہے جس کے بارے میں گمان کیا گیا ہے کہ وہ کبھی کبھار رضا کا ہوتا ہے، اور کبھی کبھی تعجب اور انکار کا بھی ہوتا ہے۔ اس میں انگلیوں کا ذکر ہرگز نہیں ہے۔

5 وَقَوْلُ مَنْ قَالَ مِنَ الرُّوَاةِ: تَصْدِيقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ. ظَنٌّ وَحُسْبَانٌ، وَالْأَمْرُ فِيهِ ضَعِيفٌ، إِذْ كَانَ لَا يُمَحِّضُ شَهَادَتَهُ لِأَحَدِ الْوَجْهَيْنِ، وَرُبَّمَا اسْتَدَلَّ الْمُسْتَدِلُّ بِحُمْرَةِ اللَّوْنِ عَلَى الْخَجَلِ، وَبِصُفْرَتِهِ عَلَى الْوَجَلِ، وَذٰلِكَ غَالِبُ مَجْرَى الْعَادَةِ فِي مِثْلِهِ، ثُمَّ لَا يَخْلُو ذٰلِكَ مِنِ ارْتِيَابٍ وَشَكٍّ فِي صِدْقِ الشَّهَادَةِ مِنْهُمَا بِذٰلِكَ لِجَوَازِ أَنْ تَكُونَ الْحُمْرَةُ لِهِيَاجِ دَمٍ وَزِيَادَةِ مِقْدَارٍ لَهُ فِي الْبَدَنِ، وَأَنْ تَكُونَ الصُّفْرَةُ لِهِيَاجِ مَوَادٍّ وَثَوَرَانِ خَلْطٍ، وَنَحْوَ ذٰلِكَ، فَالِاسْتِدْلَالُ بِالتَّبَسُّمِ وَالضَّحِكِ فِي مِثْلِ هٰذَا الْأَمْرِ الْجَسِيمِ قَدْرُهُ، الْجَلِيلِ خَطَرُهُ غَيْرُ سَائِغٍ مَعَ تَكَافُؤِ وَجْهَيِ الدَّلَالَةِ الْمُتَعَارِضَيْنِ فِيهِ، وَلَوْ صَحَّ الْخَبَرُ مِنْ طَرِيقِ الرِّوَايَةِ كَانَ ظَاهِرَ اللَّفْظِ مِنْهُ مُتَأَوَّلًا عَلٰى نَوْعٍ مِنَ الْمَجَازِ أَوْ ضَرْبٍ مِنَ التَّمْثِيلِ، قَدْ جَرَتْ بِهِ عَادَةُ الْكَلَامِ بَيْنَ النَّاسِ فِي عُرْفِ تَخَاطُبِهِمْ، فَيَكُونُ الْمَعْنٰى فِي ذٰلِكَ عَلٰى تَأْوِيلِ قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ: "وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ" (الزمر:٦٧) أَيْ قُدْرَتُهُ عَلٰى طَيِّهَا، وَسُهُولَةُ الْأَمْرِ فِي جَمْعِهَا، وَقِلَّةُ اعْتِيَاصِهَا عَلَيْهِ بِمَنْزِلَةِ مَنْ جَمَعَ شَيْئًا فِي كَفِّهِ فَاسْتَخَفَّ حَمْلَهُ فَلَمْ يَشْتَمِلْ بِجَمِيعِ كَفِّهِ عَلَيْهِ لٰكِنَّهُ يُقِلُّهُ بِبَعْضِ أَصَابِعِهِ، فَقَدْ يَقُولُ الْإِنْسَانُ فِي الْأَمْرِ الشَّاقِّ إِذَا أُضِيفَ إِلَى الرَّجُلِ الْقَوِيِّ الْمُسْتَقِلِّ بِعِبْئِهِ: إِنَّهُ لَيَأْتِي عَلَيْهِ بِأُصْبُعٍ وَاحِدَةٍ أَوْ أَنَّهُ يَعْمَلُهُ بِخِنْصَرِهِ، أَوْ أَنَّهُ يَكْفِيهِ بِصُغْرَى أَصَابِعِهِ، أَوْ مَا أَشْبَهَ ذٰلِكَ مِنَ الْكَلَامِ الَّذِي يُرَادُ بِهِ الِاسْتِظْهَارُ فِي الْقُدْرَةِ عَلَيْهِ وَالِاسْتِهَانَةُ بِهِ.

(کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۰)

ترجمہ حدیث کے راویوں میں سے جس نے یہ کہا: ''تَصْدِيقًا لِقَوْلِ الْحَبْرِ'' تو یہ اس راوی کا خیال وگمان ہے۔ معاملہ اس بارے میں ضعیف وکمزور ہی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

اگر روایت کے طریق سے یہ خبر صحیح بھی ثابت ہوجائے تو اس حدیث کے ظاہری الفاظ کی تاویل مجاز یا تمثیل کے بیان سے کی جائے گی۔ لوگوں کے درمیان طرز تخاطب کے لحاظ سے یہ بات عام ہے۔ پس اس آیت: ''وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ

بِيَمِينِهٖ'' کا معنی تاویل کرتے ہوئے یوں ہوگا: اللہ تعالیٰ کی قدرت کا بیان کرنا ہے، اس کے لپیٹنے، اور اس کو اکٹھا کرنے کے معاملہ کو آسانی سے کرنا، اس کی دشواری کا کم ہونا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنی ہتھیلی میں کسی چیز کو جمع کرنے کے بمنزلہ ہے۔ پس اس کو اُٹھانا بہت ہی ہلکا کام ہے۔ لہٰذا اس کے لیے ساری ہتھیلی کا استعمال بھی نہیں کیا بلکہ اس کے لیے انگلیوں میں سے ایک سے کام لیا۔ پس انسان اس کام کو جو مشکل ہو اور اس کی نسبت ایک قوی شخص کی طرف کی جائے، تو وہ کہتا ہے: اس کو تو وہ ایک انگلی سے کرسکتا ہے یا وہ اس کو سب سے چھوٹی انگلی سے بھی کرسکتا ہے، یا اس کے لیے تو چھوٹی انگلی بھی کافی ہے۔ اس طرح کے کلام سے مراد اس کا اظہارِ قدرت ہوتا ہے یا اس کام کا ہلکا ہونا بیان کرنا ہوتا ہے۔

6 قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ: وَيُؤَكِّدُ مَا ذَهَبْنَا إِلَيْهِ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ:
يَعْنِي مَا أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ عَبْدَانَ أنا أَحْمَدُ بْنُ عُبَيْدٍ الصَّفَّارُ، نا عُبَيْدُ بْنُ شَرِيكٍ، نا ابْنُ عُفَيْرٍ، نا اللَّيْثُ، عَنِ ابْنِ مُسَافِرٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "يَقْبِضُ اللهُ الْأَرْضَ وَيَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهٖ، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟" رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ فِي الصَّحِيحِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُفَيْرٍ۔ (کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۷۰، ۱۷۱، رقم 736)

ترجمہ امام ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ''حدیث کا معنی جو ہم نے بیان کیا ہے، اس کی تائید یہ حدیث کرتی ہے:

حدیث 18:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ اپنے دائیں ہاتھ سے زمین کو پکڑ لے گا اور آسمان کو لپیٹ دے گا۔ پھر فرمائے گا: ''میں ہی بادشاہ ہوں! کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟''۔

7 قَالَ أَبُو سُلَيْمَانَ رَحِمَهُ اللهُ: فَهٰذَا قَوْلُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَفْظُهٗ جَاءَ عَلٰى وِفَاقِ الْآيَةِ مِنْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ: "وَالسَّمٰوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهٖ" (الزمر: ٦٧)۔ لَيْسَ فِيهِ ذِكْرُ الْأَصَابِعِ، وَتَقْسِيمُ الْخَلِيقَةِ عَلٰى أَعْدَادِهَا،

فَدَلَّ أَنَّ ذٰلِكَ مِنْ تَخْلِيطِ الْيَهُوْدِ وَتَحْرِيفِهِمْ، وَأَنَّ ضَحِكَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ عَلَى مَعْنَى التَّعَجُّبِ مِنْهُ وَالنَّكِيْرُ لَهُ. وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

(کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۱۷۰، ۱۷۱)

ترجمہ: امام ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس آیت: ''وَالسَّمَاوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِيْنِهٖ'' کے موافق ہے۔ اس میں اصابع کا ذکر نہیں ہے۔ اوپر کی حدیث میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی گنتی کرنا ہے۔ پس یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ یہود کی تخلیط اور تحریف ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا بطور تعجب اور نکیر کے تھا۔

4 حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قوله صلى الله عليه وسلم: "قلب المؤمن بين أصبعين من أصابع الرحمن". فإنه عند الجاهل يُخَيِّلُ عضوين مركبين من اللحم والعظم والعصب، مشتملين على الأنامل والأظفار، نابتين من الكف، وعند العالم يدلُّ على المعنى المستعارِ له دون الموضوع له، وهو ما كان الاصبع له، وكأنَّه سمي الاصبع قدرته؛ لأنَّ سرَّ الاصبع وروحَهٗ وحقيقته هو القدرةُ على التقليب كيف يشاء، كما دلَّت المعيَّةُ في قوله تعالى: "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ" على ما تراد المعية له؛ وهو العلمُ والاحاطة. (الاقتصاد في الاعتقاد، ص ۱۲۳، ۱۲۴)

ترجمہ: حدیث: ''مؤمن کا دل اللہ، جو رحمٰن ہے، کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے''۔ پس جاہل تو یہی خیال کرے گا کہ یہ دو عضو ہیں جو گوشت، ہڈیوں اور پٹھوں سے مرکب ہیں جو انگلیوں اور ناخنوں پر مشتمل ہیں، جو ہتھیلی کا حصہ ہیں۔ ایک عالم اور ذی فہم شخص کے ہاں یہ اس کے معنی مستعار پر دلالت کرتی ہیں (یعنی استعارہ مراد ہے) نہ کہ اس کے اصل معنی یعنی انگلیوں کے لیے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہاں انگلیاں مراد نہیں ہیں۔ گویا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو انگلیوں سے تعبیر

کر دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ انگلیوں کا سِرّ ، روح اور حقیقت تو اس کی قدرت کو بیان کرنا ہے، وہ مؤمن کے دل کو پھیرتا ہے جس طرح چاہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ''وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ '' میں معیت الٰہی کو بیان کیا گیا ہے۔ یہاں معیت سے مراد اس کا علم اور احاطہ ہے۔

5 حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

فِي الْأُصْبع

هَذِهِ اللَّفْظَة غير مَذْكُورَة فِي الْقُرْآن لَكِنَّهَا مَذْكُورَة فِي الْأَخْبَار.

فَالْخَبَر الأول: رُوِيَ الْقشيرِي عَن مُسلم بن الْحجَّاج عَن أنس بن مَالك رَضِيَ الله عَنهُ قَالَ: كَانَ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يكثر أَن يَقُول: "يَا مُقَلِّب الْقُلُوب ثَبت قلبِي على دينك". قَالُوا: "يَا رَسُول الله! أما أَنبأك غفران مَا أَتَيْته. فَهَل تخَاف بعد؟". فَقَالَ: "الْقُلُوب بَين أصبعين من أَصَابِع الله تَعَالَى يقلبها كَيفَ شَاءَ".

الْخَبَر الثَّانِي: روى صَاحب شرح السّنة فِي بَاب قَوْله تَعَالَى: "ونقلب أفئدتهم وأبصارهم"، أَن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَالَ: "مَا من قلب إِلَّا وَهُوَ بَين أصبعين من أَصَابِع رب الْعَالمين إِذا شَاءَ عصمه، وَإِذا شَاءَ غيَّر بِرَيْقِهِ إِذا غرَّ". قَالَ فَكَانَ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم يَقُول: "يَا مُقَلِّب الْقُلُوب ثَبت قلبِي على دينك. وَالْمِيزَان بَين يَدي الرَّحْمَن يرفع أَقْوَامًا وَيَضَع آخَرين إِلَى يَوْم الْقِيَامَة".

وَالْخَبَر الثَّالِث: روى ابْن خُزَيْمَة فِي كِتَابه عَن عَلْقَمَة عَن عبد الله بن مَسْعُود رَضِي الله عَنهُ قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم رجل من أهل الْكتاب. فَقَالَ: يَا أَبَا الْقَاسِم! أبلغك أَنّ الله يحمل الْخَلَائق على اصبع وَالسَّمَوَات وَالْأَرضين على أصْبع وَالشَّجر على أصْبع وَالثَّرَى على أصْبع. قَالَ فَضَحِك النَّبِيُّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم حَتَّى بَدَت نَوَاجِذُه. فَأنْزل الله

تَعَالَى: "وَمَا قدرُوا الله حق قدره" إِلَى آخر الْآيَة. ثُمَّ ذكر ابْن خُزَيْمَة هٰذَا الحَدِيث بِرِوَايَة أُخْرَى عَن عبد الله بِإِسْنَاد حسن. وَقَالَ: "فَضَحِك النَّبِيُّ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم تَعَجباً وَتَصْدِيقًا لَهُ".

وَاعْلَم انه لَيْسَ الْمُرَاد من الْأُصْبع الْعُضْو الجسماني وَيدل عَلَيْهِ وُجُوه:

الأول انه يلْزم أَن يكون لله تَعَالَى بِحَسب كل قلب أصبعان أَو يلْزم أَن يكون لله أصبعان يعدَّانِ وهما حاصلان فِي بطن كل إِنْسَان حَتَّى يكون الْجِسْم الْوَاحِد حَاصِلا فِي أمكنة كَثِيرَة وَذَلِكَ كُله سخيف وباطل.

الثَّانِي انه يلْزم ان يكون اصبعاه فِي اجوافنا مَعَ انه تَعَالَى على الْعَرْش عِنْد المجسمة وَذَلِكَ ايضا محَال.

الثَّالِث انه يَقْتَضِي ان لَا يَصح مِنْهُ التَّصَرُّف الا بالأصابع، وَهُوَ عجز وحاجة. وَذَلِكَ على الله تَعَالَى محَال.

والتأويل الصَّحِيح فِيهِ ان الشَّيْء الَّذِي يَأْخُذهُ الْإِنْسَان بأصابعه يكون مَقْدُور قدرته وَمحل تصرفه على وَجه السهولة من غير ممانعة أصلا فَلَمَّا كَانَت الْأَصَابِع سَببا لهَذِهِ المكنة وَالْقُدْرَة جعل لفظ الْأُصْبع كِنَايَة عَن تِلْكَ الْقُدْرَة الْكَامِلَة.

اذا عرفت هَذِه الْمُقدمَة، فَنَقُول: أما الحَدِيث الأول فَفِيهِ سِرٌّ لطيف. وَذَلِكَ لِأَن الْمُتَصَرف فِي الْبدن هُوَ الْقلب. وَالْقلب لَا يَنْفَكّ عَن الْفِعْل وَعَن التّرْك. وَالْفِعْل مَوْقُوف على حُصُول الدَّوَاعِي الى الْفِعْل. وَالتّرْك مَوْقُوف على حُصُول ضد تِلْكَ الدَّوَاعِي. وَلَا خُرُوج عَن هَاتين الْحَالَتَيْنِ لِأَن الْخُرُوج عَن طرفِي النقيض محَال. ثُمَّ ان حُصُول الدَّاعِي الى الْفِعْل من الله تَعَالَى، وَلَا حُصُول لَهُ من العَبْد وَإِلَّا افْتقر العَبْد فِي تَحْصِيل ذَلِك الدَّاعِي الى دَاع آخر فَلَزِمَ التسلسل، وَهُوَ محَال. فَثَبت ان الْقلب وَاقع بَين هَاتين الْحَالَتَيْنِ فان حصل فِيهِ مَا يَدْعُوهُ الى الْفِعْل عزم على الْفِعْل وان لم يحصل فِيهِ ذَلِك بَقِي على التّرْك. فحصول هَاتين الْحَالَتَيْنِ

فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِلْفِعْلِ وَالتَّرْكِ كالأصبعين المؤثرين فِي تقليب الْأَشْيَاء وتقليب الْقلب بِسَبَب هَاتين الداعيتين يشبه تقليب الشَّيْء الْمَأْخُوذ بالأصبعين من حَالٍ إِلَى حَالٍ. فَكَمَا أَن الْإِنْسَان يتَصَرَّف فِي الشَّيْء الْمَأْخُوذ بِأُصْبُعِهِ بِتِلْكَ الْأَصَابِع فَالْحق سُبْحَانَهُ يتَصَرَّف فِي قُلُوب عباده بِوَاسِطَة خلق تِلْكَ الدَّوَاعِي وَهَذَا هُوَ السِّرّ الْأَعْظَم والقانون الْأَشْرَف فِي مَسْأَلَة الْقَضَاء وَالْقدر وَقد عبر النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم بِهَذِهِ اللَّفْظَة الوجيزة عَن هَذَا السِّرّ اللَّطِيف وَمِمَّا يدل على أَن المُرَاد مَا ذَكَرْنَاهُ مَا رويناهُ فِي الْخَبَر انه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ كثيرا يَقُول: "ثَبت قلبِي على دينك".

واما الْخَبَر الَّذِي رَوَاهُ عبد الله عَن الْيَهُود فَالْكَلَام فِيهِ من وَجْهَيْن:

الْوَجْه الأول: ان هَذَا الْكَلَام لَا يكون حجَّة وَلَعَلَّ النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ضحك عِنْد هَذَا الْكَلَام استخفافًا بِهِ فَإِن الْإِنْسَان الْعَاقِل اذا سمع كَلَاماً فقد يضْحك عَلَيْهِ استخفافًا بِهِ بَقِي ان يُقَال: ان عبد الله نقل انه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم ضحك فِي كَلَامه تَصْدِيقًا لَهُ الا انا نقُول هَذَا تمسك بِمُجَرَّد ظن فَلَا يكون حجَّة أصلا ثمَّ انه معَارض بِمَا رُوِيَ فِي الْخَبَر انه صلى الله عَلَيْهِ وَسلم قَرَأَ عِنْد ذَلِك قَوْله تَعَالَى: "وَمَا قدرُوا الله حق قدره". وَهَذَا مشْعر بِأَنَّهُ صلى الله عَلَيْهِ وَسلم كَانَ مُنْكرا الْكَلَامه.

الْوَجْه الثَّانِي: انه ان صَحَّ هَذَا الْخَبَر فَهُوَ مَحْمُول على كَونه تَعَالَى قَادِرًا على التَّصَرُّف فِي هَذِه الْأَجْسَام الْعَظِيمَة بقدرة لَا يدافعها دَافع وَلَا يعارضها مَانع وَذَلِكَ لأَنا بَينا ان الشَّيْء الَّذِي يَأْخُذهُ الانسان بِأُصْبُعِهِ يكون قَادِرًا على التَّصَرُّف فِيهِ على اكمل الْوُجُوه فَكَانَ ذَلِك الْأُصْبُع هُنَا لتعريف كَمَال قدرَة الله تَعَالَى ونفاذ تصرفه فِي هَذِه الْأَجْسَام الْعَظِيمَة وَنَظِيره قَوْلهم فِي وصف فعل من الْأَفْعَال بالسهولة واليسر هَذَا الْعَمَل فِي كَفه بل على رَأس اصبعه وَالْمرَاد مَا ذكرنَاهُ. وَبِاللَّهِ التَّوْفِيق.

(أساس التقديس فی علم الكلام. ص ۱۰۶ تا ۱۰۸)

ترجمہ اصابع کا لفظ قرآن مجید میں مذکور نہیں ہے لیکن یہ احادیث میں وارد ہے۔

1 امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے:

حدیث 19:۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ دعا مانگتے تھے: ''اے دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت وقائم رکھ''۔ لوگوں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بخشش کی خبر نہیں دے دی ہے؟ پھر کیا اس کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوف زدہ ہیں؟''۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''دل تو اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، جس طرح چاہے، اللہ اس کو پلٹ دے''۔

یعنی ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اسی کے اختیار میں ہے، جس کا دل چاہے سیدھا رکھے اور جس کا چاہے، ٹیڑھا کر دے۔

2 صاحب شرح السنۃ روایت کرتے ہیں:

حدیث 20:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ہر انسان کا دل اللہ رب العالمین کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ جب چاہتا ہے، اس کی حفاظت فرماتا ہے۔ اور جب چاہتا ہے اس کو باطل کے ساتھ دھوکے میں مبتلا کر کے اس کی حالت کو بدل دیتا ہے''۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر یہ دعا مانگتے تھے: ''اے دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت وقائم رکھ۔ اور میزان اللہ تعالیٰ، جو رحمٰن ہیں، کے سامنے ہے۔ ایک قوم کو بلند کرتا ہے تو دوسری قوم کو گراتا ہے۔ یہ سلسلہ قیامت تک یوں ہی چلتا رہے گا''۔

3 ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے:

حدیث 21:۔ حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ''اے ابو القاسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مخلوقات کو ایک انگلی پر، آسمانوں اور زمینوں کو ایک اُنگلی پر، درختوں کو ایک انگلی پر اور ثریٰ کو ایک انگلی پر اُٹھائے گا''۔ یہ

سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہنسے کہ دندان مبارک نظر آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ اُتاری:

آیت 87:۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (الزمر: ٦٧)

ترجمہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا حق ادا نہیں کیا۔

پھر ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ایک دوسری روایت سے بسندِ حسن بھی بیان کیا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہودی کی بات پر یہ ہنسی بطورِ تعجب وتصدیق کے تھی۔

جان لو کہ احادیث میں اللہ تعالیٰ کے لیے اصابع کا لفظ مذکور ہے، اس سے جسمانی عضو مراد نہیں ہے۔ اس کی دلیل کئی وجوہ سے ہے:

1 اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے انسانوں کے دلوں کے مطابق دو انگلیاں ہو یا اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ انگلیاں اتنی ہیں جو قابلِ شمار ہیں۔ اور وہ ہر انسان کے بطن میں پہنچی ہوئی ہیں یہاں تک ایک واحد جسم بہت سے مقامات میں پہنچا ہوا ہو۔ یہ سب باطل اور کم عقلی کی باتیں ہیں۔

2 اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ کی دو انگلیاں ہمارے پیٹوں میں موجود ہیں اور اس کے ساتھ بقول مجسمہ کے اللہ تعالیٰ عرش پر بھی موجود ہیں۔ یہ محال ہے۔

3 اس کا تقاضا یہ ہے کہ تصرف تو صرف انگلیوں سے ہی ہو سکتا ہے۔ یہ تو عجز واحتیاج کی بات ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے۔

اس کی صحیح تاویل و مراد یہ ہے کہ جس چیز کو انسان اپنی انگلیوں سے پکڑ لیتا ہے، تو اس کو اس پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور وہ سہولت کے ساتھ بغیر کسی بھی قسم کی ممانعت کے اس میں تصرف کر سکتا ہے۔ پھر جب انگلیاں اس قدرت اور تصرف کا سبب ہوئیں تو انگلیوں کو قدرتِ کاملہ کے کنایہ کے طور پر استعمال کیا جانے لگا۔

جب تو نے اس مقدمہ کو سمجھ لیا، تو ہم کہتے ہیں: پہلی حدیث میں ایک باریک نکتہ ہے۔ انسان میں قلب (دل) ہی متصرف ہے۔ دل تو کسی کام کو کرتا ہے اور کسی کو ترک کر دیتا ہے۔ کسی کام کو کرنا اس کام کے دواعی اور اسباب پر موقوف ہوتا ہے۔ اور

ترک کرنا ان اسباب کے نہ ہونے پر موقوف ہوتا ہے۔ ان دو حالتوں سے خروج ممکن نہیں ہے۔ اس لیے کہ ان دو متضاد اطراف سے خروج محال ہے۔ پھر کسی کام کے کرنے کے دواعی اور اسباب کا حصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ بندے کی طرف سے اس کا حصول نہیں ہوتا، ورنہ بندہ اس داعی کے حصول کے بعد دوسرے داعی کی طرف جانے پر مجبور ہوگا۔ اس سے ایک تسلسل قائم ہو جائے گا جو محال ہے۔ لہٰذا اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ انسان کا دل دو حالتوں کے درمیان ہی رہتا ہے۔ اگر اس کو اس کام کے کرنے کے دواعی میسر آگئے تو وہ کام کر لیتا ہے اور اگر وہ دواعی میسر نہ آئے تو ترک فعل پر قائم رہتا ہے۔ پس مؤمنین کے دلوں میں ان دونوں حالتوں کا حصول یعنی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا ایسا ہے جیسا کہ دو انگلیاں جو چیزوں کے الٹنے پلٹنے میں مؤثر ہوتی ہیں۔ دلوں کا الٹنا پلٹنا ان دونوں دواعی کی وجہ سے انگلیوں سے پیدا کردہ ایک حال سے دوسرے حال کی طرف الٹ پلٹ کے مشابہ ہے۔ پس یہ ایسا ہے کہ انسان کسی چیز میں تصرف کرتا ہے جو ان انگلیوں میں سے کسی انگلی سے ماخوذ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ ان دواعی کے پیدا کرنے کے واسطہ سے انسانوں کے قلوب میں تصرف کرتا ہے۔ یہی مسئلہ قضاء و قدر میں سرِ اعظم اور قانونِ اشرف ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مختصر لفظ میں لطیف و عمدہ راز کی صورت میں اس طرح تعبیر فرمادیا ہے۔ اس بات کی طرف یہ چیز دلالت کرتی ہے جس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے جو ہم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر دعا مانگا کرتے تھے:

''اے دلوں کے پلٹنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت و قائم رکھ''۔

رہی وہ روایت جس میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہودی کا کلام بیان کرتے ہیں۔ سو اس میں دو وجوہ سے کلام ہے:

1 یہ کلام ہرگز حجت نہیں ہے۔ شاید جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا اس کلام کے استخفاف کی وجہ سے تھا۔ اس لیے کہ ایک عقل مند انسان جب کسی کا ایسا کلام سنتا ہے تو وہ استخفاف کی وجہ سے اس پر ہنس پڑتا ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت عبد اللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ نقل کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا اس کے کلام کی تصدیق کی وجہ سے تھا، مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ تو صرف ظن وگمان کے ذریعے دلیل پکڑنا ہے۔ لہٰذا یہ ہرگز حجت نہیں ہے۔ پھر اس کے معارض وہ بھی ہے جو اس حدیث میں روایت کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر یہ آیت بھی پڑھی:

آیت 88:۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ. (الزمر:٦٧)

ترجمہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کا حق ادا نہیں کیا۔

یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کلام کو منکر اور عجیب وغریب خیال کیا۔

2 اگر یہ خبر صحیح بھی ہو تو وہ اس بات پر محمول ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ وہ ان بڑے بڑے اجسام میں ہر طرح کے تصرف کی قدرت رکھتے ہیں کہ کوئی طاقت اس میں رکاوٹ اور معارضہ پیدا نہیں کر سکتی۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے بیان کر دیا ہے کہ وہ چیز جس کو انسان اپنی انگلیوں سے پکڑ لیتا ہے وہ اس پر کامل وجوہ سے تصرف کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ انگلی یہاں اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت اور ان بڑے بڑے اجسام میں تصرف کرنے کی تعریف ہے۔ اس کی مثل ونظیر اہل عرب کا یہ قول ہے کہ وہ کسی کام کو سہولت اور آسانی سے کرنے کے لیے کہتے ہیں کہ یہ کام تو اس کی ہتھیلی کا ہے بلکہ اس کی انگلی کے ایک سرے کا ہے۔ اس کی مراد کو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں توفیق ہے۔

8.13:۔ مَا ذُكِرَ فِي الْمَعِيَّةِ (صفتِ معیت کے بیان میں)

آیت 89:۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ. (الحدید:۴)

ترجمہ وہ اللہ تمہارے ہی ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔

آیت 90:۔ إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ

اللّٰہِ ھِیَ الۡعُلۡیَا ؕ وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ○ (توبہ:۴۰)

ترجمہ اگر تم اِن کی (یعنی نبی کریم ﷺ کی) مدد نہیں کرو گے، تو (ان کا کچھ نقصان نہیں، کیونکہ) اللہ اِن کی مدد اُس وقت کر چکا ہے، جب ان کو کافر لوگوں نے ایسے وقت (مکہ سے) نکالا تھا جب وہ دو آدمیوں میں سے دوسرے تھے۔ جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ: "غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے" (یعنی اللہ تعالیٰ کی عنایات ہمارے ساتھ ہیں)۔ چنانچہ اللہ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمائی، اور اُن کی ایسے لشکروں سے مدد کی جو تمہیں نظر نہیں آئے۔ اور کافروں کا بول نیچا کر دکھایا، اور بول تو اللہ ہی کا بالا ہے۔ اور اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔

آیت 91:۔ وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الۡاَرۡضِ ؕ یَعۡلَمُ سِرَّکُمۡ وَجَھۡرَکُمۡ وَیَعۡلَمُ مَا تَکۡسِبُوۡنَ ○ (الانعام:۳)

ترجمہ (جس طرح صانع عالم کی قدرت تمام کائنات کو محیط ہے، اسی طرح اُس کا علم بھی تمام کائنات کو محیط ہے) اور وہی ایک معبود برحق ہے، آسمانوں میں اور زمین میں (اس کے سوا کوئی معبود نہیں) وہ تمہارے چھپے اور کھلے کو جانتا ہے (خواہ تم کوئی فعل کھلے کرو یا چھپا کر کرو، اس کو سب معلوم ہے) اور خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو (تمہارے عمل کے مطابق تم کو جزاء اور سزا دے گا)۔

1 اہل السنت والجماعت کا مسلک

اشاعرہ اور ماتریدیہ جو کہ اصل اہل سنّت ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس لیے جن آیتوں اور حدیثوں میں اللہ تعالیٰ کی معیت کا ذکر ہے۔ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ ان کے متاخرین اللہ تعالیٰ کی معیت سے اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کی معیت مراد لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ید، وجہ، قدم، آنکھ وغیرہ میں اشاعرہ وماتریدیہ کے متقدمین تفویض کا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور متاخرین بھی اصل طریقہ

اسی کو بتاتے ہیں لیکن عوام کو گمراہی سے بچانے کے لیے تاویل کا طریقے کو اختیار کرتے ہیں۔

2 حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قُلْتُ: وَفِي مَعْنٰى هٰذِهِ الْآيَةِ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: "وَهُوَ اللهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ" (الأنعام:٣) عَلٰى أَنَّ بَعْضَ الْقُرَّاءِ يَجْعَلُ الْوَقْفَ فِي هٰذِهِ الْآيَةِ عِنْدَ قَوْلِهٖ: "فِي السَّمَاوَاتِ" (الأنعام:٣)، ثُمَّ يَبْتَدِئُ فَيَقُولُ: "وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ" (الأنعام:٣) وَكَيْفَ مَا كَانَ، فَلَوْ أَنَّ قَائِلًا قَالَ: فُلَانٌ بِالشَّامِ وَالْعِرَاقِ يَمْلِكُ، لَدَلَّ قَوْلُهٗ يَمْلِكُ عَلَى الْمُلْكِ بِالشَّامِ وَالْعِرَاقِ لَا أَنَّهٗ بِذَاتِهٖ فِيهِمَا۔

(کتاب الاسماء والصفات ج ۲ ص ۳۴۱ طبع مکتبۃ السوادی للتوزیع، جدہ ۱۳۱۲ھ)

ترجمہ میں کہتا ہوں: قرآن پاک کی اس آیت کا معنی:

آیت 92:۔ وَهُوَ اللهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۖ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝ (الانعام: ۳)

ترجمہ اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے، اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے چھپے ہوئے بھید بھی جانتا ہے، اور کھلے ہوئے حالات بھی، اور جو کچھ کمائی تم کر رہے ہو، اس سے بھی واقف ہے۔

ہے۔ بعض قراء اس آیت میں "وَهُوَ اللهُ فِي السَّمٰوٰتِ" پر وقف کرتے ہیں اور پھر ابتداء اس طرح کرتے ہیں: "وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ"۔ ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟ اگر کوئی کہے: فلاں شخص شام اور عراق میں حکومت کر رہا ہے۔ تو اس کے قول کا یہ مطلب ہوگا: وہ شخص شام اور عراق میں حکومت کر رہا ہے، نہ کہ وہ شخص شام اور عراق دونوں میں خود موجود ہے۔

3 معیت علمی اور اجماعِ اُمت

اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ذات کے اعتبار سے موجود بلا مکان ہے، اور باعتبار علم کے ہر جگہ موجود ہے۔ اس پر علماء کا اجماع ہے۔

1 وقوله تعالى: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ معناه بقدرته وعلمه وإحاطته. وهذه آية أجمعت الأمة على هذا التأويل فيها، وأنها مخرجة عن معنى لفظها المعهود. ودخل في الإجماع من يقول بأن المشتبه كله ينبغي أن يمر ويؤمن به ولا يفسر فقد أجمعوا على تأويل هذه لبيان وجوب إخراجها عن ظاهرها. قال سفيان الثوري معناه: علمه معكم، وتأولهم هذه حجة عليهم في غيرها.

(المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، ج٥ ص٢٥٧۔ المؤلف: أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن بن تمام بن عطية الأندلسي المحاربي رحمه الله (المتوفى: 542هـ)۔ المحقق: عبد السلام عبد الشافي محمد۔ الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت۔ الطبعة: الأولى-1422هـ)

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ'' کا معنی اور تفسیر یہ ہے کہ آیت میں معیت سے اللہ تعالیٰ کی قدرت، علم اور احاطہ مراد ہے۔ اس تاویل پر اُمت کا اجماع ہے۔ اس آیت کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں۔ اجماع میں یہ بات بھی ہے جو کہتا ہے کہ تمام صفات متشابہات میں یہی طریقہ ہے کہ ان کو بیان کرو، ان کو ایمان لاؤ، اور اُن کی تفسیر بیان نہ کرو۔ اس پر اجماع ہے کہ اس آیت کی تاویل بیان کرو تا کہ اس کے ظاہری مفہوم کو نہ لیا جائے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ''اللہ تعالیٰ کا علم تمہارے ساتھ ہے''۔ یعنی انھوں نے بھی معیت سے معیت علمی مراد لی ہے۔ اس مقام پر سلف کا تاویل کرنا حجت ہے اُن لوگوں پر جو اس مقام کے علاوہ دیگر متشابہات میں تاویل کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

2 قَالَ الْمُتَكَلِّمُونَ: هٰذِهِ الْمَعِيَّةُ إِمَّا بِالْعِلْمِ وَإِمَّا بِالْحِفْظِ وَالْحِرَاسَةِ، وَعَلَى

التَّقْدِيرَيْنِ فَقَدِ انْعَقَدَ الْإِجْمَاعُ عَلَى أَنَّهُ سُبْحَانَهُ لَيْسَ مَعَنَا بِالْمَكَانِ وَالْجِهَةِ وَالْحَيِّزِ، فَإِذَنْ قَوْلُهُ: وَهُوَ مَعَكُمْ لَا بُدَّ فِيهِ مِنَ التَّأْوِيلِ وَإِذَا جَوَّزْنَا التَّأْوِيلَ فِي مَوْضِعٍ وَجَبَ تَجْوِيزُهُ فِي سَائِرِ الْمَوَاضِعِ.

(مفاتيح الغيب = التفسير الكبير ج٢٩ ص٤٤٩. المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري رحمه الله (المتوفى: 606هـ). الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت. الطبعة: الثالثة - 1420 هـ)

ترجمہ متکلمین فرماتے ہیں کہ اس آیت ''وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ'' میں معیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے، یا اس کی حفاظت اور حراست (نگہبانی) مراد ہے۔ بہر صورت اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ کسی مکان اور جہت میں نہیں ہے۔ جب اس مقام پر تاویل جائز ہوئی، تو اس جیسی تمام متشابہات میں تاویل کرنا ضروری ہے۔

3 وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ يعني أنه حاضر مع كل أحد بعلمه وإحاطته. وأجمع العلماء على تأويل هذه الآية بذلك

(التسهيل لعلوم التنزيل ج٢ ص٣٤٣. المؤلف: أبو القاسم محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله، ابن جزي الكلبي الغرناطي رحمه الله (المتوفى: 741هـ). المحقق: الدكتور عبد الله الخالدي. الناشر: شركة دار الأرقم بن أبي الأرقم - بيروت. الطبعة: الأولى - 1416 هـ)

ترجمہ اس آیت ''وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ'' کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علم اور احاطہ کے اعتبار تمہارے ساتھ ہے۔ علماء نے اس تاویل پر اجماع کیا ہے۔

4 وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ: أَيْ بِالْعِلْمِ وَالْقُدْرَةِ. قَالَ الثَّوْرِيُّ: الْمَعْنَى عِلْمُهُ مَعَكُمْ. وَهَذِهِ آيَةٌ أَجْمَعَتِ الْأُمَّةُ عَلَى هَذَا التَّأْوِيلِ فِيهَا، وَأَنَّهَا لَا تُحْمَلُ عَلَى ظَاهِرِهَا مِنَ الْمَعِيَّةِ بِالذَّاتِ، وَهِيَ حُجَّةٌ عَلَى مَنْ مَنَعَ التَّأْوِيلَ فِي غَيْرِهَا مِمَّا يُجْرَى مَجْرَاهَا مِنِ اسْتِحَالَةِ الْحَمْلِ عَلَى ظَاهِرِهَا. وَقَالَ بَعْضُ

الْعُلَمَاءِ: فِيمَنْ يَمْتَنِعُ مِنْ تَأْوِيلِ مَا لَا يُمْكِنُ حَمْلُهُ عَلَى ظَاهِرِهِ، وَقَدْ تَأَوَّلَ هٰذِهِ الْآيَةَ، وَتَأَوَّلَ الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ يَمِينُ اللهِ فِي الْأَرْضِ، لَوِ اتَّسَعَ عَقْلُهُ لَتَأَوَّلَ غَيْرَ هٰذَا مِمَّا هُوَ فِي مَعْنَاهُ.

(البحر المحيط في التفسير، ج١٠ ص١٠١۔ المؤلف: أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي ﷫ (المتوفى: 745ھ)۔ المحقق: صدقي محمد جميل۔ الناشر: دار الفكر - بيروت۔ الطبعة: 1420ھ)

ترجمہ "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ" یعنی اللہ تعالیٰ علم اور قدرت کے ساتھ ہیں۔ حضرت سفیان ثوری ﷫ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا علم تمہارے ساتھ ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں امت نے اجماع کیا ہے۔ اس آیت میں ذات کے ساتھ معیت مراد نہیں لی جاسکتی۔ یہ تاویل ان لوگوں پر رد ہے جو اس کے علاوہ صفات متشابہات میں تاویل نہیں کرتے، حالانکہ انھوں نے "الْحَجَرُ الْأَسْوَدُ يَمِينُ اللهِ فِي الْأَرْضِ" میں تاویل کی ہے۔ اگر ان لوگوں کی عقل میں کچھ وسعت ہوتی، تو اس جیسی دوسری متشابہات میں بھی تاویل کرتے۔

5 وَلِهٰذَا حَكَى غَيْرُ وَاحِدٍ الْإِجْمَاعَ عَلَى أَنَّ الْمُرَادَ بِهٰذِهِ الْآيَةِ مَعِيَّةُ عِلْمِ اللهِ تَعَالَى. وَلَا شَكَّ فِي إِرَادَةِ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ سَمْعَهُ أَيْضًا مَعَ عِلْمِهِ مُحِيطٌ بِهِمْ، وَبَصَرَهُ نَافِذٌ فِيهِمْ، فَهُوَ، سُبْحَانَهُ، مُطَّلِعٌ عَلَى خَلْقِهِ، لَا يَغِيبُ عَنْهُ مِنْ أُمُورِهِمْ شَيْءٌ.

(تفسير القرآن العظيم، ج٨ ص٤٢۔ المؤلف: أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير القرشي البصري ثم الدمشقي﷫ (المتوفى: 774ھ)۔ المحقق: سامي بن محمد سلامة۔ الناشر: دار طيبة للنشر والتوزيع۔ الطبعة: الثانية 1420ھ-1999م)

ترجمہ بہت سے لوگوں نے اس پر اجماع بیان کیا ہے کہ اس آیت "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ" میں معیت سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ اس طرح کی تاویل کرنے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے سمع (سننے) کی صفت بھی ایسی ہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کا علم ان سب لوگوں کو محیط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفت بصر بھی

ایسی ہی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے حال سے مطلع ہے۔ لوگوں کے امور میں سے کچھ بھی اللہ تعالیٰ سے غائب نہیں ہے۔

6 وقوله تعالى: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ معناه: بقدرته وعلمه وإحاطته، وهذه آية أجمعت الأُمَّةُ على هذا التأويل فيها.

(الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن (ج٥ ص٣٧٨). المؤلف: أبو زيد عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبی رحمه الله (المتوفى: 875ھ). المحقق: الشيخ محمد علی معوض والشيخ عادل أحمد عبد الموجود. الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت. الطبعة: الأولى - 1418ھ)

ترجمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ'' کا معنی یہ ہے: اللہ تعالیٰ اپنی قدرت، علم اور محیط ہونے کے لحاظ سے ہے۔ اس آیت میں اس تاویل میں اُمت کا اجماع ہے۔

7 وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ تمثيل لإحاطة علمه تعالى بهم وتصوير لعدم خروجهم عنه أينما كانوا، وقيل: المعية مجاز مرسل عن العلم بعلاقة السببية والقرينة السباق واللحاق مع استحالة الحقيقة، وقد أول السلف هذه الآية بذلك، أخرج البيهقی فی الأسماء والصفات عن ابن عباس أنه قال فيها: عالم بكم أينما كنتم. وأخرج أيضا عن سفيان الثوری أنه سئل عنها فقال: علمه معكم، وفی البحر أنه اجتمعت الأمة على هذا التأويل فيها وأنها لا تحمل على ظاهرها من المعية بالذات

(روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج١٤ ص١٦٨. المؤلف: شهاب الدين محمود بن عبد الله الحسينی الألوسی (المتوفى: 1270ھ). المحقق: علی عبد الباری عطية. الناشر: دار الكتب العلمية - بيروت. الطبعة: الأولى، 1415ھ)

ترجمہ ''وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ ما كُنْتُمْ'' یہ (معیت) اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ احاطہ علمی

کی ایک تمثیل اور تصویر ہے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں ہیں۔ بعض نے کہا ہے: ''معیت'' علم سے سببیت کے تعلق کی وجہ سے مجازِ مرسل ہے جیسا کہ سیاق و سباق کے قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حقیقت محال ہے۔ یہ تاویل سلف نے کی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الأسماء والصفات'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے: ''تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تعالیٰ تم سے باخبر ہی ہے''۔ یعنی انھوں نے معیت سے مراد معیت علمی مراد لی ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی روایت کیا ہے: ان سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو انھوں نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا علم تمہارے ساتھ ہے''۔ ''البحر المحیط'' میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں اس تاویل پر اُمت کا اجماع ہے

8 حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

چہارم یہ کہ نصوص صفات بعض تو ایسے ہیں جن میں بالاجماع تاویل لازم ہے جیسے: ''وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ'' أي: بعلمه'' یعنی اپنے علم کے ساتھ۔ اور ''إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝'' وغیرہ۔ (بوادر النوادر ص ۷۵۹)

9 مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ ۝'' (ق:۱۶) کا جمہور مفسرین نے یہی مطلب قرار دیا ہے کہ قرب سے مراد قربِ علمی اور احاطۂ علمی ہے، قربِ مسافت مراد نہیں ہے۔ (معارف القرآن ج ۸ تحت آیت ہٰذا)

8.14: رؤیت باری تعالیٰ

بخاری شریف میں حدیث ہے:

حدیث 22: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يُوسُفَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنِ الأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِي هَا هُنَا، فَوَاللهِ! مَا يَخْفَى عَلَيَّ خُشُوعُكُمْ وَلاَ رُكُوعُكُمْ، إِنِّي

لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِيْ". (بخاری رقم ۴۱۸)

حدیث 23: ۔حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةً، ثُمَّ رَقِيَ الْمِنْبَرَ، فَقَالَ فِي الصَّلَاةِ وَفِي الرُّكُوعِ: "إِنِّي لَأَرَاكُمْ مِنْ وَرَائِي كَمَا أَرَاكُمْ". (بخاری رقم ۴۱۹)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارا یہ خیال ہے کہ میرا رخ (نماز میں) قبلہ کی طرف ہے۔ اللہ کی قسم! مجھ سے نہ تمہارا خشوع چھپتا ہے، نہ رکوع۔ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں''۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مرتبہ نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر تشریف لائے اور فرمایا: ''نماز میں اور رکوع میں، میں تمہیں اسی طرح دیکھتا رہتا ہوں جیسے اب دیکھ رہا ہوں''۔

1 علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

وَقَالَ الْجُمْهُور، وَهُوَ الصَّوَاب: إِنَّه من خَصَائِصه، عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام، وَإِن إبصاره إِدْرَاك حَقِيقِيّ انخرقت لَهُ فِيهِ الْعَادة، وَلِهَذَا أخرجه البُخَارِيّ هَذَا الحَدِيث فِي عَلَامَات النُّبُوَّة، وَفِيه دلَالَة للأشاعرة حَيْثُ لَا يشترطون فِي الرُّؤْيَة مُوَاجهَة وَلَا مُقَابلَة، وجوزوا إبصار أعمى الصين بقعة أندلس قلت: هُوَ الْحق عِنْد أهل السّنة: إِن الرُّؤْيَة لَا يشْتَرط لَهَا عقلا عُضْو مَخْصُوص، وَلَا مُقَابلَة وَلَا قرب، فَلذَلِك حكمُوا بجوَاز رُؤْيَة اتعالى فِي الدَّار الْآخِرَة خلافًا للمعتزلة فِي الرُّؤْيَة مُطلقًا، وللمشبهة والكرامية فِي خلوها عَن المواجهة وَالْمَكَان، فَإِنَّهُم إِنَّمَا جوزوا رُؤْيَة اتعالى لاعتقادهم كَونه تَعَالَى فِي الْجِهَة وَالْمَكَان، وَأهل السّنة أثبتوا رُؤْيَة اتعالى بِالنَّقْلِ وَالْعقل، كَمَا ذكر فِي مَوْضِعه، وبينوا بالبرهان على أَن تِلْكَ الرُّؤْيَة مبرأة عَن الانطباع

والمواجهة واتصال الشعاع بالمرئی۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ج ۴ ص ۲۳۲، ۲۳۳۔ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ جمہور کی رائے، جو صواب و صحیح بھی ہے، یہ ہے کہ سامنے کی طرح پیچھے بھی دیکھنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے تھا۔ اور وہی علم وادراک کا حقیقی سبب تھا جو بطریق خرقِ عادت کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل تھا اور اسی لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو علامات نبوت میں ذکر کیا ہے۔ اور یہ حدیث اشاعرہ کے لیے دلیل بھی ہے۔ جو رؤیت کے لیے مواجہت اور مقابلہ کو شرط نہیں مانتے بلکہ انہوں نے اس امر کو بھی جائز و ممکن کہا کہ چین میں بیٹھا ہوا ایک اندھا اندلس کے کھٹل یا پسو کو دیکھ لے۔ میں کہتا ہوں کہ اہل السنت کے نزدیک یہی حق ہے کہ رؤیت کے لیے عقلاً نہ کسی عضو خاص کی شرط ہے نہ مقابلہ وقرب کی۔ اور اسی لیے انہوں نے دار آخرت میں جوازِ رؤیت خداوندی کا فیصلہ کیا ہے، بخلاف معتزلہ کے، وہ سرے سے رؤیت کے منکر ہو گئے۔ اور مشبہہ وکرامیہ نے کہا کہ رؤیت باری چونکہ بغیر مواجہہ ومقام کے نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا وہ جہت و مکان میں واقع ہوگی۔ ان دونوں فرقوں کے خلاف اہل السنت کا عقیدہ یہ ہے کہ رؤیت باری تعالیٰ بلا جہت ومکان اور بلا کیف ہوگی اور اس کو عقلی ونقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

2 علمائے اہل حق کی توضیح

1 علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ضوء المعانی شرح قصیدہ بدء الامالی (ص ۱۱۶) میں لکھا:
کرامیہ حق تعالیٰ کے لیے جہتِ علو بغیر استقرار علی العرش کے ثابت کرتے ہیں اور مجسمہ حشویہ استقرار علی العرش کے بھی قائل ہیں اور ظاہر آیت: "أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (سورت طٰہٰ: ۵)" سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ اس سے استقرار پر استدلال کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے"۔

2 ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر (ص ۶۶ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی) میں لکھا:
باری تعالیٰ کسی مکان میں متمکن نہیں ہے، نہ اوپر، نہ نیچے، اور نہ کسی سمت میں، نہ اس

پر زمانہ کا اجراء کرنا درست ہے جیسا کہ مشبہہ ومجسمہ اور حلولیہ کرتے ہیں''۔

3 شرح فقہ اکبر (ص ۱۴۱ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی) میں لکھا: ''اہل السنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ باری تعالیٰ کی رؤیت کسی جہت میں نہ ہوگی اور حدیث: کما ترون القمر لیلۃ البدر میں تشبیہ رؤیت بالرؤیت فی الجملہ ہے۔ نہ کہ تشبیہ مرئی بالمرئی من جمیع الوجوہ۔ اور اس بارے میں شارح عقیدہ طحاویہ سے غلطی ہوئی کہ انہوں نے رؤیت بلا مقابلہ کو غیر معقول کہا''۔

4 شیخ محمد نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح المجید (ص ۴۰) میں لکھا: ''حدیثِ مذکور میں تشبیہ رؤیت دربارۂ عدم شک وخفا ہے۔ تشبیہ مرئی کے لیے نہیں ہے۔ لہٰذا رؤیت بلا انحصار فی جہت ہوگی کہ وہ نہ فوق میں ہوگی، نہ یمین میں، نہ شمال میں، نہ سامنے وغیرہ۔ معتزلہ جو کہتے ہیں کہ رؤیت بلا مقابلہ نہیں ہوسکتی۔ اگر باری تعالیٰ کے لیے رؤیت جائز قرار دیں، تو اس سے اس کا جہت ومکان میں ہونا لازم آئے گا اور وہ محال ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سب امور بطور عادت ہیں اور جائز ہیں کہ خدا بلا مقابلہ ہی کے رؤیت قرار دے جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خصوصیت دنیا میں ہی عنایت کردی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھتے تھے۔

5 حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے درسِ بخاری شریف میں فرمایا: ''امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کما اراکم من أمامی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ قرار دیا ہے۔ اب یورپ کی تحقیق یہ ہے کہ تمام جلد انسانی میں قوت بصارت موجود ہے۔ معجزہ میں یہ ضروری نہیں کہ وہ امر مستحیل ہو بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس وقت کسی سے نہ ہوسکے، مقابلہ میں، خواہ بعد میں وہ ہوا کرے''۔

6 حاشیہ عقباوی علی عقیدۃ الشیخ احمد الدردیر (ص ۱۴) میں ہے: معتزلہ مرئی کا مقابل رائی ہونا ضروری سمجھتے ہیں جو خدا کے لیے محال ہے۔ لیکن یہ شرط رؤیت حادث میں ہے۔ رؤیت قدیم میں نہیں ہے۔ لہٰذا بلا کیف وانحصار ہوسکتی ہے۔ بلا کیف اس لیے کہ خدا کے لیے جسم کالاجسام عقیدہ یا جہت کا عقیدہ عند البعض کفر ہے اور عند البعض ابتداع ہے۔

7 علامہ محدث قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری (ج ۱۰ ص ۱۴۲) میں لکھا: ''اہل السنت کے نزدیک رؤیت کا توقف صرف وجود مرئی پر ہے، دوسری سب شرائط عادی ہیں اور غائب کو شاہد پر قیاس کرنا درست نہیں۔ اور جب حق تعالیٰ اپنی مخلوقات مادی و مجردات کو بغیر مسافت وخروج شعاع کے دیکھتا ہے تو اسی کے مرئی ہونے کا انکار کیوں کیا جائے؟ ادھر سے بھی اس کی رؤیت بغیر عادی شرائط کے ہوسکتی ہے۔ اس موقع پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب وغریب تحقیق مکتوب نمبر سو (۱۰۰) جلد سوم مکتوبات سے نقل کی کہ جنت میں رؤیت بلا کیف کیوں کر ہوگی۔

8 علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری حدیث الباب کے قولہ: ''مِنْ وَرَائِي'' کے ذیل میں لکھا: علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس حدیث اور خاص طور سے لفظ حدیث سابق کا مقتضی تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رؤیت مِنْ وَرَائِي نماز وغیرہ سب ہی حالات میں تھی۔ لیکن سیاق حدیث سے حالتِ نماز کی خصوصیت معلوم ہوتی ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ وصف تمام احوال میں تھا۔ پھر قولہ: كَمَا أَرَاكُم کے تحت لکھا: حافظ بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریکی میں ایسا ہی دیکھتے تھے جیسا روشنی میں دیکھتے تھے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ج ۴ ص ۲۳۴)

(انوار الباری ج ۱۴ ص ۵ تا ۷ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)

3 حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد (ص ۱۳۰ تا ۱۴۱) میں مسئلہ رؤیت باری تعالیٰ کو تفصیلاً بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

ولنقتصر على هذا القدر في مسألة الرؤية، ولينظر المنصف كيف افترقت الفرق وتحزَّبتْ إلى مُفرِطٍ ومُفرِّطٍ:

أما الحَشويةُ: فإنهم لم يتمكنوا من فهم موجود إلا في جهة، فأثبتوا الجهةَ، حتّٰى لزمَهم بالضرورة الجسميةُ والتقدير والاختصاص بصفات الحدوث.

وأما المعتزلةُ: فإنّهم نفوا الجهةَ، ولم يتمكنوا من إثبات الرؤية دونها، وخالفوا به قواطعَ الشرع، وظنُّوا أن في إثباتها إثباتَ الجهة.

فهؤلاء تغلغلوا في التنزيه محترزين من التشبيه، فأفرطوا۔ والحشوية أثبتوا الجهة احترازاً من التعطيل۔۔ فشبهوا۔

فوفق الله تعالى أهلَ السنة للقيام بالحق، فتفطنوا للمسلك القصد، وعرفوا أن الجهة منفية، لأنها للجسمية تابعة وتتمة، وأن الرؤية ثابتة لأنها رديفُ العلم وقريبُهُ، وهي تكملة، فانتفاءُ الجسمية أوجبَ انتفاءَ الجهة التي من لوازمها۔ وثبوتُ العلم أوجبَ ثبوتَ الرؤية التي هي من روادفه وتَكْمِلَاتِهِ، ومشارِكَةٌ له في خاصيتها، وهي أنها لا توجب تغيراً في ذات المرئي، بل تتعلق به على ما هو عليه كالعلم۔

ولا يخفى عن عاقل أن هذا هو الاقتصاد في الاعتقاد۔

(الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۱۴۰، ۱۴۱)

ترجمہ ہم مسئلہ رؤیت کو اس قدر بیان کرنے کے بعد اسی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ منصف آدمی دیکھ سکتا ہے کہ کیسے اس مسئلہ میں لوگ فرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ افراط وتفریط کی وجہ سے لوگ گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔

۱ حشویہ فرقہ کے لوگ اس بات کو سمجھنے پر قادر نہ ہوئے کہ کوئی موجود ہستی جہت کے بغیر بھی موجود ہوسکتی ہے۔ لہٰذا انہوں نے جہت کا اثبات کردیا، یہاں تک کہ اس کے ضروری لوازم جسمیت، اور مقداری ہونے کو بھی لازم کردیا اور یہ تو حادث کے صفات کی خصوصیات میں سے ہے۔

۲ معتزلہ نے جہت کی نفی کردی۔ اور وہ جہت کے بغیر رؤیت کو سمجھنے پر قادر نہ ہوئے۔ انہوں نے قطعی، شرعی دلائل کی مخالفت کردی۔ انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ رؤیت کے

اثبات سے جہت کا ثبوت ہو جائے گا۔

ان لوگوں نے تشبیہ سے بچنے کے لیے تنزیہ میں غلو کر دیا۔ پس وہ افراط میں مبتلا ہو گئے۔ حشویہ نے تعطیل سے بچنے کے لیے جہت کا اثبات کر دیا۔ پس وہ مشبہہ بن گئے۔

۳ اہل السنت والجماعت کو اللہ تعالیٰ نے قیامِ حق کی توفیق دے دی۔ پس انہوں نے طریق مستقیم کی تحقیق کر کے اس کو اختیار کیا۔ اور اس بات کو جان لیا کہ اللہ تعالیٰ سے جہت منفی ہے، کیونکہ جہت تو جسمیت کی تابع اور اس کا تتمہ ہے۔ اور رؤیت تو ثابت ہے کیونکہ رؤیت تو علم کا نتیجہ اور اس کا تکملہ ہے۔ لہٰذا جسمیت کی نفی جہت کی نفی کو واجب کرتی ہے اور وہ اس کے لوازم میں سے ہے۔ اور علم کا ثبوت رؤیت کے ثبوت کو واجب کرتا ہے اور وہ اس کا نتیجہ اور اس کی تکمیل ہے۔ اور اس کی خاصیت میں شریک ہے۔ اور اس لیے بھی کہ وہ ذات مرئی میں کسی بھی قسم کے تغیر کا سبب نہیں بنتا، بلکہ اس کا تعلق اس کے ساتھ ہے جیسے علم۔

کسی بھی عقل مند شخص پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یہی عقیدہ طریق مستقیم والا ہے۔

نوٹ جمہور کے نزدیک معراج کی رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوئی ہے۔ اس کی کیفیت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکان میں موجود تھے اور اللہ تعالیٰ موجود بلا مکان تھے۔

باب 9

اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں

دین اسلام کے بنیادی عقائد میں سے عقیدۂ تنزیہ باری تعالیٰ ہے۔ضروریات دین میں سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات حوادث (یعنی تغیرات زمانہ) اور مخلوق کی مشابہت سے پاک اور منزہ ہے۔یہی عقیدہ تنزیہ باری تعالیٰ آغازِ اسلام کے زمانہ سے لے کر آج تک اُمت مسلمہ کا رہا ہے۔قرآن وحدیث کی بیشمار آیات واحادیث اس عقیدہ کی توضیح کرنے والی ہیں۔چند آیات ملاحظہ فرمائیں:

آیت 1:۔لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے،اور وہی ہے جو ہر بات سنتا،سب کچھ دیکھتا ہے۔

تشریح لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ: یہ اصل اصول ہے صفاتِ تنزیہہ کی۔کوئی شے بھی پیش کی جائے،اللہ تعالیٰ کی ہم جنس،ہم نوع،ہمسر،ہم وصف،غرض کسی طرح بھی ''مثل'' نہیں ہوسکتی ہے۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے عاجز آکر کہہ دیا ہے:

اے برون از وہم وقول وقیل من ... خاک برخونِ من،وتمثیلِ من

كَمِثْلِهٖ: ''ک'' زائد تاکید کے معنی کے لیے ہے۔

الکاف الزائدۃ للتاکید

(روح عن الزجاج وابن جنّی والأکثرین،ج۲۵ص۱۸)

قیل إن الکاف زائدۃ للتوکید (قرطبی، ج۱۶ص۸)

والمعنی: لیس کھو شیئ علی سبیل المبالغة۔ (کبیر ج۲۷ص۱۳۲)

(تفسیر ماجدی ج۶ ص ۷۲۳۔ المؤلف: مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلس نشریات قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

اس آیت کے پہلے حصے میں تنزیہ باری تعالیٰ ہے، اور ساتھ ہی مخلوق کی مشابہت سے نفی کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ کے لیے صفات ثابت کی گئی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کی تشبیہ مخلوق کے ساتھ نہیں دینی چاہیے، اور بالکل تعطیل بھی نہیں کرنی چاہیے، جیسا کہ فلاسفہ اور معتزلہ کرتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے صفات: سمع، بصر وغیرہ ثابت ہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر بہت عمدہ فرمائی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:
یہ آیت اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کے لیے لائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مثل نہیں ہے۔ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کا کوئی مثل ہے بھی، تو اس کے مثل کا مثل نہیں، تو اللہ تعالیٰ کا مثل کس طرح ہوگا؟!! (روح المعانی ج ۱۳ ص ۱۸ تا ۲۰)

آیت 2:۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ (الاخلاص: ۱ تا ۴)

ترجمہ کہہ دو: ''بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اُس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں''۔

استدلال یہ سورت تنزیہ باری تعالیٰ اور مخلوق کے ساتھ عدمِ مشابہت پر دلیل ہے۔ ''احد'' کے دو معانی ہو سکتے ہیں: ''اللہ یکتا ہے'' اور ''اللہ ایک ہے''۔ لیکن پہلا معنی دوسرے کی نسبت سے زیادہ اولیٰ اور انسب ہے، کیونکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ واحد کے ساتھ ترجمہ کرنے میں تعدد کی نفی تو آتی ہے، لیکن تبعض کی نفی نہیں آتی۔ اب اگر استویٰ کو ظاہری حقیقی معنی میں لیا جائے، تو اللہ تعالیٰ کے لیے جہت فوق ثابت ہو جائے گی، اور جب جہت ثابت ہوگی، تو اللہ تعالیٰ کی مشابہت مخلوق کے ساتھ آ جائے گی، اور لفظ

''احد'' پر عمل نہیں ہو سکے گا۔

اسی طرح ''اَللّٰهُ الصَّمَدُ'' میں صمد کا ایک معنی ہے:

الصَّمَدُ: ألذی یحتاج إلیه کل أحد، ولا یحتاج إلی أحد

ترجمہ صمد وہ ذات ہے جس کی طرف ہر ایک محتاج ہو، اور اس کو کسی کی حاجت نہ ہو۔

اب اگر استویٰ ظاہری حقیقی معنی میں لیا جائے، تو اللہ تعالیٰ مکان کی طرف محتاج ہو جائے گا، اور صمد اپنے معنی پر باقی نہیں رہے گا۔

آیت 3:۔ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ (النحل:۷۴)

ترجمہ لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں نہ گھڑو۔

علامہ قُرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ" أَيِ الْأَمْثَالَ الَّتِي تُوجِبُ الْأَشْبَاهَ وَالنَّقَائِصَ، أَيْ لَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ مَثَلًا يَقْتَضِي نَقْصًا وَتَشْبِيهًا بِالْخَلْقِ. وَالْمَثَلُ الْأَعْلَى وَصْفُهُ بِمَا لَا شَبِيهَ لَهُ وَلَا نَظِيرَ. جَلَّ وَتَعَالَى عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ وَالْجَاحِدُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا.

(الجامع لأحکام القرآن=تفسیر القرطبی ج۱۰ص۱۱۹)

ترجمہ ''فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ'' یعنی ایسی مثالیں بیان نہ کرو جو (مخلوق کے ساتھ) مشابہت اور نقائص کے موجب ہوں۔ یعنی اللہ کے لیے ایسی مثال بیان نہ کرو جو نقص و کمی کی مقتضی ہوں اور مخلوق کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جائے۔ اور ''الْمَثَلُ الْاَعْلٰی'' سے مراد ایسا وصف ہے کہ اس کے لیے کسی قسم کی شبیہ اور نظیر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم اور مشرک اور منکر لوگ بیان کرتے ہیں۔

آیت 4:۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○ (النحل:۶۰)

ترجمہ اللہ کے لیے سب سے برتر صفات ہیں، وہی تو سب پر غالب اور حکمت میں کامل ہے۔

علامہ ابو حیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

وَلِلّٰهِ المثل الأعلى أی: الصفة الْعُلْيَا، وَهِيَ الْغِنَى عَنِ الْعَالَمِينَ،

وَالنَّزَاهَةُ عَنْ سِمَاتِ الْمُحْدَثِيْنَ. (البحر المحیط ج ٦ ص ٥٤٩)

ترجمہ "وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى" یعنی اعلیٰ صفت، اور وہ تمام عالم سے غنی یعنی اللہ سب سے مستغنی ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ اور اس کے لیے حادث مخلوق کی تمام چیزوں سے منزہ اور پاک ہے۔

آیت 5:۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ١٨٠)

ترجمہ تمہارا پروردگار، عزت کا مالک، اُن سب باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں!

□ اسی طرح اور بہت سی آیات و احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات، صفات اور افعال میں یکتا، بے مثال اور یگانہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے ساتھ مشابہت سے یکسر پاک، مبرا اور منزہ ہیں۔ یہ عقیدہ اتنا بنیادی عقیدہ ہے کہ یہ عقیدہ اہل اسلام کے ہر خاص وعام کے قلوب میں راسخ ہو چکا ہے۔ اس کے خلاف عقیدہ اختیار کرنے والا دین اسلام کی بنیادوں کو منہدم کرنے والا ہے۔

9.1:۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی مکان، زمان، جہت اور سمت نہیں

اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی مکان ہے، نہ کوئی زمان ہے، اور نہ اس کے لیے کوئی سمت اور جہت ہے کیونکہ وہ غیر محدود ہے۔ مکان اور جہت محدود کے لیے ہوتے ہیں۔ مکان اور زمان مکین کو احاطہ کیے ہوئے اور گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی سب کو محیط ہے۔ زمین، زمان اور کون ومکان سب اسی کی مخلوق ہیں اور اس کے احاطۂ قدرت میں ہیں۔ "كان الله ولم يكن شيءٌ غيره"۔ یعنی ازل میں صرف اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے سوا اور کوئی چیز نہیں تھی۔ اسی نے اپنی قدرت سے زمین، زمان، مکین اور مکان کو پیدا کیا۔ جس طرح وہ مکان اور زمان کے پیدا کرنے سے پہلے بغیر مکان اور بغیر جہت کے تھا، اب بھی اسی شان سے ہے جس شان سے وہ پہلے تھا۔

نیز جہات امورِ اضافیہ اور نسبیہ میں سے ہیں۔ مثلاً فوق، تحت، یمین اور شمال یہ سب چیزیں حادث ہیں۔ نسبت کے بدلنے سے ان میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔ ایک شی کسی اعتبار سے فوق ہے اور کسی اعتبار سے تحت ہے۔ پس یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل میں کسی جہت یا سمت کے ساتھ مخصوص ہو۔ جہت اور سمت حادث کے لیے ہوتی ہیں۔ ازلی کے لیے نہیں ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی مکان ہے، نہ کوئی جہت ہے اور نہ کوئی سمت ہے۔ مکان، جہت اور سمت تو محدود اور متناہی کے لیے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے نہ کوئی حد ہے اور نہ کوئی نہایت ہے۔

اس کی ہستی سمت، جہت، مکان اور زمان کی حدود اور قیود سے پاک ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ سوال نہیں ہوسکتا کہ وہ کہاں ہے؟ اور کب سے ہے؟ اس لیے کہ وہ مکان اور زمان سے سابق اور مقدم ہے۔ مکان اور زمان سب اسی کی مخلوق ہیں۔ وہ تو لامکان اور لازمان ہے۔ اس کی ہستی مکان اور زمان پر موقوف نہیں بلکہ زمان اور مکان کی ہستی اس کے ارادہ پر موقوف ہے۔ مشبہہ اور مجسمہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ہے اور وہ جہت فوق میں ہے اور اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہے:

سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (الانعام:١٠٠)

ترجمہ وہ پاک اور بالاتر ہے اُن باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔

(عقائد الاسلام، ص ٣١٣، ٣١٤۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ١٣٩٤ھ)۔ الناشر: مکتبۂ یادگارِ شیخ، اردو بازار، لاہور۔ ١٤٢١ھ)

1 حضرت قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

فمن ذلك: أنه تعالىٰ متقدس عن الاختصاص بالجهات، والاتصاف بصفات المحدثات. وكذلك لا يُوصف بالتحول، والانتقال، ولا القيام، ولا القعود؛ لقوله تعالىٰ: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ۔ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشورى:١١)، وقوله تعالىٰ: وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُواً أَحَدٌ (الاخلاص:٤)، ولأن هٰذه الصفات تدل على الحدوث. والله يتقدس

عن ذٰلك. فان قيل:أليس قد قال: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (سورت طٰهٰ:٥)؟قلنا: بلى. قد قال ذٰلك. ونحن نطلق ذٰلك وأمثاله على ما جاء في الكتاب والسنة. لكن ننفي عنه أمارة الحدوث. ونقول: استواءه لا يشبه استواء الخلق. ولانقول: ان العرش له قرار، ولا مكان. لأن الله تعالى كان ولا مكان. فلما خلق المكان لم يتغير عما كان.

(الانصاف فيما يجب اعتقاده ولا يجوز الجهل به۔المؤلف: أبو بكر الباقلاني محمد بن الطيب ﷺ (المتوفى سن ۴۰۳ھ)۔العقيدة وعلم الكلام. ص ۱۱۳۔طبع ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی)

ترجمہ: وہ عقائد جن پر ایمان لانا ضروری ہے، ان میں یہ بھی ہے: اللہ تعالیٰ جہات کے ساتھ مختص ہونے اور مخلوقات کی صفات کے ساتھ متصف ہونے سے پاک اور منزہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کو حرکت وانتقال اور قیام وقعود کے ساتھ بھی متصف نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 6:۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ: کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے:

آیت 7:۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○ (الاخلاص:۱ تا ۴)

ترجمہ: کہہ دو: "بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اُس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ اور اس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں"۔

اس لیے کہ یہ صفات حادث اور مخلوق ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ تو اس سے بہت بلند اور برتر ہے۔

اگر یہ کہا جائے کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے؟:

آیت 8:۔ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ○ (طٰہٰ:۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والاعرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

ہم کہیں گے: ہاں! اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ہم ان جیسی آیات واحادیث کو مطلق مانتے ہیں لیکن ہم اللہ تعالیٰ سے حدوث اور مخلوق کی صفات کی نفی کرتے ہیں، اور ہم کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا استواء مخلوق کے استواء کے ساتھ ہرگز مشابہ نہیں ہے۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے: عرش اللہ تعالیٰ کا جائے قرار ہے، اور عرش اس کا مکان یعنی رہنے کی جگہ ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو موجود تھے، حالانکہ اس وقت مکان نہیں تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مکان کو پیدا کیا، تو کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

2 حضرت امام الحرمین جوینی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام الحرمین جوینی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۴۷۸ھ) فرماتے ہیں:

أَن الرب تَعَالٰی متقدس عَن الِاخۡتِصَاص بالجهات والاتصاف بالمحاذاة لَا تحيط بِهِ الأقطار وَلَا تكتنفه الأقتار ويجل عَن قبُول الْحَد والمقدار. وَالدَّلِيل على ذٰلِك:

أَن كل مُخۡتَصّ بِجِهَة شاغل لَهَا متحيز وكل متحيز قَابل لملاقاة الْجَوَاهِر ومفارقتها وكل مَا يقبل الِاجۡتِمَاع والافتراق لَا يَخۡلُو عَنۡهَا وَمَا لَا يَخۡلُو عَن الِاجۡتِمَاع والافتراق حَادث كالجواهر.

فَإِذا ثَبت تقدس الۡبَارِي عَن التحيز والاختصاص بالجهات فيرتب على ذٰلِك تعاليه عَن الِاخۡتِصَاص بمَكَان وملاقاة أجرام وأجسام.

فَإِن سئلنا عَن قَوۡله تَعَالٰی: "الرَّحۡمَن على الۡعَرۡش اسۡتَوٰی".

قُلۡنَا الۡمُرَاد ب"الاسۡتوَاء": الۡقَهۡر وَالۡغَلَبَة والعلو.

وَمِنۡه قَول الۡعَرَب اسۡتَوٰی فلَان على المملكة أَي استعلى عَلَيۡهَا واطردت لَهُ. وَمِنۡه قَول الشَّاعِر:

قد اسۡتَوٰی بشر على الۡعرَاق من غير سيف وَدم مهراق

(لمع الأدلة فی قواعد عقائد أهل السنة والجماعة، ص۱۰۷،۱۰۸۔ المؤلف: عبد الملك بن عبد الله بن يوسف بن محمد الجويني، أبو المعالي، ركن الدين، الملقب بإمام الحرمين رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۷۸ھ)۔ المحقق: فوقية حسين محمود۔ الناشر: عالم الكتب، لبنان۔ الطبعة: الثانية، ۱۴۰۷ھ)

ترجمہ : اللہ رب العزت جہت کے ساتھ مختص ہونے اور محاذات کے ساتھ متصف ہونے سے پاک و برتر ہیں۔ اطراف اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ حدود اور مقدار سے وراء اور بلند و برتر ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے:

ہر وہ چیز جو جہت کے ساتھ مختص ہوگی۔ اور جو اس کو بھرنے والی ہوگی، وہ مُتَحَیِّز ہوگی۔ اور ہر مُتَحَیِّز جواہر کے ساتھ ملنے والی یا اس سے جدا ہونے والی ہے۔ اور جو اجتماع اور افتراق کو قبول کرنے والی ہو، وہ اس سے خالی نہیں ہوسکتی اور جو اجتماع اور افتراق سے خالی نہیں ہوگی، وہ حادث ہوگی جیسے جواہر۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ تحیز اور جہت کے ساتھ مختص ہونے سے پاک ہیں۔ تو اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی مکان کے ساتھ مختص ہونے، اور اجرام و اجسام سے ملاقی ہونے سے پاک اور بلند و برتر ہیں۔

پھر اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت:

آیت 9 :۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ○ (طٰہٰ: ۵)

ترجمہ : وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

کی تفسیر کیا ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ یہاں استواء سے مراد قہر، غلبہ اور علو ہے۔ اسی معنی میں اہل عرب کا قول ہے: "اسْتَوٰی فُلَانٌ علی المملکة" یعنی وہ اس ملک پر غالب ہوگیا اور اس کا حکم چلنے لگا۔ اور اسی معنی میں شاعر کا قول بھی ہے:

؎ قَدِ اسْتَوٰی بِشْرٌ عَلَی الْعِرَاقِ مِنْ غَیْرِ سَیْفٍ وَدَمٍ مُهْرَاقِ

بشر نے عراق پر بغیر تلوار اُٹھائے اور خون بہائے غلبہ حاصل کرلیا۔

3 علامہ شہاب الدین ابن جہبل کلابی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

نَحن نذ کر عقیدة أهل السّنة فَنَقُول:عقیدتنا:

"أَن الله قدیم، أزلی، لَا یشبه شَیْئاً، وَلَا یُشبههٗ شَیْئٌ، لَیْسَ لَهٗ جِهَة، وَلَا مَکَان، وَلَا یجْرِی عَلَیْهِ وَقت، وَلَا زمَان، وَلَا یُقَال لَهٗ: أَیْن، وَلَا حَیْثُ، یُرٰی لَا عَن مُقَابلَة، وَلَا علی مُقَابلَة. کَانَ وَلَا مَکَان، کَوَّن الْمَکَان، ودبّر الزَّمَان. وَهُوَ الْآن علی مَا عَلَیْهِ کَانَ".

(الحقائق الجلیة فی الرد علی ابن تیمیة فیما أورده فی الفتوی الحمویة، ص۴۲۔
المؤلف:علامه شیخ شهاب الدین احمد بن جهبل حلبی ﷫ (المتوفی ۷۳۳ھ)۔
المحقق:د۔طه الدسوقی حبیشی۔ الناشر:مطبعة الفجر الجدید،مصر، ۱۹۸۷ء)

(طبقات الشافعیة الکبری، ج۹ص۴۰، رقم الترجمہ1302۔ المؤلف: تاج الدین عبد الوهاب بن تقی الدین السبکی﷫ (المتوفی ۷۷۱ھ)۔ المحقق: د۔ محمود محمد الطناحی، د۔ عبد الفتاح محمد الحلو۔ الناشر: هجر للطباعة والنشر والتوزیع۔ الطبعة:الثانیة ۱۴۱۳ھ)

ترجمہ: ہم اہل السنت والجماعت اس بارے میں یہی کہتے ہیں:

"ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم اور ازلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی بھی چیز کے مشابہ نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے مشابہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی جہت اور مکان نہیں ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر وقت اور زمانہ کا گزر ہو سکتا ہے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ کہاں اور کیسے ہے؟ اللہ تعالیٰ کی رؤیت ہو گی مگر وہ سامنے سے اور بالمقابل نہیں ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس وقت بھی تھی جب مکان وزمان نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے مکان اور زمان کو پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ اب بھی اسی شان سے ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا"۔

9.2:۔استواء علی العرش

علماءِ اہل السنت والجماعت یہ کہتے ہیں کہ براہینِ قطعیہ اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے یہ

ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت، مماثلت، کمیت، کیفیت، مکان اور جہت سے پاک اور منزّہ ہے۔ لہٰذا جن آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کو آسمان یا عرش کی طرف منسوب کیا ہے، ان کا یہ مطلب نہیں کہ آسمان اور عرش اللہ تعالیٰ کا مکان اور مستقر ہے بلکہ ان سے اللہ تعالیٰ کی شانِ رفعت، علو، عظمت اور کبریائی کو بیان کرنا مقصود ہے۔ اس لیے کہ مخلوقات میں سب سے بلند عرشِ عظیم ہے۔ ورنہ عرش سے لے کر فرش تک سارا عالم اس کے سامنے ایک ذرہ بے مقدار ہے۔ وہ اس ذرہ میں کیسے سما سکتا ہے؟!! سب اسی کی مخلوق ہیں اور مخلوق اور حادث کی کیا مجال کہ وہ خالق قدیم (اللہ تعالیٰ) کا مکان اور جائے قرار بن سکے۔

اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ وہ عرش پر یا کسی جسم پر متمکن اور مستقر ہو۔ جس طرح بادشاہ کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بادشاہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسا کہنا جائز نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کوئی مقداری نہیں کیونکہ کسی جسم پر وہی چیز متمکن ہو سکتی ہے کہ جو ذی مقدار ہو، اور اس سے بڑی ہو یا چھوٹی ہو یا اس کے برابر ہو۔ یہ کمی بیشی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محال ہے۔ عقلاً یہ ممکن نہیں کہ کوئی جسم مخلوق مثلاً عرش کہ وہ اپنے خالق (اللہ تعالیٰ) کو اپنے اوپر اُٹھا سکے اور پھر فرشتے اس جسم (عرش) کو اپنے کندھوں پر اُٹھائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

آیت 10: ۔وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ۔ (الحاقہ:۱۷)

ترجمہ اور آپ ﷺ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوں گے۔

عقلاً یہ بات محال ہے کہ کوئی مخلوق فرشتہ ہو یا جسم ہو، وہ اپنے خالق کو اپنے کندھوں پر اُٹھا سکے۔ خالق کی قدرت مخلوق کو تھامے ہوئے ہے۔ مخلوق میں یہ قدرت نہیں کہ وہ خالق کو اُٹھا سکے اور تھام سکے۔ جن آیات میں اللہ تعالیٰ کی شانِ علو اور فوقیت کا ذکر آیا ہے، ان سے علو مرتبہ اور فوقیتِ قہر وغلبہ مراد ہے اور مکانی فوقیت اور علو مراد نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 11: ۔وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ۔ (الانعام:۶۱،۱۸)

ترجمہ وہی اپنے بندوں پر مکمل اقتدار رکھتا ہے۔

آیت12 :۔وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۔ (السبا:۲۳)

ترجمہ اور وہی ہے جو بڑا عالی شان ہے۔

آیت13 :۔وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلٰى فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ (الروم:۲۷)

ترجمہ اور اسی کی سب سے اونچی شان ہے، آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی۔اور وہی ہے جو اقتدار والا بھی ہے، حکمت والا بھی۔

جیسے

آیت14 :۔وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ (یوسف:۷۶)

ترجمہ اور جتنے علم والے ہیں، ان سب کے اوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود ہے۔

آیت15 :۔وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قَاهِرُوْنَ۔ (الاعراف:۱۲۷)

ترجمہ اور ہمیں ان پر پورا پورا قابو حاصل ہے۔

میں فوقیت مرتبہ اور فوقیت قہر اور غلبہ مراد ہے۔

جن آیات اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور بُعد کا ذکر آیا ہے۔اس سے مسافت کے اعتبار سے قرب اور بُعد مراد نہیں، بلکہ معنوی قرب اور بُعد مراد ہے۔

نزولِ خداوندی سے نزولِ رحمت یا اللہ تعالیٰ کا بندوں کی طرف متوجہ ہونا مراد ہے۔

معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کا بلندی سے پستی کی طرف اُترنا مراد نہیں۔دعاء کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھانا اس لیے نہیں کہ آسمان، اللہ تعالیٰ کا مکان ہے بلکہ اس لیے ہے کہ آسمان قبلۂ دعا ہے جیسا کہ خانہ کعبہ، قبلہ نماز ہے۔خانہ کعبہ کو جو بیت اللہ کہا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا گھر ہے۔معاذ اللہ! یہ مطلب نہیں کہ خانہ کعبہ اللہ تعالیٰ کا مکان ہے اور اس کے رہنے کی جگہ ہے۔سمتِ قبلہ عابدین کی عبادت کے لیے مقرر کی گئی ہے۔معاذ اللہ! معبود کی سمت نہیں۔پس جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے ویسے ہی آسمان دعاء کا قبلہ ہے اور دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہے کہ وہ خانہ کعبہ کے اندر یا آسمان کے اندر متمکن ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان اوصاف کو اوصاف تسبیحی کہتے ہیں اور اوصاف تنزیہی اور

اوصافِ جلالی بھی کہتے ہیں اور علم وقدرت اور سمع وبصر جیسے اوصاف کو اوصاف تحمیدی اور اوصافِ جمالی کہتے ہیں۔

مجسمہ اور مشبہہ یہ کہتے ہیں کہ عرش ایک قسم کا تخت ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر مستوی ہے یعنی اس پر مستقر اور متمکن ہے اور فرشتے اس عرش کو اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اور

آیت 16:۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ (سورت طٰہٰ:۵)

ترجمہ بڑی رحمت والا عرش پر مستوی ہے۔

کے ظاہر لفظ سے استدلال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ استواء علی العرش سے عرش پر بیٹھنا مراد ہے۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر مکان میں ہے اور ہر جگہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول سے حجت پکڑتے ہیں:

آیت 17:۔ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا۔

(المجادلہ:۷)

ترجمہ کبھی تین آدمیوں میں کوئی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو۔ اور چاہے سرگوشی کرنے والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔

اور حق تعالیٰ کے ان اقوال سے دلیل پکڑتے ہیں:

آیت 18:۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ۔ (سورت ق:۱۶)۔

ترجمہ اور ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اُس کے قریب ہیں۔

آیت 19:۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ۔ (الواقعہ:۸۵)

ترجمہ اور تم سے زیادہ ہم اس کے قریب ہوتے ہیں، مگر تمہیں نظر نہیں آتا۔

آیت 20:۔ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ وَّهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ۔

(الزخرف:۸۴)

ترجمہ وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود۔ اور وہی

ہے جو حکمت کا بھی مالک ہے، علم کا بھی مالک۔

اہل السنت والجماعت کہتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں اس قسم کی جس قدر آیتیں وارد ہوئی ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ کے کمالِ علو اور رفعتِ شان کو اور اس کا احاطۂ علم وقدرت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور قدرت تمام کائنات کو محیط ہے جیسا کہ ایک حدیثِ قدسی میں آیا ہے:

حدیث 1:۔ قلب المؤمن بین اصبعین من أصابع الرحمٰن۔

ترجمہ مؤمن کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان ہے۔

سو اس سے بالاجماع متعارف، ظاہری اور حسی معنی مراد نہیں بلکہ اس سے قدرت علی التقلیب بیان کرنا ہے کہ قلب (دل) اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جدھر چاہے، پھیر دے۔

حدیث میں حجرِ اسود کے متعلق یہ آیا ہے:

حدیث 2:۔ أنه یمین الله فی الأرض

ترجمہ حجرِ اسود زمین میں اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

تو یہاں بھی بالاتفاق ظاہری معنی مراد نہیں، بلکہ معنی مجازی مراد ہیں کہ حجرِ اسود کو بوسہ دینا گویا اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرنا اور اس کے دستِ قدرت کو بوسہ دینا ہے، جیسا کہ قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 21:۔ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللهَ ۔ يَدُ اللهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ۔ (الفتح:١٠)

ترجمہ (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہے۔

یعنی جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے ہیں گویا وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں یہاں بھی بالاتفاق معنی مجازی مراد ہیں۔ معاذ اللہ! یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک دوسرے کے عین ہیں۔ اسی طرح سمجھو کہ استواء علی العرش سے ظاہری اور حسی معنی مراد نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر

بیٹھا ہوا ہے بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی علو شان اور رفعتِ مرتبہ کو بتلاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

آیت 22:۔ رَفِيْعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ۔ (المؤمن:۱۵)

ترجمہ وہ رفیع الدرجات ہے، وہ عرش کا مالک ہے۔

اسی طرح جس حدیث میں یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شب آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ سو معاذ اللہ! اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کوئی جسم ہے کہ عرش سے اتر کر آسمانِ دنیا پر آتا ہے بلکہ اس خاص وقت میں اس کی رحمت کا نزول یا کسی رحمت کے فرشتہ کا آسمانِ دنیا پر اترنا مراد ہے اور اللہ تعالیٰ کا بندے سے قرب اور بُعد باعتبارِ مسافت کے مراد نہیں بلکہ قربِ عزت وکرامت اور بُعدِ ذلت واہانت مراد ہے۔ مُطیع وفرمان بردار بندہ اللہ تعالیٰ سے بلا کیفیت اور بلا کسی مسافت کے قریب ہے اور نافرمان بندہ بلا کسی کیفیت اور بلا کسی مسافت کے اللہ تعالیٰ سے بعید ہے۔

اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکان، جہت اور سمت سے پاک ومنزہ ہے۔ اس لیے کہ جو چیز کسی مکان میں ہوتی ہے تو وہ محدود ہوتی ہے اور مقداری ہوتی ہے اور مکین مقدار، مسافت، اور مساحت میں مکان سے کم ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ مقدار، مساحت، مسافت اور کمی اور زیادتی سے منزہ ہے اور جو چیز سمت اور جہت میں ہوتی ہے تو وہ اس سمت اور جہت میں محصور اور محدود ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی منزہ ہے۔ مکان، زمان، جہت اور سمت سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔

ازل میں صرف اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے سوا کوئی شے نہ تھی: نہ مکان اور زمان، نہ عرش اور کرسی، نہ زمین اور آسمان۔ اس نے اپنی قدرت سے عرش، کرسی، زمین وآسمان کو پیدا کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے پیدا کرنے کے بعد اسی شان سے ہے کہ جس شان سے وہ مکان، زمان، زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے پہلے تھا۔ ہم اہل السنت والجماعت ایمان لائے اس بات پر کہ بلا کسی تشبیہ اور تمثیل کے اور بلا کسی کمیت اور کیفیت کے اور بلا کسی مسافت اور مساحت کے رحمٰن کا استواء عرش پر حق ہے جس معنی کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے اور جو اس کی شان کے لائق ہے جس کا

علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ معاذ اللہ! یہ مطلب نہیں کہ جیسے بادشاہ تخت پر بیٹھتا ہے، ایسا ہی اللہ تعالیٰ بھی عرش پر بیٹھا ہوا ہے اور عرش پر مستقر اور متمکن ہے۔ اس لیے کہ تمکن اور استقرار شان حادث اور ممکن کی ہے۔ مکان مکین کو محیط ہوتا ہے اور عرش تو ایک جسم عظیم نورانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس کی کیا مجال کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اُٹھا سکے۔ معاذ اللہ! عرش اللہ تعالیٰ کو اُٹھائے ہوئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا لطف اور قدرت عرش کو اُٹھائے ہوئے اور تھامے ہوئے ہے۔

استواء علی العرش کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی علوشان اور بے مثال رفعت کو بیان کرنا ہے اور

آیت 23:۔ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ إِلٰهٌ وَّفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ وَّهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ۔ (الزخرف:۸۴)

ترجمہ وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی معبود۔ اور وہی ہے جو حکمت کا بھی مالک ہے، علم کا بھی مالک۔

سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ آسمان وزمین میں سب جگہ اسی کی عبادت کی جاتی ہے اور وہی آسمان وزمین میں متصرف ہے اور سب جگہ اسی کا حکم چلتا ہے۔ آسمان وزمین اس کی عبادت اور تصرف کا اور اس کی حکم رانی کا ظرف ہے، معبود کا ظرف نہیں۔ معاذ اللہ! یہ مطلب نہیں کہ عرش یا آسمان اللہ تعالیٰ کا مکان ہے جس میں اللہ تعالیٰ رہتے ہیں۔

مجسمہ اور مشبہہ نے ان آیات کا یہ مطلب سمجھا کہ عرش عظیم یا آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کا مکان اور جائے قرار ہے اور یہ نہ دیکھا کہ سارا قرآن تنزیہ اور تقدیس سے بھرا پڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے پاک ہے اور تمام انبیاءؑ نے اپنی اپنی اُمتوں کو ایمان تنزیہی کی دعوت دی ہے۔ ایمان تشبیہی اور تمثیلی کی دعوت نہیں دی۔

(عقائد الاسلام، ص ۳۱۴ تا ۳۱۸۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ) الناشر: مکتبہ یادگارِ شیخ، اردو بازار، لاہور سنہ ۱۴۲۱ھ)

آیت 24:۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ (طٰہٰ:۵)

ترجمہ رحمن عرش پر مستوی ہے۔

اس کی ذات ہماری ذات اور اس کی صفات ہماری صفات کے مشابہ اور مماثل نہیں۔
یقیناً وہ علیم وخبیر، سمیع وبصیر ہے، مگر ہماری طرح نہیں۔ بدون مضغہ لحم کے ادراک کرتا ہے، اور بے کان کے سنتا اور بے آنکھ کے دیکھتا ہے، بدون زبان کے کلام کرتا ہے۔ ہماری طرح ان اعضاء اور جوارح کا محتاج نہیں۔

آیت 25:۔وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد:۳۸)

ترجمہ اللہ ہر طرح بے نیاز ہے اور تم ہر طرح حاجت مند۔

پس جس طرح وہ بغیر آنکھ اور کان کے سمیع وبصیر ہے، ٹھیک اسی طرح وہ بغیر جہت اور مکان کے مستوی علی العرش بھی ہے۔ اگر بغیر آنکھ اور کان کے دیکھنا اور سننا ممکن ہے، تو بغیر جہت اور مکان کے عرش پر مستوی ہونا بھی ممکن ہے اور جس طرح اس کے علم اور سمع وبصر کی کیفیت حیطہ عقل سے باہر ہے، اسی طرح ''استواء علی العرش'' کی کیفیت بھی احاطہ ادراک سے خارج ہے۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب ''استواء علی العرش'' کی کیفت دریافت کی گئی تو یہ ارشاد فرمایا:

اثر 1:۔"كيف غير معقول، والاستواء غير مجهول، والايمان به واجب، والسوال عنه بدعة"۔ انتهى

یعنی اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی۔ نیز اس کی ذات اور اس کی تمام صفات کم وکیف سے منزہ اور پاک ہیں۔ لہٰذا جو شے کہ کم وکیف سب سے پاک ہے، اس کی کیفیت دریافت کرنا سراسر غیر معقول ہے۔ اور عقل ''استواء علی العرش'' کی اگرچہ کیفیت اور حقیقت سے واقف نہیں، مگر اتنا ضرور جانتی ہے کہ یہ ایک صفت کمال ہے کہ جس پر بلاتشبیہ کے ایمان لانا ہی ایسا ضروری ہے جیسا کہ اس کے علم وقدرت، سمع وبصر پر بلاتشبیہ کے ایمان لانا حتمی اور لازمی ہے، اور اس قسم کا سوال بدعت ہے کیونکہ ادیان سماویہ اور ملل الٰہیہ اور خیر القرون میں کبھی اس کا سوال نہیں پیدا ہوا۔ اس لئے کہ وہ سب جانتے تھے کہ یہ سب صفات کمال ہیں۔ خدا کا ان کے ساتھ موصوف ہونا ضروری ہے، مگر ہماری طرح نہیں۔

آیت 26:۔لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ کائنات کی کوئی چیز اُس کے مشابہ نہیں۔ وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

غالباً ہمارے اس بیان کے بعد استواء علی العرش کے بارہ میں کسی قسم کا شک نہ رہا ہوگا۔

(علم الکلام، ص ۱۸۶، ۱۸۷۔ المؤلف: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۹۴ھ)۔ الناشر: زمزم پبلشرز، کراچی ۲۰۱۲ء)

9.3:۔ آیاتِ استواء

استواء کے الفاظ قرآن مجید میں تو موجود ہیں، احادیثِ مبارکہ میں یہ الفاظ نہیں آئے ہیں۔ قرآنِ مجید میں اخبارِ استواء سات مواضع میں وارد ہوئے ہیں۔ چھ جگہ: "ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ" (پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا) کے الفاظ آئے ہیں، جبکہ ایک جگہ "اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ○" (طٰہٰ:۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے) کے الفاظ آئے ہیں۔

یہ سات آیات قرآن مجید میں اس طرح موجود ہیں:

آیت 27:۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الاعراف:۵۴)

ترجمہ یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے سارے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔ پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ وہ دن کو رات کی چادر اُڑھا دیتا ہے، جو تیز رفتاری سے چلتی ہوئی اُس کو آدبوچتی ہے۔ اور اُس نے سورج، چاند اور ستارے پیدا کیے ہیں جو سب اُس کے حکم کے آگے رام ہیں۔ یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اُسی کا کام ہے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے!

آیت 28:۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ (یونس:۳)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے سارے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر اُس نے عرش پر اس طرح استواء فرمایا کہ وہ ہر چیز کا انتظام کرتا ہے۔ کوئی اس کی اجازت کے بغیر (اُس کے سامنے) کسی کی سفارش کرنے والا نہیں۔ وہی اللہ ہے تمہارا پروردگار! لہٰذا اس کی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی دھیان نہیں دیتے؟

آیت 29:۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ○ (الرعد:۲)

ترجمہ اللہ وہ ہے جس نے ایسے ستونوں کے بغیر آسمانوں کو بلند کیا جو تمہیں نظر آسکیں۔ پھر اس نے عرش پر اِستواء فرمایا۔ اور سورج اور چاند کو کام پر لگادیا۔ ہر چیز ایک معین میعاد تک کے لیے رواں دواں ہے۔ وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ وہی ان نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ اس بات کا یقین کرلو کہ (ایک دن) تمہیں اپنے پروردگار سے جاملنا ہے۔

آیت 30:۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى○ (سورت طٰہٰ:۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

آیت 31:۔ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا○ (الفرقان:۵۹)

ترجمہ وہ ذات جس نے چھ دن میں سارے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ پھر اُس نے عرش پر اِستواء فرمایا۔ وہ رحمٰن ہے، اس لیے اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھو۔

آیت 32 اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ○ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ○ (السجدہ:۴،۵)

ترجمہ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور اُن کے درمیان ساری چیزوں کو چھ دن

میں پیدا کیا۔ پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ اُس کے سوا نہ تمہارا کوئی رکھوالا ہے، نہ کوئی سفارشی ہے۔ کیا پھر بھی تم کسی نصیحت پر کان نہیں دھرتے؟ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کا انتظام خود کرتا ہے۔ پھر وہ کام ایک ایسے دن میں اُس کے پاس اُوپر پہنچ جاتا ہے جس کی مقدار تمہاری گنتی کے حساب سے ایک ہزار سال ہوتی ہے۔

آیت 33:۔ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

(الحدید: ۴)

ترجمہ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر اِستواء فرمایا۔ وہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو اس سے نکلتی ہے۔ اور ہر اُس چیز کو جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ اُس کو دیکھتا ہے۔

9.4:۔ آیاتِ استواء کی تفسیر

ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ: یعنی پہلا مرتبہ خلقِ کائنات کا تھا۔ اب اس کے بعد اس نے حکومت وتدبیر کے احکام جاری کرنے شروع کر دیئے۔ ''عَرْشٌ'' کے لفظی معنی ''تخت'' کے ہیں اور ''الْعَرْشِ'' سے مراد تختِ حکومتِ الٰہی ہوتا ہے، جو ہر قسم کے مادّی تعینات سے ماوراء ہے۔

۱ و کنی بالْعَرْشِ عن العزّ والسلطان والمملکة (راغب)

۲ والمراد بالاستواء علی العرش: نفاذ القدرة وجریان المشیئة۔

(تفسیر کبیر)

۳ واذا استقام له ملکه وأطرد أمره وحکمه، قالوا: استوی علی عرشه۔ هٰذا ماقاله القفال۔ وأقول: ان الذی قاله حق وصدق وصواب۔

(تفسیر کبیر)

۴ محققین ؒ نے کہا ہے کہ عرش الٰہی کی ماہیت وحقیقت کا علم انسان کو نہیں۔ اور یہ معنی تو اس کے بہر حال نہیں ہو سکتے (جیسا کہ عوام نے سمجھ رکھا ہے) کہ اللہ تعالیٰ کسی تخت پر متمکن ہے۔

وعرش الله مالا يعلمه البشر على الحقيقة الا بالاسم. وليس كما تذهب اليه أوهام العامة فانه لو كان كذلك لكان حاملاً له. تعالى عن ذلك لا محمولاً (راغب)

(تفسیر ماجدی ج ۲ ص ۱۶۹، ۱۷۰۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلس نشریات قرآن، کراچی طبع: ۱۹۹۹ء)

۵ ''العرش'' لفظی معنی ''سریر الملک'' کے ہیں، لیکن مراد حکومت وسلطنت سے ہوتی ہے، نہ کہ تخت سے۔

جعلوه كناية عن الملك. فقالوا: استوى فلان على العرش يريدون ملك وان لم يقعد على السرير البتة (كشاف)

(تفسیر ماجدی ج ۳ ص ۲۲۳۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ (المتوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلس نشریات قرآن، کراچی طبع: ۲۰۰۲ء)

آیت 34: ۔ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ (المؤمن: ۱۵)

ترجمہ وہ مرتبوں کا بلند کرنے والا ہے، عرش کا مالک ہے۔

ذُو الْعَرْشِ: لفظی معنی ہوئے: ''عرش والا''۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ ہر جسمیت، ہر مکانیت سے پاک و برتر ہیں۔ مراد صرف یہ ہے کہ وہ اس کا بھی مالک، اس کا خالق اور اس پر ہر طرح قادر ہے۔

۱ ومعناه: أنه مالك العرش ومدبره وخالقه.

(تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۳۹ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۲ خالقه ومالكه

(معالم التنزیل (بغوی) ج ۴ ص ۱۰۸ طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۳ھ)

۳ اور مقصود اُس سے اس کے کمال قدرت اور منتہائے ہیبت کا اظہار ہے۔

والفائدة فی تخصیص العرش بالذکر هو أنه أعظم الأجسام۔
(تفسیر کبیر ج ۲۷ ص ۳۹ طبع دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۴۲۱ھ)

۴ وقیل: هو اشارة الی مملکته وسلطانه. لا إلی مقر له. یتعالیٰ عن ذٰلك۔ (مفردات القرآن، راغب ص ۳۶۹)

(تفسیر ماجدی ج ۶ ص ۱۵۵، ۱۵۶۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (التوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۱۳ء)

9.5:۔استواء

۱ استواء بہرصورت اللہ تعالیٰ کے مرتبہ وعظمت کے مطابق ہی ہوگا۔

استواء یلیق بعظمته وجلاله وتنزیهه وکماله (تفسیر المنار)

(تفسیر ماجدی ج ۲ ص ۳۳۴۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (التوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۱۹۹۹ء)

۲ استواء کے معنی استیلاء کے ہیں اور خود استیلاء سے مراد اقتدار واختیار ہے۔ جو شبہات عام طور پر آیت پر وارد ہوتے ہیں، اس مفہوم کے لینے سے سب کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔

أما اذا فسرنا الاستیلاء بالاقتدار زالت هٰذه المطاعن کلها (کبیر)

۳ اور فعل استویٰ کا صلہ جب علیٰ آتا ہے تو معنی ہی استیلاء یا غلبہ کے ہوتے ہیں۔

متی عُدی بعلی اقتضی معنی الاستیلاء (راغب)

۴ بعض فرقوں نے لفظی معنی پر بہت زور دیا ہے۔ انھوں نے بھی یہ صاف کہہ دیا ہے کہ استواءِ الٰہی کی کیفیت مخلوق کے استواء سے بالکل مختلف اور بالکل انوکھی قسم کی ہے۔

الذی ذهب الیه الشیخ أبو الحسن وغیره أنه مُستوٍ علی عرشه بغیر حدٍ ولا کیفٍ کما یکون استواء المخلوقین (قرطبی)

(تفسیر ماجدی ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۲۳۔ المؤلف: مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہ اللہ (التوفی ۱۹۷۷ء)۔ الناشر: مجلسِ نشریاتِ قرآن، کراچی طبع: ۲۰۰۲ء)

9.6:۔ ''اِسْتَوٰی'' کا معنی

''اِسْتَوٰی'' کا معنی ہے: اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا بیٹھا۔''اِسْتِوَاءٌ'' سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

۱ ''اِسْتِوَاءٌ'' کے جب دو فاعل ہوتے ہیں تو اس کے معنی مساوی اور برابر ہونے کے آتے ہیں جیسے:

آیت 35:۔لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ۔ (المائدۃ:۱۰۰)

ترجمہ برابر نہیں ناپاک اور پاک۔

۲ اگر فاعل دو نہ ہوں تو سنبھلنے، درست ہونے اور سیدھے رہنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے:

آیت 36:۔فَاسْتَوٰی۔ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلٰى۔ (النجم:۶،۷)

ترجمہ پھر سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔

آیت 37:۔وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى (القصص:۱۴)

ترجمہ جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا۔

اس صورت میں استواء کے معنی میں کسی شی کا اعتدال ذاتی مراد ہوتا ہے۔

۳ جب اس کا تعدیہ ''عَلٰی'' کے ساتھ ہوتا ہے، تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں، جیسے:

آیت 38:۔وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ۔ (ہود:۴۴)

ترجمہ اور وہ (کشتی) جودی پہاڑ پر ٹھہری۔

آیت 39:۔لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُورِهٖ (الزخرف:۱۳)

ترجمہ تاکہ تم اس کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔

۴ جب اس کا تعدیہ ''اِلٰی'' کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں جیسے:

آیت 40:۔ ثُمَّ اسْتَوٰٓى إِلَى السَّمَآءِ (البقرۃ:۲۹)

ترجمہ۔ پھر قصد کیا آسمان کی طرف

(لغات القرآن ج ا ص ۸۴، ۸۵ مؤلف: مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ طبع دار الاشاعت، کراچی)

۵ علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

ومتى عُدّي-أي استواء-بعلى اقتضى معنى الاستيلاء، كقوله: الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى (طه:٥). (مفردات القرآن، امام راغب اصفہانی، ص ۲۵۱)

ترجمہ ''استویٰ'' کے بعد حرفِ جر ''علیٰ'' آئے تو اس کا معنی ہوتا ہے: غالب ہونا۔ جیسے اس آیت قرآنی میں ہے:

آیت 41:۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ (طٰہٰ:۵)

ترجمہ وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے۔

9.7:۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کی صفات وافعال کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ نصوصِ قرآن وحدیث میں جو الفاظ حق تعالیٰ کی صفات کے بیان کرنے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں۔ اُن میں اکثر وہ ہیں جن کا مخلوق کی صفات پر بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو ''حی''، ''سمیع''، ''بصیر''، ''متکلم'' کہا گیا ہے اور انسان پر بھی یہ الفاظ اطلاق کیے گئے ہیں، تو ان دونوں مواقع میں استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔ کسی مخلوق کو سمیع وبصیر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں۔ اب اس میں دو چیزیں ہوئیں: ایک وہ آلہ جسے ''آنکھ'' کہتے ہیں اور جو دیکھنے کا مبدا اور ذریعہ بنتا ہے۔ دوسرا اس کا نتیجہ اور غرض وغایت (دیکھنا)، یعنی وہ خاص علم جو رؤیت بصری سے حاصل ہوا۔ مخلوق کو جب ''بصیر'' کہا تو یہ مبدا اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوئیں۔ اور دونوں کی کیفیات ہم نے معلوم کرلیں۔ لیکن یہ لفظ جب اللہ تعالیٰ کی نسبت استعمال کیا گیا، تو یقیناً وہ مبادی اور کیفیاتِ جسمانیہ مراد نہیں ہوسکتیں جو مخلوق کے خواص میں سے ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ قطعاً منزہ ہیں۔

البتہ یہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبدا اُس کی ذاتِ اقدس میں موجود ہے اور اُس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رؤیت بصری سے حاصل ہوسکتا ہے، اس کو بدرجۂ کمال حاصل ہے۔ آگے یہ کہ وہ مبدا کیسا ہے؟ اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہے؟ تو بجز اس بات کے کہ اُس کا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہے، ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں؟

آیت 42:۔لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:١١)

ترجمہ: کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

نہ صرف سمع وبصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدا و غایت کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ شرائع سماویہ نے اس کا مُکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کی ماورائے عقل حقائق میں غور وخوض کرکے پریشان ہو۔

''استواء علی العرش'' کو بھی اسی قاعدہ سے سمجھ لو۔ ''عرش'' کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں۔ ''استواء'' کا ترجمہ اکثر مفسرین رحمہم اللہ نے ''استقرار وتمکن'' سے کیا ہے (جسے مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے قرار پکڑنے سے تعبیر فرمایا)۔ گویا یہ لفظ تختِ حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطۂ نفوذ واقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ وتسلّط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے۔ سب کام اور انتظام برابر ہو۔ اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدا اور ظاہری صورت ہوتی ہے۔ اور ایک حقیقت یا غرض وغایت یعنی ملک پر پورا تسلّط واقتدار اور نفوذ وتصرف کی قدرت حاصل ہونا۔ حق تعالیٰ کے ''استواء علی العرش'' میں یہ حقیقت اور غرض وغایت بدرجۂ کمال موجود ہے۔ یعنی آسمان وزمین (کل علویات وسفلیات) کو پیدا کرنے کے بعد اُن پر کامل قبضہ واقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ وشہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے، جیسا کہ سورت یونس کی اس آیت میں:

آیت 43:۔اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۖ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۚ ذٰلِكُمُ

اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ○ (یونس:۳)

ترجمہ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے سارے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر اُس نے عرش پر اس طرح استواء فرمایا کہ وہ ہر چیز کا انتظام کرتا ہے۔کوئی اس کی اجازت کے بغیر (اُس کے سامنے) کسی کی سفارش کرنے والا نہیں۔ وہی اللہ ہے تمہارا پروردگار! لہٰذا اس کی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی دھیان نہیں دیتے؟

میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے بعد یُدَبِّرُ الْأَمْرَ کے الفاظ ہیں اور سورت اعراف میں اس آیت کے الفاظ یہ ہیں:

آیت 44:۔اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ یَطْلُبُہٗ حَثِیْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الاعراف:۵۴)

ترجمہ یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے سارے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔ پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ وہ دن کو رات کی چادر اُڑھا دیتا ہے، جو تیز رفتاری سے چلتی ہوئی اُس کو آدبوچتی ہے۔ اور اُس نے سورج، چاند اور ستارے پیدا کیے ہیں جو سب اُس کے حکم کے آگے رام ہیں۔ یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اُسی کا کام ہے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے!

اس آیت میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ کے بعد یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ سے اسی مضمون پر متنبہ فرمایا ہے۔

رہا ''استواء علی العرش'' کا مبدا اور ظاہری صورت، اس کے متعلق وہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو اوپر ''سمع وبصر'' وغیرہ کے متعلق بیان ہو چکا ہے کہ اس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی جس میں صفاتِ مخلوقین اور سماتِ حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ پھر کیسی ہے؟ اس کا جواب وہی ہے

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم وز ہر چہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم

دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر　　ماہم چناں دراوّلِ وصف تو ماندہ ایم

ترجمہ　اے وہ ذات جو خیال، قیاس، گمان اور وہم سے بالاتر ہے، اور اس سے بھی جو لوگوں نے کہا اور ہم نے سنا اور پڑھا ہے۔

دفتر ختم ہو گیا اور عمر آخر ہوئی اور ہم اُسی طرح تیری ابتدائی تعریف میں لگے ہوئے ہیں۔

آیت 45:۔لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ　کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔

(تفسیر عثمانی ج ۱ ص ۱۳۳۱۔ المؤلف: مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۶۹ھ)۔ الناشر: مکتبۃ البشریٰ، کراچی۔ سنِ اشاعت: ۱۴۳۰ھ)

9.8:۔استواء علی العرش کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی

☐ ہمارا کیا مایۂ علمی کہ اس کی کیفیت بیان کر سکیں:

آیت 46:۔يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ○ (طٰہٰ:۱۱۰)

ترجمہ　وہ تو جو کچھ لوگوں کے آگے پیچھے ہے، سب جانتا ہے مگر لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

حدیث 2:۔أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْمَدَ، قَالَ: ثنا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَلِيٍّ، قَالَ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ كُبَيْشَةَ أَبُو يَحْيَى النَّهْدِيُّ، بِالْكُوفَةِ فِي جَبَّانَةِ سَالِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو كِنَانَةَ مُحَمَّدُ بْنُ أَشْرَسَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ: ثنا أَبُو عُمَيْرٍ الْحَنَفِيُّ، عَنْ قُرَّةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ فِي قَوْلِهِ: "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (طه:٥). قَالَتْ: "الْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ وَالِاسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ وَالْإِقْرَارُ بِهِ إِيمَانٌ وَالْجُحُودُ بِهِ كُفْرٌ."

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة. ج ۳ ص ۴۴۰، ۴۴۱، رقم ۶۶۳. المؤلف: أبو القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري الرازي اللالكائي رحمه الله (المتوفى ۴۱۸هـ). تحقيق: أحمد بن سعد بن حمدان الغامدي. الناشر: دار طيبة، السعودية. الطبعة: الثامنة، ۱۴۲۳هـ)

ترجمہ اُمّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا قرآن مجید کی اس آیت: اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى○ (طٰہٰ:۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے) کے بارے میں فرماتی ہیں: استواء کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی، استواء تو مجہول نہیں ہے یعنی معلوم ہے۔ اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے۔

اثر 2:۔ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ شَيْنَكٍ التَّهَاوَنْدِيُّ، قَالَ: ثَنَا أَبُو بَكْرٍ أَحْمَدُ بْنُ مَحْمُودِ بْنِ يَحْيَى دَاوُدُ التَّهَاوَنْدِيُّ بِنَهَاوَنْدَ سَنَةَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ وَثَلَاثِمِائَةٍ قَالَ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَدَقَةَ، قَالَ: ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ، عَنْ يَحْيَى بْنِ آدَمَ، عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ، قَالَ: سُئِلَ رَبِيعَةُ عَنْ قَوْلِهِ "الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى" (طه:٥)، كَيْفَ اسْتَوٰى؟ قَالَ: "الِاسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ وَالْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ، وَمِنَ اللهِ الرِّسَالَةُ وَعَلَى الرَّسُولِ الْبَلَاغُ، وَعَلَيْنَا التَّصْدِيقُ".

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة. ج ٣ ص ٤٤١، ٤٤٢، ٤٤٣ رقم ٦٦٥. المؤلف: أبو القاسم هبة الله بن الحسن بن منصور الطبري الرازي اللالكائي رحمه الله (المتوفى ٤١٨هـ). تحقيق: أحمد بن سعد بن حمدان الغامدي. الناشر: دار طيبة، السعودية الطبعة: الثامنة، ١٤٢٣هـ)

اثر 3:۔ وَمِنْ طَرِيقِ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سُئِلَ: "كَيْفَ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ؟". فَقَالَ: "الِاسْتِوَاءُ غَيْرُ مَجْهُولٍ، وَالْكَيْفُ غَيْرُ مَعْقُولٍ، وَعَلَى اللهِ الرِّسَالَةُ، وَعَلَى رَسُولِهِ الْبَلَاغُ، وَعَلَيْنَا التَّسْلِيمُ".

(شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة. ج ٣ ص ٤٤١، ٤٤٢، ٤٤٣ رقم 665؛ فتح الباری ج ١٣ ص ٤٩٧ طبع دارالسلام، ریاض؛ کتاب الاسماء والصفات رقم 868 طبع جدہ؛ إثبات صفة العلوّ لابن قدامة ص: 164؛ صحیح: مختصر العلوّ للالبانی ص: 97؛)

ترجمہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا: ''اللہ تعالیٰ کا عرش پر استواء کیسے ہے؟''۔ انھوں نے فرمایا: ''استواء کا لفظ مجہول نہیں ہے اور کیفیت عقل میں نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ وحی کو اتارنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اس وحی کو پہچاننے والے ہیں اور ہمارے ذمہ اس کو تسلیم کرنا ہے"۔

اثر 4:۔ أَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ كما قال الحافظ فى الفتح، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: كُنَّا عِنْدَ مَالِكٍ فَدَخَلَ رَجُلٌ. فَقَالَ: "يَا أَبَا عَبْدِ اللهِ! أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى، كَيْفَ اسْتَوٰى؟" . فَأَطْرَقَ مَالِكٌ فَأَخَذَتْهُ الرُّحَضَاءُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَالَ: "أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى كَمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ وَلَا يُقَالُ: كَيْفَ؟ وَكَيْفَ عَنْهُ مَرْفُوعٌ. وَمَا أَرَاكَ إِلَّا صَاحِبَ بِدْعَةٍ، أَخْرِجُوهُ".

(فتح الباری ج ۱۳ ص ۴۹۸ طبع دار السلام، ریاض؛ کتاب الاسماء والصفات رقم 866؛ رواه البيهقي بإسناد صحيح: العرش للذهبي رقم 156، الذهبي في العلو (ص103) وحكم بصحته، الأربعين في صفات رب العالمين، ص80، رقم 7، ابن عبد الهادي في إرشاد السالك، ص56، مختصر العلو للألباني، ص141)

ترجمہ: حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سند جید کے ساتھ بیان کیا ہے (جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں بیان کیا ہے) کہ حضرت عبد اللہ بن وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھے۔ پھر ایک شخص آیا تو اس نے کہا: اے ابوعبد اللہ! قرآن مجید میں ہے: أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى۔ (طٰہٰ:۵) (وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے)۔ حق تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہے؟ اور اس کا استواء کیسا ہے؟ تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے (حق تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت کی بنا پر) سر نیچے جھکا لیا اور خوف سے پسینہ پسینہ ہوگئے۔ پھر سر اُٹھایا اور فرمایا: "وہ بڑی رحمت والا عرش پر استواء فرمائے ہوئے ہے جیسا کہ خود اس نے اپنی اس صفت کو بیان کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں "کیف" (کیفیت) کا سوال نہیں کیا جا سکتا۔ اور کیف (کیفیت) تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے مرفوع ہے۔ اے سائل! تو بلا شبہ ایک برا آدمی اور بدعتی شخص ہے"۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا: "اس کو یہاں سے نکال دو"۔

تنبیہ یہ روایت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح سند سے منقول ہے۔اس روایت کی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصحیح کی ہے۔

اس کے علاوہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بعض حضرات یہ روایت بھی ذکر کرتے ہیں:

"اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْکَیْفُ مَجْھُوْلٌ وَالْاِیْمَانُ بِہٖ وَاجِبٌ وَالسُّؤَالُ عَنِ الْکَیْفِیَّۃِ بِدْعَۃٌ"۔(مجموع الفتاوی ج۴ ص۲۵)

یہ روایت صحیح سند سے ثابت نہیں ہے۔لہٰذا ہمارے لیے وہ روایات قابل حجت اور دلیل ہوں گی جو صحیح سند کے ساتھ ثابت ہوں۔

احناف کے ہاں دو طریقے ہیں: ایک طریقہ ترجیح کا، دوسرا تطبیق کا۔لہٰذا بیہقی والی روایت کی سند صحیح ہے۔محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔تو اس کو اختیار کیا۔ اور ''اَلْاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ وَالْکَیْفُ مَجْھُوْلٌ الخ'' والی روایت سنداً درست نہیں ہے۔اس لیے اس کو ترک کر دیا۔

دوسرا طریقہ تطبیق کا ہے کہ اس روایت کی اس طرح تشریح کی جائے تا کہ سلف صالحین رحمہم اللہ کے قول کے ساتھ اس کی موافقت ہو جائے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول ''وَالْکَیْفُ مَجْھُوْلٌ'' میں مجہول اپنے معنی میں نہیں ہے، بلکہ منفی کے معنی میں ہے، جیسا کہ عرب کہتے ہیں: زید عمرو سے مجہول النسب ہے۔مطلب یہ ہے کہ زید کا نسب عمرو سے منفی ہے۔تو مجہول جب منفی کے معنی میں ہوا، تو سلف کے قول کے مطابق ہوا۔

اسی طرح ''اَلْکَیْفُ'' دو اقسام کا ہوتا ہے۔ایک وہ جو صفات میں آتا ہے، اور دوسرا وہ جو حقیقت کے معنی میں آتا ہے۔مثلاً شاعر کہتا ہے:

؎ کیفیۃ المرء،لیس المرء یدرکھا فکیف یدرك کنہ الخالق الأزلی

ترجمہ جب ایک آدمی دوسرے آدمی کی حقیقت تک ادراک نہیں کر سکتا، تو اللہ تعالیٰ جو خالقِ ازلی ہے، اُس کی حقیقت اور کُنہ کا ادراک کس طرح کرے گا؟

تو اس شعر میں کیفیت حقیقت کے معنی میں ہے۔اسی طرح علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ

مقدمہ ابن خلدون میں لکھتے ہیں:

و کیفیتہ أی حقیقتہ. (مقدمہ ابن خلدون ص ۶۰۵۔ طبع: دار الفکر، بیروت)

جب کیفیت، حقیقت کے معنی میں آتا ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے استویٰ کی ایک حقیقت ہے، لیکن ہم پر مجہول ہے۔ تو یہ بات بھی درست ہے۔

اسی طرح ''اَلاِسْتِوَاءُ مَعْلُوْمٌ '' میں ''معلوم'' سے ''معلوم الورود'' مراد ہے، یا ''معلوم المعنیٰ''۔ اگر اول مراد ہو، یعنی ''معلوم الورود فی القرآن''۔ تو یہ معنی بھی درست ہے۔ اس لیے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ درحقیقت اس سائل کو سمجھا رہے کہ تمہیں پتہ نہیں، یہ (استویٰ) تو قرآن مجید میں سات مقامات میں وارد ہے۔

اور اگر دوسرا مطلب لیا جائے کہ ''معلوم'' سے ''معلوم المعنیٰ'' مراد ہے۔ تو پھر اس میں دو حیثیتیں ہیں۔ اول یہ کہ استویٰ کی اضافت اللہ کی طرف نہ کی جائے، اور صرف استویٰ کا معنی کیا جائے، تو وہ لغت میں مشہور ہے۔ اور یا اللہ تعالیٰ کی طرف اضافت کی جائے، لیکن پھر اس میں تحقیق کی جائے۔ وہ اس طرح کہ استواء تقریباً تیس (30) معانی میں آتا ہے۔ ان میں ایک معنی جلوس ہے (جو کہ جسم کا خاصہ ہے)، اور ایک معنی استولیٰ ہے۔ تو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اصل میں سائل کو سمجھا رہے ہیں کہ استویٰ کا معنی تو معلوم ہے، اور وہ استولیٰ ہے، جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہے۔

"وَالْإِيْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ"

اس پر ایمان لانا یعنی استواء کے معلوم ہونے پر ایمان لانا واجب ہے، یعنی صرف استواء کے معلوم ہونے پر ایمان لانا واجب ہے، یعنی مجرد استواء پر ایمان لانا جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہے، اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

"وَالسُّؤَالُ عَنِ الْكَيْفِيَّةِ بِدْعَةٌ"

کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے۔ بدعت کا معنی جیسا کہ مشہور و معروف ہے، یعنی نو پیدا اور گھڑی ہوئی چیز، جو پہلے سے معروف نہ ہو۔ اس لیے کہ صرف کیف کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف، اس میں تجسیم و تشبیہ پائی جاتی ہے۔ جو کام بدعت ہوگا وہ

مردود ہے۔اسی سے یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ کس لیے۔اس کے بعد حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کو مسجد سے باہر نکالنے کا حکم دیا؟

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کی اس تفسیر وتشریح سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مفوض ہونا معلوم ہوتا ہے۔صحیح تفویض یہ ہے کہ کسی چیز کے بارے میں سکوت کرنا، اس کے ساتھ لوازمِ فاسدہ کی نفی کرنا یا جس سے اس کے لوازمِ فاسدہ ہونے کا وہم وشائبہ ہوسکتا ہو،اور وہ تجسیم،تحیز ،مکان میں ہونے اور حرکت وغیرہ ہیں۔

یہی تفویض اہل السنت والجماعت کے ہاں معروف ہے۔اسی لیے کہ وہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ تاویل اجمالی ہے کیونکہ یہ حقیقت میں سکوتِ محض نہیں ہے، بلکہ تفصیل سے سکوت کرنا ہے۔اس کے عام مفہوم کے معنی سے سکوت کرنا نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہر وہ شخص جس نے آیت استواء کو پڑھا،اس سے وہ یہ بات سمجھ لے گا: اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے،کائنات پر حکمرانی کرنے والا ہے،حکیم ہے،مخلوق کے کاموں کا مدبّر ہے۔سلفِ صالحین رحمہم اللہ کے ہاں سکوت کا یہی مفہوم ہے۔وہ اس کے علاوہ معانی کی تلاش وجستجو اور کھود کرید سے اپنے آپ کو بچاتے، بلکہ سکوت کرتے تھے۔

اثر 5:۔حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ،حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو الْفَضْلِ وَسَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ مَتَّوَيْهِ: يَقُولُ سَمِعْتُ حَامِدَ بْنَ رُسْتُمَ. حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُطِيعٍ التِّرْمِذِيُّ قَالَ: أَخْبَرَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ رُسْتُمَ، عَنْ نُوحٍ الْجَامِعِ قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا حَنِيفَةَ: مَنْ أَهْلُ الْجَمَاعَةِ؟ فَقَالَ: "مَنْ فَضَّلَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ، وَأَحَبَّ عُثْمَانَ وَعَلِيًّا، وَرَأَى الْمَسْحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ، وَلَمْ يَنْطِقْ فِي اللهِ بِشَيْءٍ، وَلَمْ يُكَفِّرْ أَحَدًا بِذَنْبِهِ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَمَاعَةِ".

(أحاديث فی ذم الكلام وأهله انتخبها الإمام أبو الفضل المقرئ من رد أبی عبد الرحمن السلمی علی أهل الكلام، ص۷۷۔المؤلف: أبو الفضل عبد الرحمن بن أحمد بن الحسن الرازی المقرىء رحمه الله (المتوفى: ۴۵۴ھ)۔المحقق: الدكتور ناصر بن عبد الرحمن بن محمد الجديع۔الناشر: دار أطلس للنشر والتوزيع۔الطبعة: الأولى ۱۴۱۷ھ)

اثر 6:۔ قَالَ الإِمَام أَبُو حنيفَة رَحمَه الله تَعَالَى: "لَا يَنْبَغِي لأحد أَن ينْطق فِي الله تَعَالَى بِشَيْء من ذَاته وَلَكِن يصفه بِمَا وصف بِهِ نَفسه وَلَا يَقُول فِيهِ شَيْئا بِرَأْيهِ تبَارك الله رب الْعَالمين"۔ نَقله القَاضِي أَبُو عَلَاء صاعد بن مُحَمَّد فِي كتاب الِاعْتِقَاد عَن أبي يُوسُف عَن الإِمَام أبي حنيفَة رَحمَه الله تَعَالَى من قَوْله۔

(إيضاح الدليل فى قطع حجج أهل التعطيل، ص۲۱،۴۵۔ المؤلف:أبو عبد الله، محمد بن إبراهيم بن سعد الله بن جماعة الكنانى الحموى الشافعي، بدر الدين (المتوفى ۷۳۳ھ)۔ المحقق:وهبي سليمان غاوجي الألبانى۔ الناشر:دار اقرأ للطباعة والنشر والتوزيع، دمشق۔ الطبعة:الأولى ۱۴۲۵ھ)

ونقل القاضى أبو العلاء صاعد بن محمد فى كتاب الاعتقاد عن أبي يوسف عن الإمام أبي حنيفة أنه قال:"لا ينبغي لأحد أن ينطق فى الله تعالى بشيء من ذاته، ولكن يصفه بما وصف سبحانه به نفسه، ولا يقول فيه برأيه شيئا۔ تبارك الله تعالى رب العالمين"۔

(روح المعانى فى تفسير القرآن العظيم والسبع المثانى ج۸ ص۴۷۲؛ مجموع الفتاوى ج۱۶ ص۴۷۳)

ترجمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"کسی کو یہ نہ چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کی ذات کے متعلق ذرا بھی زبان کھولے بلکہ اسی طرح بیان کرے جس طرح کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے بیان فرمایا ہے، اپنی رائے سے کچھ نہ کہے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو رب ہے سارے جہان کا"۔

9.10:۔ "ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ" کی تفسیر

آیت 47:۔ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(الاعراف:۵۴)

ترجمہ یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے سارے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔ پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ وہ دن کو رات کی چادر اُڑھا دیتا ہے، جو تیز رفتاری سے چلتی ہوئی اُس کو آ دبوچتی ہے۔ اور اُس نے سورج، چاند اور ستارے پیدا کیے ہیں جو سب اُس کے حکم کے آگے رام ہیں۔ یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اُسی کا کام ہے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ، جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے!

تشریح اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کمالِ تدبیر کا ذکر ہے جو عرش سے فرش تک ہے۔ یہ آیت دو اقسام میں منقسم ہے:

اول اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ ہی خالقِ کائنات ہے۔ اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔

دوم اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کے مدبر اور حکیم ہیں۔ اس کے علم اور تدبیر سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

اس آیت کے اول حصہ میں اس بات کی تاکید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ پھر تخلیق کے بعد اس کو یوں ہی بغیر تدبیر کے نہیں چھوڑ دیا گیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے ہر چیز کو تھام اور سنبھال رکھا ہے۔

یہ دونوں معانی تفصیلی طور پر آیت کے پہلے حصہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ پھر آیت میں دوبارہ ان کا ذکر اجمالی طور پر کیا گیا ہے۔ پھر آیت کے آخری حصہ میں اللہ تعالیٰ کی مدح وثنا کا بیان ہے۔

قسم اول معنی تفصیلی کا بیان

معنی اول یہ تفصیلی معنی ہے: إِنَّ رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ (یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے سارے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے)۔ اس میں اس کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے۔

معنی دوم یہ بھی تفصیلی ہے: ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ. يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثاً وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهٖ (پھر اس نے عرش پر استواء فرمایا۔ وہ دن کو رات کی چادر اُڑھا دیتا ہے، جو تیز رفتاری سے چلتی ہوئی اُس کو

آ دبوچتی ہے۔ اور اُس نے سورج، چاند اور ستارے پیدا کیے ہیں جو سب اُس کے حکم کے آگے رام ہیں)۔ اس میں اس کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کے تمام کاموں کا مدبر یعنی تدبیر وانتظام کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے جاننے والے ہیں۔ اپنے افعال میں حکیم ہیں۔

حرف ربط ان دونوں معانی کے درمیان حرف ربط لفظ: "ثُمَّ" ہے جو یہاں "واؤ" کے معنی میں ہے۔ یہاں حرف: "ثُمَّ" تراخی کے لیے ہرگز نہیں ہے۔ اگر اس کو تراخی کے لیے تسلیم کیا جائے تو اس سے یہ بات لازم آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مدت تک اس کائنات کو تدبیر کے بغیر چھوڑے رکھا۔ اور یہ باطل اور معنی کے لحاظ سے فاسد ہے اور اس آیت میں بیان کردہ مقصودی معنی کے خلاف ہے۔ اسی لیے اس کو ترتیب بغیر تعقیب کے معنی پر محمول کرنا ضروری ہے۔

قسم ثانی یہ اجمالی کلام ہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اُسی کا کام ہے)۔ حقیقت میں یہ پہلے تفصیلی کلام کی تاکید ہی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:

۱ "أَلَا" (خبردار ہو جاؤ، جان لو، سن رکھو)۔ حرف تنبیہ ہے۔ اس سے مراد کلام کی تاکید ہے۔ یہ آیت کے شروع میں "إِنَّ" کے مقابل ہے۔ یہ بات معلوم ہے کہ حرف "إِنَّ" تاکید کے لیے ہی ہے۔

۲ "لَهُ الْخَلْقُ": اس میں خلق یعنی پیدا کرنے کی تاکید ہے کہ پیدا کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ یہ اس آیت میں قسم اول تفصیلی میں سے پہلے معنی کے مقابل ہے۔

۳ "وَالْأَمْرُ": اس میں تاکید ہے کہ امر یعنی حکم دینا۔ اس میں علم اور کامل تدبیر کا معنی ہے۔ اور یہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے۔ اور یہ قسم اول تفصیلی کے معنی ثانی کے مقابل ہے۔

۴ حرف: "ثُمَّ" جو قسم اول تفصیلی میں مذکور ہے وہ اس میں سے معنی اول اور معنی ثانی

کے درمیان ربط پیدا کرتا ہے۔ آیت کے دوسرے حصہ: ''أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالأَمْرُ''
میں حرف: ''واؤ'' یہی معنی ادا کرتا ہے۔ پس حرف: ''واؤ'' یہاں قسم ثانی اجمالی
کے درمیان ربط کا کام دیتا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خلق (یعنی پیدا کرنا)
اور امر (تدبیر کرنا) یہ دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اس میں اس کی تاکید ہے
کہ حرف: "ثُمَّ" کا معنی ترتیب مع التراخی نہیں ہے بلکہ یہ ترتیب بلا تعقیب ہے۔

قسم ثالث "تَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ" (بڑی برکت والا ہے اللہ، جو تمام جہانوں کا
پروردگار ہے!)، معنی مذکور کے لحاظ سے موزوں اختتام ہے۔ اس لیے ''رب'' کے لفظ
میں مدبر تمام جہانوں کی مخلوق کے احوال کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ کوئی تدبیر علم کے
بغیر نہیں ہے۔ اور وہ اپنی مخلوق کا مربی ہے جو ہر لحاظ سے خیر و برکت پر دلالت کرنے
والا ہے۔ جو ذات ایسی ہو وہی اس بات کی مستحق ہے کہ وہ مبارک اور معبود ہوتا کہ
مخلوق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کر سکے۔

یہ وہ مفہوم ہے جو اس آیت سے مفہوم و مستنبط ہوتا ہے، جو تمام آیاتِ استواء سے
مستنبط ہوتا ہے۔ اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو ایک مستقل کتاب درکار ہے۔
جس چیز کی تنبیہ یہاں ضروری ہے کہ یہ آیت استواء اور دوسری آیاتِ استواء میں اللہ
تعالیٰ کے افعال کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ کے آگے عبودیت کا بیان ہے، کیونکہ اللہ
تعالیٰ کے بیشمار احسانات ہم پر ہیں۔

یہاں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ کے بارے میں کلام کرنا مقصود نہیں ہے، کیونکہ اس
آیت میں اللہ تعالیٰ کے افعال کے بارے میں کلام ہے جس کا مقتضی صفاتِ ذاتیہ
ہیں۔ صفاتِ ذاتیہ کے بارے میں کلام کرنا مقصودِ اصلی نہیں ہے۔

اس کو ایک دوسرے اسلوب سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ
سے متعلقہ احکامِ تصدیقیہ کا بیان ہے، یعنی اس بات کا اثبات کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی
کائنات کے خالق ہیں، وہی اس کائنات کے تدبیر و انتظام کرنے والے ہیں۔ اس
کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ کا بیان بالکل نہیں ہے،
یعنی اس کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے اگرچہ معنی کے لحاظ سے ضمنی طور پر موجود ہے۔ اس

لیے بھی کہ آیت استواء سے پہلے اور بعد والی آیات بھی اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ کو بیان نہیں کرتی ہیں بلکہ ان آیات میں انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت کے وجوب کو ہی بیان کرتی ہیں، اس لیے کہ ذات باری تعالیٰ خالق کائنات اور تمام اُمور کی تدبیر وانتظام کرنے والی ہے۔ اور یہی اس آیت کا بھی نفسِ مضمون ہے۔ آیت استواء سے پہلے والی آیات کو ملاحظہ فرمائیں:

آیت 48: ۔وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ○ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ (الاعراف: ۵۰ تا ۵۳)

ترجمہ اور دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے کہ: ''ہم پر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو، یا اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں، اُن کا کوئی حصہ (ہم تک بھی پہنچا دو)''۔ وہ جواب دیں گے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں اُن کافروں پر حرام کر دی ہیں جنہوں نے اپنے دِین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا، اور جن کو دنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا''۔ چنانچہ آج ہم بھی اُن کو اسی طرح بھلا دیں گے جیسے وہ اس بات کو بھلائے بیٹھے تھے کہ اُنہیں اِس دن کا سامنا کرنا ہے، اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا کھلم کھلا اِنکار کیا کرتے تھے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہم اُن کے پاس ایک ایسی کتاب لے آئے ہیں جس میں ہم نے اپنے علم کی بنیاد پر ہر چیز کی تفصیل بتا دی ہے، اور جو لوگ ایمان لائیں اُن کے لیے وہ ہدایت اور رحمت ہے۔ اب یہ (کافر) اُس آخری انجام کے سوا کس بات کے منتظر ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہے؟ (حالانکہ) جس دن وہ آخری انجام آ گیا جو اس کتاب نے بتایا ہے، اُس دن یہ لوگ جو اُس انجام کو بھلا چکے تھے،

یہ کہیں گے کہ: ”ہمارے پروردگار کے پیغمبر واقعی سچی خبر لائے تھے۔ اب کیا ہمیں کچھ سفارشی میسر آسکتے ہیں جو ہماری سفارش کریں، یا کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ہمیں دوبارہ وہیں (دنیا میں) بھیج دیا جائے، تا کہ ہم جو (برے) کام پہلے کرتے رہے ہیں، اُن کے برخلاف دوسرے (نیک) عمل کریں؟“ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جانوں کے لیے سخت گھاٹے کا سودا کر چکے ہیں، اور جو (دیوتا) اِنہوں نے گھڑ رکھے ہیں، اِنہیں (اُس دن) اُن کا کہیں سراغ نہیں ملے گا۔

☆ ان آیات میں تو اللہ تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ کو ہرگز نہیں دیکھے گا، بلکہ ان آیات میں انسان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبودیت کے تعلق کو دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ومدبر کائنات ہے۔ اس بات کی تعلیم دی گئی ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کی اطاعت کریں اور احکام کی مخالفت نہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں۔ اس کے بعد کی آیات میں بھی یہی مضمون بیان ہوا ہے:

آیت 49:۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (الاعراف: ۵۵ تا ۵۷)

ترجمہ تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔ یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو، اور اُس کی عبادت اس طرح کرو کہ دِل میں خوف بھی ہو اور اُمید بھی۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک لوگوں سے قریب ہے۔ اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش) کے آگے آگے ہوائیں بھیجتا ہے جو (بارش) کی خوش خبری دیتی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بوجھل بادلوں کو اُٹھا لیتی ہیں، تو ہم انہیں کسی مردہ زمین کی طرف ہنکا لے جاتے ہیں، پھر وہاں پانی برساتے ہیں، اور اُس کے ذریعے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مردوں کو بھی زندہ کر کے نکالیں گے۔ شاید (ان باتوں پر

غور کر کے) تم سبق حاصل کو لو۔

☆ ان آیات سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے کہ ان آیات کو بھی اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتیہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کا بیان ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت کا وجوب ثابت ہو جائے۔

☆ شیخ صالح بن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وأما قولنا: "يليق بجلاله وعظمته" فالمراد به أن استواءه على عرشه كسائر صفاته يليق بجلاله وعظمته، ولا يماثل استواء المخلوقين، فهو عائد إلى الكيفية التي عليها هذا الاستواء، لأن الصفات تابعة للموصوف، فكما أن لله -تعالى- ذاتاً لا تماثل الذوات، فإن صفاته لا تماثل الصفات ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشورى: من الآية 11) ليس كمثله شيء في ذاته ولا صفاته.

(فتاوى أركان الإسلام، ص٨٦۔ المؤلف: محمد بن صالح بن محمد العثيمين رحمه الله (المتوفى: 1421ھ)۔ جمع وترتيب: فهد بن ناصر بن إبراهيم السليمان۔ الناشر: دار الثريا للنشر والتوزيع، الرياض۔ الطبعة: الأولى، 1424ھ)

ترجمہ یہ کہنا: ''جس طرح اس کے جلال وعظمت کے شایانِ شان ہے'': اس سے مراد یہ ہے کہ جس طرح اس کی دیگر تمام صفات اس کی پاک ذات کے جلال وعظمت کے شایانِ شان ہے، عرش پر اس کا استواء بھی اسی طرح ہے، جس طرح اس کی پاک ذات کے لائق ہے۔ وہ مخلوقات کے استواء کی طرح نہیں ہے، کیونکہ صفات اپنے موصوف کے تابع ہوتی ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات دیگر ذوات کی طرح نہیں ہے، اسی طرح اس کی صفات کسی مخلوق کی صفات کی طرح نہیں ہیں۔

9.10: اللہ تعالیٰ کے لیے بالاجماع علو سے مراد علوِ معنوی ہے، نہ کہ علوِ حسی

''استویٰ علی العرش'' سے متعلق علماء اہل سنت متقدمین کا یہ عقیدہ ہے کہ استویٰ اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے، اور متشابہات میں سے ہے۔ اس کا معنی اور حقیقت اللہ

تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور ساتھ ساتھ کیفیت بھی منفی ہے۔ متاخرین اہل سنت سے چونکہ تاویل کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے ہاں ''استویٰ'' کا معنیٰ ''استولیٰ'' یا ''قبض'' ہو گا۔ یہ تاویل ان کے ہاں ایک احتمال اور ظن کے درجہ میں ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک بالاجماع علو سے مراد علوِ معنوی ہے، نہ کہ علو حسی۔ مشاہدہ بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ علوِ معنوی مدح کی دلیل بنتی ہے نہ کہ علوِ حسی۔

اس کے برعکس غیر مقلدین کا مسلک یہ ہے کہ استویٰ محکمات میں سے ہے۔ اپنے ظاہری حقیقی اور عرفی معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے۔ البتہ خارج میں ہم اس کی کیفیت نہیں جانتے۔

لیکن ان کا یہ نظریہ بے بنیاد اور باطل ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے فوقیتِ حسی ثابت ہوتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے لیے نہ تو فوق ہے اور نہ تحت، بلکہ وہ تو تمام جہات سے پاک اور منزہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ازلی اور قدیم ہے اور عرش مخلوق ہے۔ حدیث میں ہے:

كَانَ اللهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ. (بخاری رقم 3191)

ترجمہ اللہ تعالیٰ ازل میں موجود تھا، اور اس کے علاوہ کوئی چیز بھی نہ تھی۔

تو جب عرش نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ کہاں تھے؟

بہر حال اللہ تعالیٰ کے لیے علوِ حسی ثابت کرنے کی وجہ سے بہت سی خرابیاں لازم آتی ہیں، جن میں سے چند امام ابن بزیزہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب ''الاسعاد الیٰ شرح الارشاد'' ذکر کی ہیں۔

1 اگر ذات باری تعالیٰ متحیز ہو، تو وہ اجسام کے مساوی ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا حادث اور اجسام کا قدیم ہونا لازم آئے گا، اور یہ دونوں محال ہیں۔

2 اگر قدیم ذات متحیز ہو، تو پھر وہ حیز کی طرف محتاج ہو جائے گی، حالانکہ قدیم ذات کبھی بھی محتاج نہیں ہو سکتی۔

3 اگر ذات باری تعالیٰ متحیز ہو، اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حیز ازل میں بھی موجود تھا، اس صورت میں دو قدیم واجب الوجود ذات کا ازل میں موجود ہونا لازم آئے گا، حالانکہ

یہ محال ہے۔

4 اگر ذات باری تعالیٰ متحیز ہو، تو پھر وہ قابلِ تقسیم ہوگا یا نہیں۔ اگر پہلی صورت لی جائے تو اس صورت میں واجب الوجود کا مرکب ہونا لازم آتا ہے، اور مرکب تو حادث ہوتا ہے۔ حالانکہ اللہ حادث نہیں ہوسکتا۔ اگر دوسری صورت لی جائے، تو اس صورت میں ذاتِ باری تعالیٰ کا اشیاء کا فاعل ہونے کے باوجود تمام اشیاء سے حقیر ہونا لازم آتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان نقائص سے پاک ہے۔

5 عالم سارے کا سارا گول ہے۔ تو جہت کی صورت میں ذات باری تعالیٰ کا عالم کے نیچے اور عالم کا اوپر ہونا لازم آئے گا۔

6 اگر اللہ تعالیٰ متحیز ہو، تو پھر وہ اس چیز کا محاذی ہوگا۔ اس صورت میں ذاتِ باری تعالیٰ اس جسمِ محاذی کی طرح ہوگی، یا اس سے چھوٹی یا بڑی ہوگی۔ اس طرح ذات باری تعالیٰ کا ایک مخصص کی طرف احتیاج لازم آئے گی۔ اور قدیم ذات کسی کی مخصص نہیں ہوسکتی۔ (الاسعاد الیٰ شرح الارشاد، ص ۲۲۴، ۲۲۵)

9.11: حدیثِ جاریہ رضی اللہ عنہا

اللہ تعالیٰ کے لیے جہتِ فوق کے قائلین جس حدیث کو سب سے زیادہ پیش کرتے ہیں وہ حدیثِ جاریہ رضی اللہ عنہا ہے، حالانکہ یہ ان کے عقیدے کو بیان نہیں کرتی ہے۔ اس کی تفصیل یہاں پیش کی جاتی ہے۔

حدیث 3: حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيثِ- قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ..... قَالَ: وَكَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَى غَنَمًا لِي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ، فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّيبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لَكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذَلِكَ

عَلَيَّ، قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟". قَالَ: "ائْتِنِي بِهَا". فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ لَهَا: "أَيْنَ اللهُ؟". قَالَتْ: "فِي السَّمَاءِ". قَالَ: "مَنْ أَنَا"؟ قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ، قَالَ: أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

(مسلم رقم 33-537؛ مسند أحمد رقم 23762)

ترجمہ اس طویل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟''۔ اس لونڈی رضی اللہ عنہا نے کہا: ''آسمان میں''۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''میں کون ہوں؟''۔ اس نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو آزاد کردو، کیونکہ یہ مؤمنہ ہے''۔

1 حضرت امام ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام ابن فورک رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۰۶ھ) فرماتے ہیں:

ذكر خبر آخر مِمَّا يَقْتَضِي التَّأْوِيل ويوهم ظَاهره التَّشْبِيه.

وَهُوَ من الْأَخْبَار الْمَشْهُورَة عِنْد أهل النَّقْل وَذَلِكَ مِمَّا يتَعَلَّق بِذكر الْمَكَان وَقد رُوِيَ فِي مَعْنَاهُ أَخْبَار سنذكرها أَولا فأولا فَمن ذَلِك.

1 مَا رُوِيَ فِي الْخَبَر أَن جَارِيَة عرضت على رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم مِمَّن أُرِيد عتقهَا فِي الْكَفَّارَة. فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لَهَا: "أَيْنَ الله؟". فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاء. فَقَالَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "أعتقها فَإِنَّهَا مُؤمنَة".

2 اعْلَم! أَن الْكَلَام فِي ذَلِك من وَجْهَيْن:

أَحدهمَا فِي تَأْوِيل قَوْله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "أَيْن الله؟" مَعَ إستحالة كَونه فِي مَكَان.

وَالثَّانِي قَوْله أَنَّهَا مُؤمنَة من غير ظُهُور عمل مِنْهَا.

3 فَأَما الْكَلَام فِيمَا يتَضَمَّن قَوْله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "أَيْن الله"؟ فَإِن ظَاهر اللُّغَة تدل من لفظ "أَيْن" أَنَّهَا مَوْضُوعَة للسؤال عَن الْمَكَان،

ويستخبر بِهَا عَن مَكَان المسؤول عَنهُ ب"أين"، إِذا قيل: "أَيْن هُوَ"؟
وَذَٰلِكَ أَن أهل اللُّغَة قَالُوا: لما ثقل على أهل اللِّسَان فِي الإستفهام عَن الْمَكَان أَن يَقُولُوا: أهوَ فِي الْبَيْت؟ أم فِي الْمَسْجِد؟ أم فِي السُّوق؟ أم فِي بُقْعَة كَذَا؟ وَكَذَا وضعُوا لَفْظَة تجمع لجمع الْأَمْكِنَة يستفهمون بهَا عَن مَكَان المسؤول عَنهُ ب"أين"؟

4 وَهَٰذَا هُوَ أصل هَٰذِه الْكَلِمَة غير أَنهم قد استعملوها عَن مَكَان الْمَسْئُول عَنهُ فِي غير هَٰذَا الْمَعْنى توسعاً أَيْضاً تَشْبِيها بِمَا وضع لَهُ، وَذَٰلِكَ أَنهم يَقُولُونَ: عِنْد استعلام منزلَة المستعلم عِنْد من يستعلمه "أَيْن" منزلَة فلَان مِنْك؟ وَأَيْنَ فلَان من الْأَمِير؟ واستعملوه فِي إستعلام الْفرق بَين الرتبتين بِأَن يَقُولُوا: أَيْن فلَان من فلَان؟ وَلَيْسَ يُرِيدُونَ الْمَكَان وَالْمحل من طَرِيق التجاوز فِي الْبِقَاع بل يُرِيدُونَ الإستفهام عَن الرتبة والمنزلة۔ وَكَذَٰلِكَ يَقُولُونَ: لفُلَان عِنْد فلَان مَكَان ومنزلة، وَمَكَان فلَان فِي قلب فلَان حسن۔ ويريدون بذلك الْمرتبَة والدرجة فِي التَّقْرِيب والتبعيد وَالْإِكْرَام والإهانة۔

5 فَإِذا كَانَ ذَٰلِك مَشْهُوراً فِي اللُّغَة احْتمل أَن يُقَال: إِن معنى قَوْله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم: "أَيْن الله؟" استعلام لمنزلته وَقدره عِنْدهَا وَفِي قَلبهَا، وأشارت إِلَى السَّمَاء ودلت بإشارتها على أَنه فِي السَّمَاء عِنْدهَا على قَول الْقَائِل: إِذا أَرَادَ أَن يخبر عَن رفْعَة وعلو منزلَة فلَان فِي السَّمَاء: أَي هُوَ رفيع الشَّأْن عَظِيم الْمِقْدَار۔

6 كَذَٰلِك قَوْلهَا: "فِي السَّمَاء" على طَرِيق الْإِشَارَة إِلَيْهَا تَنْبِيها عَن محله فِي قَلبهَا ومعرفتها بِهِ۔

7 وَإِنَّمَا أشارت إِلَى السَّمَاء أَنَّهَا كَانَت خرساء فدلت بإشارتها على مثل دلَالَة الْعبارَة على نَحْو هَٰذَا الْمَعْنى۔ وَإِذا كَانَ كَذَٰلِك لم يجز أَن يحمل على غَيره مِمَّا يَقْتَضِي الْحَد والتشبيه والتمكين فِي الْمَكَان والتكييف۔

8 وَمن أَصْحَابنَا من قَالَ: إِن الْقَائِل إِذا قَالَ: "إِن الله فِي السَّمَاء" وَيُرِيد بذلك أَنه فَوْقهَا من طَرِيق الصّفة لَا من طَرِيق الْجِهَة على نَحْو قَوْله سُبْحَانَهُ: "أأمنتم من فِي السَّمَاء". لم يُنكر ذَٰلِك.

9 وَأما قَوْله عَلَيْهِ الصَّلَاة وَالسَّلَام: "أَعتقهَا فَإِنَّهَا مُؤمنَة" فَيحْتَمل أَن يكون قد عرف إيمَانهَا بِوَحْي فَأخْبر بذلك عَن ظُهُور إشارتها الَّتِي هِيَ عَلامَة من عَلَامَات الْإِيمَان.

10 وَيحْتَمل أَن يكون سَمَّاهَا مُؤمنَة على الظَّاهِر من حَالهَا وَأَن ذَٰلِك الْقدر يَكْفِي من الْمَطْلُوب من إِيمَان من يُرَاد عتقه. وَأَنه لَا يعْتَبر بعد ذَٰلِك ظُهُور الْأَعْمَال وَالْوَفَاء.

(مشكل الحديث وبيانه، ص۱۵۸تا ۱۶۱۔المؤلف: محمد بن الحسن بن فُورك الأنصاري الأصبهاني، أبو بكر رحمه الله (المتوفی ۴۰۶ھ)۔المحقق: موسی محمد علی۔ الناشر: عالم الکتب، بیروت۔ الطبعة: الثانية، ۱۹۸۵ء)

ترجمہ اس میں وہ احادیث ذکر کی جائیں گی جن میں تاویل کرنا ضروری ہے۔ان احادیث کا ظاہر تشبیہ کا وہم پیدا کرنے والا ہے۔اس میں وہ احادیث ذکر کی جائیں گی جو محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاں مشہور ہیں اور جن میں مکان کا ذکر ہے۔

1 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لونڈی رضی اللہ عنہا کو اس غرض سے پیش کیا گیا کہ اس کو کفارے میں آزاد کر دیا جائے۔تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لونڈی سے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟'' تو اس لونڈی رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو آزاد کر دو، کیونکہ یہ مؤمنہ ہے''۔

2 جاننا چاہیے! اس حدیث میں دو وجوہ سے تحقیق کی گئی ہے:

اول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "أَيْنَ الله؟" (اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟)، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کسی مکان میں ہونا محال ہے۔

دوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''وہ مؤمنہ ہے''، حالانکہ اس سے کسی عمل کا ظہور نہیں ہوا ہے۔

3 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "أَيْنَ اللهُ؟" (اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟)، تو اس میں "أَيْنَ؟" (کہاں ہے؟) کا لفظ ہے جو مکان کے سوال کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ اور "أَيْنَ؟" کے لفظ سے مسئول (جس سے سوال کیا جائے) سے مکان کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے: ''وہ کہاں ہے؟''۔ یہ اس لیے ہے کہ اہل لغت کہتے ہیں: جب اہل زبان پر کسی مخصوص مکان یا جگہ کے بارے میں سوال کرنا مشکل ہو جاتا ہے، تو کہتے ہیں: کیا وہ گھر میں ہے؟ یا وہ مسجد میں ہے؟ یا وہ بازار میں ہے؟ یا وہ فلاں جگہ میں ہے؟ اور ایسے ہی انہوں نے ایک لفظ وضع کیا ہے جو ان تمام جگہوں کے مجموعہ کے لیے ہے، جو وہ مسئول سے مکان کے بارے میں "أَيْنَ؟" سے سوال کر کے پوچھتے ہیں۔

4 اوپر ذکر کردہ معنی ہی اس لفظ کا اصل معنی ہے۔ اس کے علاوہ اہل زبان توسع اور مشابہت کا لحاظ کرتے ہوئے اس معنی کے علاوہ اس لفظ کو دوسرے معانی کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ جب اہل زبان نے مسئول کی قدر و منزلت معلوم کرنی ہو تو وہ کہتے ہیں: تیرے نزدیک فلاں شخص کی قدر و منزلت کیا ہے؟ امیر کے ہاں فلاں شخص کا کیا مقام ہے؟ پھر وہ اس لفظ کو دو اشخاص کے مراتب کے فرق کو معلوم کرنے کے لیے بھی کہتے ہیں: فلاں، فلاں سے کہاں ہے؟ اس سے ان کی مراد جگہ اور مکان نہیں ہوتا ہے، اور نہ ہی جگہ کے لحاظ سے کسی جگہ سے آگے بڑھ جانا ہوتا ہے، بلکہ ان کا مقصد رتبہ اور منزلت کا سوال ہوتا ہے اور فلاں کا مقام فلاں شخص کے دل میں عمدہ اور احسن ہے۔ اس سے ان کی مراد قرب و بعد اور اکرام و اہانت کے لحاظ سے مرتبہ اور درجہ کی ہوتی ہے۔

5 جب اس لفظ کا یہ معنی بھی لغت میں مشہور و معروف ہے تو یہ کہنا بھی مناسب ہے کہ یہ کہا جائے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا معنی یہ ہے کہ "أَيْنَ اللهُ؟" (اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟) سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہو کہ اس لونڈی کے ہاں اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت معلوم کرنا تھا۔ اس لونڈی نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے یہ بتلا دیا کہ اس کے دل میں اور اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت ''آسمان میں'' ہے۔ اس قائل کے قول کے مطابق جب وہ کسی شخص کی قدر و منزلت

اور منزلت کی بلندی کو بیان کرنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے: فلاں آسمان میں ہے: یعنی وہ اونچی شان والا اور بلند قدر و منزلت کا مالک ہے۔

6 اسی طرح اس لونڈی کا قول: ''آسمان میں'' اشارہ کر کے بتلانا اس بات پر تنبیہ کرنا تھا کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور عظمت ہے۔

7 اس لونڈی رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف اشارہ اس لیے کیا تھا کہ وہ گونگی تھی۔ پس اس کا اشارہ کرنا اس جیسے معنی کی طرف دلالت کرتا ہے۔ جب ایسا ہے تو ان الفاظ کو اس کے علاوہ معانی پر محمول کرنا جائز نہیں ہے جس سے حد، تشبیہ، مکان میں تمکّن واستقرار اور کیفیت کا معنی نکلتا ہو۔

8 ہمارے اصحاب میں سے بعض نے کہا ہے: جب قائل یوں کہے: ''اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں''، اور اس سے اس کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ صفت کے لحاظ سے فوق ہے، نہ کہ جہت کے لحاظ سے، جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

آیت 50: ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ○
(الملک:۱۶)

ترجمہ کیا تم آسمان والے کی اس بات سے بے خوف ہو بیٹھے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے، تو وہ ایک دم تھرتھرانے لگے؟

تو اس کا انکار نہیں کیا جائے گا۔

9 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''اس کو آزاد کر دو کیونکہ یہ مؤمنہ ہے''۔ اس کا احتمال یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایمان کو وحی کے ذریعہ پہچان لیا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اشارہ کے ساتھ اس کے ظاہر پر خبر دے دی تھی کیونکہ یہ بھی ایمان کی علامت ہے۔

10 اس کا بھی احتمال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ظاہری حالات کو دیکھ کر ایمان کے ساتھ متصف کر دیا۔ ایسا ہی ایمان اس شخص سے مطلوب ہوتا ہے جس کو آزاد کرنا مطلوب ہوتا ہے اور اس سے اعمال اور وفا کا ظہور معتبر نہیں جانا جاتا۔

2 حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَيْنَ اللهُ؟". قَالَتْ: فِي السَّمَآءِ. قَالَ: "مَنْ أَنَا؟". قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ. قَالَ: "أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ". هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ أَحَادِيثِ الصِّفَاتِ وَفِيهَا مَذْهَبَانِ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُمَا مَرَّاتٍ فِي كِتَابِ الْإِيمَانِ. أَحَدُهُمَا: الْإِيمَانُ بِهٖ مِنْ غَيْرِ خَوْضٍ فِي مَعْنَاهُ مَعَ اعْتِقَادِ أَنَّ اللهَ تَعَالٰى: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ". وَتَنْزِيهِهٖ عَنْ سِمَاتِ الْمَخْلُوقَاتِ. وَالثَّانِي: تَأْوِيلُهُ بِمَا يَلِيقُ بِهٖ.

فَمَنْ قَالَ بِهٰذَا، قَالَ: كَانَ الْمُرَادُ امْتِحَانَهَا هَلْ هِيَ مُوَحِّدَةٌ تُقِرُّ بِأَنَّ الْخَالِقَ الْمُدَبِّرَ الْفَعَّالَ هُوَ اللهُ وَحْدَهٗ، وَهُوَ الَّذِي إِذَا دَعَاهُ الدَّاعِي اسْتَقْبَلَ السَّمَآءَ كَمَا إِذَا صَلَّى الْمُصَلِّي اسْتَقْبَلَ الْكَعْبَةَ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِأَنَّهٗ مُنْحَصِرٌ فِي السَّمَآءِ كَمَا أَنَّهٗ لَيْسَ مُنْحَصِرًا فِي جِهَةِ الْكَعْبَةِ بَلْ ذٰلِكَ لِأَنَّ السَّمَآءَ قِبْلَةُ الدَّاعِينَ كَمَا أَنَّ الْكَعْبَةَ قِبْلَةُ الْمُصَلِّينَ أَوْ هِيَ مِنْ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ الْعَابِدِينَ لِلْأَوْثَانِ الَّتِي بَيْنَ أَيْدِيهِمْ. فَلَمَّا قَالَتْ: فِي السَّمَآءِ عَلِمَ أَنَّهَا مُوَحِّدَةٌ. وَلَيْسَتْ عَابِدَةً لِلْأَوْثَانِ.

قَالَ الْقَاضِي عِيَاضٌ: لَا خِلَافَ بَيْنَ الْمُسْلِمِينَ قَاطِبَةً فَقِيهُهُمْ وَ مُحَدِّثُهُمْ وَمُتَكَلِّمُهُمْ وَنُظَّارُهُمْ وَمُقَلِّدُهُمْ أَنَّ الظَّوَاهِرَ الْوَارِدَةَ بِذِكْرِ اللهِ تَعَالٰى فِي السَّمَآءِ كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى: "أَأَمِنْتُمْ مَنْ فِي السمآء أن يخسف بكم الأرض" وَنَحْوِهٖ لَيْسَتْ عَلٰى ظَاهِرِهَا بَلْ مُتَأَوَّلَةٌ عِنْدَ جَمِيعِهِمْ فَمَنْ قَالَ بِإِثْبَاتِ جِهَةِ فَوْقُ مِنْ غَيْرِ تَحْدِيدٍ وَلَا تَكْيِيفٍ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَالْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ تَأَوَّلَ فِي السَّمَآءِ، أَيْ: عَلَى السَّمَآءِ. وَمَنْ قَالَ مِنْ دَهْمَاءِ النُّظَّارِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ وَأَصْحَابِ التَّنْزِيهِ بِنَفْيِ الْحَدِّ وَاسْتِحَالَةِ الْجِهَةِ فِي حَقِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى تَأَوَّلُوهَا تَأْوِيلَاتٍ بِحَسَبِ مُقْتَضَاهَا وَذَكَرَ نَحْوَ مَا

سَبَقَ۔

قَالَ: وَيَالَيْتَ شِعْرِي مَا الَّذِي جَمَعَ أَهْلَ السُّنَّةِ وَالْحَقِّ كُلَّهُمْ عَلَى وُجُوبِ الْإِمْسَاكِ عَنِ الْفِكْرِ فِي الذَّاتِ كَمَا أُمِرُوا وَسَكَتُوا لِحِيرَةِ الْعَقْلِ وَاتَّفَقُوا عَلَى تَحْرِيمِ التَّكْيِيفِ وَالتَّشْكِيلِ. وَأَنَّ ذٰلِكَ مِنْ وُقُوفِهِمْ وَإِمْسَاكِهِمْ غَيْرُ شَاكٍّ فِي الوجود والموجود وَغَيْرُ قَادِحٍ فِي التَّوْحِيدِ بَلْ هُوَ حَقِيقَتُهُ ثُمَّ تَسَامَحَ بَعْضُهُمْ بِإِثْبَاتِ الْجِهَةِ خَاشِيًا مِنْ مِثْلِ هٰذَا التَّسَامُحِ. وَهَلْ بَيْنَ التَّكْيِيفِ وَإِثْبَاتِ الْجِهَاتِ فَرْقٌ لٰكِنْ إِطْلَاقُ مَا أَطْلَقَهُ الشَّرْعُ مِنْ أَنَّهُ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَأَنَّهُ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَعَ التَّمَسُّكِ بِالْآيَةِ الْجَامِعَةِ لِلتَّنْزِيهِ الْكُلِّيِّ الَّذِي لَا يَصِحُّ فِي الْمَعْقُولِ غَيْرُهٗ. وهو قوله تعالىٰ: "ليس كمثله شيء" عِصْمَةٌ لِمَنْ وَفَّقَهُ اللهُ تَعَالٰى۔ وَهٰذَا كَلَامُ الْقَاضِي رَحِمَهُ اللهُ تَعَالٰى۔

(المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج المعروف نووی ﷫ شرح مسلم ج۵ ص ۲۴)

ترجمہ اس حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اس لونڈی رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟''۔ اس لونڈی رضی اللہ عنہا نے کہا: آسمان میں۔ پھر حضور ﷺ نے پوچھا: ''میں کون ہوں؟''۔ اس نے کہا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس کو آزاد کردو، کیونکہ یہ مؤمنہ ہے''۔

یہ حدیث احادیثِ صفات میں سے ہے۔ اس میں دو مذاہب ہیں جیسا کہ کتاب الایمان میں کئی بار بحث گزر چکی ہے:

1 ان صفات پر ان کے معانی میں غور وخوض کیے بغیر ایمان لانا ہے، اس اعتقاد کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ جیسا کوئی بھی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو مخلوقات کی مشابہت سے پاک اور منزہ سمجھنا ہے۔

2 تاویل کرنا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔

جس شخص نے یہ کہا گویا اس کی مراد یہ ہے کہ اس لونڈی کا امتحان لینا تھا۔ آیا وہ لونڈی موحدہ ہے۔ وہ اس بات کا اقرار کرتی ہے کہ خالق، مدبّر، فعّال وہی اللہ ہے جو یکتا

ہے۔ وہ ذات ہے جب دعا مانگنے والے دعا مانگتے ہیں تو وہ آسمان کی طرف منہ کر لیتے ہیں جیسا کہ نمازی جب نماز پڑھتا ہے تو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی نہیں ہے جو آسمان میں منحصر ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کعبہ میں منحصر نہیں ہے، بلکہ اس لیے کہ آسمان دعا مانگنے والوں کا قبلہ ہے جیسا کہ کعبہ نمازیوں کا قبلہ ہے۔

یا وہ لونڈی بتوں کی پوجا کرنے والی ہے، ان بتوں کی جو ان کے سامنے ہوتے ہیں۔ جب اس نے کہا: آسمان میں۔ تو اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ موحدہ ہے اور وہ بتوں کی پوجا کرنے والی نہیں ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسلمانوں میں یہ بات تسلیم شدہ ہے، چاہے وہ فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم ہوں، محدثین عظام رحمۃ اللہ علیہم ہوں، متکلمین اسلام رحمۃ اللہ علیہم ہوں، اہل نظر ہوں یا مقلدین رحمۃ اللہ علیہم ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں جو "فِي السَّمَآءِ" کا لفظ وارد ہوا ہے جیسے:

آیت 51:۔ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ○
(الملک:۱۶)

ترجمہ کیا تم آسمان والے کی اس بات سے بے خوف ہو بیٹھے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے، تو وہ ایک دم تھر تھرانے لگے؟

اس سے ظاہر مراد نہیں ہے بلکہ یہاں سب کے ہاں تاویل کی جائے گی۔

پس محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم میں سے جس کسی نے بھی جہت فوق کا اثبات کیا ہے، وہ بغیر اثباتِ حد اور کیفیت کے کیا ہے۔ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم اور متکلمین رحمۃ اللہ علیہم نے "فِي السَّمَآءِ" میں تاویل کر کے "عَلَى السَّمَآءِ" کہا ہے۔ اہل نظر کی بہت بڑی جماعت، متکلمین اسلام اور اصحابِ تنزیہ نے جو اللہ تعالیٰ سے حد کی نفی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حق میں جہت کو محال قرار دیا ہے۔ انہوں نے حسبِ مقتضا کے تاویلات کی ہیں۔ انہوں نے اس کا وہ معنی کیا ہے جو گزر چکا ہے۔

تمام اہل السنت والجماعت یعنی اہل حق اس بات پر مجتمع ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور و فکر کرنے سے رک جانے کے وجوب پر اجماع ہے جیسا کہ انہیں اس بات کا حکم

دیا گیا ہے اور عقل کے حیران وسرگردان ہو جانے کی وجہ سے وہ خاموش ہو گئے ہیں اور وہ کیفیت بتلانے اور شکل وصورت تجویز کرنے کی حرمت پر متفق ہیں۔ ان کا توقف کرنا اور رک جانا اللہ تعالیٰ کے وجود اور موجود ہونے کے بارے میں شک کی بنا پر نہیں تھا اور یہ چیز توحید میں قادح نہیں تھی، بلکہ یہ حقیقت کو تسلیم کرنے کے متعلق تھی۔ پھر ان میں سے بعض حضرات سے اثباتِ جہت میں تسامح ہو گیا حالانکہ وہ اس قسم کے تسامح سے ڈرنے والے بھی تھے۔ کیا کیفیت بیان کرنے اور اثباتِ جہت میں فرق ہے؟ لیکن جس چیز کا شریعت نے اطلاق کیا ہے اس کا اطلاق کرنا کہ وہ اپنے بندوں کے اوپر قاہر ہے اور وہ عرش پر مستوی ہے۔ اس کے ساتھ تنزیہ کلی کے متعلق جامع آیت کے ساتھ تمسک کرتے ہوئے جس کے بارے میں کسی بھی قسم کی عقل کا دخل نہیں ہے اور وہ آیت یہ ہے:

آیت 52:۔ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

ترجمہ: کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔ یہ غلط عقائد سے بچانے والی ہے، جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں۔

3 حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

وأما حكمه صلوات الله عليه بالإيمان للجارية لمّا أشارت إلى السماء: فقد انكشفَ به أيضاً، إذ ظهر أن لا سبيل للأخرس إلى تفهيم علوِّ الرتبةِ إلا بالإشارة إلى جهة العلو. فقد كانت خرساءَ كما حكي، وقد كان يُظنُّ بها أنها من عبدة الأوثان، وممن تعتقدُ الهها في بيت الأصنام. فاستُنطقتْ بمعتقدها، فعرَّفتْ بالإشارة إلى السماء أنَّ معبودَها ليس في بيوت الأصنام كما يعتقدُهُ أولئك.

(الاقتصاد في الاعتقاد، ص۱۱۶، ۱۱۷)

ترجمہ: اس لونڈی رضی اللہ عنہا نے جب آسمان کی طرف اشارہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے مؤمنہ ہونے کا حکم دیا۔ اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے (کہ جہت فوق اشرف

الجہات ہے)۔ جب یہ بات ظاہر اور مسلم ہے کہ اخرس (گونگے) کے لیے علو رتبہ کو ثابت کرنے کے لیے سوائے ہاتھ سے اوپر اشارہ کرنے کے اور کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ پس وہ لونڈی رضی اللہ عنہا گونگی تھی جیسا کہ روایت کیا گیا (یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سنن کبریٰ (ج ۷ ص ۳۸۸) میں اس حدیث پر عنوان باندھا ہے: "باب اعتاق الخرساء اذا أشارت بالایمان وصلّت")۔ اس لونڈی رضی اللہ عنہا کے بارے میں خیال کیا گیا تھا کہ وہ بتوں کی پجاری ہوگی اور وہ اس بات کا اعتقاد رکھتی ہوگی کہ اس کے معبود بت خانے میں ہوں گے۔ پس اس کو اپنے اعتقاد کو بیان کرنے کا کہا گیا۔ پس اس نے ہاتھ کے اشارہ سے بتلایا کہ اس کا معبود بت خانے میں نہیں ہے جیسا کہ لوگ اس کے بارے میں خیال رکھتے تھے۔

4 حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

أَنَّ لفظ "أَيْنَ" كَمَا يُجْعَل سؤالا عَن الْمَكَان فقد يُجْعَل سؤالا عَن الْمنزِلَة والدرجة يُقَال أَيْنَ فلَان من فلَان فَلَعَلَّ السُّؤَال كَانَ عَن الْمنزِلَة وَأَشَارَ بهَا إِلَى السَّمَاء أَي هُوَ رفيع الْقدر جدا وَإِنَّمَا اكْتفى مِنْهَا بِتِلْكَ الْإِشَارَة لقُصُور عقلهَا وَقلة فهمها۔

(أساس التقديس في علم الكلام، ص۱۲۶)

ترجمہ: لفظ "أَيْنَ" کا جہاں استعمال مکان کے لیے ہوتا ہے، وہیں یہ قدر و منزلت اور درجات کو معلوم کرنے کے لیے بھی ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: فلاں شخص، فلاں شخص سے کتنا بڑا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں سوال بھی قدر و منزلت کا ہو۔ اور آسمان کی طرف ہاتھ کے اشارے سے یہی مراد ہو: یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات بہت ہی زیادہ بلند اور قدر و منزلت والی ہے۔ اس لونڈی رضی اللہ عنہا کے کم عقل اور کم فہم ہونے کی بنا اس کے اس اشارے پر ہی اکتفاء کیا گیا۔

5 علامہ بدر الدین بن جماعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

وَقد تمسك بِهٰذَا الحَدِيث من قَالَ بالجهة، وجعلوه عمدتهم. وَقد تقدم أَن المهم فِي صدر الْبعْثَة بِالنِّسْبَةِ إِلَى الْعَامَّة إِنَّمَا كَانَ إِثْبَات وجود الْبَارِي تَعَالَى ووحدانيته بالإلهية. فعاملهم بِمَا يؤنسهم مِمَّا ألفوه. وأقرهم على اعْتِقَاد ثُبُوت وجوده تَعَالَى وانفراده بالإلهية لِأَن أذهانهم لَا تحْتَمل النّظر فِيمَا لم يألفوه من الْأَدِلَّة الدقيقة وَالتَّفْصِيل الْكُلِّي، فَقنع مِنْهُم أولا بالإثبات الجملي فِي ذَلِك. وَلَا طَرِيق لَهُ إِلَّا بِمَا ألفوه مِمَّا تقبله أذهانهم.

فَلَمَّا أشارت إِلَى السَّمَآء علم النَّبِي ﷺ عظمَة الله تَعَالَى عِنْدهَا ووحدانيته. ونفرتها من آلِهَة الأَرْض عِنْدهَا الَّتِي كَانُوا يعبدونها. فَلَمَّا فهم ذَلِك مِنْهَا سَأَلَهَا عَن نَفسه الْكَرِيمَة ليعلم إِقْرَارهَا بنبوته الَّتِي هِيَ ثَانِيَة عُقد الْإِسْلَام. فَلَمَّا قَالَت: "رَسُول الله"، علم ﷺ إِسْلَامهَا.

وَقيل يجوز أَن يُرَاد ب"أَيْن" الْمنزلَة والرتبة فِي صدرها، كَمَا يُقَال أَيْن فلَان من فلَان؟ وَأَيْنَ زيد مِنْك؟ توسعا فِي الْكَلَام. وَلَا يُرَاد بذلك إِلَّا الرُّتْبَة والمنزلة.

وَيَقُول الْإِنْسَان لصَاحبه أَيْن محلي مِنْك؟ فَيَقُول فِي السَّمَاء يُرِيد أَعلَى مَحل.

(التنزیہ فی ابطال حجج التشبیہ، ص۲۷۹ تا ۲۸۱)

(إيضاح الدليل فی قطع حجج أهل التعطيل، ص۲۱۵،۲۱۶)

ترجمہ: اس حدیث سے ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے جو جہت کے قائل ہیں۔ انہوں نے اس دلیل کو بہت ہی عمدہ جانا ہے۔ یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ بعثت کے شروع کے زمانہ میں یہ بات زیادہ اہم تھی کہ عام لوگوں سے اس بات کا مطالبہ تھا کہ وہ

وجود باری تعالیٰ کا اثبات اور توحید الوہیت کا اقرار کریں۔ اس لیے عام لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ روا رکھا گیا جس سے وہ انس اور الفت رکھتے ہوں اور ان سے وجود باری تعالیٰ کے ثبوت اور توحید الوہیت کے اعتقاد کے اقرار کو کافی سمجھا گیا ہے۔ اس لیے کہ ان کی عقلیں اور ذہن ان دقیق بحثوں، دلائل اور تفصیل کی متحمل نہیں ہو سکتیں جن سے وہ مانوس نہیں ہیں۔ پس ان سے ابتدائی طور پر توحید باری تعالیٰ کے اجمالی اثبات پر ہی اکتفاء کیا گیا۔ اس لیے کہ اس کے سوا کوئی اور صورت ہی نہ تھی کہ ان سے صرف وہی طلب کیا جائے جس کو ان کے ذہن اور عقل قبول کرتے ہوں۔

جب اس لونڈی رضی اللہ عنہا نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معلوم کر لیا کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور وحدانیت کا عقیدہ موجود ہے، اور زمین کے معبودوں کی اس کے دل میں نفرت ہے جن کی مشرک لوگ پوجا کرتے ہیں۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے توحید کا اثبات جان لیا تو اس سے اپنی ذاتِ مقدس کا سوال کیا تا کہ اس سے نبوت کا بھی اقرار بھی معلوم ہو جائے جو اسلام کا دوسرا عقیدہ ہے۔ پھر جب اس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اس کے مسلمان ہونے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو گیا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد لفظ: "أین" سے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی منزلت اور رتبہ کے بارے سوال کرنا تھا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: فلاں، فلاں سے کہاں ہے؟، زید تجھ سے کہاں ہے؟ کلام میں وسعت پیدا کرنے کے لیے۔ اس سے مراد صرف رتبے اور منزلت کا سوال کرنا ہے۔ اور انسان اپنے ساتھی سے کہتا ہے: میرا مقام تجھ سے کہاں ہے؟ وہ کہتا ہے: آسمان میں۔ اس سے اس کی مراد اعلیٰ مقام کی ہوتی ہے۔

6 حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

قَوْله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْجَارِيَةِ: "أَيْنَ اللهُ؟". قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ. فَحَكَمَ بِإِيمَانِهَا مَخَافَةَ أَنْ تَقَعَ فِي التَّعْطِيلِ، لِقُصُورِ فَهْمِهَا عَمَّا يَنْبَغِي لَهُ

مِنْ تَنْزِيهِهِ مِمَّا يَقْتَضِي التَّشْبِيهَ. تَعَالَى اللهُ عَنْ ذَلِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا.

(فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۱۳ ص ۴۰۲)

ترجمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس لونڈی رضی اللہ عنہا سے پوچھا: ''اللہ کہاں ہے؟''۔ تو جاریہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''آسمان میں''۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ایمان کا حکم لگایا تاکہ وہ تعطیل میں نہ پڑ جائے، کیونکہ اس لونڈی رضی اللہ عنہا میں عقل وفہم کی کمی تھی۔ اس لیے کہ وہ تشبیہ سے پاک تنزیہ کو سمجھنے کے لائق نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند وبرتر ہے۔

7 علامہ محمد زاہد بن حسن الکوثری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

عصر قریب کے محقق اور مدقق علامہ محمد زاہد بن حسن الکوثری حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

1 حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ان سے روایت کے مختلف الفاظ مروی ہیں۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

حدیث 4:۔ فمد النبی ﷺ یده الیها مستفهماً: "من فی السماء؟". قالت: "الله". قال: "فمن أنا؟". فقالت: "رسول الله". قال: "أعتقها فانها مسلمة".

ترجمہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بلند کیا، یہ پوچھنے کے لیے کہ آسمان میں کون ہے؟ اس لونڈی نے عرض کیا: اللہ! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''میں کون ہوں''؟۔ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے رسول۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو آزاد کردو کیونکہ یہ مسلمان ہے''۔

□ عَنْ عَطاء بن يسار قَالَ حَدَّثَنِي صَاحِبُ الْجَارِيَةِ نَفْسَهُ قَالَ: كَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَى، الْحَدِيثُ، وَفِيهِ فَمَدَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ إِلَيْهَا وَأَشَارَ إِلَيْهَا مُسْتَفْهِمًا مَنْ فِي السَّمَاءِ قَالَتْ: "اللهُ". قَالَ: "فَمَنْ أَنَا". قَالَتْ: "أَنْتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ". قَالَ "أَعْتِقْهَا فَإِنَّهَا مُسْلِمَةٌ".

(العلو للعلي الغفار فی إيضاح صحيح الأخبار وسقيمها، ص ۱۵ رقم 16. المؤلف: شمس الدين أبو عبد الله محمد بن أحمد بن عثمان بن قَايْماز الذهبي رحمه الله (المتوفى

۴۲۸ھ). المحقق: أبو محمد أشرف بن عبد المقصود. الناشر: مكتبة أضواء السلف-الرياض. الطبعة: الأولى ۱۴۱۶ھ)

حدیث 5: حَدَّثَنَا يَزِيدُ، أَخْبَرَنَا الْمَسْعُودِيُّ، عَنْ عَوْنٍ، عَنْ أَخِيهِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ أَعْجَمِيَّةٍ، فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ عَلَيَّ عِتْقَ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ". فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: "أَيْنَ اللهُ؟". فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاءِ بِإِصْبَعِهَا السَّبَّابَةِ. فَقَالَ لَهَا: "مَنْ أَنَا؟". فَأَشَارَتْ بِإِصْبَعِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَإِلَى السَّمَاءِ، أَيْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ. فَقَالَ: "أَعْتِقْهَا".

تحقیق: إسناده ضعيف لاختلاط المسعودي.

وأخرجه ابن خزيمة في "التوحيد" 1/284-285 عن محمد بن رافع، وأبو داود (3284)، ومن طريقه البيهقي 7/388 عن إبراهيم بن يعقوب الجوزجاني، وابن عبد البر في "التمهيد" 9/115 من طريق محمد بن العوام، ثلاثتهم عن يزيد بن هارون، بهذا الإسناد. وجعل إبراهيم بن يعقوب الراوي عن أبي هريرة في حديثه هو عبد الله بن عتبة وليس ابنه عبيد الله.

وأخرجه ابن خزيمة 1/285-286 من طريق أسد بن موسى، و286 من طريق أبي داود الطيالسي، كلاهما عن المسعودي، به.

وأخرجه ابن خزيمة أيضاً 1/288 من طريق الحسين بن الوليد، عن مالك بن أنس، عن الزهري، عن عبيد الله بن عبد الله، عن أبي هريرة، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولم يسق لفظه. لكن ذكر ابن عبد البر أنه بلفظ حديث "الموطأ" سواء، وهو: أن رجلاً من الأنصار جاء إلى رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بجارية له سوداء، فقال: يا رسول الله، إن عليّ رقبةً مؤمنةً، فإن كنت تراها مؤمنة أُعتقها. فقال لها رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أتشهدين أن لا إله إلا الله؟". قالت: نعم. قال: "أتشهدين أن محمداً رسولُ الله؟". قالت: نعم. قال: "أتوقنين بالبعث بعد الموت؟". قالت: نعم. فقال رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أعتِقْها".

قلنا: هذا هو اللفظ الصحيح للحديث إن شاء الله، لكن أخطأ الحسين بن الوليد في

إسناد هذا الحديث عن مالك، فقد اتفق رواة "الموطأ" على إرساله، لم يذكروا فيه أبا هريرة. قاله ابن عبد البر في "التمهيد" 114/9، والحديث مرسلاً في "الموطأ" برواية يحيى الليثي 777/2.

وتابع مالكاً على إرساله يونسُ بن يزيد عند البيهقي 57/10 من طريق محمد بن عبد الله بن الحكم، عن ابن وهب، عنه، عن الزهري، به.

ووصله معمر، عن الزهري، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، عن رجل من الأنصار: أنه جاء بأمة سوداء ... فذكره، وهذا إسناد صحيح، وسيأتي تخريجه في "المسند" 3/451-452.

وله شاهد من حديث الشريد بن سويد الثقفي: أن أمّه أوصت أن يعتق عنها رقبة مؤمنة، فسأل رسولَ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عن ذلك، فقال: عندي جارية سوداء، أو نوبية، فأُعتقها؟ فقال: "ائتِ بها" فدعوتها، فجاءت، فقال لها: "من ربُّك؟". قالت: الله. قال: "من أنا؟". فقالت: أنت رسول الله. قال: "أعتقها، فإنها مؤمنة". وسيأتي في مسنده 222/4، وإسناده حسن.

وآخر من حديث ابن عباس عند البزار (13- كشف الأستار)، والطبراني في "الكبير" (12369): أن رجلاً أتى النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فقال: إن عليّ رقبة، وعندي جارية سوداء أعجمية، فقال: "ائتني بها". فقال: "أتشهدين أن لا إله إلا الله؟". قالت: نعم. قال: "أتشهدين أني رسول الله؟". قالت: نعم. قال: "أعتقها". وفيه محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى، وهو سيء الحفظ، لكنه يُحسَّن في المتابعات والشواهد.

وثالث من حديث معاوية بن الحكم، سيأتي في مسنده 447/5، لكن قال فيه: "أين الله؟". فقالت: في السماء. قال: "من أنا؟". قالت: أنت رسول الله.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج ۱۳ ص ۲۸۵ رقم 7906. المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني رحمه الله (المتوفى ۲۴۱ھ). المحقق: شعيب الأرنؤوط، عادل مرشد، وآخرون. إشراف: د. عبد الله بن عبد المحسن التركي. الناشر: مؤسسة الرسالة. الطبعة: الأولى ۱۴۲۱ھ)

لہٰذا اس طرح ہاتھ سے اشارہ کر کے بات چیت میں پوچھنا اس شخص کے لیے ہوتا ہے

جو بہرہ اور گونگا ہوتا ہے۔ پس لفظ: "أین الله؟" جو اس روایت کے بعض طرق کے الفاظ میں ہے، وہ راوی نے اپنے فہم کے مطابق بیان کیے ہیں۔ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں۔ لہٰذا اس جیسی حدیث سے عمل میں تو استدلال ہو سکتا ہے، نہ کہ اعتقاد میں۔ اسی لیے امام مسلم نے اپنی کتاب ''صحیح مسلم'' میں اس حدیث کو باب: تحریم الکلام فی الصلوٰۃ میں روایت کیا ہے۔ اس حدیث کو کتاب الایمان میں بیان نہیں کیا ہے کہ اس حدیث میں تشمیت العاطس (چھینک کا جواب دینا) کا بیان ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں اس سے منع کرنا بیان ہوا ہے۔

حدیث 6:۔ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ. -وَتَقَارَبَا فِي لَفْظِ الْحَدِيثِ- قَالَا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنْ حَجَّاجٍ الصَّوَّافِ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ هِلَالِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ الْحَكَمِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ. فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهْ، مَا شَأْنُكُمْ؟ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ، فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لَكِنِّي سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ، فَوَاللهِ، مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي، قَالَ: إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قُلْتُ: "يَا رَسُولَ اللهِ! إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ، وَقَدْ جَاءَ اللهُ بِالْإِسْلَامِ، وَإِنَّ مِنَّا رِجَالًا يَأْتُونَ الْكُهَّانَ، قَالَ: فَلَا تَأْتِهِمْ قَالَ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَتَطَيَّرُونَ، قَالَ: ذَاكَ شَيْءٌ يَجِدُونَهُ فِي صُدُورِهِمْ، فَلَا يَصُدَّنَّهُمْ -قَالَ ابْنُ الصَّبَّاحِ: فَلَا يَصُدَّنَّكُمْ". قَالَ: قُلْتُ: وَمِنَّا رِجَالٌ يَخُطُّونَ، قَالَ: كَانَ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَخُطُّ، فَمَنْ وَافَقَ

خَطَّهُ فَذَاكَ قَالَ: وَكَانَتْ لِي جَارِيَةٌ تَرْعَى غَنَمًا لِي قِبَلَ أُحُدٍ وَالْجَوَّانِيَّةِ، فَاطَّلَعْتُ ذَاتَ يَوْمٍ فَإِذَا الذِّيبُ قَدْ ذَهَبَ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا، وَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي آدَمَ، آسَفُ كَمَا يَأْسَفُونَ، لَكِنِّي صَكَكْتُهَا صَكَّةً، فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَظَّمَ ذَلِكَ عَلَيَّ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا أُعْتِقُهَا؟ قَالَ: ائْتِنِي بِهَا فَأَتَيْتُهُ بِهَا، فَقَالَ لَهَا: أَيْنَ اللهُ؟ قَالَتْ: فِي السَّمَاءِ، قَالَ: مَنْ أَنَا؟ قَالَتْ: أَنْتَ رَسُولُ اللهِ. قَالَ: أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ.

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۸۱، رقم ۵۳۷ (۳۳) ترقیم فؤاد عبد الباقی، باب: تَحْرِيمِ الْكَلَامِ فِي الصَّلَاةِ، وَنَسْخِ مَا كَانَ مِنْ إِبَاحَتِهِ. المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي. الناشر: دار إحياء التراث العربي، بيروت)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح بخاری میں بیان نہیں کیا ہے۔ البتہ اس کو اپنی دوسری کتاب: ''خلق الافعال العباد'' میں تشمیت العاطس کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حدیث میں اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں۔ انہوں نے اس طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے حدیث میں اختصار کیا ہے۔

حدیث 7: ۔حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُعْفِيُّ، حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ التِّنِّيسِيُّ، حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي هِلَالُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ، حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ يَسَارٍ، حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ الْحَكَمِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، كُنَّا حَدِيثَ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ فَجَاءَ اللهُ بِالْإِسْلَامِ، وَبَيْنَا أَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ. فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ. فَلَمَّا انْصَرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَانِي وَقَالَ: "صَلَاتُنَا هَذِهِ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، وَإِنَّمَا هِيَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ".

(خلق أفعال العباد، ص ۵۸. المؤلف: محمد بن إسماعيل بن إبراهيم بن المغيرة

البخاری، أبو عبد الله (المتوفی ۲۵۶ھ)۔ المحقق: د۔ عبد الرحمن عمیرة۔ الناشر: دار المعارف السعودیة۔ الریاض)

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی مؤطا امام مالک بروایت لیثی رحمۃ اللہ علیہ میں "فانها مؤمنة" کے الفاظ نہیں ہیں۔

2 اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان ثابت کرنے کی دلیل پکڑنا درست نہیں، اس لیے کہ اس پر پختہ دلائل اور براہین قائم ہو چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مکان ومکانیات اور زمان وزمانیات سے پاک اور منزہ ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

۱ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ (الانعام: ۱۲)

ترجمہ ان سے پوچھو کہ: "آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ کس کی ملکیت ہے؟"۔ کہہ دو کہ: "اللہ ہی کی ملکیت ہے"۔

یہ آیت اس بات کو بیان کر رہی ہے کہ مکان اور جو مخلوق اس میں رہ رہی ہے، سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے۔

۲ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ (الانعام: ۱۳)

ترجمہ رات اور دن میں جتنی بھی مخلوقات آرام پاتی ہیں، سب اسی کے قبضے میں ہیں۔

یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ کہ زمانہ اور جو کچھ بھی زمانہ میں رہ رہا ہے، سب اللہ تعالیٰ ہی ملکیت ہے۔ یہ دونوں آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مکان ومکانیات اور زمان وزمانیات سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور اللہ تعالیٰ مکان وزمان سے پاک اور منزہ ہیں۔ جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اساس التقدیس" میں بیان کیا ہے۔

3 اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ اگرچہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اس حدیث کے طرق کے لیے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب العلو، شروحِ مؤطا، ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب التوحید کا مطالعہ فرمائیے۔ اس سے اس حدیث کے سند اور متن میں اضطراب معلوم ہو جائے گا۔ اگرچہ اس کو تعدد واقعات پر

محمول کیا گیا ہے، لیکن فن حدیث کے ماہرین اور اہل علم ونظر اس بات سے متفق نہیں ہیں۔

روایات میں ''رجل مبہم'' کو حضرت ابن الحکم رحمۃ اللہ علیہ پر محمول کیا گیا ہے۔ حضرت کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ اور وہ حدیث جس میں "عن امرأة" سے روایت ہے، دونوں صحیح نہیں ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو عمر بن الحکم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، جب کہ وہ اس راوی کے نام کی غلطی کو بھی بتلاتے نہیں۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان دونوں روایتوں کے الفاظ اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اگرچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں "فانها مؤمنة" کے الفاظ نہیں ہیں۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں جو ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے ہے، اس میں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جو صاحب واقعہ ہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

حدیث 8:۔ مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ رَجُلاً مِنَ الْأَنْصَارِ جَآءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِجَارِيَةٍ لَهُ سَوْدَآءَ. فَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً. فَإِنْ كُنْتَ تَرَاهَا مُؤْمِنَةً أَعْتَقْتُهَا". فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "أَتَشْهَدِينَ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟". فَقَالَتْ: "نَعَمْ". قَالَ: "أَفَتَشْهَدِينَ أَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ اللهِ؟". قَالَتْ: "نَعَمْ". قَالَ: "أَتُوقِنِينَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ؟". قَالَتْ: "نَعَمْ". قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: "أَعْتِقْهَا".

(الموطأ، ج ٥ ص ١١٢٩، ١١٣٠ رقم 2876/616. المؤلف: مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني رحمه الله (المتوفى ١٧٩ھ). المحقق: محمد مصطفى الأعظمي. الناشر: مؤسسة زايد بن سلطان آل نهيان للأعمال الخيرية والإنسانية. أبوظبي. الإمارات. الطبعة: الأولى، ١٤٢٥ھ)

حدیث 9: ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ ابْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ، أَنَّهُ جَاءَ بِأَمَةٍ سَوْدَاءَ، وَقَالَ: "يَا رَسُولَ اللهِ! إِنَّ عَلَيَّ رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، فَإِنْ كُنْتَ تَرَى هٰذِهِ مُؤْمِنَةً أَعْتَقْتُهَا". فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَتَشْهَدِينَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟". قَالَتْ: "نَعَمْ". قَالَ: "أَتَشْهَدِينَ أَنِّي رَسُولُ اللهِ ﷺ؟". قَالَتْ: "نَعَمْ". قَالَ: "أَتُؤْمِنِينَ بِالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ؟". قَالَتْ: "نَعَمْ". قَالَ: "أَعْتِقْهَا".

تحقیق

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير صحابيه. عبد الرزاق: هو ابن همام الصنعاني، ومعمر: هو ابن راشد البصري، وعبيد الله بن عبد الله: هو ابن عتبة ابن عبد الله بن مسعود.

وهو عند عبد الرزاق في "المصنف" (16814)، ومن طريقه أخرجه ابن خزيمة في "التوحيد" ص124.

وأخرجه مالك في "الموطأ" 777/2، وأخرجه البيهقي في "السنن" 57/10 من طريق يونس بن يزيد، كلاهما عن الزهري، عن عبيد الله بن عبد الله ابن عتبة، أن رجلاً من الأنصار...

قال البيهقي: هذا مرسل.

قال ابن عبد البر في "التمهيد" 114/9: ظاهره الإرسال، لكنه محمولٌ على الاتصال، للقاء عبيد الله جماعة من الصحابة. وتعقّبه الزرقاني في "شرح الموطأ" 85/4 بقوله: وفيه نظر، إذ لو كان كذلك ما وجد مرسلٌ قط. ثم قال: فلعله أراد للقاء عبيد الله جماعة من الصحابة الذين رووا هذا الحديث.

وأورده الهيثمي في "مجمع الزوائد" 23/1، وقال: رواه أحمد، ورجاله رجال الصحيح.

قلنا: ورواه المسعودي وهو مختلط - فيما سلف في مسند أبي هريرة (7906) - عن عون بن عبد الله، عن أخيه عبيد الله، عن ابي هريرة، أن رجلاً أتى النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بجارية سوداء أعجمية، فقال: يا رسول الله، إنّ علي عتق رقبة مؤمنة، فقال لها رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أين الله؟" فأشارت إلى السماء بأصبعها

السبابة، فقال لها: "من أنا؟" فأشارت بأصبعها إلى رسول الله وإلى السماء، أي: أنت رسولُ الله. فقال: "أعتقها". قال الزرقاني في "شرح الموطأ" 86/4: أخرجه ابن عبد البر، وقال: إنه خالف حديث ابن شهاب في لفظه ومعناه، وجعله عن أبي هريرة، وابنُ شهاب يقول: رجل من الأنصار إنه جاء بأمةٍ له سوداء، وهو أحفظ من عون، فالقولُ قولُه. انتهى. ثم قال الزرقاني: فإن كانت القصة تعددت فلا خلف، وإن كانت متحدة، فيمكن أن لعبيدِ الله فيه شيخين، رجل من الأنصار رواها له عن نفسه، وأبو هريرة رواها عن قصة ذلك الرجل، ويُؤول قولُه: قالت: نعم، على أنها قالت بالإشارة، وأنه وقع منها الأمران، فقالت: نعم باللفظ حين قوله: "أتشهدين.. الخ"، وأشارت إلى السماء حين قوله: "أين الله"، و"من أنا"، فذكر كل من الزهري وعون ما لم يذكر الآخر، والعلم عند الله.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج٢٥ ص١٩، رقم 15743 ـ المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني رحمه الله (المتوفى ٢٤١هـ). المحقق: شعيب الأرنؤوط، عادل مرشد، وآخرون. إشراف: د. عبد الله بن عبد المحسن التركي. الناشر: مؤسسة الرسالة ـ الطبعة: الأولى ١٤٢١هـ)

حدیث 10: ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، عَنِ الشَّرِيدِ: أَنَّ أُمَّهُ أَوْصَتْ أَنْ يُعْتِقَ عَنْهَا رَقَبَةً مُؤْمِنَةً، فَسَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذٰلِكَ، فَقَالَ: "عِنْدِي جَارِيَةٌ سَوْدَاءُ أَوْ نُوبِيَّةٌ، فَأَعْتِقُهَا؟". فَقَالَ: "ائْتِ بِهَا". فَدَعَوْتُهَا، فَجَاءَتْ، فَقَالَ لَهَا: "مَنْ رَبُّكِ؟". قَالَتْ: "اللهُ". قَالَ: "مَنْ أَنَا؟". فَقَالَتْ: "أَنْتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ". قَالَ: "أَعْتِقْهَا، فَإِنَّهَا مُؤْمِنَةٌ".

تحقیق: إسناده حسن لأجل محمد بن عمرو- وهو ابن علقمة الليثي- فهو صدوق حسن الحديث، وباقي رجال الإسناد ثقات رجال الصحيح.

وأخرجه الدارمي (2348)، والنسائي 252/6، وابن حبان (189)، والطبراني في "الكبير" (5257)، والبيهقي 388/7 من طريق أبي الوليد الطيالسي هشام بن عبد

الملك، وأبو داود (3283) عن موسى بن إسماعيل، كلاهما عن حماد بن سلمة، بهذا الإسناد.

وسيتكرر في مسند الكوفيين 388/4.

وفي الباب عن أبي هريرة، سلف في مسنده برقم (7906) . وانظر تتمة شواهده هناك.

(مسند الإمام أحمد بن حنبل، ج ٢٩ ص ٤٦٤، ٤٦٥، رقم 17945 ـ المؤلف: أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني رحمه الله (المتوفى ٢٤١هـ) ـ المحقق: شعيب الأرنؤوط، عادل مرشد، وآخرون ـ إشراف: د. عبد الله بن عبد المحسن التركي. الناشر: مؤسسة الرسالة ـ الطبعة: الأولى ١٤٢١هـ)

□ تو "أَيْنَ" کا ثبوت کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کتاب کے آخر میں تو علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات سے واقف ہوجائے گا جو ان سے اس باب میں کوتاہی ہوئی ہے۔ لہٰذا اس طرف توجہ نہیں کرنی ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ حدیث میں وارد الفاظ: "أَيْنَ الله"، راویوں نے اپنی عقل وفہم کو استعمال کرتے ہوئے الفاظِ حدیث کو تبدیل کر دیا ہو۔ راویوں کے تمام طبقات میں روایت بالمعنیٰ کا عام رواج ہے۔ جب غیر فقیہ راوی روایت بالمعنیٰ کرتا ہے، تو اس سے صورت حال بدل جاتی ہے۔ اس حدیث میں صاحب واقعہ، فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے نہیں ہیں۔ تحقیق سے یہی ثابت ہے کہ ان سے صرف یہی ایک حدیث ہی مروی ہے۔ بلکہ وہ ایک اعرابی تھے، جو نماز میں بھی بات کر لیتے تھے۔

4 باوجود اس کے "أَيْنَ" کا لفظ مکان کے سوال کے لیے بھی ہوتا ہے؛ اور مکانت (علو مرتبت) کے لیے بھی۔ پہلے معنی کے لیے تو حقیقتاً ہے اور دوسرے کے لیے مجاز کے طور پر ہے یا دونوں کے لیے حقیقتاً ہی ہے۔ حضرت ابوبکر بن العربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "العارضة" میں حضرت ابو رزین رضی اللہ عنہ کی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "اس حدیث میں "أَيْنَ" سے سوال کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے علو مرتبت کا سوال کرنا ہی ہے، نہ کہ مکان کا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کا ہونا محال ہے۔ اور "أَيْنَ" اس کے

لیے مستعمل ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "أَيْنَ" کا استعمال مکان کے لیے تو حقیقتاً ہے اور علو مرتبت کے لیے مجازاً ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دونوں معانی حقیقتاً ہی ہیں۔اور یہ سب حقیقی طور پر ہر ایک زبان اور ہر فریق کے ہاں جاری وساری ہیں"۔

5 حضرت ابوالولید الباجی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "المنتقی" میں فرماتے ہیں: "فلاں کا مکان آسمان میں ہے۔اس کا معنی: اس کے علو، رفعت اور شرف کا ہوتا ہے۔شاید اس لونڈی رضی اللہ عنہا کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ کا وصفِ علو کو بیان کرنا تھا۔اسی لیے جس کی بلندی شان کو بیان کرنا ہوتا ہے، اسی طرح بیان کیا جاتا ہے"۔

6 پس "أَيْنَ الله" کا معنی ہوگا: تیرے نزدیک اللہ تعالیٰ کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟ اور "السماء" کا معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ علوِ شان کی انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں۔یہ معنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس حدیث کے موافق ہوں گے: "أَتَشْهَدِينَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ؟" قَالَتْ: نَعَمْ. کیا تو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی گواہی دیتی ہے۔اس لونڈی نے کہا: ہاں۔

7 اگر کوئی کہے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ: "أَيْنَ الله" ہی ہوں اور راوی کے الفاظ: روایت بالمعنی ہوں، یعنی اوپر بیان کردہ صورت کے برعکس ہوں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام نبوت کے زمانہ میں تلقین ایمان کے لیے "أَيْنَ الله" کا استعمال نہیں کیا یا ایسا لفظ استعمال نہیں کیا جس سے اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کا شبہ ہوتا ہو اور نہ اس ایک مرتبہ کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں حالانکہ اس حدیث کے الفاظ بھی مضطرب ہیں، بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلمہ شہادت ہی کی ہمیشہ تلقین کی ہے۔پس جو لفظ جاری اور مروج ہوں وہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ اس واقعہ میں بھی ہوں گے۔

8 سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح المواقف" میں فرمایا ہے:

"ہوسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سوال اس لونڈی کے عقیدہ کو جاننے کے لیے ہو، آیا وہ زمینی خداؤں کی پوجا کرنے والی ہے یا وہ اللہ جو آسمانوں کا رب ہے اس کو ماننے والی

ہے''۔

8 سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرح المواقف'' میں فرمایا ہے:

والسوال ب"أين" استكشاف عما ظن أنها معتقدة له من الأينية فى الالهية. فلما أشارت الى السماء علم أنها ليست وثنية. وحمل اشارتها على أنها أرادت كونه تعالى خالق السماء.

(شرح المواقف،الایجی،ج۸ص۲۸۔المؤلف: السید الشریف بن علی الحسینی الجرجانی رحمہ اللہ (التوفی ۸۱۶ھ)۔الناشر: دار الکتب العلمیة،بیروت ۱۴۱۹ھ)

ترجمہ لفظ ''أَيْنَ'' سے سوال کرنے کا مقصد یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال اس لونڈی کے عقیدہ کو جاننے کے لیے ہو،آیا وہ زمینی خداؤں کی پوجا کرنے والی ہے یا وہ اللہ جو آسمانوں کا رب ہے اس کو ماننے والی ہے؟ پھر جب اس لونڈی نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے بتادیا۔تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جان لیا کہ وہ لونڈی بتوں کی پجاری نہیں ہے۔اس کے آسمان کی طرف اشارہ کرنے کو اس بات پر محمول کیا کہ اس کا ارادہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جو آسمانوں کا خالق ہے۔

9 اہل علم ایسے شخص کو جو عام لوگوں میں سے ہو،اس کے بارے میں یہ عذر قبول کرتے ہیں کہ اس کا اصل عقیدہ جاننے کے لیے الفاظ موہمہ کا استعمال کریں اور اس کے اللہ تعالیٰ کے اوصاف بیان کرنے میں ان الفاظ کو بھی قبول کریں جو موہمہ ہوں،جیسا کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے المفهم شرح صحیح مسلم میں اس حدیثِ جاریہ میں شرح میں بیان فرمایا ہے۔

10 علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''علماء کے ہاں یہ بات ثابت اور طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں نہیں سما سکتے اور نہ اطراف اس کا احاطہ کرسکتی ہیں۔اس لونڈی کے اشارہ کرنے سے یہ بات سمجھی گئی کہ اللہ رب العزت کی جو قدر و عظمت اس کے ہاں تھی،اس کو اشارہ کر کے بتلادیا''۔

11 اگر اس لفظ ''أَيْنَ الله'' کو صحیح بھی مان لیا جائے،تب بھی اس کے وہی معنی لیے جائیں گے،جو علامہ باجی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیے ہیں۔اس معنی

کے اختیار کرنے میں کوئی مستبعد نہیں ہے۔ ان دونوں اماموں کی حدیث، لغت، اصول دین اور فقہ میں جلالتِ قدر مسلم ہے۔ اس کا انکار کوئی جاہل ہی کرسکتا ہے

(حاشیہ السَّیْفُ الصَّقِیْلِ فِی الرَّدِّ عَلَی ابْنِ زَفِیْلِ۔ المؤلف: أبو الحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۵۶ھ)۔ العقیدہ وعلم الکلام ص ۴۸۵ تا ۴۸۷۔ تحقیق وتحشیہ: علامہ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ (المتوفی ۱۳۷۱ھ)۔ الناشر: ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، کراچی)

8 اس حدیث کا ظاہری معنیٰ مراد نہیں

اس حدیث میں جو یہ ہے کہ باندیؓ نے کہا: اللہ تعالیٰ آسمان میں (یعنی آسمان پر) ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکیر نہیں فرمائی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات آسمانوں پر یعنی عرش پر ہے درست اور حتمی نہیں کیونکہ:

۱ اس حدیث میں ذات کی قید کچھ مذکور نہیں ہے۔

۲ قرآن مجید میں ہے:

آیت 52:۔ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ○ (الانعام: ۳)

ترجمہ اور وہی اللہ آسمانوں میں بھی ہے اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے چھپے ہوئے بھید بھی جانتا ہے، اور کھلے ہوئے حالات بھی۔ اور جو کچھ کمائی تم کر رہے ہو، اس سے بھی واقف ہے۔

تو کیا اللہ تعالیٰ کی ذات متعدد ہے کہ ایک آسمان پر ہے اور ایک زمین پر ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اس لیے کسی صفت یا تجلّی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے آسمانوں پر ہونے کو مراد لیا ہے۔ اسی صفت یا تجلّی کے اعتبار سے اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر بھی ہیں اور زمین پر بھی ہیں یعنی ہر جگہ ہیں، تو یہ بھی غلط نہیں ہے۔

۳ اس حدیث سے ظاہر متبادر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے، لیکن حق یہ ہے کہ اس حدیث یا ان نصوص سے ان کا ظاہر مراد نہیں، بلکہ ان سے مراد علوِ شان ہے:

قالت: فی السماء: والمراد بها نفی الألوهية عن الأصنام، واعتقاد

وجوده وعظمته وعلوه لا الجهة.

(بذل المجهود في حل سنن أبي داود. ج ۴ ص ۳۰۴ رقم 930 . المؤلف: الشيخ خليل أحمد السهارنفوري ﷫ (المتوفى: ۱۳۴۶ھ). اعتنى به وعلق عليه: الأستاذ الدكتور تقي الدين الندوي. الناشر: مركز الشيخ أبي الحسن الندوي للبحوث والدراسات الإسلامية، الهند. الطبعة: الأولى، ۱۴۲۷ھ)

9 کم علم اور کم عقل لوگوں کو رخصت

1 جو شخص ان پڑھ اور جاہل ہو اور اس کو علم حاصل کرنے کی فرصت نہ ملتی ہو یا یہ کہ اس کی عقل و سمجھ کم ہے۔ اس کی سمجھ کے مطابق بات قبول کر لی جاتی ہے جب کہ صاحبِ علم اور دانش مند سے وہ بات قبول نہیں کی جاتی۔ دیکھیے باندی نے جو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہیں (فِي السَّمَآءِ)۔ حالانکہ سلفیوں اور غیر مقلدین کے اعتبار سے بھی دیکھیں تو یہ جواب پھر بھی ناقص ہے کیونکہ صحیح جواب تو یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں یا آسمانوں کے اوپر ہیں یا محض بلندی پر ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی معنی بھی وہ نہیں ہے جو سلفیوں کے لیے دلیل بن سکے۔

2 ایک اور حدیث جو بخاری اور مسلم میں مذکور ہے۔ اس میں ہے:

حدیث 11:۔ ایک شخص جس نے نافرمانی میں زندگی گزاری تھی جب اس کی موت کا وقت آیا تو (اپنی پچھلی زندگی کو یاد کر کے اس پر اللہ تعالیٰ کے خوف کا بہت زیادہ غلبہ ہوا اور آخرت کے انجام سے بہت زیادہ خوف زدہ ہوا اور اس نے (اپنی ناسمجھی سے) یہ خیال کیا کہ دوبارہ اُٹھنا اس صورت میں ہوگا جب لاش کو صحیح و سالم دفن کیا جائے اور اگر اس کو جلا کر راکھ کر دیا جائے اور راکھ کو بکھیر دیا جائے تو پھر دوبارہ اُٹھنا نہ ہوگا۔ اسی خیال سے اس نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر راکھ

کر دینا۔ پھر تم میری اس راکھ میں سے آدھی تو کہیں خشکی میں بکھیر دینا اور آدھی کہیں دریا میں بہا دینا (تا کہ میرا کہیں نام ونشان بھی نہ رہے اور میں جزا وسزا کے لیے دوبارہ زندہ نہ کیا جاؤں۔ اس نے کہا کہ میں ایسا گناہ گار ہوں کہ) اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر خدا نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے ایسا سخت عذاب دے گا جو دنیا جہان میں کسی کو بھی نہ دے گا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹوں نے اس کی وصیت پر عمل کیا۔ (جلا کر اس کی راکھ کچھ ہوا میں اُڑا دی اور کچھ دریا میں بہا دی)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا تو اس نے اپنے میں موجود راکھ کے تمام اجزاء کو جمع کر دیا اور زمین کو حکم دیا تو اس نے اپنے میں موجود تمام اجزاء کو جمع کر دیا (اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کیا)۔ پھر اس سے پوچھا: ''تو نے ایسا کیوں کیا؟''۔ اس نے عرض کیا: ''اے میرے مالک! تو خوب جانتا ہے کہ تیرے ڈر سے ہی میں نے ایسا کیا تھا''۔ اللہ تعالیٰ نے اس بندے کو (اس خدا خوفی اور آخرت کے خوف کی وجہ سے) بخش دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مذکور شخص نے یہ خیال کیا تھا کہ جلا کر راکھ کر دینے اور راکھ کو بکھیرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت نہ ہوگی۔ یہ عقیدہ وخیال غلطی اور گمراہی تھا لیکن کم سمجھ اور کم علم شخص سے اللہ تعالیٰ نے اس پر مؤاخذہ نہیں فرمایا بلکہ اس کی خدا خوفی کو دیکھ کر اس کو معاف کر دیا۔

3 حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں فرماتے ہیں:

وَقوم نقصت عُقُولهمْ كأكثر الصّبيان والمعتوهين والفلاحين والأرقاء، وَكثير يزعمهم النَّاس أَنهم لَا بَأْس بهم، وَإِذا نقح حَالهم عَن الرسوم بقوا لَا عقل لَهُم، فَأُولَئِكَ يَكْتَفِي من إِيمَانهم بِمثل مَا اكْتفى رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ من الْجَارِيَة السَّوْدَاء سَأَلَهَا: "أَيْن الله". فَأَشَارَتْ إِلَى السَّمَاء، إِنَّمَا يُرَاد مِنْهُم أَن يتشبهوا بِالْمُسلمين

لِئَلَّا تتفرق الْكَلِمَة. (حجة الله البالغة، ج ۱ ص ۲۰۵)

ترجمہ کچھ لوگ وہ ہیں جن کی عقلیں ناقص ہیں، مثلاً اکثر بچے، کم عقل لوگ، کسان، غلام وغیرہ، جن کے بارے میں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ٹھیک ٹھاک ہیں لیکن جب رسم ورواج سے ہٹ کر ان کے حالات کی تحقیق کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تو عقل ہی نہیں ہے۔ ان کے ایمان وعقائد میں اتنے پر اس طرح اکتفاء کیا جائے گا جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکتفاء کیا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حبشن باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ تو اس نے اشارہ کیا کہ آسمان پر ہیں۔ اس کے اس جواب کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مؤمن ہونے میں کافی سمجھا کیونکہ اس قسم کے لوگوں سے اس سے زیادہ توقع نہیں کی جاسکتی۔ ان لوگوں سے صرف اتنا مطالبہ ہے کہ یہ مسلمانوں کے ساتھ مشابہت اختیار کریں تا کہ اُمت کا شیرازہ نہ بکھرے''۔

4 اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

ا حبشن باندی اور اس جیسے کم علم اور کم عقل لوگوں کو جو رخصت وسہولت دی گئی ہے وہ اصحاب علم وعقل کے لیے نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اللہ کہاں ہے؟

اثر 8:۔ وَقد جَاءَ فِيهِ عَن أَمِير الْمُؤمِنِين عَلِيٍّ رَضِي الله عَنهُ أشفى الْبَيَانِ حِين قيل لَهُ: "أَيْنَ اللهُ؟". فَقَالَ: "إِن الَّذِي أَيْن الأين. لَا يُقَال لَهُ: أَيْن؟". فَقيل لَهُ: "كَيفَ الله؟". فَقَالَ: "إِنَّ الَّذِي كَيفَ الكيف. لَا يُقَال لَهُ: كَيفَ؟". (التبصير في الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين، ص ۱۶۱، ۱۶۲)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جس نے این (مکان) کو پیدا کیا ہے اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاتا کہ وہ کہاں یعنی کس این ومکان میں ہے؟''۔ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: ''اللہ کی

کیفیت کیا ہے؟''۔اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:''جس ذات نے کیفیت کو پیدا کیا خود اس کی کیفیت کا سوال نہیں کرتے''۔

۲ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندی رضی اللہ عنہا کے جواب کو قبول فرمایا۔اگر کوئی صاحب علم وعقل اپنے علم وعقل سے قطع نظر کر کے اخلاص کے ساتھ اس کم علم اور کم عقل باندی کا سا عقیدہ رکھے تو جہنم سے نجات دلانے میں تو شاید یہ اس کو بھی مفید ہو لیکن پھر یہ علم و عقل کی بات تو نہ رہی۔

نوٹ توحید وصفاتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ بڑا نازک مسئلہ ہے۔ اس میں بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔میری توحید وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں یہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔تفصیل کے لیے ان کا مطالعہ مفید ہے:

1 اِيْضَاحُ الدَّلِيْلِ فِيْ بَيَانِ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِيْلِ
(صفاتِ باری تعالیٰ اور مسلکِ اہلِ السنت والجماعت)

2 صفاتِ باری تعالیٰ اور اکابر علمائے اُمت کے عقائد

3 أَلتَّنْزِيْهُ فِي الرَّدِّ عَلٰى أَهْلِ التَّشْبِيْهِ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: أَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ''استواء علی العرش''

4 أَحْسَنُ الْبَيَانِ فِيْ تَنْزِيْهِ اللهِ عَنِ الْجِهَةِ وَالْمَكَانِ
''اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں''

5 أَلتَّنْزِيْهُ فِي الرَّدِّ عَلٰى عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِيْمِ وَالتَّشْبِيْهِ
(صفاتِ متشابہات اور صحیح اسلامی عقیدہ)

6 روشن حقائق اردو ترجمہ: أَلْحَقَائِقُ الْجَلِيَّةُ فِي الرَّدِّ عَلَى ابْنِ تَيْمِيَّةَ فِيْ مَا أَوْرَدَهٗ فِي الْفَتْوَى الْحَمَوِيَّةِ (مصنف علامہ ابن جہبل رحمۃ اللہ علیہ)

7 عِقْدُ الْجِيْدِ فِيْ عَقِيْدَةِ التَّوْحِيْدِ (''لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللهُ'' کا مفہوم ومطلب)

وأسأل الله العلي العظيم رب العرش الكريم أن يتقبل هذا الجهد قبولاً حسنًا، وأن يبارك فيه، وأن يجعله من أعمالي الصالحة التي أتقرب بها إليه، وأن لا يحرمني ولا إخواني الذين أعانوني على إكماله من الأجر والمثوبة ورفقة النبيين والصديقين والشهداء و الصالحين. وأختم هذا الكتاب بقول الله تعالى:

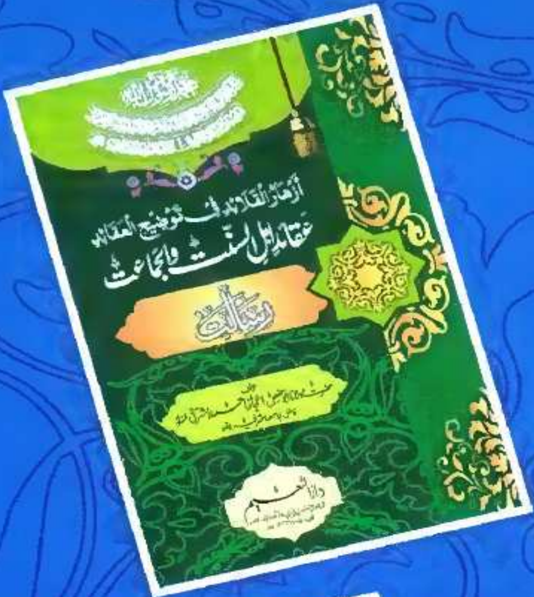
اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے اور اسے ذریعۂ نجات اُخروی بنائے۔ آمین ثم آمین!

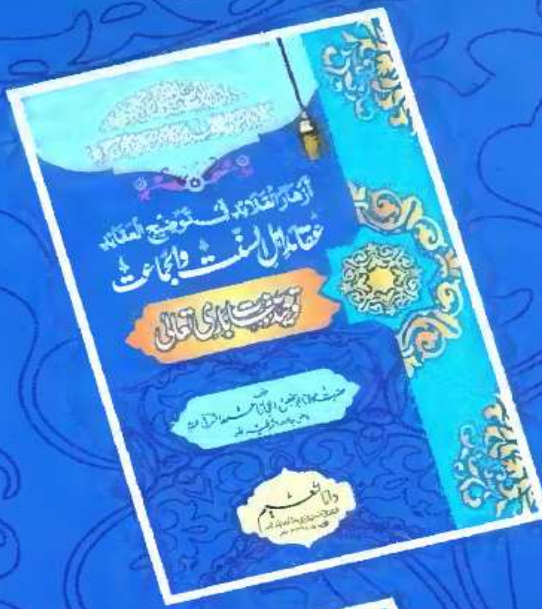
اعجاز احمد اشرفی

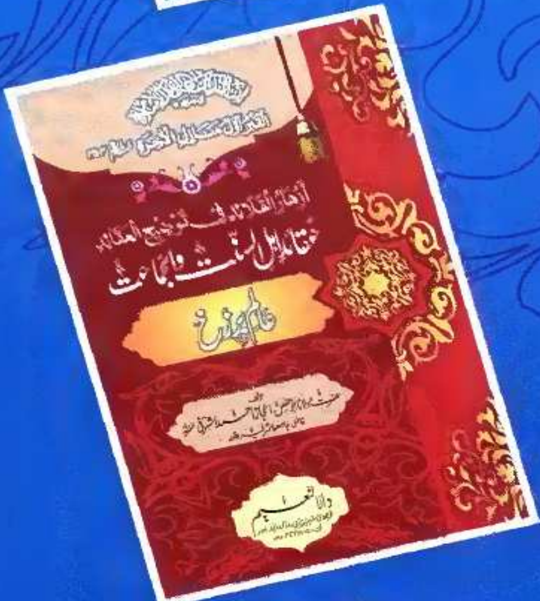
پیر، ۱۰۔ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ مطابق 18۔ دسمبر ۲۰۱۸ء

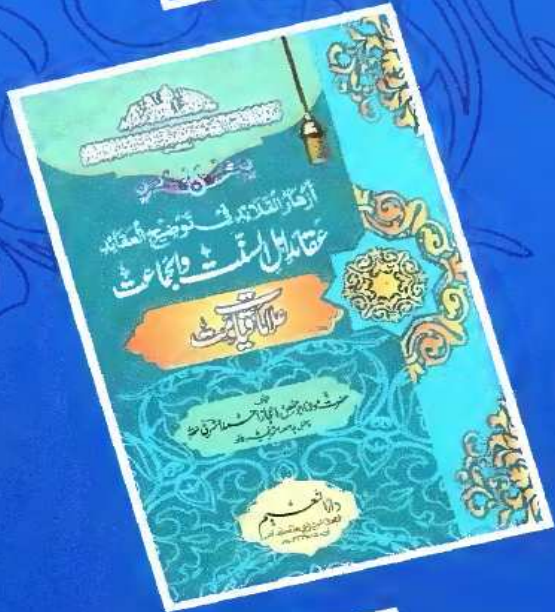
نظر ثانی جمعرات، 20 رمضان المبارک 1441ھ/14 مئی 2020ء

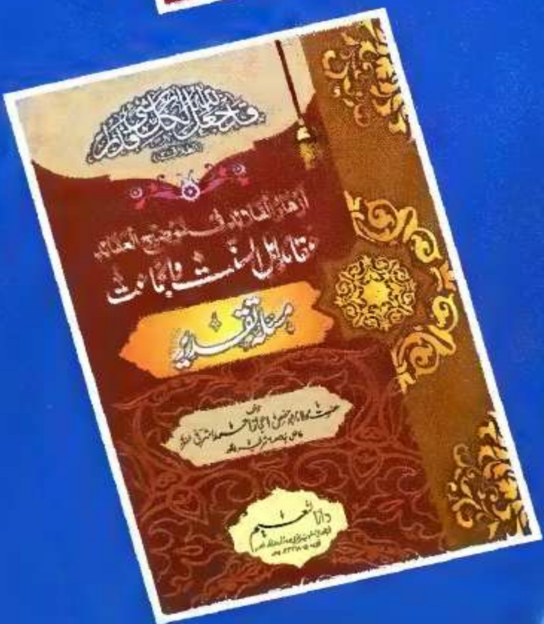
بحمد اللہ تعالیٰ

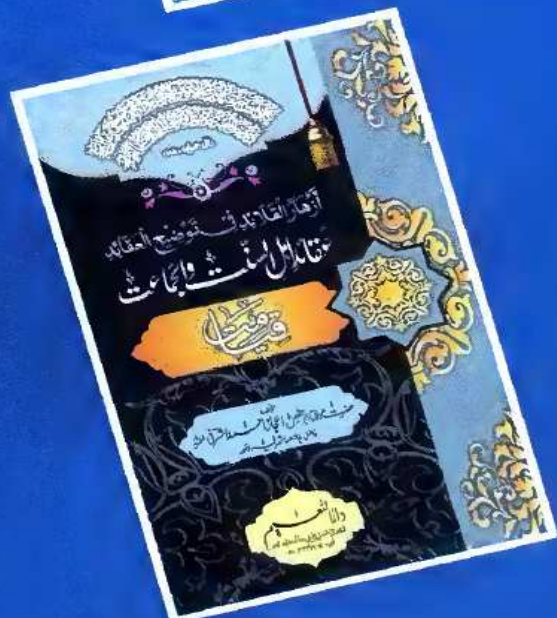












دار النعیم
DARULNAEEM
PUBLISHER & PRINTER OF
AUTHENTIC ISLAMIC LITERATURE.
Cell: 0301-4441805